انوارِ شریعت

مکتبہ رضویہ شبکہ مشن دنیا
فیصل آباد پاکستان

تالیم
صوفی محمد رفیق طارق از قاسم
نقشبندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(ہزاروں مسائل کی معلومات کا خزینہ)

جَامِعُ الْفَتَاوٰی

حصہ اوّل ــــ تا ــــ ہشتم

از

افادات مجدد اسلام شاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی قدس سرہٗ

حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خانصاحب بریلوی قدس سرہٗ

صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ

مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

مولانا محمد اسلم علوی قادری رضوی

80/-

العاشر

سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ لائلپور

بار اول ——— سنہ ۱۹۷۰ء سنہ ۱۳۹۰ھ

تعداد ——— ایک ہزار

ناشر ——— سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ لائلپور

مطبوعہ ——— دین محمدی پریس لاہور

کتابت ——— غلام سرور قادری رضوی

قیمت ——— سفید کاغذ ۱۴ روپے۔ نیوز پیپر ۱۰ روپے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ آغاز

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الامین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین ؛

اما بعد:- یہ کتاب مستطاب جامع الفتاویٰ جیساکہ نام ہی سے واضح ہے چند کتب فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ جس میں گرانقدر مسائلِ فقہ کو نہایت مدلل طریق سے بیان کرنے کے علاوہ مذہب برحق اہلسنت وجماعت کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔ جامع الفتاویٰ کا انتخاب اہلسنت وجماعت کے جن نامی گرامی علمائے کرام کی کتبِ افتاء سے کیا گیا ہے ان میں اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدّد دین وملت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کا اسم مبارک سرفہرست ہے۔ آپ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ عرب وعجم کے اہل علم کو آپ کے علمی تبحر کا نہ صرف اعتراف ہے بلکہ اکثر مقتدر ہستیوں نے آپ کو اس صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔ نبی اکرم سرورِ انبیاء علیہ السلام کی محبت میں سرشار ہوکر لکھنا آپ کا واحد نصب العین ہے۔ اور آپ تمام اہل اسلام کا رشتہ عشق رسول سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تقاضاتِ حبِ رسول کو کیفیات جذب و شوق اور عالم فریفتگی ودارفتگی سے ہم آغوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے کسی بزرگ نے آپ کے متعلق فرمایا ہے ؎

گم رضائش در رضائے مصطفٰے[ص] زاں سبب شد نام او احمد رضا

ایک ہزار کے قریب ضخیم کتابیں اور رسائل آپ کی درخشاں تصنیفات ہیں جو کہ تقریباً پچاس قسم کے علوم وفنون پر حاوی ہیں۔ جن میں فتاویٰ رضویہ بھی ایک قابل قدر شہکار ہے۔ آپ چودہ برس کی عمر میں مسند افتاء پر رونق افروز ہوئے اور تقریباً چون سال تک فتویٰ نویسی کی قابل قدر خدمات انجام دیتے رہے۔ اور آپ کا مقام فقہ اسقدر بلند ہے جسکا اندازہ مندرجہ ذیل سطور کو پڑھنے کے بعد بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو کہ حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی رضوی نے اپنے مقالہ (رضا کا مقام فقہ) میں رقم فرمائیں ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کے ایک معاصر صاحبِ فتویٰ سے پوچھا گیا "مسجد کی دیوار سے تیمم جائز ہے یا نہیں"؟ انہوں نے غیر مدلل وغیر مفصل جواب تحریر کیا کہ "تیمم دیوار مسجد سے کرنے کو بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے" فقط۔ یہی سوال حضرت فقیہ اعظم بریلوی سے ہوا اور مجیب اول کا جواب بھی سامنے آیا۔ یہ جواب اسکے فتاوے میں چھپ چکا تھا۔ جواب کے لئے قلم اٹھا اور بطور تمہید ارشاد فرمایا۔

"تحریر مذکور صواب سے بیگانہ ..... مذہب حنفی میں اس کی کچھ اصل نہیں۔ نہ کسی کتاب معتمد سے اسکی کراہت متبین۔ نہ ایسی نقل مجہول کسی طرح قابل قبول ..... بلکہ کتب معتمدہ سے اسکا بطلان روشن جن سے گرنہ بینید بروز پرہ بر افگن"؛

اس مختصر تمہید کے بعد جواب تحریر فرمایا ـــــ تیرہ معتمد کتب وفتاویٰ سے مسئلہ کو واضح فرماتے ہوئے مجیب کے لفظ "بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے"؛ اس کے متعلق تحریر فرمایا کہ مجیب کو شاید یہ شبہ ہوا کہ دیوار مسجد وقف ہے اور وقف پر تصرف ناجائز کہ مسجد کی دیوار جس غرض کے لئے بنائی گئی اس میں تیمم داخل نہیں۔ لہذا دیوار مسجد سے تیمم مکروہ ـــــ ارشاد فرمایا ـــــ "یہ دیوار میں کوئی تصرف نہ کہلائیگا ورنہ مکروہ نہیں حرام ہوتا نہ صرف دیوار مسجد بلکہ دیوار ہر وقف بلکہ دیوار یتیم بلکہ ہر نابالغ بلکہ بے اذن مالک۔ ہر دیوار مملوک سے تیمم کرنا بلکہ اس پر ہاتھ لگانا یا انگلی سے چھونا یا دیوار مسجد سے پیٹھ لگانا سب حرام ہوتا اور اسکا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل"؛ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی سند حدیث گیارہ واسطوں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک اور سند فقہ تیئیس واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے

جامع الفتاویٰ میں حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خانصاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ بھی شامل ہیں۔ یہ بزرگ ہستی اعلیٰحضرت کے جگر گوشہ ہیں جنہوں نے آپکی علمی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ جامع الفتاویٰ میں آپ کے فتاوے شامل ہونا علمی سعادت ہے۔

خلیفہ مجاز صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا فتاویٰ بھی اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ جامع الفتاوی کی زینت ہے آپ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے معروف تلامذہ میں سے دُرِ یکتا اور خلیفہ مجاز ہیں۔ جامعہ نعیمیہ کی بنیاد بھی آپ ہی نے رکھی تھی۔ آپ نے قرآن پاک کی نہایت جامع اور مختصر تفسیر بھی تحریر فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی کئی دوسری کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے مثلاً "الکلمۃ العلیاء" "اَطْیَبُ البیان" "سوانح کربلا" اور "کتاب العقائد" وغیرہ کئی بار شائع ہو چکے ہیں۔

جامع الفتاویٰ کی آئندہ نمایاں خوبی یہ بھی ہوگی کہ اس میں نائب اعلیٰحضرت قبلہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ بھی اپنی علمی جولانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوں گے۔ آپ کی ذات گرامی اور نام نامی سے پاک و ہند عرب و افریقہ کا ہر ذی علم واقف ہے۔ خالق و مالک نے آپ کو ظاہری حسن و کمال کے ساتھ ساتھ باطنی و روحانی مدارج میں وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ اہل اسلام اس سے تا ابد فیض پاتے رہیں گے۔ آپ نے جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور کی بنیاد رکھی جو آج بھی اپنی علمی ضیا پاشیوں میں مصروف ہے۔

حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں ان کے فتاویٰ جو کہ اس دور میں تقریباً نایاب ہیں کو بھی جامع الفتاویٰ میں شائع کیا گیا ہے تاکہ یہ قیمتی فقہی سرمایہ بھی قدر دانوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔ اہل علم اس گم گشتہ گنج علم کو پاکر یقیناً روحانی طور پر مسرور و بہرہ مند ہوں گے۔

اس صد تحسین دینی خدمت کا سہرا عاجز اہلسنت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب علوی کے سر ہے۔ جنہوں نے ہمارے مسلک کی بہت سی نایاب کتب کو دور افتادہ ذخائر علوم سے حاصل کر کے ہم تک پہنچایا ہے۔ آپ کسی نہ کسی علمی شہکار کو منظر عام پر لاتے ہی رہتے ہیں۔ بہت سے مشائخ کرام کی تصانیف کے تراجم شائع فرماتے ہیں۔ اب جامع الفتاویٰ کی اشاعت کا اہم کام سرانجام دے رہے ہیں جس میں دیوبندیوں اور وہابیوں کے ساتھ اہلسنت وجماعت کے اختلافی مسائل پر سیر حاصل بحث و مدلل جوابات کے علاوہ مرزائیوں اور رافضیوں کے رد میں بھی مدلل فتوے شامل ہیں۔ اگر کوئی مرزائی یا اہل تشیع تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ کرے تو وہ یقیناً تائب ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب علوی جامع الفتاویٰ کی مکمل تیس ۳۰ جلدیں شائع فرمانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ آٹھ جلدیں اشاعت پذیر ہو کر آپ تک پہنچ چکے ہیں باقی بائیس ۲۲ جلدیں بھی انشاء اللہ تکمیل و اشاعت سے ہمکنار ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ استفادہ و عمل کی توفیق دے۔ آمین

خادم اہلسنّت

حکیم محمد سلیم چشتی بی۔ اے

حصّہ اوّل از فتاویٰ شیخ الاسلام شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ: ۔ از امرتسر کٹڑہ گربا سگہ کوچہ ٹنڈا شاہ مرسلہ جناب مولانا مولوی عبد الغنی صاحب واعظ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

باسمہٖ سبحانہٗ ۔ مستفتی نے ظاہر کیا کہ ایک شخص نے درانحالیکہ مسلمان تھا ایک مسلمہ سے نکاح کیا زوجین عرصہ تک باہم معاشرت کرتے رہے اولاد بھی ہوئی اب کسی قدر عرصہ سے شخص مذکور مرزا قادیانی کے مریدوں میں منسلک ہو کر صبغ عقاید کفریہ مرزائیہ سے مصطبغ ہو کر علی رؤس الاشہاد ضروریات دین سے انکار کرتا رہتا ہے سو مطلوب عن الاظہار یہ ہے کہ شخص مذکور شرعاً مرتد ہو چکا اور اوسکی منکوحہ اوسکی زوجیت سے علیحدہ ہو چکی اور منکوحۂ مذکورہ کا کل مہر معجل و موجل مرتد مذکور کے ذمہ ہے اولاد صغار اپنے والد مرتد کی ولایت سے نکل چکی یا نہ ۔ بینوا توجروا۔

خلاصۂ جوابات امرتسر

۱ : شخص مذکور بباعث آنکہ ہم عقیدہ مرزا کا ہے جو باتفاق علمائے دین کافر ہے ۔ مرتد ہو چکا منکوحہ زوجیت سے علیحدہ ہو چکی کل مہر بذمہ مرتد واجب الادا ہو چکا مرتد کو اپنی اولاد صغار پر ولایت نہیں ۔۔ ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

۲ : شک نہیں کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو رسول اللہ نبی اللہ کہتا ہے اور اسکے مرید اسکو نبی مرسل جانتے ہیں اور دعویٰ نبوت کا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالاجماع کفر ہے جب اس طائفے کا ارتداد ثابت ہوا پس مسلمہ ایسے شخص کے نکاح سے خارج ہوتی ہے عورت کو مہر ملنا ضروری ہے اور اولاد کی ولایت بھی ماں کا حق ہے ۔۔ عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی۔

۳ : لا یشک فی ارتداد من نسب المسمریزم الذی ھو من اقسام السحر الی الانبیاء علیھم السلام وادعی النبوۃ وغیرھا من الکفریات کالمرزا فنکاح المسلمۃ لا شاک فی فسخہ لکن لھا المھر والاولاد الصغار ۔۔ ابو الحسن غلام مصطفیٰ عفی عنہ ۔۔

۴ : شک نہیں کہ مرزا کے معتقدات کا معتقد مرتد ہے ۔ نکاح منفسخ ہوا اولاد عورت کو دی جائے گی عورت کامل مہر لے سکتی ہے ۔ ۔۔ ابو محمد یوسف غلام محی الدین عفی عنہ ۔

۵ : انچہ علمائے کرام از عرب و ہند و پنجاب در تکفیر مرزا قادیانی و معتقدان وے فتوے دادہ اند ثابت و صحیح ست

مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر

کادیانی خودرا نبی ورسول یزدانی قرار میدہد وتوہین وتحقیر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وانکار معجزات شیوۂ اوست کہ از تحریراتش پر ظاہر ست (نقل عبارات ازالہ کہ از رسالہ مرزا ست) ۔۔ احقر عباد اللہ العلے واعظ محمد عبد الغنی۔

۶ : احقر العباد خدا بخش امام مسجد شیخ خیر الدین ۔۔

۷ : شک نہیں کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت ورسالت ہے۔ (نقل عبارات کثیرۂ ازالہ وغیرہا تحریرات مرزا) پس ایسا شخص کافر تو کیا میرا وجدان تو یہی کہتا ہے کہ اسکو خدا پر بھی ایمان نہیں ۔۔ ابو الوفا ثناء اللہ مصنف تفسیر ثنائی امرتسری۔

۸ : قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو ضروریات دین سے انکار ہے نیز دعوے رسالت کا بھی چنانچہ (ایک غلطی کا ازالہ) میں اوسنے صراحتہً لکھا ہے کہ میں رسول ہوں لہذا غلام احمد اور اوسکے معتقدین بھی کافر بلکہ اکفر ہوئے۔ مرتد کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے اولاد صغار والد کے حق سے نکل جاتی ہے۔ پس مرزائی مرتد سے اولاد لے لینی چاہیئے اور مہر معجل وموجل لے کر عورت کو اوس سے علیحدہ کرنا چاہیئے ۔۔ ابو تراب محمد عبد الحق امرتسری بازار صاونیاں۔

۹ : مرزائی مرتد ہیں اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے منکر۔ معجزات کو مسمریزم تحریر کیا ہے۔ مرزا کافر ہے۔ مرزا سے جو دوست ہو یا اسکے دوست سے دوست وہ بھی کافر ومرتد ہے ۔۔ صاحبزادہ صاحب سید ظہور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین حضرات سادات جیلانی بٹالہ شریف۔

۱۰ : آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت ورسالت کا دعویٰ اور ضروریات دین کا انکار بیشک موجب کفر وارتداد ہے۔ ایسے شخص پر کادیانی ہو یا غیر مرتدوں کے احکام جاری ہونگے ۔۔ نور احمد عفی عنہ

مراسلت حامی سنت جناب مولانا مولوی محمد عبد الغنی صاحب امرتسری باسم سامی حضرت عالم اہلسنت دام ظلہم العالی

بخدمت شریف جناب فیض مآب قامع فساد وبدعات دافع جہالت وضلالت مفخر العلماء الحنفیہ قالع اصول الفرقۃ الضالۃ النجدیہ مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب متعنا اللہ بعلمہ۔ تحفہ تحیات وتسلیمات مسنونہ رساندہ مکشوف ضمیر مہر انجلا آنکہ چوں دریں بلاد از مدت مدید بہ ظہور دجال کذاب قادیانی فتور وفساد برخاست است بموجب حکم آزاد کی بے صورتے در چنگ علماء آں دہری راہزن دین اسلام نمی آید اکنوں ایں واقعہ در خانۂ یک شخص حنفی شد کہ زنے مسلمہ در عقد شخصے بودہ اں مرد مرزائی گردید زن مذکورہ ازوے ایں کفریات شنیدہ گریز نمودہ بخانۂ پدر رسید لہذا برائے آں و برائے سد آئندہ وتنبیہ مرزائیاں فتویٰ ہذا طبع کردہ آید امید کہ آنحضرت ہم بمہر دستخط شریف خود مزین فرمائید کہ باعث افتخار

باشد سفیر از ندوہ کدام مولوی غلام محمد ہوشیار پوری وارد امرتسر از مدت دو ماہ شدہ است فتوے ہذا نزد وے فرستادم مشار الیہ دستخط ننمود و گفت اگر دریں فتوے دستخط کنم ندوہ از من بیزار شود خاکش بدہن ازیں جہت مردمان ایں بلدہ را بسیار بدظنی در حق ندوہ میشود زیادہ چہ نوشتہ آید جزاکم اللہ عن الاسلام والمسلمین الملتمس بندہ کثیر المعاصی واعظ محمد عبد الغنی از امرتسر کٹڑہ گربا سگہ کوچہ ٹنڈا شاہ۔

فتوائے حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ عالم اہلسنّت وجماعت مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ وصحبہ المکرمین عندہ رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیٰطین واعوذ بک ربّ ان یحضرون ۔ اللہ عزوجل دین حق پر استقامت عطا فرمائے اور ہر ضلال ووبال ونکال سے بچائے۔ قادیانی مرزا کا اپنے آپ کو مسیح ومثل مسیح کہنا تو شہرہ آفاق ہے اور بحکم آنکہ ؎ غیب ہے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

فقیر کو بھی اس دعوے سے اتفاق ہے مرزا کے مسیح ومثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال۔ پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارنپور سے سوال آیا تھا جسکا ایک مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خان محمد حفظہ اللہ تعالےٰ نے لکھا اور بنام تاریخی الصّارم الربانی علی اسراف القادیانی مسمی کیا یہ رسالہ حامی سنن ماحی فتن ندوہ شکن ندوی فکن مکرمنا قاضی عبد الوحید صاحب حنفی فردوسی صبین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ پٹنہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرمایا بحمد اللہ تعالےٰ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے اوسکی تحریرات یہاں نہیں ملتیں مجیب ہفتم جو اقوال ملعونہ اوسکی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کئے مثیل مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت ونجاست میں ان سے کچھ نسبت نہیں ان میں صاف صاف انکار ضروریات دین اور بوجوہ کثیرہ کفر وارتداد مبین ہے۔ فقیر ان میں سے بعض کی اجمالی تفصیل کرے گا۔

کفر اوّل: مرزا کا ایک رسالہ ہے جسکا نام ایک غلطی کا ازالہ ہے اسکے صفحہ ۶۷۳ پر لکھتا ہے۔ میں احمد ہوں جو آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے آیۂ کریمہ کا مطلب یہ ہے۔ آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی عیسیٰ بن مریم روح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جسکا نام

پاک احمد ہے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ازالہ کے قول ملعون مذکور میں صراحتاً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم :۔ توضیح مرام طبع ثانی صـ۹ پر لکھتا ہے کہ میں محدَث[1] ہوں اور محدِث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

کفر سوم :۔ دافع البلا مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا۔

کفر چہارم :۔ مجیب پنجم نے نقل کیا ویتر میگوید کہ خدائے تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔ ان اقوال خبیثہ میں اولاً کلام الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذ اللہ آیۂ کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ثانیاً نبی اللہ رسول اللہ وکلمۃ اللہ عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام پر افترا کیا کہ وہ اسکی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے ثالثاً اللہ عزوجل پر افترا کیا کہ اوس نے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۵ بیشک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے اور فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون ۱۵ ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو بے ایمان کافر ہیں۔ رابعاً اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون ۵ خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہدیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اوسکے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے۔ ان سب سے قطع نظر ان کلمات ملعونہ میں صراحتاً اپنے لئے نبوت ورسالت کا ادعائے قبیح ہے اور وہ بالاجماع قطعی کفر صریح ہے۔ فقیر نے رسالہ

---

[1] لا الہ الا اللہ لقد کذب عدو اللہ ایھا المسلمون سید المحدثین امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں کہ انہیں کے واسطے حدیث محدثین آئی انہیں کے صدقے میں ہم نے اسپر اطلاع پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قد کان فیما مضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فانہ عمر بن الخطاب اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراست صادقہ والہام حق دلے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہے رضی اللہ تعالےٰ عنہ رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ والترمذی والنسائی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہما فاروق اعظم نے نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف ارشاد آیا لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر ہوتا رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما مگر پنجاب کا محدثِ حادث کہ حقیقۃً نہ محدَث ہے نہ محدِث یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہو گیا۔ الا لعنۃ اللہ علی الکذبین والعیاذ باللہ رب العلمین ۱۲

"جزاء اللہ عدوہ بآیاتہ ختم النبوۃ" خاص اسی مسئلے میں لکھا اور اسمیں آیت قرآن عظیم ایک سو دس حدیثوں اور تیس نصوص کو جلوہ دیا۔ اور ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا اور ان کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل و جزو ایقان ہے۔ و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین نص قطعی قرآن ہے۔ اسکا منکر نہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اسکے عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اُسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر جو اسکے کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بیّن الکفر جلی الکفران ہے۔ قول دوم و سوم میں شاید وہ یا اسکے اذناب آجکل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی و رسول سے معنی لغوی مراد ہیں یعنی خبردار یا خبر دہندہ اور فرستادہ مگر یہ محض ہوس ہے اولاً صریح لفظ میں تاویل نہیں سنی جاتی فتاوی خلاصہ و فصول عمادیہ و جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے والفظ للعمادی قال قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یعنی من پیغام می برم یکفر یعنی اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا کہے میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں کافر ہو جائے گا۔ امام قاضی عیاض کتاب الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں قال احمد بن ابی سلیمٰن صاحب سحنون رحمہما اللہ تعالےٰ فی رجل قیل لہ لا و حق رسول اللہ قال فعل اللہ برسول اللہ کذا و کذا و ذکر کلاماً قبیحاً فقیل لہ ما تقول یا عدو اللہ فی حق رسول اللہ فقال اشد من کلامہ الاول ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب فقال ابن ابی سلیمٰن للذی سألہ اشھد علیہ وانا شریکک یرید فی قتلہ وثواب ذلک قال حبیب بن الربیع لان ادعاءہ التاویل فی لفظ صراح لا یقبل یعنی امام احمد بن ابی سلیمن تلمیذ و رفیق امام سحنون رحمہما اللہ تعالےٰ سے ایک مرد ک کی نسبت کسی نے پوچھا کہ اس سے کہا گیا تھا رسول اللہ کے حق کی قسم اس نے کہا اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور ایک بد کلام کا ذکر کیا۔ کہا گیا اے دشمن خدا تو رسول اللہ کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس سے بھی سخت تر لفظ بکا پھر بولا میں نے تو رسول اللہ سے بھی مراد لیا تھا۔ امام ابن ابی سلیمن نے مستفتی سے فرمایا تم اس پر گواہ ہو جاؤ اور اسے سزائے موت دلانے اور اس پر جو ثواب ملے گا اس میں تمہارا شریک ہوں یعنی تم حاکم شرع کے حضور اس پر شہادت دو اور میں بھی سعی کروں گا کہ ہم تم دونوں بحکم حاکم اسے سزائے موت دلانے کا اجر عظیم پائیں۔ امام حبیب بن ربیع نے فرمایا یہ اس لئے کہ کھلے لفظ میں تاویل کا دعویٰ مسموع نہیں ہوتا) ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب) فانہ ارسل من عند الخلق وسلط علی الخلق تاویلا للرسالۃ العرفیۃ بالارادۃ اللغویۃ وھی مردود عند القواعد الشرعیۃ یعنی وہ

جو اس مردک نے کہا کہ میں نے بچھو مراد لیا اس میں اس نے رسالت عرفی کو معنی لغوی کیطرف ڈھالا کہ بچھو کو بھی خدا ہی نے بھیجا اور خلق پر مسلط کیا ہے اور ایسی تاویل قواعد شرع کے نزدیک مردود ہے۔) علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں ھذا الحقیقۃ معنی الارسال وھذا مما لاشک فی معناہ وانکارہ مکابرۃ لکنہ لایقبل من قائلہ ادعاء انہ مرادہ لبعدہ غایۃ البعد وصرف اللفظ عن ظاھرہ لایقبل کما لو قال انت طالق و قال اردت محللۃ غیر مربوطۃ لایلتفت لمثلہ ویعد ھذیانا اھ ملتقطا یعنی یہ لغوی معنی جن کی طرف اس نے ڈھالا ضرور بلاشک حقیقی معنی ہیں اسکا انکار ہٹ دھرمی ہے باینہمہ قائل کا یہ ادعا مقبول نہیں کہ اس نے یہ معنی لغوی مراد لیے تھے اس لئے کہ یہ تاویل نہایت دوراز کار ہے اور لفظ کا اسکے معنی ظاہر سے پھیرنا مسموع نہیں ہوتا جیسے کوئی اپنی عورت کو کہے تو طالق ہے اور کہے میں نے تو یہ مراد لیا تھا کہ تو کھلی ہوئی ہے بندھی نہیں (کہ لغت میں طالق کشادہ کو کہتے ہیں) تو ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا۔ اور اسے ہذیان سمجھا جائے گا) ثانیاً وہ بالیقین ان الفاظ کو اپنے لئے مدح و فضل جانتا ہے نہ ایک ایسی عام بات کہ ؎

دندان تو جملہ درد ہانند ، چشمان تو زیر ابر وانند

کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر و مرتد میں موجود ہو محل مدح میں ذکر نہ کرے گا نہ اس میں اپنے لئے فضل و شرف جانیگا بھلا کہیں براہین غلامیہ میں یہ بھی لکھا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے مرزا کی ناک میں دو نتھنے رکھے مرزا کے کان میں دو گھونگے بنائے یا خدا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی ناک ہونٹھوں سے اوپر اور بھوؤں کے نیچے ہے کیا ایسی بات لکھنے والا پورا مجنون پکا پاگل نہ کہلایا جائے گا اور شک نہیں کہ وہ معنی لغوی یعنی کسی چیز کی خبر رکھنا یا دینا یا بھیجا ہوا ہونا ان مثالوں سے بھی زیادہ عام ہیں۔ بہت جانوروں کے ناک کان بھویں اصلاً نہیں ہوتیں مگر خدا کے بھیجے ہوئے وہ بھی ہیں اللہ تعالےٰ نے انہیں عدم سے وجود نر کی پیٹھ سے مادہ کے پیٹ سے دنیا کے میدان میں بھیجا جس طرح اس مردک خبیث نے بچھو کو رسول بمعنے لغوی بنایا مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں

کل یوم ھو فی شان بخواں ، مرورا بیکار و بے فعلے مداں !

کمتریں کارش کہ آں رب احد ، روزسہ لشکر روانہ میکند

لشکرے زا صلاب سوئے امہات ، تا برویدد رحمہا شان نبات

لشکرے زار حام سوئے خاکدان ، تا زنر و مادہ پر گردد جہان

لشکرے از خاکداں سوئے اجل ، تا بہ بیند ہر کسے حسن عمل !

حق عزوجل فرماتا ہے فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ہم نے فرعونیوں پر بھیجے طوفان اور ٹیریاں اور جوئیں اور مینڈکیں اور خون) کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جیسے ٹیری اور مینڈک اور جوں اور کتے اور سوئر سب کو شامل مانے گا۔ ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت علوم سے خبردار ہے اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت مولوی قدس المعنوی ان کی طرف سے فرماتے ہیں۔ ؎

ہمیعیم و بصیریم و خوشیم باشما نامحرماں ما خامشیم

اللہ عزوجل فرماتا ہے وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی تسبیح تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من شیئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوا کافر جن اور آدمیوں کے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصححہ خاتم الحفاظ حق سبحانہ وتعالےٰ فرماتا ہے فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبأ بنبأ یقین ہ کچھ دیر ٹھہر کر ہدہد بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے ایک وہ بات معلوم ہوئی ہے جس پر حضور کو اطلاع نہیں اور میں خدمت عالی میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من صباح ولا ریاح الا وبقاع الارض ینادی بعضھا بعضا یا جارۃ ھل مر بک الیوم عبد صالح صلی علیک او ذکر اللہ فان قالت نعم رأت ان لھا بذلک فضلا کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کر نہ کہتے ہوں کہ اے ہمسائے آج تیری طرف کوئی نیک بندہ ہو کر نکلا۔ جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہاں تو وہ پوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھ پر فضیلت ہے رواہ الطبرانی فی الاوسط والبو نعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو خبر رکھنا خبر دینا سب کچھ ثابت ہے کیا مرزا ہر اینٹ پتھر ہر بُت پرست کافر ہر ریچھ بندر ہر کُتے سوئر کو بھی اپنی طرح نبی و رسول کہیگا ہرگز نہیں تو صاف روشن ہوا کہ معنی لغوی ہرگز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی و عرفی رسالت و نبوت مقصود اور کفر وارتداد یقینی قطعی موجود و بعبارہ آخرے معنی چار ہی قسم ہیں۔ لغوی۔ شرعی۔ عرفی۔ عام یا خاص۔ یہاں عرف عام تو بعینہٖ وہی معنی شرعی ہے جس پر کفر قطعاً حاصل اور ارادۂ لغوی کا ادعا یقیناً باطل اب یہی رہا کہ فریب دہی عوام کو یوں کہدے کہ میں نے اپنی خاص اصطلاح میں نبی و رسول کے معنی اور رکھے ہیں جن میں مجھے سگ و خوک سے امتیاز بھی ہے اور حضرت انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وصف نبوت میں اشتراک بھی نہیں مگر حاش للہ ایسا باطل ادعا اصلاً شرعاً عقلاً عرفاً کسی طرح بادشتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ایسی جگہ لغت و شرع

وعرف عام سب سے الگ اپنی نئی اصطلاح کا مدعی ہونا قابل قبول ہو تو کبھی کسی کافر کی کسی سخت سے سخت بات پر گرفت نہ ہو سکے کوئی مجرم کسی معظم کی کیسی ہی شدید سے شدید توہین کر کے مجرم نہ ٹھہر سکے کہ ایک کو تو اختیار ہے اپنی کسی اصطلاح خاص کا دعویٰ کر دے جس میں کفر و توہین کچھ نہ ہو۔ کیا زید کہہ سکتا ہے خدا دو ہیں جب اس پر اعتراض ہو کہدے میری اصطلاح میں ایک کو دو کہتے ہیں۔ کیا عمرو جنگل میں سوئر کو بھاگتا دیکھ کر کہہ سکتا ہے وہ قادیانی بھاگا جاتا ہے جب کوئی مرزائی گرفت چاہے کہدے میری مراد وہ نہیں جو آپ سمجھے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے یا جنگلی کو قادیانی کہتے ہیں اگر کہیئے کوئی مناسبت بھی تو جواب دے کہ اصطلاح میں مناسبت شرط نہیں لامشاحۃ فی الاصطلاح آخر سب جگہ منقول ہی ہونا کیا ضرور لفظ مرتجل بھی ہوتا ہے جس میں معنی اول سے مناسبت اصلاً منظور نہیں معہذا قادی بمعنی جلدی کنندہ ہے یا جنگل سے آنیوالا قاموس میں ہے قدت قادیۃ جاء قوم قد اقحموا من البادیۃ وللفرس قدیانا اسرع قادیان اسکی جمع اور قادیانی اس کی طرف منسوب یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنیوالوں کا ایک اس مناسبت سے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا کیا زید کی وہ تقریر کسی مسلمان یا عمرو کی یہ توجیہ کسی مرزائی کو مقبول ہو سکتی ہے حاشا وکلا کوئی عاقل ایسی بناوٹوں کو نہ مانے گا بلکہ اسی پر کیا موقوف یوں اصطلاح خاص کا ادعا مسموع ہو جائے تو دین و دنیا کے تمام کارخانے درہم برہم ہوں عورتیں شوہروں کے پاس سے نکل کر جس سے چاہیں نکاح کر لیں کہ ہم نے تو ایجاب وقبول نہ کیا تھا اجازت لیتے وقت ہاں کہا تھا ہماری اصطلاح میں ہاں بمعنی (ہوں) یعنی کلمۂ زجر و انکار ہے۔ لوگ بیعنامے لکھ کر رجسٹری کرا کر جائدادیں چھین لیں کہ ہم نے تو بیع نہ کی تھی بیچنا لکھا تھا ہماری اصطلاح میں عاریت یا اجارے کو بیچنا کہتے ہیں الی غیر ذلک من فسادات لاتخفی تو ایسی جھوٹی تاویل والا خود اپنے معاملات میں اوسی شا نیگا کیا مسلمانوں کو زن و مال اللہ و رسول[1] سے زیادہ پیاری ہیں کہ جورو اور جائداد کے باب میں تاویل نہ سنیں اور اللہ و رسول کے معاملے میں ایسی ناپاک بناوٹیں قبول کر لیں لا الہ الا اللہ مسلمان ہرگز ایسے مردود بہانوں پر التفات بھی نہ کریں گے انہیں اللہ و رسول اپنی جان اور تمام جہان سے زیادہ عزیز ہیں۔ وللہ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کا رب جل وعلی قرآن عظیم میں ایسے بیہودہ عذروں کا ورہا جلا چکا ہے فرماتا ہے قل لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ان سے کہدو بہانے نہ بناؤ بیشک تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔ والعیاذ باللہ رب العلمین ثالثاً کفر چہارم میں امتی و نبی کا مقابلہ صاف اسی معنی شرعی و عرفی کا تعین کر رہا ہے رابعاً کفر اول میں تو کسی جھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں آیت میں قطعاً معنی شرعی ہی مراد ہیں نہ لغوی نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص اور اسی کو اس نے اپنے نفس کے لئے مانا تو قطعاً یقیناً بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ و رسول اللہ

---

[1] جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۱۲ منہ

ہونے کا مدعی اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا منکر اور بنا بر اجماع قطعی جمیع امت مرحومہ مرتد و کافر ہوا۔ سچ فرمایا سچے خدا کے سچے رسول سچے خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب میرے بعد آئیں گے ثلثون دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی تیس دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہیگا وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں امنت امنت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اسی لئے فقیر نے عرض کیا تھا کہ مرزا ضرور مثیل مسیح ہے مگر نہ مسیح صدق بلکہ مسیح دجّال کا کہ ایسے مدعیوں کو بہ لقب خود بارگاہِ رسالت سے عطا ہوا والعیاذ باللہ رب العالمین

کفر پنجم:۔ دافع البلا صفحہ ۰ اپر حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

کفر ششم:۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۷ اپر لکھا ہے۔ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اوس سے بہتر غلام احمد ہے

کفر ہفتم:۔ اشتہار معیار الاخیار میں لکھا ہے میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں یہ ادعا بھی باجماع قطعی کفر و ارتداد یقینی ہیں۔ فقیر نے اپنے فتوٰی مسمی بہ ردّ الرفضۃ ۱۳۲۰ھ میں شفا شریف امام قاضی عیاض و روضہ امام نووی و ارشاد الساری امام قسطلانی و شرح عقاید نسفی و شرح مقاصد امام تفتازانی و اعلام ابن حجر مکی و منح الروض علامہ قاری و طریقہ محمدیہ علامہ برکوی و حدیقہ ندیہ مولانا بلسے وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماع مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا جو ایسا کہے قطعاً اجماعاً کافر ملحد ہے از انجملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اسکے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ ضروریات دین سے ہے) کفر ہفتم میں اسے ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ (بنیوں) بتقدیم با ہے۔ یعنی بھنگی درکنار کہ خود ان کے تو لال گرو کا بھائی ہوں ان سے تو افضل ہوا ہی چاہوں میں تو بعض بنیوں سے بھی افضل ہوں کہ انہوں نے صرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ ہتھ پھیری کی کہ بلیسیوں کا دین ہی اڑ گیا۔ مگر افسوس کہ دیگر تصریحات نے اس تاویل کی گنجائش نہ رکھی۔

کفر ہشتم:۔ ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات جن کا ذکر خداوند تعالٰے بطور احسان فرماتا ہے مسمریزم لکھ کر کہتا ہے اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے۔ معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا حق عزوجل فرماتا ہے اذ قال اللہ یعیسٰی بن مریم اذکروا نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتک الکتب والحکمۃ والتورٰۃ والانجیل واذ

تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی و تبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذتخرج الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذجئتھم بالبینٰت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الاسحر مبین ۵ جب فرمایا اللہ سبحانہٗ نے اے مریم کے بیٹے یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیق باتیں اور توراۃ و انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے اور تو چنگا کرتا مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مُردوں کو میرے اذن سے اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لیکر آیا ان میں سے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو مسمریزم بتایا یا جادو کہا بات ایک ہی ہوئی یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں اسے ہی منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیٰ سیدہ وعلیہ وسلم نے بار بار بتاکید رد فرمادیا تھا اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الآیہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرندہ بناتا اور پھونک مار کر اسے جلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مُردے جلاتا اور جو کچھ گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وہ سب تمہیں بتاتا ہوں اور اسکے بعد فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۵ بیشک ان میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ پھر مکرر فرمایا وجئتکم بایۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون ۵ میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو مگر جو عیسیٰ کے رب کی نہ مانے وہ عیسیٰ کی کیوں ماننے لگا یہاں تو اسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی سبھی کرتے ہیں۔ ع کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است

پھر ان معجزات کو مکروہ جاننا دوسرا کفریہ کراہت اگر اس بناء پر ہے کہ وہ فی نفسہ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے قال اللہ تعالےٰ: تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزے دیے اور جبریل سے اسکی تائید فرمائی۔ اور اگر اس بناء پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلیٰ کے لائق نہیں تو یہ وہی نبی پر اپنی تفضیل ہے ہر طرح کے کفر وارتداد قطعی سے مفر نہیں پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیٰ سیدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی ہی تحقیر اس کلام ملعون کفر ششم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس کفر فہم میں ہے کہ ازالہ صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لکھا بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے

کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے انا للہ وانا الیہ راجعون الا لعنۃ اللہ علیٰ اعداء انبیاء اللہ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ انبیاءہٖ وبارک وسلم ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے جس کی تفصیل شفا شریف وشرح شفا وسیف مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی وروضۂ امام نووی وجواہر امام کردری واعلام امام ابن حجر مکی وغیرہا تصانیف ائمۂ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں نہ کہ نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ مرسل بھی کیسا مرسل اولوالعزم نہ کہ تحقیر بھی کتنی کہ مسموم رزم کے سبب نور باطن نہ نور باطن بلکہ دینی استقامت نہ دینی استقامت بلکہ نفس توحید میں نہ کم درجہ بلکہ قریب ناکام رہے اس ملعون قول لعن اللہ قائلہ وقابلہ نے اولوالعزمی ورسالت ونبوت درکنار اس عبداللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ علیہ صلوات اللہ وسلام اللہ وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کردیا اسکا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوا اسکے کہ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا ۝ بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا وآخرت میں اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

کفر دہم:۔ ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے۔ ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشین گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے یہ صراحۃً انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تکذیب ہے عام اقوام کفار لعنھم اللہ کا کفر عزت عز جلالہ نے یوں ہی تو بیان فرمایا کذبت قوم نوح ۝ المرسلین ۝ کذبت عاد ن المرسلین ۝ کذبت ثمود المرسلین ۝ کذبت قوم لوط ۝ المرسلین ۝ کذب اصحب الئیکۃ المرسلین ۝ ائمۂ کرام فرماتے ہیں جو نبی پر اسکی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی مانے اگرچہ وقوع نہ جانے باجماع کافر ہے نہ کہ معاذ اللہ چار سو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کیطرف سے ہوتا ہے واقع میں جھوٹا ہوجانا شفا شریف میں ہے من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ ونبوۃ نبینا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ولکن یجوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوبہ ادعی فی ذلک المصلحۃ بزعمہ اولم یدع عمدا فھو کافر باجماع یعنی جو اللہ تعالےٰ کی وحدانیت نبوت کی حقانیت ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بایں ہمہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر ان کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود ایسی کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔ ظالم نے چار سو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچا لیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلاۃ والسلام کو کاذب کہدیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے دیکھو قوم نوح وہود وصالح ولوط وشعیب علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنے ایک ہی نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا قوم نوح۔

نے سب رسولوں کی تکذیب کی عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا یونہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چار سو بلکہ جملہ انبیاء ومرسلین کو کذاب مانا فلعن اللہ من کذب احدا من انبیائہ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ انبیائہ ورسلہ والمومنین بھم اجمعین وجعلنا منھم وحشرنا فیھم وادخلنا معھم دار النعیم بجاھھم عندہ وبرحمتہ بھم ورحمتھم بنا انہ ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین طبرانی معجم کبیر میں وبرحنفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انی اشھد عدد تراب الدنیا ان مسیلمۃ کذاب بیشک میں ذرہائے خاک تمام دنیا کے برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانہ اقدس میں ادعائے نبوت کیا تھا) کذاب ہے وانا اشھد معک یارسول اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنیٰ کتا بعدد وانہائے ریگ وستارہائے آسماں گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملئکہ سموات وارض وحاملان عرش گواہ ہیں اور خود عرش عظیم کا مالک گواہ ہے وکفیٰ باللہ شھیدا کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بیباک کافر مرتد کذاب ناپاک ہے۔ اگر یہ اقوال[1] مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر مندوۂ مخذولہ اور اسکے اراکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے اور تمام بددینوں گمراہوں کو حق پر جانتے خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے سب مسلمانوں پر مذہب سے لادعوے دینا لازم کرتے ہیں جیسا کہ مندوہ کی روداد اول ودوم ورسالہ اتفاق وغیرہا میں مصرح ہے ان اقوال پر بھی اپنا وہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلیٰ نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چون وچرا کریں تو وہ بھی کافر وہ اراکین بھی کفار مرزا کے پیرو اگرچہ خود ان اقوال انجس الابوال کے معتقد نہ بھی ہوں مگر جب کہ وہ صریح کفر وہ کھلے ارتداد دیکھتے سنتے پھر مرزا کو امام وپیشوا ومقبول خدا کہتے قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں۔ سب مستحق نار۔ شفا شریف میں ہے نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل او وقف فیھم او شک یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اسکی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے شفا شریف۔ نیز فتاویٰ بزازیہ ودرر وغرر وفتاویٰ خیریہ ودر مختار ومجمع الانہر وغیرہا میں ہے من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو اسکے کفر وعذاب میں شک کرے یقیناً وہ خود کافر ہے اور جو شخص باوصف کلمہ گوئی وادعائے اسلام کفر کرے وہ کافروں کی سب سے بدتر قسم مرتد کے حکم میں ہے۔ ہدایہ ودر مختار وعالمگیری وغرر وملتقی الابحر ومجمع الانہر وغیرہا میں ہے صاحب الھوی ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد فتاویٰ ظہیریہ وطریقۂ محمدیہ وحدیقۂ ندیہ وبرجندی شرح نقایہ وفتاویٰ ہندیہ میں ہے ھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ

---

[1] یہ اقوال دوسرے کے منقول تھے اس فتویٰ کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریر خود نظر سے گزریں جن میں قطعاً کفر بھرے ہیں بلا شبہ وہ یقیناً کافر مرتد ہے۔ ۱۲

الاسلام واحکامهم احکام المرتدین یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں اور شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ اب اگر بے اسلام لائے اپنے اس قول و مذہب سے بغیر توبہ کئے یا بعد اسلام و توبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے اس سے قربت کرے زنائے محض ہو جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر و سائر ہیں فی الدر المختار عن غنیہ ذوی الاحکام مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا اور عورت کا کل مہر اسکے ذمے عائد ہونے میں بھی شک نہیں جبکہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو کہ ارتداد کسی دَین کو ساقط نہیں کرتا فی التنویر وارث کسب اسلامہ وارثہ المسلم بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی بعد قضاء دین ردتہ اور معجل تو فی الحال آپ ہی واجب الادا ہے رہا مؤجل وہ ہنوز اپنی اجل پر رہے گا مگر یہ کہ مرتد بحال ارتداد ہی مرجائے یا دار الحرب کو چلا جائے اور حاکم شرع حکم فرما دے کہ وہ دار الحرب سے ملتحق ہو گیا اسوقت مؤجل بھی فی الحال واجب الادا ہو جائیگا۔ اگرچہ اجل موعود میں دس بیس برس باقی ہوں فی الدار ان حکم القاضی بلحاقہ حل دینہ فی رد المختار لانہ بالالحاق صار من اھل الحرب وھم اموات فی حق احکام الاسلام فصار کالموت الا انہ لا یستقر لحاقہ الا بالقضاء لاحتمال العود واذا تقرر موتہٗ تثبت الاحکام المتعلقۃ بہ کما ذکر نھر اولاد صغار ضرور اس کے قبضے سے نکال لی جائے گی حذرا علی دینھم الا تری انھم صرحوا بنزع الولد من الام الشفیقۃ المسلمۃ ان کانت فاسقۃ والولد یعقل یخشی علیہ التخلق بسیرھا الذمیمۃ فما ظنک بالاب المرتد والعیاذ باللہ تعالیٰ قال فی رد المختار الفاجرۃ بمنزلۃ الکتابیۃ فان الولد یبقی عندھا الی ان یعقل الادیان کما سیأتی خوفا علیہ من تعلمہ منھا ما تفعلہ فکذ الفاجرۃ الخ وانت تعلم ان الولد لا یحضنہ الاب الا بعد ما بلغ سعدا او تسعا وذلک عمر العقل قطعا فیحرم الدفع الیہ ویجب النزع منہ وانما خوجنا الی ھذا ان الملک لیس بید الاسلام والا فالسلطان[1] این یبقی المرتد حتی یبحث عن حضانۃ الا تری الی قولھم لا حضانۃ المرتدۃ لانھا تضرب وتحبس کیوم فانی تتفرغ للحضانۃ فاذا کان ھذا فی المحبوس فما ظنک بالمقتول ولکن انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مگر ان کے نفس یا مال میں بدعویٰ ولایت اسکے تصرفات موقوف رہیں گے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہو جائیں گے اور اگر مرتد ہی مرگیا یا دار الحرب کو چلا گیا اور حکم لحوق ہو گیا تو باطل ہو جائیں گے فی الدر المختار یبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وھی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشھادۃ والارث، ویتوقف منہ اتفاقا ما یعتمد المساواۃ وھو

---

[1] فان سلطان الاسلام مامور بقتلہ لا یجوز لہ ابقاؤہ بعد ثلاثۃ ایام :۔ ۱۲ منہ

المفاوضة او ولایة متعدیة وهو التصرف علی ولدہ الصغیر ان اسلم نفذ وان هلك او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقه بطل اهـ مختصرا نسأل الله الثبات علی الایمان وحسبنا الله ونعم الوکیل وعلیه التکلان ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وصلی الله تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد واله وصحبه اجمعین امین والله تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

کتبہ

محمد وصی احمد ناصر دین	عفی عنه بمحمد ن المصطفی النبی الامی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم
	محمدی سنی حنفی قادری عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

بسم الله الرحمٰن الرحیم

امابعد:- الحمد لاهله والصلوٰة علی اهلها لعمری لقد اجاد فیما اجاب۔ واطاب۔ واصاب۔ فاوضح الصواب ومیز القشر عن اللباب۔ وازاح الارتیاب۔ فدمدم علی المسیح الکذاب۔ وصب علیه سوط عذاب۔ فبهت الذی کفر وارتاب۔ فانهزم الاحزاب۔ وفرت الاذناب۔ وحقت علیهم کلمة العقاب۔ خالدین فی النار وبئس المآب الا من تاب وآب۔ ورجع وانا ب۔ فان المولی الوهاب۔ توّاب علی من تاب۔ فعل هذا وید اه تحت الثیاب۔ وسیفه فی الجراب۔ فما کان عاقبة الذین ظلموا الا فی تباب۔ فللّٰه در المجیب رزقه الله الزیادة وجمیل الثواب۔ والزلفی عنده وحسن مآب۔ وهاذاك حبر الشامخ۔ فی الدین بحر باذخ۔ مجدد المائة الحاضرة۔ ذوالحجة القاهرة صاحب القوة القدسیة۔ عالم اهل السنة السنیة۔ والجماعة السنیة۔ السمیدع العرلیف الغطمطم الغطریف والدی واستاذی وملجائی وملاذی مولانا ومولی الکل حضرة **احمد رضا خان** البریلوی مد ظلهم العالی۔ مدی الایام واللیالی وانا عبد الضعیف الاواه **محمد** ن المعروف **بحامد رضا** کان له الله بجاه حبیبه الحامد المصطفیٰ علیه افضل التحیة والثنا ⁂ ⁂ ⁂

محمد حامد رضا خان سنی حنفی قادری	سلطان محمد خان احمد	نصیر الدین حسن خان محمد رضا خان قادری عرف محمد عبد الرحمٰن

حصّہ دوم از فتاویٰ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ:- از سرسادہ ضلع سہارنپور مرسلہ یعقوب علی خان کلارک پولیس ۱۵ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

قبلہ وکعبہ ام مدظلہ۔ بعد آداب فدویانہ کے معروض خدمت۔ کہ اس قصبہ سرسادہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا رہتا ہے۔ پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جسکا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں ایک دوسرے صاحب نے وہی عبارت مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھیجی ہے مگر میں خدمت والا میں پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جواب سے مشرف ہونگا اور درصورت تاخیر کے کئی مسلمانوں کا ایمان جاتا رہے گا۔ اور وہ اپنی راہ پر لے آویگا۔ زیادہ ادب، تحریر یہ ہے۔

ایک مدت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات میں ہر جگہ گفتگو ہوتی ہے اور اس میں دو گروہ ہیں ایک وہ گروہ ہے جو مدعی حیات ہے اور ایک وہ گروہ ہے جو منکر حیات ہے اور ان دونوں فریق کی طرف سے کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اب میں آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے۔ بس اس بارے میں ایک آیت قطعیۃ الدلالۃ اور صریحۃ الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل اس مضمون کی عنایت فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری وبحیات جسمانی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور کسی وقت میں بعد حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے رجوع کریں گے اور اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ ہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدا تعالےٰ نے اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دیگا تو پہلے تو کوئی آیت بشروط متذکرۂ بالا ہونی چاہیئے اور بعد اسکے کوئی حدیث تاکہ ہم اس حالت تذبذب سے بچیں اور جو آیت ہو اس میں لفظ حیات ہو خواہ کسی صیغے سے ہو۔ یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر گفتگو کرتے ہیں اور متوفیک و فلما توفیتنی دو آیت پیش کرتے ہیں اور ان دونوں آیتوں کا ترجمہ حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وابن عباسؓ سے پیش کرتے ہیں اور سند میں صحیح بخاری اور اجتہاد بخاری موجود کرتے ہیں۔ اب آپ ان آیتوں کے ترجمے جو کسی صحابی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے منقول ہوں اور صحیح بخاری میں موجود ہوں عنایت فرمائیے اور دونوں طرف روایتیں ہر قسم کی موجود ہیں ہمکو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیئے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے

یا نہیں اگر ہے تو اسکی آیت اور نہیں ہے تو وجہ فقط بینوا توجروا۔

فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انّ الذین کذبوا بآیٰتنا واستکبروا عنھا لا تفتح لھم ابواب السماء الحمد للہ الذی خلق عبدہ وابن امتہ عیسیٰ بن مریم رسول اللہ بکلمۃ منہ وجعلہ فی البدء مبشرا برسول یاتی من بعدہ اسمہ احمد وفی الختم ناصرا لملتہ اماما من امتہ نائبا عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہ وعلی سائر انبیاءہ وکل محبوب لدیہ وعلینا بھم الیٰ یوم الدین اٰمین اٰمین یارب العلمین۔ قال الفقیر محمد حامد رضا القادری البریوی غفر اللہ تعالیٰ لہ واورد من مناھل المنی کل مورد وی ؛

الجواب: اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

برادران مسلمین حفظکم اللہ تعالےٰ عن شرور المفسدین حفظ ناموس وحفظ جان وحفظ جسم وحفظ مال میں سب مومن وکافر ہمیشہ ساعی وسرگرم رہتے ہیں۔ اللہ عزوجل کو یاد کرکے اپنے وقت عزیز کا ایک حصّہ اپنے حفظ دین میں بھی صرف کیجئے کہ یہ سب سے اہم ہے یعنی بگوش ہوش یہ چند کلمے سن لیجئے اور انہیں میزان عقل وانصاف میں تول کر حق وناحق کی تمیز کیجئے فضلِ الٰہی عزوجل سے امید واثق ہے کہ دم کے دم میں صبح حق تجلی فرمائے گی اور شب ضلالت کی ظلمت دھواں ہوکر اڑ جائے گی۔ مخالفین اگر بر سر انصاف آئے فھو المراد ورنہ آپ تو بعنایت الٰہی راہ حق پر ثابت قدم ہو جائیں گے۔ وباللہ التوفیق۔ میں پیش از جواب چند مقدمات نافعہ ذکر کرتا ہوں جن سے بعونہٖ تعالےٰ حق واضح ہو اور صواب لائح واللہ المعین وبہ نستعین ؛

مُقدّمہ اُولیٰ

مسلمانو! میں پہلے تمہیں ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید وحدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا تبیانا لکل شئ جس میں ہر چیز کا روشن بیان تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرمادیا وما یعقلھا الا العٰلمون ۝ اسکی سمجھ میں نہیں مگر عالموں کو۔ اسی لئے فرماتا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۝ علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرمادیا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لئے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرمادے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔ اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطائف ونکات منتہی نہ ہونگے ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العالمین نے ترتیب وار سلسلہ فہم کلام الٰہی کا منتظم فرمادیا کہ اے جاہلو تم کلام علماء کی طرف رجوع

کرو اور اے عالمو تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔ عرض ہم پر تقلید آئمہ واجب فرمائی اور آئمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید قرآن وللہ الحجۃ البالغۃ وللحمد للہ رب العلمین امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں اس معنی کو جابجا بتفصیل تام بیان فرمایا از انجملہ فرماتے ہیں لولا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصل بشریعتہ ما اجمل فی القراٰن لبقی القراٰن علی اجمالہ کما ان الائمۃ المجتہدین لو لم یفصلوا ما اجمل فی السنۃ لبقیت السنۃ علی اجمالہا وھکذا الی عصرنا ھذا پس اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یوہیں مجمل رہتا اور اگر مجتہدین مجملاتِ حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یونہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے اس زمانے تک کہ اگر کلام آئمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔ تو یہ سلسلہ ہدایت رب العزۃ کا قائم فرمایا ہوا ہے۔ جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت کی راہ پر چل رہا ہے اس لئے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد ہوا یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً اللہ تعالےٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے۔ جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہ تعالےٰ ہدایت پاتے ہیں۔ اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں اسی لئے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں سیأتی ناس یجادلونکم بشبہات القراٰن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ قریب ہے کہ کچھ لوگ آئیں گے جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں۔ رواہ الدارمی ونصر بن المقدسی فی الحجۃ واللالکائی فی السنۃ وابن عبد البر فی العلم وابن ابی زمنین فی اصول السنۃ والدارقطنی والاصبہانی فی الحجۃ وابن النجار اسی لئے امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں الحدیث مضلۃ الا للفقہاء حدیث گمراہ کر دینے والی ہے مگر آئمہ مجتہدین کو۔ تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جسکی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح آئمہ مجتہدین نے کر دکھائی تو جو آئمہ کا دامن چھوڑ کر خود قرآن و حدیث سے اخذ کرنا چاہے گا بہکے گا گرے گا اور جو حدیث کو چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیئے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین دینِ خدا کا بدخواہ ہے۔ پہلا فرقہ قرآن عظیم کی پہلی آیت فاسئلوا اھل الذکر کا مخالف مستکبر ہے اور دوسرا طائفہ قرآن عظیم کی پہلی آیت لتبین للناس ما نزل الیھم کا منکر ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

نے پہلے فرقۂ مخذولہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں الا سألوا اذ لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال کیوں نہ پوچھا جب نہ جانتے تھے کہ تھکنے کی دوا تو پوچھنا ہے رواہ ابوداود عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اور دوسرے طائفۂ ملعونہ کا رد اُس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الا یوشک رجلا شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کما حرم اللہ : سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اوس کا مثل۔ خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لیئے رہو اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام مانو حالانکہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ تعالٰی نے حرام فرمائی رواہ الائمۃ احمد والدارمی وابوداود والترمذی وابن ماجۃ عن المقدام بن معدیکرب ونحوہ عندھم ملخصا الدارمی وعند البیھقی فی الدلائل عن ابی رافع وعند ابی داود عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق اس زمانۂ فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بیفکرے نیچری حضرات تھے جنہوں نے حدیثوں کو یکسر رد کر دیا اور زور زبان صرف قرآن عظیم پر ہے دار و مدار رکھا حالانکہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مراد الٰہی کے خلاف اپنی ہوائے نفس کے موافق اسکے معنی گھڑنا۔ اب دوسرے یہ حضرات نئے فیشن کے مسیحی اس انوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہمکو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیئے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے تو بات کیا ہے۔ کہ یہ دونوں گمراہ طائفے دل میں خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار میں ان کا ٹھکانا نہیں حضور کی روشن حدیثیں ان کے مردود خیالات کے صاف پرزے پارچے بکھیر رہی ہیں اسی لئے اپنی بگڑتی بنانے کو پہلے ہی دروازہ بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیئے جس میں عوام بیچاروں کے سامنے اپنے سے لگتے لگانے کی گنجائش ہو۔ مسلمانو تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو اگر اس میں این وآں نکالیں تم آئمہ کا دامن پکڑو اس تیسرے درجے پر آکر حق و باطل صاف کھل جائیگا اور ان گمراہوں کا اوڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ اول تو حدیثوں ہی کے آگے انہیں کچھ نہ بنے گی صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور وہاں کچھ چون وچرا کی تو ارشادات آئمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کر دیں گے کہ پھر انہیں یہی کہتے بن آئیگی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا ہم اماموں کو نہیں مانتے اسوقت معلوم ہو جائیگا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے جو انہیں لئے پھرتا ہے اور قرآن وحدیث وآئمہ کے ارشادات پر نہیں جمنے دیتا ولا حول ولا قوۃ الا

باللہ العلی العظیم یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھو کہ ہر جگہ کام آئے گا۔ اور باذن اللہ تعالےٰ ہزاروں گمراہیوں سے بچائیگا۔ کیف لا وانہ من زواہر جواہر افادات سیدنا الوالد العلام مقدام المحققین الاعلام مد ظلہ العالی الیٰ یوم القیام فی کتابہ المستطاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ الشارقۃ والحمد للہ رب العٰلمین ۔

مُقدمہ ثانیہ

مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔

اوّل :۔ ضروریات دین جن کا منکر کافر آن کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضح الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کو گنجائش نہ تاویل کو راہ۔

دوم :۔ ضروریات مذہب اہل سنّت وجماعت جن کا منکر گمراہ بدمذہب ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہو۔

سوم :۔ ثابتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی وآثم قرار پاتا ہے ان کے ثبوت دلیل ظنی کافی جب کہ اسکا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح ومضمحل کر دے یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم وجمہور علماء سند وافی فان ید اللہ علی الجماعۃ :۔

چہارم :۔ ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے ان کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کے لئے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نکرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف۔

ع ہر سخن وقتے وہر نکتہ مقامے دارد ، گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلا ضرورت نہیں حتی کہ مرتبۂ اعلیٰ اعنی ضروریات دین میں بھی بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں۔ مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم واحاطۂ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بیشک اللہ تعالےٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادہ ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں حاش للہ ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح قرآن وحدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اوتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مُر چڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے۔ نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔ اسکی نظیر یوں سمجھا چاہیئے کہ کوئی کہے کہ فلاں بنگ

کا باپ قوم کا مرزا تھا زید کہے اسکا ثبوت کیا ہے ہمیں قرآن میں لکھا دکھا دو کہ مرزا تھا ورنہ ہم نہ مانیں گے کہ قرآن کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ ایسے سفیہ کو مجنوں سے بہتر اور کیا لقب دیا جاسکتا ہے شرع میں نسب شہرت وتسامع سے ثابت ہو جاتا ہے بالخصوص قرآن مجید ہی میں تصریح کیا ضروریا کہا جائے کہ حضرت سیدنا یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا زید کہے میں نہیں مانتا ہمیں خاص قرآن میں دکھا دو کہ ان کی رحلت ہو چکی سلم علیہ یوم ولد ویوم یموت فرمایا ہے مات یحییٰ کہیں نہیں آیا تو اس احمق سے یہی کہا جائیگا کہ قرآن مجید میں بالتصریح کتنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت وحیات کا ذکر فرمایا ہے جو خاص یحییٰ وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے انتقال وزندگی کا ذکر ضرور ہوتا بلکہ قرآن مجید نے تو انبیاء ہی گنتی کے گنائے اور باقی کو فرمادیا ومنھم من لم نقصص علیک بہت انبیاء وہ ہیں جن کا ذکر ہی ہم نے تمہارے سامنے نہ کیا تو عاقل کے نزدیک جس طرح ہزاروں انبیاء کا اصلا تذکرہ نہ ہونے سے ان کی نبوت معاذ اللہ باطل نہیں ٹھہر سکتی یوہیں موت یحییٰ یا حیات عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہ فرمانے سے ان کی موت اور ان کی حیات بے ثبوت نہیں ہو سکتی۔ عقل وانصاف ہو تو بات تو اتنے ہی فقرے میں تمام ہو گئی اور جنون وتعصب کا علاج میرے پاس نہیں

مقدمہ ثالثہ

جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اسکا بار ثبوت اسی کے ذمے ہوتا ہے آپ اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل مجنون کہلاتا ہے یا مکار پرفنون۔ وھذا ظاھر جدا۔

مقدمہ رابعہ

جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعوے کے متعلق بحث کی جائے گی خارج از مبحث بات کہ ثابت ہو تو اسے مفید نہیں نہ ثابت ہو تو اسکے خصم کو مضر نہیں ایسی بات میں اسکا بحث چھیڑنا وہی جان بچانا اور مکر کی چال کھیلنا اور عوام ناواقفوں کے آگے اپنے فریب کا ٹھیلنا ہوتا ہے۔ مثلاً زید مدعی ہو کہ میں قطب وقت ہوں اپنی قطبیت کا تو کچھ ثبوت نہ دے اور بحث اس میں چھیڑ دے کہ اس زمانے کے جو قطب تھے ان کا انتقال ہو گیا اس عیار سے یہی کہا جائے گا کہ اگر ان کا انتقال ثابت بھی ہو جائے تو تیرے دعویٰ کا کیا ثبوت اور تجھے کیا نافع تیرے خصم کو کیا مضر ہوا کبا ان کے انتقال سے یہ ضرور ہے کہ تو ہی قطب ہو جائے تو اپنے دعوے کا ثبوت دے ورنہ گریبان ذلت میں منہ ڈال کر الگ بیٹھ۔

مقدمہ خامسہ

کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اوس کی تشریف آوری کو محال نہیں کر سکتا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا فَقَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ

اِلٰی حِمَارِكَ تف وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری ہوئی تھی اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلائیگا اسے اللہ بعد اسکی موت کے سو برس پھر اسے زندہ کیا اور فرمایا یہاں کتنا ٹھہرا بولا میں ٹھہرا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ فرمایا بلکہ تو یہاں ٹھہرا سو برس اب دیکھ اپنے کھانے اور پینے کو (جو دور و زمیں بگڑ جانے کی چیز تھے وہ ابتک) نہ بگڑے اور دیکھ اپنے گدھے کو (جس کی ہڈیاں تک گل گئیں) اور تاکہ ہم تجھے نشانی بنائیں لوگوں کے لئے (کہ اللہ تعالٰے یوں مُردوں کو جلاتا ہے) اور دیکھ ان ہڈیوں کو کہ ہم کیونکر انہیں اٹھاتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ سب اسکے لئے ظاہر ہو گیا۔ (اور اسکی آنکھوں کے سامنے ہم نے اس کے گدھے کی گلی ہوئی ہڈیوں کو درست فرما کر گوشت پہنا کر زندہ کر دیا) بولا میں جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد رب جل و علا نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قصہ ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے عرض کی مجھے دکھا دے تو کیونکر مُردے جلائیگا۔ حکم ہوا چار پرندا پنے اوپر ہلا لے پھر انہیں ذبح کر کے متفرق پہاڑوں پر ان کے اجزا رکھ دے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایسا ہی کیا ان کے پر اور خون اور گوشت قیمہ کر کے سب خلط ملط کئے اور اس مجموع مخلوط کے حصے کر کے متفرق پہاڑوں پر رکھے۔ حکم ہوا اب انہیں بلا تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بیچ میں کھڑے ہو کر آواز دی۔ ملاحظہ فرمایا کہ ہر جانور کے گوشت پوست پروں کا ریزہ ریزہ ہر پہاڑ سے اڑ کر ہوا میں باہم ملتا اور پورا پرند بن کر زندہ ہو کر ان کے پاس دوڑتا آ رہا ہے۔ تو جب پرند چرند مر کر دنیا میں پھر پلٹے اور عُزیر یا ارمیا علیہما الصلوٰۃ والسلام سو برس موت کے بعد دنیا میں پھر تشریف لا کر ہادی خلق ہوئے تو اگر سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالفرض انتقال بھی فرمایا ہو تو یہ ان کے دوبارہ تشریف لانے اور ہدایت فرمانے کا کیا مانع ہو سکتا ہے۔ یہاں مسلمانوں سے کلام ہے جو اپنے رب کو قادر مطلق مانتے اور اسکے کلام کو حق یقینی جانتے ہیں نیچری ملحدوں کا ذکر نہیں جن کا معبود ان کے زعم نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہے کہ ان کے ساختہ نیچر کے خلاف دم نہیں مار سکتا جو بات ان کی ناقص عقل معمولی قیاس سے باہر ہے کیا مجال کہ ان کا خدا کر سکے ان کے نزدیک قرآن مجید کے ایسے ارشادات معاذ اللہ سب بناوٹ کی کہانیاں ہیں کہ گڑھ گڑھ من سمجھوتے کو بنائی گئی ہیں۔ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ اب فقیر غفرلہ المولی القدیر ان مقدمات خمس سے منکرین شمس کے حواس خمسہ درست کر کے بتوفیق اللہ تعالٰے جانب جواب عطف عنان اور چند تنبیہوں میں حق واضح کو ظاہر و بیان کرتا ہے۔

تنبیہ اوّل: سیدنا عیسٰی بن مریم رسول اللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ صلی اللہ تعالٰے علٰی نبینا الکریم وعلیہ وعلٰی سائر الانبیاء

وبارک وسلم کے بارے میں یہاں تین مسئلے ہیں۔

مسئلہ اولیٰ:۔ یہ کہ نہ وہ قتل کئے گئے نہ سولی دیے گئے بلکہ ان کے رب جل وعلیٰ نے انہیں مکر یہود وغدر سے صاف سلامت بچاکر آسمان پر اٹھا لیا اور ان کی صورت دوسرے پر ڈال دی کہ یہود ملاعنہ نے ان کے دھوکے میں اسے سولی دی یہ ہم مسلمانوں کا عقیدۂ قطعیۂ یقینیۂ ایمانیہ پہلی قسم کے مسائل یعنی ضروریات دین سے ہے جس کا منکر یقینا کافر اسکی دلیل قطعی رب العزۃ جل جلالہ کا ارشاد ہے وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۙ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ۭ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ اور ہم نے یہود پر لعنت کی بسبب ان کے کفر کرنے اور مریم پر بہتان اٹھانے اور ان کے اس کہنے کے کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ بن مریم خدا کے رسول کو اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا نہ اسے سولی دی بلکہ اس کی صورت کا دوسرا بنا دیا گیا ان کے لئے اور بیشک وہ جو اسکے بارے میں مختلف ہوئے (کہ کسی نے کہا اسکا چہرہ تو عیسیٰ کا سا ہے مگر بدن عیسیٰ کا سا نہیں یہ وہ نہیں کسی نے کہا نہیں بلکہ وہی ہیں) البتہ اس سے شک میں ہیں انہیں خود بھی اسکے قتل کا یقین نہیں مگر یہی گمان کے پیچھے ہولینا اور بالیقین انہوں نے اسے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے اور نہیں اہل کتاب سے کوئی مگر یہ کہ ضرور ایمان لائے والا ہے عیسیٰ پر اسکی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہی دے گا۔ اس مسئلے میں مخالف یہود و نصاریٰ ہیں اور مذہب نیچری کا قیاس ہوتا ہے کہ وہ بھی مخالف ہوں یہود تو خلاف کیا ہی چاہیں اور یہ ساختہ نیچر کی سمجھ سے دور ہے کہ آدمی سلامت آسمان پر اٹھا لیا جائے اور اسکی صورت کا دوسرا بن جائے اس کے دھوکے میں سولی پائے مگر ختم الٰہی کا ثمرہ کہ نصاریٰ بھی اس عبداللہ ورسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ معاذ اللہ وہ ابن اللہ مان کر پھر باتباع یہود اسی کے قائل ہوئے کہ دشمنوں نے انہیں سولی دے دی۔ قتل کیا نہ ان کی خدائی چلی نہ بیٹے ہونے نے کام دیا طرفہ خدا جسے آدمی سولی دیں۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔:۔

مسئلہ ثانیہ:۔ اس جناب رفعت قباب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب قیامت آسمان سے اتر نا دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر اس عہد کے مطابق جو اللہ عزوجل نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا دین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کرنا یہ مسئلہ قسم ثانی یعنی ضروریات مذہب اہلسنت وجماعت سے ہے جس کا منکر گمراہ خاسر بدمذہب فاجر اس کی دلیل احادیث متواترہ و اجماع اہل حق ہے۔ ہم یہاں بعض احادیث ذکر کرتے ہیں۔

حدیث اوّل :۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم کیسا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ یعنی اسوقت کی تمہاری خوشی اور تمہارا فخر بیان سے باہر ہے کہ روح اللہ تم میں اتریں تم ہیں رہیں تمہارے معین و یاور بنیں اور تمہارے امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں ۔

حدیث دوم :۔ نیز صحیحین و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں انہیں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی یکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا و ما فیھا ثم یقول ابوھریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قسم اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک ضرور نزدیک آتا ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں پس صلیب کو توڑ دیں اور خنزیر کو قتل کریں اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے (یعنی کافر سے سوا اسلام کے کچھ قبول نہ فرمائیں گے) اور مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اسکی سب چیزوں سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآن مجید میں دیکھ لو کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے عیسیٰ کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔

حدیث سوم :۔ صحیح مسلم میں انہیں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ رومی نصاریٰ اعماق یا وابق میں اتریں (کہ ملک شام کے دو موضع ہیں) ان کی طرف مدینہ طیبہ سے ایک لشکر جائیگا جو اس دن بہترین اہل زمین سے ہوگا۔ جب دونوں لشکر مقابل ہونگے رومی کہیں گے ہمیں ہمارے ہم قوموں سے لڑ لینے دو جو ہم میں سے قید ہو کر تمہاری طرف گئے (اور مسلمان ہو گئے) ہیں مسلمان کہیں گے نہیں واللہ ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے مقابلے میں تنہا نہ چھوڑیں گے پھر ان سے لڑائی ہوگی لشکر اسلام سے ایک تہائی بھاگ جائیں گے اللہ تعالےٰ انہیں توبہ نصیب نہ کرے گا اور ایک تہائی مارے جائیں گے وہ اللہ کے نزدیک بہترین شہدا ہونگے اور ایک تہائی کو فتح ملے گی یہ کبھی فتنے میں نہ پڑیں گے پھر یہ مسلمان قسطنطنیہ کو (کہ اس سے پہلے نصاریٰ کے قبضے میں آچکی ہوگی) فتح کریں گے وہ غنیمتیں تقسیم ہی کرتے ہوں گے اپنی تلواریں درخشان زیتون پر ٹکا دی ہونگی کہ ناگاہ شیطان پکارے گا کہ تمہارے گھروں میں دجال آگیا مسلمان پلٹیں گے اور یہ خبر جھوٹی ہوگی جب شام میں آئیں گے دجال نکل آئیگا فبینما ھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا قیمت الصلوٰۃ فینزل عیسیٰ بن مریم فامھم فاذا رآہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب حتی

یھلك ولٰکن یقتله الله بیده فیریھم دمه فی حربته اسی اثنا میں کہ مسلمان دجال سے قتال کی تیاریاں کرتے صفیں سنوارتے ہونگے کہ نماز کی تکبیر ہوگی عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے ان کی امامت کریں گے۔ وہ خدا کا دشمن دجال جب انہیں دیکھے گا ایسا گلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے اگر عیسیٰ رسول اللہ اسے نہ ماریں جب بھی گل گل کر ہلاک ہو جائے مگر اللہ تعالےٰ ان کے ہاتھ سے اسے قتل کرے گا مسیح مسلمانوں کو اسکا خون اپنے نیزے میں دکھائیں گے۔

حدیث چہارم :۔ نیز صحیح مسلم وسنن ابی داود وجامع ترمذی وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ میں حضرت حذیفہ بن آسید غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا انھا لن تقوم حتی تروا قبلھا عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسی بن مریم ویاجوج و ماجوج الحدیث :۔ بیشک قیامت نہ آئیگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو از انجملہ ایک دھواں اور دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا اور عیسیٰ بن مریم کا اترنا اور یاجوج وماجوج کا نکلنا ؛

حدیث پنجم :۔ مسند امام احمد وصحیح مسلم میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دجال کے ذکر میں فرمایا یأتی بالشام مدینۃ بفلسطین یباب لُد فینزل عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فیقتله ویمکث عیسیٰ فی الارض اربعین سنۃ اماما عدلا وحکماً مقسطاً وہ ملک شام میں شہر فلسطین دروازۂ شہر لد کو جائیگا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتر کر اسے قتل کریں گے۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین میں چالیس برس رہیں گے امام عادل حاکم منصف ہو کر ؛

حدیث ششم :۔ نیز مسند وصحیح مذکورین میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الیٰ یوم القیامۃ فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرھم تعالیٰ صل لنا فیقول لا ان بعضکم علیٰ بعض امیر تکرمۃ اللہ لھذہ الامۃ ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا قیامت تک غالب رہے گا پس عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام اتریں گے امیر المومنین ان سے کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے وہ فرمائیں گے۔ نہ تم میں بعض بعض پر سردار ہیں بسبب اس امت کی بزرگی کے اللہ تعالےٰ کی طرف سے۔

حدیث ہفتم :۔ نیز مسند احمد وصحیح مسلم وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ مطولا اور سنن ابی داؤد میں مختصراً حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دجال لعین کا ذکر فرمایا کہ وہ شام وعراق کے درمیان سے نکلے گا چالیس دن رہے گا پہلا دن ایک سال کا ہوگا اور دوسرا ایک مہینے کا تیسرا ایک ہفتہ کا باقی دن جیسے دن ہوتے ہیں

اسقدر جلد ایک شہر سے دوسرے میں پہنچے گا جیسے بادل کو ہوا اڑائے لئے جاتی ہو جہاں سے مانیں گے ان کے لئے بادل کو حکم دیگا برسنے لگے گا زمین کو حکم دے گا کھیتی جم اٹھے گی جو نہ مانیں گے ان کے پاس سے چلا جائیگا ان پر قحط ہو جائے گا نہیدست رہ جائیں گے ویرانے پر کھڑا ہو کر کہے گا اپنے خزانے نکال خزانے نکل کر شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے ہولیں گے پھر ایک جوان گٹھے ہوئے جسم کو بلا کر تلوار سے دو ٹکڑے کرے گا دونوں ٹکڑے ایک نشانۂ تیر کے فاصلے سے رکھ کر مقتول کو آواز دے گا وہ زندہ ہو کر چلا آئے گا دجال لعین اس پر بہت خوش ہوگا ہنسے گا فبینما ھو کذلک اذ بعث اللہ المسیح عیسی بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھرودتین واضعا کفیہ علیٰ اجنحۃ ملکین اذا طأطأ راسہ تطرو اذا رفعہ تحدر منہ جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات ونفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لُدّ فیقتلہ : دجال لعین اسی حال میں ہوگا کہ اللہ عزوجل مسیح عیسی بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وہ دمشق کی شرقی جانب منارۂ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے دو کپڑے ورس وزعفران سے رنگے ہوئے پہنے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے جب اپنا سر جھکائیں گے بالوں سے پانی ٹپکنے لگے گا اور جب سر اٹھائیں گے موتی سے جھڑنے لگیں گے کسی کافر کو حلال نہیں کہ ان کی سانس کی خوشبو پائے اور مر نجائے اور انکا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی وہ دجال لعین کو تلاش کر کے بیت المقدس کے قریب جو شہر لُدّ ہے اس کے دروازے کے پاس اسے قتل فرمائیں گے۔ اس کے بعد سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کے زمانے میں یاجوج وماجوج کا نکلنا پھر اسکا ہلاک ہونا بیان فرمایا پھر ان کے زمانے برکت کی افراط یہاں تک کہ انار اتنے بڑے پیدا ہوں گے کہ ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھرے گا پھلکے کے سایہ میں ایک جماعت آجائیگی ایک اونٹنی کا دودھ آدمیوں کے گروہوں کے لئے کافی ہوگا ایک گائے کے دودھ سے ایک قبیلے ایک بکری کے دودھ سے ایک قبیلے کی شاخ کا پیٹ بھر جائیگا ::

حدیث ھشتم : نیز مسند احمد و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین سنۃ فیبعث اللہ عیسیٰ

لہ : **فائدہ** : یہ ہوائی جہاز اس رسالہ کی طبع ثانی کے زمانہ میں ایجاد ہوئے اسی کا پیش خیمہ ہیں صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سب یقیناً حق ہیں ظاہری اسباب پر سر منڈانے والے اپنے وقت تک کے خلاف اسباب بات سن کر بد کتے ہیں پھر اسباب ہی بتا دیتے ہیں کہ ان کا بدکنا محض جہل وحماقت تھا اللہ عزوجل کی قدرت پر اعتقاد نہ تھا اسی قبیل سے ہے وہ حدیث کہ آدمی سے اسکا کوڑا بات کریگا بازار کو جائیگا کوڑا مکان میں ٹنگا جائیگا اس کے پیچھے گھر میں جو باتیں ہوئیں کوڑا اسے بتا دیگا یہ احمقوں کے نزدیک کتنا خلاف نیچر تھا اب فوٹوگراف سے اس کا سامان پڑ چلا ۱۲ منہ ۔

بن مریم فیطلبه فیهلکه الحدث دجال میری امت میں نکلے گا ایک چلہ ٹھہرے گا پھر اللہ عزوجل عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا وہ اسے ڈونڈھ کر قتل کریں گے۔

حدیث نہم :۔ سنن ابوداود میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس بینی وبینه نبی یعنی عیسیٰ علیه السلام وانه نازل فاذا رایتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض بین ممصرتین کأن راسه یقطرون لم یصبه بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویهلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویهلك المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون میرے اور عیسیٰ کے بیچ میں کوئی نبی نہیں اور بیشک وہ اترنے والے ہیں جب تم انہیں دیکھنا پہچان لینا وہ میانہ قد ہیں رنگ سرخ وسپید دو کپڑے ہلکے زرد رنگ کے پہنے ہوئے گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اگرچہ انہیں تری نہ پہنچی ہو وہ اسلام پر کافروں سے جہاد فرمائیں گے صلیب توڑیں گے خنزیر قتل کریں گے جزیہ اٹھادیں گے ان کے زمانہ میں اللہ عزوجل اسلام کے سوا سب مذہبوں کو فنا کردے گا وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے دنیا میں چالیس برس رہ کر وفات پائیں گے مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔

حدیث دہم :۔ جامع ترمذی میں حضرت مُجَمِّع بن جاریہ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یقتل ابن مریم الدجال بباب لُدّ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام دجال کو دروازہ شہر لد پر قتل فرمائیں گے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے اور اس باب میں حدیثیں وارد ہیں حضرت عمران بن حصین ونافع بن عتبہ وابوبرزہ وحذیفہ وکیسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابوامامہ وابن مسعود وعبداللہ بن عمرو وثمرہ بن جندب وانس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفہ بن الیمان سے رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین ؛

حدیث یازدہم :۔ سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ ومستدرک حاکم وصحیح مختارہ میں ہے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث طویل جلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بالتفصیل عجائب احوال اعور دجال اعاذنا اللہ تعالےٰ منہ بیان فرمائے پھر فرمایا اہل عرب اس زمانے میں سب کے سب بیت المقدس میں ہونگے اور ان کا امام ایک مرد صالح ہوگا (یعنی حضرت امام مہدی) فبینما امامهم قد تقدم یصلی بهم الصبح اذ نزل علیهم عیسی بن مریم الصبح اس اثنا میں کہ ان کا امام نماز صبح پڑھانے کو بڑھے گا ناگاہ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام وقت صبح نزول فرمائیں گے مسلمانوں کا امام الٹے قدموں پھرے گا کہ عیسیٰ امامت کریں عیسیٰ اپنا ہاتھ اسکی پشت

پر رکھ کر کہیں گے آگے بڑھو نماز پڑھاؤ کہ تکبیر تمہارے ہی لئے ہوئی تھی ان کا امام نماز پڑھائے گا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سلام پھیر کر دروازہ کھلوائیں گے اس طرف دجال ہوگا جس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہتھیار بند ہونگے جب دجال کی نظر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑے گی پانی میں نمک کی طرح گلنے لگے گا بھاگے گا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے میرے پاس تجھ پر ایک وار ہے جس سے تو بچ کر نہیں جا سکتا پھر شہر لُدّ کے شرقی دروازے پر اوسے قتل فرمائیں گے اسکے بعد قتل وغیرہ کے احوال ارشاد ہوئے ۱۰

حدیث دوازدھم :- نیز سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے شب اسرا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملے باہم قیامت کا چرچا ہوا انبیاء نے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسکا حال پوچھا انہیں خبر نہ تھی موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا انہیں بھی معلوم نہ تھا انہوں نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رکھا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت جسوقت آکر گرے گی اسے تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہاں اس کے گرنے سے پہلے کے باب میں مجھے رب العزۃ نے ایک اطلاع دی ہے پھر خروج دجال ذکر کرکے فرمایا فانزل فاقتلہ میں اتر کر اسے قتل کروں گا پھر یاجوج وماجوج نکلیں گے میری دعا سے ہلاک ہونگے فعھد الی منی کان ذلک کانت الساعۃ من الناس کالحامل التی لا یدری اھلھا متی تفجؤھم بولادتھا یعنی مجھے رب العزۃ نے اطلاع دی ہے کہ جب یہ سب ہولے گا تو اسوقت قیامت کا حال لوگوں پر ایسا ہوگا جیسے کوئی عورت پورے دنوں پیٹ سے ہو گھر والے نہیں جانتے کہ کسوقت اس کے بچہ ہو پڑے ۔

حدیث سیزدھم :- امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور رویانی مسند اور ضیا صحیح مختارہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ذکر دجال بیان کرکے فرمایا ثم یجئ عیسی بن مریم من قبل المغرب مصدقا بمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی ملتہ فیقتل الدجال ثم انما ھو قیام الساعۃ اس کے بعد عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام جانب مغرب سے آئیں گے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے اور انہیں کی ملت پر ۔ پس دجال کو قتل کریں گے پھر آگے قیامت ہی قائم ہونا ہے ۔

حدیث چہاردھم :- معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد ذکر دجال فرمایا یلبث فیکم ما شاء اللہ ثم ینزل عیسی بن مریم مصدقا بمحمد علیٰ ملتہ اماما مھدیا وحکما عدلا فیقتل الدجال وہ تم میں رہے گا جتنا اللہ چاہے پھر عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام اتریں گے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے حضور کی ملت پر امام راہ پائے ہوئے اور حاکم عدل کرنے والے وہ دجال

کو قتل کریں گے۔

حدیث پانزدھم[۱۵] :۔ مسند احمد و صحیح ابن خزیمہ و مسند ابی یعلی و مستدرک حاکم و مختارۂ مقدسی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حدیث طویل ذکر دجال میں فرمایا مسلمان ملک شام میں ایک پہاڑ کی طرف بھاگ جائیں گے وہ وہاں جاکر ان کا حصار کرے گا اور سخت مشقت و بلائیں ڈالیگا ثم ینزل عیسیٰ فینادی من السحر فیقول یاایھا الناس ما یمنعکم ان تخرجوا الی الکذاب الخبیث فیقولون ھذا رجل حی فینطلقون[لہ] فاذا ھم بعیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکے بعد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتریں گے پچھلی رات مسلمانوں کو پکاریں گے لوگ اس کذاب خبیث کے مقابلے کو کیوں نہیں نکلتے مسلمان کہیں گے یہ کوئی مرد زندہ ہے (یعنی گمان میں یہ ہوگا کہ جتنے مسلمان یہاں محصور ہیں ان کے سوا کوئی باقی نہ بچا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سن کر کہیں گے یہ مرد زندہ ہے) جواب دیں گے دیکھیں تو وہ عیسیٰ ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکے بعد نماز صبح میں امام مسلمین کی امامت پھر دجال لعین کے قتل کا ذکر فرمایا ؎

حدیث شانزدھم[۱۶] :۔ نعیم بن حماد کتاب الفتن میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی قلت یارسول اللہ الدجال قبل او عیسی بن مریم قال الدجال ثم عیسی بن مریم الحدیث میں نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم) پہلے دجال نکلے گا یا عیسیٰ بن مریم فرمایا عیسیٰ بن مریم ؎

حدیث ھفدھم[۱۷] :۔ طبرانی کبیر میں اوس بن اوس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ینزل عیسیٰ بن مریم عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق عیسیٰ بن مریم دمشق کی شرقی جانب منارۂ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے ؎

حدیث ھیجدھم[۱۸] :۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں لیھبطن عیسی بن مریم حکماً وامامًا مقسطاً فلیحجن او لیعتمرن او لیأتین قبری حتی یسلم علیّ ولاردون علیہ خدا کی قسم ضرور عیسی بن مریم حاکم و امام عادل ہوکر اتریں گے اور ضرور شارع عام کے رستے حج یا عمرے کو جائیں گے اور ضرور میرے سلام کے لئے میرے مزار اقدس پر حاضر آئیں گے اور ضرور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا صلی اللہ تعالٰی علیک وعلیہ وعلی جمیع اخوانکما من الانبیاء والمرسلین وآلک واللھم وبارک وسلم

حدیث نوزدھم[۱۹] :۔ صحیح ابن خزیمہ و مستدرک حاکم میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ

[لہ] :۔ ھکذا فی نسختی التی رایت ولعل ثوابہ فینطلقون ۱۲ منہ ۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں سیدرک رجلان من امتی عیسٰی بن مریم ویشھد ان قتال الدجال عنقریب میری امت سے دو مرد عیسٰی بن مریم کا زمانہ پائیں گے اور دجال سے قتال میں حاضر ہونگے **اقول** ظاہر امت سے مراد امت موجودہ زمانۂ رسالت ہے علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ ورنہ امت حضور سے تو لاکھوں زمانۂ کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پائیں گے اور قتال یعنی دجال میں حاضر ہونگے اس تقدیر سے وہ دونوں مرد سیدنا الیاس وسیدنا خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں کہ اب تک زندہ ہیں اور اسوقت تک زندہ رہیں گے کما ورد فی حدیث افادہ سیدنا الوالد المحقق دام ظلہ علی ھامش التیسیر شرح جامع الصغیر ؛

حدیث بستم ؛ امام حکیم ترمذی نوادر الاصول اور حاکم مستدرک میں حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لن یجزی اللہ تعالٰی امۃ انا اولھا وعیسی بن مریم اٰخرھا اللہ عزوجل ہرگز رسوا نہ فرمائے گا اس امت کو جسکا اول میں ہوں اور آخر عیسٰی بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام ؛

حدیث بست ویکم ؛ ابوداؤد طیالسی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لم یستطع علی الدجال الا عیسی بن مریم دجال لعین کے قتل پر کسی کو قدرت نہ دی گئی سوا عیسٰی بن مریم کے علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ؛

حدیث بست ودوم ؛ مسند احمد وسنن نسائی وصحیح مختارہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں عصابتان من امتی احرزھما اللہ تعالٰی من النار عصابۃ تغزو الھند وعصابۃ تکون مع عیسی بن مریم میری امت کے دو گروہوں کو اللہ عزوجل نے نار سے محفوظ رکھا ہے ایک گروہ وہ جو کفار ہند پر جہاد کرے گا اور دوسرا وہ جو عیسٰی بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوگا ۔

حدیث بست وسوم ؛ ابونعیم حلیہ اور ابوسعید نقاش فوائد العراقیین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں طوبی لعیش بعد المسیح یوذن للسماء فی القطر ویؤذن للارض فی النبات حتی لو بذرت حبک علی الصفا لنبت وحتی یمر الرجل علی الاسد فلا یضرہ ویطأ علی الحیۃ فلا تضرہ ولا تشاحح ولا تحاسد ولا تباغض خوشی اور شادمانی ہے اس عیش کے لئے جو بعد نزول عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوگا آسمان کو اذن ہوگا کہ برسے اور زمین کو حکم ہوگا کہ اگائے یہاں تک کہ اگر تو اپنا دانہ پتھر کی چٹان پر ڈالدے تو وہ بھی جم اٹھے گا اور یہاں تک کہ آدمی شیر پر گذرے گا اور وہ اسے نقصان نہ پہنچائے گا اور سانپ پر پاؤں رکھدیگا اور وہ اسے مضرت نہ دیگا نہ آپس میں مال کا لالچ رہے گا نہ حسد نہ کینہ فی التیسیر شرح الجامع الصغیر

طوبی لعیش بعد المسیح ای بعد نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام الی الارض فی اخر الزمان ۔

حدیث بست و چہارم :۔ مسند الفردوس میں انہیں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ینزل عیسی بن مریم علی ثمانمائۃ رجل واربع مائۃ امرأۃ اخیراء من علی الارض الحدیث۔ عیسیٰ بن مریم ایسے آٹھ سو مردوں اور چار سو عورتوں پر آسمان سے نزول فرمائیں گے جو تمام روئے زمین پر سب سے بہتر ہونگے ۔

حدیث بست و پنجم :۔ امام رازی وابن عساکر بطریق عبدالرحمٰن بن ایوب بن نافع بن کیسان عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ینزل عیسی بن مریم عند باب دمشق عند المنارۃ البیضاء لست ساعات من النہار ثوبین ممشوقین کانما یخدر من راسہ اللؤلؤ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام دروازۂ دمشق کے نزدیک سپید منارے کے پاس چھ گھڑی دن چڑھے دو سنگین کپڑے پہنے اتریں گے گویا ان کے بالوں سے موتی جھڑتے ہیں ۔

حدیث بست و ششم :۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انی لارجوان طال بی عمر ان القی عیسی بن مریم فان عجل بی موت فمن لقیہ منکم فلیقرأہ منی السلام میں امید کرتا ہوں کہ اگر میری عمر دراز ہوئی تو عیسیٰ بن مریم سے ملوں اور اگر میرا دنیا سے تشریف لے جانا جلد ہو جائے تو تم میں جو انہیں پائے ان کو میرا سلام پہنچائے ۔

حدیث بست و ہفتم :۔ ابن الجوزی کتاب الوفا میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی بن مریم من قبر واحد بین ابی بکر وعمر عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام زمین پر اتریں گے یہاں شادی کریں گے ان کے اولاد ہوگی پینتالیس برس رہیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی میرے ساتھ مقبرۂ پاک میں دفن ہونگے روز قیامت میں اور وہ ایک ہی مقبرے سے اس طرح اٹھیں گے کہ ابوبکر وعمر ہم دونوں کے داہنے بائیں ہونگے رضی اللہ تعالےٰ عنہما ۔

حدیث بست و ہشتم :۔ بغوی شرح السنہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے حدیث طویل ابن صیاد میں راوی (جس پر دجال ہونے کا شبہ کیا جاتا تھا) امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) مجھے اجازت دیجئے کہ اسے قتل کر دوں فرمایا ان یکن ھو فلست صاحبہ انما صاحبہ عیسیٰ بن مریم والا یکن ھو فلیس لک ان تقتل رجلا من اھل العھد اگر یہ دجال ہے تو اسکے قاتل تم نہیں دجال

کے قاتل تو عیسیٰ بن مریم ہونگے اور اگر یہ وہ نہیں تو تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ کسی ذمی کو قتل کرو ؛

حدیث بست و نہم :- ابن جریر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اول الآیات الدجال ونزول عیسیٰ ویاجوج وماجوج یسیرون الی خراب الدنیا حتی یأتو بیت المقدس وعیسیٰ والمسلمون بجبل طور سینین فیوحی اللہ الی عیسی ان احرز عبادی بالطور وما یلی ایلة ثم ان عیسیٰ یرفع یدیه الی السماء ویؤمن المسلمون فیبعث اللہ علیهم دابه یقال لها النغف تدخل فی مناخرهم فیصبحون موتی هذا مختصر : قیامت کی بڑی نشانیوں میں پہلی نشانی دجال کا نکلنا اور عیسیٰ بن مریم کا اترنا اور یاجوج کا پھیلنا وہ گروہ کے گروہ ہیں ہر گروہ میں چار لاکھ گروہ اُن میں کا مرد نہیں مرتا جب تک خاص اپنے نطفے سے ہزار شخص نہ دیکھ لے ہیں بنی آدم سے) وہ دنیا ویران کرنے چلیں گے (دجلہ و فرات و بحیرۂ طبریہ کو پی جائیں گے) یہاں تک کہ بیت المقدس تک پہنچیں گے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام واہل اسلام اس دن کوہ طور سینا میں ہونگے اللہ عزوجل عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجے گا کہ میرے بندوں کو طور اور ایلہ کے قریب محفوظ جگہ میں رکھ پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہاتھ اٹھا کر دعا کریں گے اور مسلمان آمین کہیں گے اللہ عزوجل یاجوج وماجوج پر ایک کیڑا بھیجیگا نغف نام وہ انکے نتھنوں میں گھس جائیگا صبح سب مرے پڑے ہونگے ؛

حدیث سی ام :- حاکم وابن عساکر تاریخ اور ابونعیم کتاب اخبار المہدی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کیف تهلك امة انا فی اولها وعیسی بن مریم فی اخرها والمهدی من اهل بیتی فی وسطها کیونکر ہلاک ہو وہ امت جس کی ابتدا میں میں ہوں اور انتہا میں عیسیٰ بن مریم اور بیچ میں میرے اہل بیت سے مہدی ؛

حدیث سی و یکم :- نیز اسی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں منا الذی یصلی عیسی بن خلفه میرے اہل بیت میں سے وہ شخص ہے جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھیں گے ؛

حدیث سی و دوم :- ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا نعم النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان اللہ ابتدأ الاسلام بی وسیختمه بغلام من ولدك وهو الذی یتقدم عیسیٰ بن مریم : اے نبی کے چچا بیشک اللہ تعالےٰ نے اسلام کی ابتداء مجھ سے کی اور قریب ہے کہ اسے ختم تیری اولاد سے ایک لڑکے پر کرے گا وہی جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھیں گے ۔ حضرت امام مہدی کی نسبت متعدد احادیث سے ثابت کردہ عزت رسالت و بنی فاطمہ سے ہیں اور متعدد احادیث

ہیں ان کا علاقۂ نسب حضرت عباس عم مکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے بھی بتایا گیا اور اس میں کچھ بُعد نہیں وہ نسباً سیّد حسنی ہوں گے اور مادری رشتوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے بھی اتصال رکھیں گے جیسے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰے عنہ نے رافضیوں کے رد میں فرمایا کہ کوئی شخص اپنے باپ کو بھی برا کہتا ہے ابوبکر صدیق دوبار میرے باپ ہوئے یعنی دو طرح سے میرا نسب مادری حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے تک پہنچتا ہے ۔

حدیث سی و سوم ۳۳ : اسحٰق بن بشر و ابن عساکر حدیث طویل ذکر دجال میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا فعند ذلک ینزل اخی عیسٰی بن مریم من السماء علی جبل افیق اماما هادیا وحکما عادلا علیه برنس له مربوع الخلق اصلت سبط الشعر بید حربة یقتل الدجال تضع الحرب اوزارها وکان السلم فیلقی الرجل الاسد فلا یهیجه ویاخذ الحیة فلا تضره وتنبت الارض کنباتها علی عهد آدم ویومن به اهل الارض ویکون الناس اهل ملة واحدة یعنی جب دجال نکلے گا اور سب سے پہلے ستر ہزار یہودی طیلسان پوش اس کے ساتھ ہولیں گے اور لوگ اس کے سبب بلائے عظیم میں ہونگے مسلمان سمٹ کر بیت المقدس میں جمع ہونگے اسوقت میرے بھائی عیسٰی بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام آسمان سے کوہ افیق پر اتریں گے امام راہ نما و حاکم عادل ہوکر ایک اونچی ٹوپی پہنے میانہ قد کشادہ پیشانی موئے سر سیدھے ہاتھ میں نیزہ جس سے دجال کو قتل کریں گے اسوقت لڑائی اپنے ہتھیار رکھدیگی اور سب جہان میں امن و امان ہوجائے گی آدمی شیر سے ملے تو وہ جوش میں نہ آئے گا اور سانپ کو پکڑے تو وہ نقصان نہ پہنچائے گا کھیتیاں اس زمانہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اُگا کرتی تھیں تمام اہل زمین ان پر ایمان لے آئیں گے اور سارے جہان میں صرف ایک دینِ اسلام ہوگا ۔

حدیث سی و چہارم ۳۴ : ابن النجار انہیں سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اذا سکن بنوک السواد ولبسوا السواد وکان شیعتهم اهل خراسان لم یزل هذا الامر فیهم حتی یدفعوه الٰی عیسی بن مریم جب تمہاری اولاد دیہات میں بسے اور سیاہ لباس پہنے اور ان کے گروہ اہل خراسان ہوں جب سے خلافت ہمیشہ ان میں رہے گی یہاں تک کہ وہ اسے عیسٰی بن مریم کے سپرد کردیں گے ۔

حدیث سی و پنجم ۳۵ : ابن عساکر ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے راوی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حضور کے پہلو میں دفن کی جاؤں فرمایا انی لی بذلک الموضع ما فیه الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسی بن مریم بھلا اسکی اجازت میں کیونکر دوں وہاں تو صرف میری قبر کی جگہ ہے اور ابوبکر و عمر و عیسٰی بن مریم کی علیہ الصلوٰۃ والسلام

حدیث سی و ششم :- ابونعیم کتاب الفتن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں المحاصرون ببیت المقدس اذ ذاک مائۃ الف امرأۃ واثنان وعشرون الفاً مقاتلون اذ غشیتھم ضبابۃ من غمام اذ تنکشف عنھم مع الصبح فاذا عیسیٰ بین ظھرانیھم اسوقت بیت المقدس میں ایک لاکھ عورتیں اور بائیس ہزار مرد جنگی محصور ہوں گے ناگاہ ایک ابر کی گھٹا ان پر چھائے گی صبح ہوتے کھلے گی تو دیکھیں گے کہ عیسیٰ ان میں تشریف فرما ہیں ؛

حدیث سی و ہفتم :- مسند ابی یعلی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی بن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنہ قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک عیسیٰ بن مریم اتریں گے پھر اگر میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے پکاریں تو ضرور انہیں جواب دوں گا ؛

حدیث سی و ہشتم :- ابونعیم حلیہ میں عروہ بن رویم سے مرسلاً راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں خیر ھذہ الامۃ اولھا وآخرھا اولھا فیھم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآخرھا فیھم عیسی بن مریم الحدیث ؛ اس امت کے بہتر اول و آخر کے لوگ ہیں اول کے لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور آخر کے لوگوں میں عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہونگے ؛

حدیث سی و نہم ۳۹ :- جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ہے مکتوب فی التورٰۃ صفۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعیسیٰ یدفن معہ رب العزۃ تبارک وتعالٰے نے تورات مقدس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی صفت میں ارشاد فرمایا ہے کہ عیسیٰ ان کے پاس دفن کئے جائیں گے علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المرقاۃ ای ومکتوب فیھا ایضا ان عیسیٰ یدفن معہ قال الطیبی ھذا ھو المکتوب فی التورٰۃ :

حدیث چہلم :- ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی یھبط عیسی بن مریم فیصلی الصلوٰۃ ویجمع الجمع ویزید فی الحلال کانی بہ تجد بہ راحلہ ببطن الروحاء حاجًّا او معتمرًا ؛ عیسیٰ بن مریم اتریں گے نمازیں پڑھیں گے جمعے قائم کریں گے مال حلال کی افراط کر دیں گے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی سواریاں انہیں تیرئے جاتی ہیں بطن وادی روحا میں حج یا عمرے کے لئے ؛

حدیث چہل و یکم :- وہبی حضرت ترجمان القرآن رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی لاتقوم الساعۃ حتی ینزل عیسی بن مریم علی دورۃ افیق بید محربۃ یقتل الدجال قیامت قائم نہیں تک کہ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام

کوہ افیق کی چوٹی پر نزول فرمائیں گے ہاتھ میں نیزہ لئے جس سے دجال کو قتل کریں گے ؛

حدیث چہل و دوم ۴۲ :۔ وہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی ان المسیح بن مریم خارج قبل یوم القیمۃ ولیستغن بہ الناس عمن سواہ بیشک مسیح بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام قیامت سے پہلے ظہور فرمائیں گے آدمیوں کو ان کے سبب اور سب سے بے نیازی چاہیئے یہ امر بمعنی اخبار ہے زمانۂ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نہ کوئی قاضی ہوگا نہ کوئی مفتی نہ کوئی بادشاہ انہیں کی طرف سب باتوں میں رجوع ہوگی ؛

حدیث چہل و سوم ۴۳ :۔ وہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ایک حدیث طویل ذکر مغیبات آئندہ میں راوی کہ چنین وچناں ہوگا پھر مسلمان قسطنطنیہ وردمیہ کو فتح کریں گے پھر دجال نکلے گا اس کے زمانہ میں قحط شدید ہوگا فبینما ھم کذالک اذ سمعوا صوتا من السماء البشر وا فقد اتاکم الغوث فیقولون نزل عیسی بن مریم فیستبشرون ویستبشر بھم ویقولون سل روح اللہ فیقول ان اللہ اکرم ھذہ الامۃ فلا ینبغی لاحد ان یؤمھم الا منھم فیصلی امیر المومنین بالناس ویصلی عیسٰی خلفہ لوگ اسی ضیق وپریشانی میں ہونگے ناگاہ آسمان سے ایک آواز سنیں گے خوش ہوکر فریاد رس تمہارے پاس آیا مسلمان کہیں گے کہ عیسٰی بن مریم اترے خوشیاں کریں گے اور عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں دیکھ کر خوش ہونگے مسلمان عرض کریں گے یا روح اللہ نماز پڑھائیے فرمائیں گے اللہ عزوجل نے اس امت کو عزت دی ہے اسکا امام اسی میں سے چاہیئے امیر المومنین نماز پڑھائیں گے اور عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے ۔ سلام پھیر کر اپنا نیزہ لے کر دجال کے پاس جاکر فرمائیں گے ٹھہر اے دجال اے کذاب ۔ جب وہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھے گا اور ان کی آواز پہچانیگا ایسا گلنے لگے گا جیسے آگ میں رانگ یا دھوپ میں چربی اگر روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھہرنہ فرمایا ہوتا تو گل کر فنا ہوجاتا پس عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکی چھاتی میں نیزہ مار کر واصل جہنم کریں گے پھر اسکے لشکر یہود ومنافقین ہونگے قتل فرمائیں گے صلیب توڑیں گے خنزیر کو نیست ونابود کریں گے اب لڑائی موقوف اور امن وچین کے دن آئیں گے یہانتک کہ بھیڑیے کے پہلو میں بکری بیٹھے گی اور وہ آنکھ اٹھاکر نہ دیکھے گا ۔ بچے سانپ سے کھیلیں گے وہ نہ کاٹے گا ساری دنیا عدل سے بھر جائیگی پھر خروج یاجوج وماجوج اور ان کے فنا وغیرہ کا حال بیان کرکے فرمایا ویقبض عیسی بن مریم ویلیہ المسلمون ویغسلونہ ویحنطونہ ویکفنونہ ویصلوا علیہ ویحفروا لہ ویدفنونہ الحدیث : ان سب وقائع کے بعد عیسٰی بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام وفات پائیں گے مسلمان ان کی تجہیز کریں گے نہلائیں گے خوشبو لگائیں گے کفن دیں گے نماز پڑھیں گے قبر کھود کر دفن کریں گے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم یہ سردست بے قصد استیعاب تینتالیس ۴۳ حدیثیں ہیں جن میں ایک چہل حدیث پوری حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ہے ثمانیۃ وثلثون نصا واثنتان او

ثلثة حکما اما عبد اللہ بن عمر وفکثیرا ما یاخذ عن الاوائل اور ایک حدیث میں تو کلام اللہ توریت مقدس کا ارشاد ہے اور خود قرآن عظیم میں بھی اسکا اشعار موجود قال اللہ عزوجل ولما ضرب ابن مریم مثلا الی قولہ تعالے وانہ لعلم للساعۃ بیشک مریم کا بیٹا علم ہے قیامت کا یعنی ان کے نزول سے معلوم ہو جائیگا کہ قیامت اب آئی حضرت ابوہریرہ وحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہم کی قرأت ہے وانہ تعلم الساعۃ بیشک ابن مریم نشانی ہیں قیامت کے لئے۔ معالم التنزیل میں ہے وانہ یعنی عیسٰی لعلم للساعۃ یعنی نزولہ من اشراط الساعۃ یعلم بہ قربہا وقرأ ابن عباس وابوھریرۃ وقتادۃ وانہ لعلم للساعۃ بفتح اللام والعین ای امارۃ وعلامہ مدارک التنزیل میں ہے وانہ لعلم للساعۃ وان عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام مما یعلم بہ مجیٔ الساعۃ وقرأ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما العلم وھو العلامۃ ای وان نزولہ علم الساعۃ امام جلال الدین محلی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں وانہٗ ای عیسٰی لعلم للساعۃ تعلم بنزولہ بالجملہ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ عقائد اہلسنت وجماعت سے ہے جس طرح اسکا راساً منکر گمراہ بالیقین یونہیں اسکا بدلنے والا اور نزول عیسٰی بن مریم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی زید وعمر کے خروج پر ڈھالنے والا بھی ضال مضل بد دین کہ ارشادات حضور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی دونوں نے تکذیب کی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵

مسئلہ ثالثہ:۔ سیدنا روح اللہ صلوات اللہ تعالے وسلامہ علیہ کی حیات **اقول** اس کے دو معنے ہیں ایک یہ کہ وہ اب زندہ ہیں یہ بھی مسائل قسم ثانی سے ہے جس میں خلاف نکرے گا مگر گمراہ کہ اہلسنت کے نزدیک تمام انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام بحیات حقیقی زندہ ہیں ان کی موت صرف تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے ایک آن کو ہوتی ہے پھر ہمیشہ حیات حقیقی ابدی ہے آئمۂ کرام نے اس مسئلہ کو محقق فرمادیا ہے وقد فصلھا سیدنا الوالد المحقق دام ظلہ فی کتابہ سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی دوسرے یہ کہ اب تک ان پر موت طاری نہ ہوئی زندہ بجسم آسمان پر اٹھائے گئے اور بعد نزول دنیا میں سالہا سال تشریف رکھ کر بعد اتمام نصرت اسلام وفات پائیں گے یہ مسائل قسمین اخیرین سے ہے اسکے ثبوت کو **اولاً** اسی قدر کافی ووافی کہ رب العزت جل وعلا نے فرمایا وان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ جس کی تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ صحابی حضور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے گذری مخالف نے اپنی جہالت سے صرف صحیح بخاری کی تخصیص کی تھی یہ تفسیر نہ صرف اس میں بلکہ صحیح بخاری ومسلم دونوں میں موجود شرح مشکوٰۃ شریف للعلامۃ الطیبی میں ہے استدل بالآیۃ علٰی نزول عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی آخر الزمان مصدقا للحدیث فتحریرہ ان الضمیرین فی بہ وقبل موتہ لعیسٰی والمعنی وان من اھل الکتٰب الا لیومنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی

وھم اھل الکتب الذین یکونون فی زمان نزولہ فتکون الملۃ واحدۃ وھی ملۃ الاسلام خلاصہ یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس آیت سے تصدیق حدیث کے لئے نزول عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر استدلال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ہر کتابی عیسٰی کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لانے والا ہے اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں جو بعد نزول عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے زمانے میں ہونگے تو تمام روئے زمین پر صرف ایک دین ہوگا دین اسلام ولیس نقلہ عنہ الملا علی القاری فی المرقاۃ **ثانیاً** یہی تفسیر بسند صحیح دوسرے صحابی جلیل الشان ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی مروی جن سے صحیح بخاری میں قبل موت منقول ہونے کا مخالف نے ادعا کیا تھا صحیح بخاری وارشاد الساری میں ہے ثم یقول ابوھریرۃ بالاسناد السابق مستدلا علی نزول عیسٰی فی اٰخر الزمان تصدیقا للحدیث واقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ای وان من اھل الکتب احد الا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی وھم اھل الکتب الذین یکونون فی زمانہ فتکون الملۃ واحدۃ وھی ملۃ الاسلام ونحو ھذا جزم ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح یعنی اس حدیث کو روایت کرکے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ آخر زمانے میں عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول پر دلیل لانے حدیث کی تصدیق قرآن مجید سے بتانے کے لئے فرماتے تم چاہو تو یہ آیت پڑھو وان من اھل الکتب الا لیؤمنن الآیہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر کتابی ضرور ایمان لانے والا ہے عیسٰی پر ان کی موت سے پہلے اور وہ وہ کتابی ہیں جو اسوقت ان کے زمانے میں ہونگے تو سارے جہان میں صرف ایک دین اسلام ہوگا اور اسی پر جزم کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اس حدیث میں جو ان سے ابن جریر نے ان کے شاگرد رشید سعید بن جبیر کے واسطے سے بسند صحیح روایت کی انتہی۔ اور یہی تفسیر امام حسن بصری سے مروی ہوئی کما سیأتی انشاء اللہ تعالٰی **ثالثاً** تصریحات کثیرہ ائمہ کرام ومفسرین عظام وعلمائے اعلام امام جلال الملۃ والدین سیوطی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں انی متوفیک قابضک ورافعک الی من الدنیا من غیر موت یعنی اللہ عزوجل نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا میں تجھے اپنے پاس لے لوں گا اور دنیا سے بغیر موت دیے اٹھالوں گا۔ تفسیر امام ابوالبقا عکبری میں ہے انہ رفع الی السماء ثم یتوفی من ذلک عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں اور اسکے بعد وفات دیے جائیں گے۔ تفسیر سمیں وتفسیر فتوحات الٰہیہ میں ہے انہ رفع الی السماء ثم یتوفی بعد ذلک بعد نزولہ الی الارض وحکمہ بشریعۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ آسمان پر اٹھالیے گئے اور اسکے بعد زمین پر اتر کر شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حکم کرکے وفات پائیں گے امام بغوی تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں قال الحسن والکلبی وابن جریج انی قابضک ورافعک من الدنیا الی من

غیر موت بذلک یعنی امام حسن بصری نے کہ اجلۂ ائمۂ تابعین و تلامذۂ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم سے ہیں اور محمد بن السائب کلبی اور امام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے کہ اجلۂ و اکابر ائمۂ تبع تابعین سے اور حسب روایت ائمۂ تابعین سے ہیں آیۂ کریمہ کی تفسیر کی کہ اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا بغیر اسکے کہ تیرے جسم کو موت لاحق ہو۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں قد ثبت الدلیل انہ حی وورد الخبر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ سینزل ویقتل الدجال ثم انہ تعالیٰ یتوفاہ بعد ذلک دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے حدیث آئی ہے کہ وہ عنقریب اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد اللہ عزوجل انہیں وفات دیگا اسی میں ہے التوفی اخذ الشئ وافیا ولما علم اللہ تعالیٰ ان من الناس من یحظ بانہ ان الذی رفعہ اللہ ھو روحہ لا جسدہ ذکر ھذا الکلام لیدل انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وجسدہ توفی کہتے ہیں کسی چیز کے پورا لے لینے کو جبکہ اللہ عزوجل کے علم میں تھا کہ کچھ لوگوں کو یہ وہم گزرے گا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح آسمان پر گئی نہ بدن لہذا یہ کلام فرمایا جس سے معلوم ہو کہ وہ تمام و کمال مع روح و بدن آسمان پر اٹھائے گئے۔ تفسیر عنایۃ القاضی و کفایۃ الراضی للعلامۃ شہاب الدین الخفاجی میں ہے سبق انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یصلب ولم یمت اوپر گزرا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ سولی دیے گئے نہ انتقال فرمایا امام بدر الدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کذا روی من طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ واللہ انہ لحی ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون وذھب الیہ اکثر اھل العلم یعنی آیۂ کریمہ وان من اھل الکتٰب الآیہ کی تفسیر جو حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمائی امام حسن بصری سے بطریق ابی رجاء مروی ہوئی کہ انہوں نے فرمایا معنی آیت یہ ہیں کہ تمام کتابی موت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے ہیں اور فرمایا خدا کی قسم عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ذہبی نے تجرید الصحابہ اور امام تاج الدین سبکی نے کتاب القواعد اور امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے صحابیوں میں شمار کیا کہ وہ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دیدار سے بہرہ اندوز ہوئے ظاہر ہے کہ ان کی تخصیص اسی بنا پر ہے کہ انہیں یہ دولت قبل طریاں موت نصیب ہوئی ورنہ شب معراج حضور کی زیارت کس نبی نے نہ کی۔ امام سبکی نے اس مضمون کو ایک چیستان میں ادا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی امت سے وہ کونسا جوان ہے جو باتفاق تمام جہان کے حضرت افضل الصحابہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی و علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سب سے افضل ہے یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے عیسی المسیح بن مریم الصدیقۃ رسول اللہ و کلمتہ القاھا الی مریم ذکرہ الذھبی فی التجرید مستدرکا علی من قبلہ فقال عیسی بن مریم رسول اللہ رأی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لیلۃ الاسراء فھو نبی وصحابی وھو آخر من یموت من الصحابۃ والغرہ القاضی تاج الدین السبکی فی قصیدتہ التی فی اواخر القواعد لہ فقال : ؎

من باتفاق جمیع الخلق افضل من ، خیر الصحاب ابی بکر ومن عمر

ومن علی ومن عثمان وھو فتی ، من امۃ المصطفی المختار من مضر

امام ذہبی کی اس عبارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے صحابی ہیں جن کا انتقال سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم کے بعد ہوگا۔ یہاں کلمات آئمہ دین وعلمائے معتمدین کی کثرت اُس حد پر نہیں کہ ان کے احاطہ واستیعاب کی طبع ہوسکے اور اہل حق کے لئے اسقدر بھی کافی اور مخالف متعسف کہ اپنی ناقص عقل کے آگے آئمہ کو کچھ نہیں گنتے ان کے لئے ہزار دفتر ناوافی لہذا اسی قدر پر بس کریں :۔ **رابعاً** یہی قول جمہور ہے اور قول جمہور ہی معتمد ومنصور ابھی شرح صحیح بخاری سے گذرا ذھب الیہ اکثر اھل العلم :۔ **خامساً** یہی قول صحیح ومرجح ہے اور قول صحیح کا مقابل ساقط ونامعتبر امام قرطبی صاحب مفہم شرح صحیح مسلم پھر علامۃ الوجود امام ابوالسعود تفسیر ارشاد العقل السلیم میں فرماتے ہیں الصحیح ان اللہ رفعہ من غیر وفاۃ ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وھو اختیار الطبری وھو الصحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالے نے انہیں زندہ بیدار اٹھالیا نہ ان کا انتقال ہوا نہ اسوقت سوتے تھے جیساکہ امام حسن بصری وابن زید نے تصریح فرمائی اور اسی کو طبرانی نے اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے بھی صحیح روایت یہی ہے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے القول الصحیح انہ رفع وھو حی صحیح روایت یہ ہے کہ وہ زندہ اٹھائے گئے **اقول** یہ تو بالیقین ثابت کہ وہ دنیا میں عنقریب نزول فرمانے والے ہیں اور اسکے بعد وفات پانا قطعاً ضرور تو اگر آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے بھی وفات ہوئی ہوتی تو دوبار ان کی موت لازم آئے گی کیونکر امید کی جائے کہ اللہ عزوجل اپنے ایسے محبوب جمیل ایسے رسول عظیم وجلیل پر (کہ ان پانچ مرسلین اولوالعزم صلوات اللہ تعالے وسلامہ علیہم سے ہیں جو باقی تمام انبیاء ومرسلین وخلق اللہ اجمعین سے افضل اور زیادہ محبوب رب عزوجل ہیں) دوبار مصیبت مرگ بھیجے گا۔ جب حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا اور امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ اس سخت صدمے کی دہشت میں تلوار کھینچ کر کہنے لگے خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے انتقال نفرمایا اور انتقال نفرمائیں گے یہاں تک کہ منافقوں کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں کاٹیں

اوران کے قتل کا حکم دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نعش اقدس پر حاضر ہوئے جھک کر روئے انور پر بوسہ دیا پھر رو ئے اور عرض کی یا ابی انت وامی واللہ لایجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا میری ماں باپ حضور پر قربان خدا کی قسم اللہ تعالےٰ حضور پر دو موتیں جمع نفرمائیگا وہ جو مقدار تھی ہو چکی بابی وانت امی طبت حیاً ومیتاً والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابداً میرے ماں باپ حضور پر قربان حضور زندگی میں بھی پاکیزہ اور بعد انتقال بھی پاکیزہ قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالےٰ کبھی حضور کو دو موتیں نہ چکھائے گا۔ رواہ البخاری والنسائی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو ایسی بات جب تک نص صریح سے ثابت نہو انبیاء اللہ خصوصاً ایسے رسول جلیل کے حق میں ہرگز نہ مانی جائیگی خصوصاً روح اللہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی دعا یہ تھی کہ الٰہی اگر تو یہ پیالہ یعنی جام مرگ کسی سے پھیرنے والا ہے تو مجھ سے پھیر دے۔ بارگاہِ ربُّ العزت میں رسول اللہ کی جو عزت ہے اس پر ایمان لانیوالا بیدلیل صریح واضح التصریح کی کیونکر مان سکتا ہے کہ وہ یہ دعا کریں اور رب عزوجل اسکے بدلے ان پر موت نازل فرمائے یہ ہرگز قابل قبول نہیں انصاف کیجئے تو ایک ہی دلیل ان کے زندہ اٹھائے جانے پر کافی ووافی ہے وباللہ التوفیق ؛؛

تنبیہ دوم: اقول قرآن مجید سے اتنا ثابت اور مسلمانوں کا ایمان کہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہود عنود کے مکر و کید سے بچکر آسمان پر تشریف لے گئے۔ رہا یہ کہ تشریف لے جانے سے پہلے زمین پر ان کی روح قبض کی گئی اور جسم یہیں چھوڑ کر صرف روح آسمان پر اٹھائی گئی اسکا آیت میں کہیں ذکر نہیں یہ دعوی زائد ہے جو مدعی ہو ثبوت پیش کرے ورنہ قول بے ثبوت محض مردود ہے مخالف نے جو کچھ ثبوت میں پیش کیا سب یہودہ ہے وہ یا تو نرا افترا اسکے اپنے دل کا اختراع ہے یا مرطلب سے محض بیگانہ جس میں مقصود کی بو بھی نہیں یا مراد میں غیر نص جو مدعی کے لئے ہرگز بکار آمد کافی نہیں سب کا بیان سنیئے ایک **افتراء** تو اسکا وہ کہنا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان آیات کی تفسیر میں ثابت فرمادیا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد قبض روح آسمان پر اٹھائے گئے۔ **دوسرا افتراء** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر کہ انہوں نے ایسا فرمایا حالانکہ ہم ابھی ثابت کرآئے کہ ان سے بسند صحیح اسکا خلاف ثابت ہے وہ اسی کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابھی وفات نہ پائی ان کی موت سے پہلے یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے۔ امام قرطبی سے گذرا کہ یہی روایت ابن عباس سے صحیح ہے رضی اللہ تعالےٰ عنہما **تیسرا افتراء** صحیح بخاری شریف پر کہ اس میں یہ تفسیر سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وابن عباس سے مروی ہے حالانکہ اس میں بروایت حضرت ابن عباس صرف اسقدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا انکم محشورون وان ناساً یؤخذ بھم ذات الشمال فاقول کما قال العبد الصالح

وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم الیٰ قولہ العزیز الحکیم یعنی تمہارا حشر ہوگا اور کچھ لوگ بائیں طرف یعنی معاذ اللہ جانب جہنم لے جائے جائیں گے۔ میں وہ عرض کروں گا جو بندۂ صالح عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا کہ میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں موجود رہا جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخشدے تو تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ اس حدیث میں مدعی کے اس دعوے کا کہاں پتا ہے کہ آسمان پر جانے سے پہلے وفات ہوئی اور صرف روح اٹھائی گئی اور بیگانہ و بیعلاقہ اس آیۂ کریمہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ کا ذکر ہے۔ یہاں اگر وفات بمعنی موت ہو بھی تو یہ تو روز قیامت کا مکالمہ ہے۔ رب العزۃ جل جلالہ فرماتا ہے يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ الیٰ قولہ تعالیٰ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ اللَّهُ هَٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ؛ جس دن جمع فرمائے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو پھر فرمائیگا تمہیں کیا جواب ملا بولے ہمیں کچھ خبر نہیں، بیشک تو ہی خوب جانتا ہے سب چھپی باتیں جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرے احسان اپنے اوپر اور پھر احسانات گنا کر فرمایا، اور جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہدیا تھا لوگوں سے کہ بنالو مجھے اور میری ماں کو دو خدا اللہ کے سوا۔ بولا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ کہوں جو مجھے نہیں پہنچتا اگر میں نے کہا تو تجھے خوب معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بیشک تو ہی خوب جانتا ہے سب چھپی باتیں میں نے نہ کہا ان سے مگر وہی جسکا تو نے مجھے حکم دیا کہ پوجو اللہ کو جو مالک ہے میرا اور تمہارا اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں تھا جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخشدے تو بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ فرمایا اللہ نے یہ دن ہے جس میں نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ۔ اول سے آخر تک یہ ساری گفتگو روز قیامت کی ہے کس نے کہا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی وفات پائیں گے ہی نہیں کہ روز قیامت بھی اپنی وفات کا ذکر نہ کر سکیں شاید جاہل یہاں قال اللہ اور قال سبحٰنک

یں ماضی کے صیغے دیکھ کر سمجھا کہ یہ تو گذری ہوئی باتیں ہیں اور قیامت کا دن ابھی نہ گذرا حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ کلام فصیح میں آئندہ بات کو جو یقینی ہونے والی ہے ہزار جگہ ماضی کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی وہ ایسی یقین الوقوع ہے کہ گویا واقع ہوئی قرآن مجید میں بکثرت ایسے محاورات ہیں سورۂ اعراف میں دیکھئے ونادیٰ اصحٰب الجنۃ اصحٰب النار جنتیوں نے دوزخیوں کو پکارا کہ ہم نے تو پالیا جو وعدہ دیا ہمیں ہمارے رب نے سچا کیا تم نے بھی پایا جو تمہیں وعدہ دیا تھا سچا قالوا نعم وہ بولے ہاں فاذن مؤذن بینھم تو ندا کی ان میں ایک ندا دینے والے نے کہ خدا کی پھٹکار ستمگاروں پر ونادوا اصحٰب الجنۃ ان سلم علیکم اعراف والے پکارے جنت والوں کو کہ سلام تجھ پر ونادیٰ اصحاب الاعراف رجالا یعرفونھم بسیماھم اور اعراف والے پکارے دوزخیوں کو ان کے چہرے کی علامت سے پہچان کر ونادیٰ اصحٰب النار واصحٰب الجنۃ اور دوزخی پکارے جنتیوں کو کہ ہمیں اپنے پانی وغیرہ سے کچھ دو قالوا ان اللہ حرمھما علی الکٰفرین بولے اللہ نے یہ نعمتیں کافروں پر حرام کی ہیں۔ اسی طرح سورہ صافات میں واقبل بعضھم علیٰ بعض یتساءلون ۝ آیات اور سورۂ صٓ میں قالوا بل انتم لا مرحبا بکم انکم ان ذلک لحق تخاصم اھل النار ۝ تک دوزخیوں کا باہم جھگڑا اور سورۂ زمر میں ونفخ فی الصور فصعق من فی السموٰت ومن فی الارض الا من شاء اللہ سے وقالوا الحمد للہ الذی صدقنا الآیۃ تک تمام وقائع روز قیامت صیغہ ہائے ماضی میں ارشاد ہوئے ہیں اور خود اسی آیت میں دیکھئے جس دن جمع کریگا اللہ رسولوں کو پھر فرمائیگا تم نے کیا جواب پایا بولے ہمیں کچھ علم نہیں۔ یہاں بھی ان کا جواب بصیغہ ماضی ارشاد فرمایا اور ناکافی ونامثبت آیۂ کریمہ اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا سے استدلال جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں سے دور کرنے والا ہوں۔ اولاً حرف واؤ ترتیب کے لئے نہیں کہ اس میں جو پہلے مذکور ہو اسکا پہلے ہی واقع ہونا ضرور ہو تو آیت سے صرف اتنا سمجھا گیا کہ وفات ورفع وتطہیر سب کچھ ہونے والے ہیں اور یہ بلاشبہ حق ہے یہ کہاں سے مفہوم ہوا کہ رفع سے پہلے وفات ہوگی۔ تفسیر امام عکبری میں ہے مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ کلاھما للمستقبل والتقدیر رافعک الیّ ومتوفیک لانہ رفع الی السماء ثم یتوفی بعد ذلک تفسیر سمین وتفسیر جمل وتفسیر مدارک وتفسیر کشاف وتفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد العقل میں ہے واللفظ للسفی او ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الآیۃ قالوا ولا یوجب الترتیب تفسیر کبیر میں ہے الآیۃ تدل علیٰ انہ تعالیٰ یفعل بہ ھذہ الافعال فاما کیف یفعل ومتیٰ یفعل فالآیۃ ما فیہ موقوف علی الدلیل انہ حیٌّ ثانیاً توفی خواہ مخواہ معنی موت میں نص نہیں توفی تسلّم وقبض اور پورا لے لینے کو۔ کبیر کی عبارت

اوپر گذری کہ معنی یہ ہیں کہ مع جسم وروح تمام وکمال اٹھالوں گا۔ تفسیر جلالین سے گذرا متوفیك قابضك ورافعك من غیر موت معالم التنزیل سے گذرا کہ حسن وکلبی وابن جریج نے کہا انی قابضك ورافعك من غیر موت بدلیل اسی میں ہے علی ھذا فی التوفی تاویلان احدھما انی رافعك الیّ وافیا لم ینالوا منك شیئا من قولھم توفیت منه کذا وکذا واستوفیته اذا اخذته تامًّا والآخر انی متسلمك من قولھم توفیت منه کذا ای تسلمته کشاف وانوار التنزیل وتفسیر ابی السعود وتفسیر نسفی میں ہے او قابضك من الارض من توفیت مالی خفاجی علی البیضاوی میں ہے ولذا فسر التوفی بدفعه واخذه من الارض کما یقال توفیت المال اذا قبضته ثالثا توفی بمعنی استیفای اجل ہے یعنی تمہیں تمہاری عمر کامل تک پہنچاؤں گا اور ان کافروں کے قتل سے بچاؤں گا ان کا ارادہ پورا نہ ہوگا تم اپنی عمر مقدر تک پہنچ کر اپنی موت انتقال کروگے۔ تفسیر سمین وتفسیر جمل وتفسیر مدارک وتفسیر کشاف وتفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد میں ہے انی مستوفی اجلك ومؤخرك وعاصمك من ان یقتلك الکفار الی ان تموت حتف انفك تفسیر کبیر میں ہے ای ممتم عمرك فحینئذ اتوفاك فلا اترکھم حتی یقتلوك وھذا تاویل حسن :۔ رابعاً وفات بمعنی خواب خود قرآن عظیم میں موجود قال اللہ تعالٰی وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ اللہ ہے جو تمہیں وفات دیتا ہے رات میں یعنی سلاتا ہے اللہ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا اللہ تعالٰی وفات دیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ تمہیں سلاؤں گا اور سوتے میں آسمان پر اٹھالوں گا کہ اٹھائے جاتے ہیں دہشت نہ لاحق ہو یہی قول امام ربیع بن انس کا ہے۔ معالم التنزیل میں ہے قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وکان عیسٰی قد نام فرفعه اللہ تعالٰی الی السماء ومعناه انی منیمك ورافعك الیّ مدارک میں ہے او متوفی نفسك بالنوم ورافعك وانت نائم حتی لا یلحقك خوف وتستیقظ وانت فی السماء امن مقرب کشاف وانوار وارشاد میں ہے او متوفیك نائما اذ روی انه رفع نائما اور ان کے سوا آیت میں اور بھی بعض وجوہ کلمات علماء میں مذکور۔ تو وفات کو بمعنی موت لینا اور اسے قبل از رفع ٹھہرا دینا محض بے دلیل ہے جسکا آیت میں اصلاً پتہ نہیں: **اقول** بلکہ اگر خدا انصاف دے تو آیت تو اس مزعوم مخالف کا رد فرما رہی ہے ان کلمات کریمہ میں اپنے بندے عیسٰی روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تین بشارتیں تھیں۔ مُتَوَفِّیْكَ۔ رَافِعُكَ۔ مُطَهِّرُكَ اگر معنی آیت یہی ہوں کہ میں تمہیں موت دوں گا اور بعد موت تمہاری روح کو آسمان پر اٹھالوں گا تو اس میں سوا اسکے کہ انہیں موت کا پیغام دیا گیا اور کونسی بشارت تازہ ہے مرنے کے بعد ہر مسلمان کی روح آسمان پر بلند ہوتی اور کافروں سے نجات پاتی ہے۔

قال اللہ تعالےٰ اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے نہ کھولے جائیں گے دروازے آسمان کے۔ تو کافر کی روح آسمان پر نہیں جاتی ملٰئکۂ عذاب جب لے کر جاتے ہیں در ہائے آسمان بند کر لئے جاتے ہیں کہ یہاں اس ناپاک روح کی جگہ نہیں بخلاف مومن کہ اسکی روح بلند ہوتی اور زیر عرش اپنے رب جل وعلا کو سجدہ کرتی ہے تو دو پچھلی باتیں ہر مسلمان کی روح کو حاصل آیت میں صرف خبر موت رہ گئی اور ہمارے طور پر ہر ایک بشارت عظیمۂ مستقلہ ہے کہ میں تمہیں عمر کامل تک پہنچاؤں گا یہ کافر قتل نہ کر سکیں گے اور جیتے جی آسمان پر اٹھا لوں گا اور کافروں سے ایسا دور و پاک کر دوں گا کہ عمر بھر کسی کافر کو تم پر اصلاً دسترس نہ ہوگی جب دوبارہ دنیا پر آؤ گے یہ جو تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں تم خود انہیں قتل کرو گے اور انہیں کو نہیں بلکہ تمام کافروں سے سارے جہان کو پاک کرو گے کہ ایک دین حق تمہارے نبی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ہوگا اور تم تمام عالم میں اسکے مرجع و ماوی معہذا شروع کلام میں فرمایا وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ الآیہ: یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ کافروں نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ مکر کیا انہیں قتل کرنا چاہا اور اللہ عزوجل نے انہیں ان کے مکر کا بدلہ دیا کہ ان کا مکر الٹا انہیں پر پڑا جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ میں تیرے ساتھ یہ یہ باتیں کرنے والا ہوں انصاف کیجئے اگر کچھ دشمن کسی بادشاہ ذوالاقتدار کے محبوب کو قتل کرنا چاہتے ہوں اور وہ اسے بچائے تو بچانے کے معنی یہ ہونگے کہ اسے سلامت نکال لے جائے اور ان کا چلا نہ ہونے پائے یا یہ کہ ان کے قتل سے یوں محفوظ رکھے کہ خود موت دے دے ان کی مراد تو یوں بھی برآئی آخر جو کسی کا قتل چاہے اسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ یہ جان سے جائے وہ حاصل ہو گیا ان کے ہاتھوں سے نہ سہی اللہ کے ہاتھ سے سہی بخلاف اس کے کہ انہیں ان کے مالک قادر ذوالجلال والاکرام نے زندہ اپنے پاس اٹھا لیا کہ انہیں پھر بھیج کر ان خبیثوں کی شرارتیں انہیں کے دست مبارک سے نیست و نابود کرائے تو یہ سچا بدلہ ان ملعونوں کے مکر کا ہے وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۝ ھٰکَذَا ینبغی التحقیق واللّٰہ ولی التوفیق ؛۔

مسلمانو ان منکروں کا ظلم قابل غور ہے ہم سے تو محض بے ضابطہ وہ جبر و تی تقاضے تھے کہ ثبوت حیات صرف قرآن سے دو آیت بھی قطعۃ الدلالۃ ہو حدیث ہو بھی تو خاص صحیح بخاری کی ہو حالانکہ از روئے قواعد علمیہ ہمارے ذمے ثبوت دینا ہی نہ تھا ہماری تقریرات سے روشن ہو چکا کہ مسئلے میں مخالفین مدعی ہیں اور بار ثبوت ذمہ مدعی ہوتا ہے تو ایک تو الٹا مطالبہ اور وہ بھی ایسی تنگ قیدوں سے جو عقلاً و نقلاً کسی طرح لازم نہیں اور جب خود ان مدعی صاحبوں کو ثبوت دینے کی نوبت آئی تو وہ گل کرشے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر افتراء حضرت عبداللہ بن عباس

پر افتراء صحیح بخاری شریف پر افتراء محض بیگانہ و اجنبی سے استناد نہ قرآن پر بس نہ قطعیت کی ہوس اور کیا ناانصافی کے سر پر سینگ ہوتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ سوم:۔ ان نئے فیشن کے مسیحوں کا سچے مسیح رسول اللہ و کلمۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سوال کہ اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو اللہ تعالٰے اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دیگا اگر از راہ نادانی ہے تو محض سفاہت و جہالت ورنہ صریح شرارت و ضلالت بحاش للہ نہ وہ خود مستعفی ہونگے نہ کوئی نبی نبوت سے استعفا دیتا ہے نہ اللہ عزوجل انہیں معزول فرمائیگا نہ کوئی نبی معزول کیا جاتا ہے وہ ضرور اللہ تعالٰے کے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے اور ضرور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے امتی ہیں اور ہمیشہ امتی رہیں گے یہ سفیہ اپنی حماقت سے نبی ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے امتی ہونے میں باہم منافات سمجھا یہ اس کی جہالت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی قدر رفیع سے غفلت ہے وہ نہیں جانتا کہ ایک عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موقوف نہیں ابراہیم خلیل اللہ و موسیٰ کلیم اللہ و نوح نجی اللہ و آدم صفی اللہ تمام انبیاء اللہ علیہم وسلم سب کے سب ہمارے نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے امتی ہیں حضور کا نام پاک نبی الانبیاء ہے۔ حدیث میں ہے حضور نبی الانبیاء صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں لو کان موسیٰ حیّا ما وسعہ الا اتباعی اگر موسیٰ زندہ ہوتے انہیں میری پیروی کے سوا کچھ گنجائش نہ ہوتی رواہ احمد والبیھقی فی الشعب عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی قسم اسکی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی جان پاک ہے اگر موسیٰ تمہارے لئے ظاہر ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو سیدھے راہ سے بہک جاؤ گے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو ضرور میری اتباع کرتے۔ اسو قت توراۃ شریف کا ذکر تھا لہذا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیا ورنہ انہیں کی تخصیص نہیں سب انبیاء کے لئے یہی حکم ہے۔ یہ سفہا قرآن مجید کا تو نام لیتے اور حدیثوں سے منکر ہو کر فریب دہی عوام کے لئے صرف اسی سے استناد کا پیام دیتے ہیں مگر استغفر اللہ قرآن کی انہیں ہوا بھی نہ لگی یہ منہ اور قرآن کا نام اگر قرآن عظیم کبھی سنا بھی ہوتا تو ایسے بیہودہ سوال کا مونھ نہ پڑتا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا سب پیغمبروں سے جب میں تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں پھر آئے تمہارے پاس ایک رسول تصدیق فرماتا ہوا اس کتاب کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اسکی مدد کرنا اللہ تعالٰی نے فرمایا اے پیغمبرو کیا تم نے اس بات کا اقرار کیا اور اس عہد پر میرا ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ اس عہد کا گواہ ہوں تو جو اسکے بعد پھر جائے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔ کیوں قرآن کا نام لینے والو کیا یہ آیتیں قرآن میں نہ تھیں۔ کیا اللہ تعالٰی نے اس سخت تاکید شدید کے ساتھ سب انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا۔ کیا اس عہد سے ان سب کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امتی نہ بنا دیا۔ کیا اس عہد لیتے وقت انہوں نے نبوت سے استعفا کیا یا اللہ عزوجل نے انہیں معزول کر کے امتی کر دیا۔ اے سفیہو اس عہد عظیم پر حضرت روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتریں گے اور باوصف نبوت و رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امتی و ناصر دین ہو کر رہیں گے ؎

آسمان نسبت بعرش آمد فرود ، گرچہ بس عالیست پیش خاک نود

اس آیت کریمہ کا نفیس جانفزا بیان اگر دیکھنا چاہو تو سیدنا الوالد المحقق دام ظلہ کی کتاب مستطاب **تجلی الیقین بان نبینا سید نا الم رسلین** ۱۳۰۵ھ کا مطالعہ کرو اور ہمارے نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے پر ایمان لاؤ ؎

گرچہ شیریں دہنان بادشہانند ولے ، او سلیمانِ جہان ست کہ خاتم باوست

صلی اللہ تعالٰی علیہم وبارک وسلم رہا اسکا سوال کہ کس وقت آسمان سے رجوع کریں گے اسکا جواب وہی ہے کہ ما المسئول عنہا باعلم من السائل اتنا یقینی ہے کہ وہ مبارک وقت بہت قریب آپہنچا ہے کہ وہ آفتاب ہدایت و کمال افق رحمت و جمال و قہر و جلال سے طلوع فرما کر اس زمین تیرہ و تار پر تجلی فرمائے اور ایک جھلک میں تمام کفر و بدعت نصرانیت یہودیت شرک مجوسیت نیچریت قادیانیت رفض خروج وغیرہا اقسام ضلالت سب کا سویرا کر دے تمام جہان میں ایک دین اسلام ہو اور دین اسلام میں صرف ایک مذہب اہلسنت باقی سب تہ تیغ وللہ الحجۃ السامیہ مگر تعیین وقت کہ آج سے کئے سال کئے ماہ باقی ہیں نہ ہمیں بتائی گئی نہ ہم جان سکتے ہیں جس طرح قیامت کے آنے پر ہمارا ایمان ہے اور اس کا وقت معلوم نہیں ؎

تنبیہ چہارم بر مسلمانو اللہ عزوجل نے انسان کو جامع صفات ملکی و بہیمی و شیطانی بنایا ہے جسے وہ ہدایت فرمائے

صفات ملکی ظہور کرتے ہیں اور اسے بعض یا کل ملئکہ سے افضل کر دیتے ہیں کہ عبدی المؤمن احب الی من بعض ملئکتی شریعت ان کی شعار ہوتی ہے اور تقویٰ ان کا آثار کہ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ○ تواضع وفروتنی ان کی شان حیلی اور تکبر وتعلی سے تنفر کلی کہ ان الملئکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم اور جس نے صفات بہیمی کیطرف رجوع کی بہائم وار لیل ونہار بطن وفرج کا خادم خوار اور فکر شہوات کا اسیر وگرفتار کہ اولئک کالانعام بل ھم اضل اور جسپر صفات شیطانیہ غالب آئیں تکبر وترفع اسکا دین وآئین کہ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین یہ ہر وقت طلب جاہ وشہرت میں مبتلا رہتے ہیں کہ کسی طرح وہ بات نکالیے جس سے آسمان تعلی پر ٹوپی اچھالیئے دور دور نام مشہور ہو خاص وعام میں ذکر مذکور ہو اپنا گروہ الگ بنائیں وہ ہمارا غلام ہم اسکے امام کہلائیں ان میں جن کی ہمت پوری ترقی کرتی ہے وہ انا ربکم الاعلیٰ بولتے اور دعوے خدائی کی دکان کھولتے ہیں جیسے گذرے ہوؤں میں فرعون ونمرود وغیرہما مردود اور آنے والوں میں مسیح قادیانی کے سوا ایک اور مسیح خرنشین یعنی دجال لعین اور جو ان سے کم درجہ ہمت رکھتے ہیں کذاب یمامہ وکذاب ثقیف وغیرہما خبیثوں کی طرح ادعای رسالت ونبوت پر تھکتے ہیں اور گھٹ کی ہمت والے کوئی مہدی موعود بنتا ہے کوئی غوث زماں کوئی مجتہد وقت کوئی جنین وچنان ہندوستان جس میں مدتوں سے اسلام بے سردار ہے اور دین بے یاور ویار نفس امارہ کی آزادیاں کھلے بندوں رہنے کی شادیاں یہاں رنگ نہ لائیں تو کہاں ہزاروں مجتہد سیکڑوں ریفارمر مفتنان تہذیب مشرعان نیچر کتنے ہی مہدی کتنے مذہب گر حشرات الارض کی طرح نکل پڑے اور خدا کی شان یھدی من یشاء ویضل من یشاء جو کوئی کیسے ہی کھلے باطل صریح جھوٹ کا نشان باندھ کر آگے بڑھا کچھ عقل کے اندھے قسمت کے اوندھے اسکے پیچھے ہو لئے آخر یہی آدمی تھے جو فرعون کو سجدہ کرتے یہی آدمی ہونگے جو دجال کا ساتھ دیں گے۔ ان صدیوں کی دوری میں مہدی تو کتنے ہی نکلے اور زمین کا پیوند ہوئے سنا جاتا ہے ایک صاحب کو پانچ پانیوں کے زور میں نئی اوپج کی سوجھی کہ مہدی بننا پرانا ہو گیا اور نرا امتی بننے میں لطف ہی کیا لاؤ عیسیٰ موعود بنیں اور ادعای الہام کی بنیاد پر نبوت کی دیوار چنیں اور ادھر عیسائیوں کا زمانہ بنا ہوا ہے اگر کہیں صلیب کے صدقے میں نصیب جاگا اور ان کی سمجھ میں آگیا جب تو جنگل میں منگل ہے سولی کے دن گئے برے کی شادیکا[1] دنگل ہے یورپ وامریکہ وبرہما وانڈیا سب

---

[1]:۔ ہاں ہاں برے کی شادی تو ہوئی اور ہوئی بھی کس زور سے کہ آسمان ابا سہ پر ہوئی اور ہوئی بھی گھر کی گھر میں یعنی خود مرزا ماموں جی کی ان کی بھانجی محمدی سے ہوئی اور اسکی ابلیسی وحی بھی مرزا جی پر اتری کہ نزوجنا کھا مگر افسوس کہ راس نہ آئی آسمانی جورو پاس نہ آئی مرزا جی کی بہن نے مرزا جی کی ایک نہ سنی اور انکی منکوحہ جورو سلطان محمد خان کو بیاہ دی مرزا جی چیخے چلائے دہیوں کا آسمان مرزا جی پر پھٹ پڑا کہ وہ ان کا رقیب تین برس کے اندر مر جائے گا۔ اور اسکی نیم جھوٹن پھر مرزا جی کو پہنچے گی مگر وہ پٹھان ایسا کڑا کہ آجتک قادیانی جی کی آسمانی جورو کو بغل میں لئے

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھیں)

تخت اپنے ہی ہیں اپنے ہی بندے خداوند تاج و شہی ہیں پاؤں میں چاند تارے کا جوتا سر پہ سورج کا تاج ہوگا باپ کو جیتے جی معزول کر کے بیٹے کا راج ہوگا اور ایسا نہ بھی ہوا تو چند گانٹھ کے پورے ہیں کے اندھے تو کہیں گئے ہی نہیں یوں بھی اپنا ایک گروہ الگ طیار شہرت حاصل سرداری برقرار اس خیال کے جمانیکو جہاں ہزاروں گل کھلائے صدہا جل کھیلے وہاں ایک ہلکا سا پیچ یہ بھی چلے کہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم تو مر بھی گئے اب وہ کیا خاک اتریں گے اور کیا کریں دھریں گے جو کچھ ہیں ہمیں ذات شریف ہیں ہمیں آخری امیدگاہ دین حنیف ہیں۔ ہمیں قاتل خنزیر ہمیں قاطع یہود ہمیں کاسر صلیب ہمیں مسیح موعود گویا انہیں کی ماں کو آری انہیں کا باپ معدوم احادیث متواترہ میں انہیں کے آنے کی دھوم مگر یہ ان کی نری خام ہوس ہے اور حیات و موت عیسوی میں ان کی گفتگو عبث ہم پوچھتے ہیں موت عیسوی منافی نزول ہے یا نہیں اگر ہیں اور بیشک نہیں جیسا کہ ہم مقدمۂ خامسہ میں روشن کر آئے جب تو اس دعوے سے تمہیں کیا نفع ملا اور احادیث نزول کو اپنے اوپر ڈھالنے سے کیا کام چلا اور بالفرض منافی جانیے تو یقیناً لازم کہ موت سے انکار کیجئے حیات ثابت مانیے کہ اگر موت ہوتی تو نزول نہ ہوتا مگر نزول یقینی کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادات متواترہ اسکی دلیل قطعی مسلمان ہرگز کسی فریب دہندہ کی بناوٹ مان کر اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشادات کو معاذ اللہ غلط و باطل جاننے والے نہیں جو کوئی ان کے خلاف کہے اگرچہ زمین سے آسمان تک اُڑے مسلمان اسکا ناپاک قول بدتر از بول اسی کے منہ پہ مار کر الگ ہو جائیں گے اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دامن پاک سے لپٹ جائیں گے اللہ تعالےٰ ان کا دامن نہ چھڑائے دینا نہ آخرت میں آمین آمین بجاہ عندک یا ارحم الراحمین اور بفرض باطل یہ سب کچھ سہی پھر آخر تمہاری مسیحیت کیونکر ثابت ہوئی ثبوت دو اور اپنے دعوے کی غیریت کہنے کی آن ہے تو صرف قرآن سے دو وہ دیکھو قرآن کی بارگاہ سے محروم پھرتے ہو اچھا وہاں نہ ملا حدیث سے دو وہ دیکھو حدیث کی درگاہ سے خائب و خاسر پلٹے ہو خیر یہاں بھی ٹھکانا نہ لگا تو کسی صحابی ہی کا ارشاد کسی تابعی ہی کا اثر کسی امام ہی کا قول کچھ تو پیش کرو کہ احادیث متواترہ میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جو نزول عیسیٰ کی بشارت دی ہے اس سے مراد کوئی ہندی پنجابی ہے جہاں جہاں ابن مریم ارشاد ہے وہاں کسی پنجابن کا بچہ مغل زادہ مراد ہے۔ اور جب ایسے بدیہی البطلان دعووں کا کہیں ثبوت نہ دے سکو ہر طرف سے ناامید ہر طرح سے باطل تو عوام کو چھلنے اور پینترے بدلنے اور ترچھے نکلنے اور الٹے اچھلنے سے کیا حاصل۔ حضرت مسیح مع جسم و روح یا صرف روح سے بعد انتقال گئے یا جیتے جاگتے تمہیں کیا نفع اور تمہیں ذلت بے ثبوتی کیونکر دفع تمہارا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰ سے آگے:۔ بیٹھا ہے اسکا بال بھی بیکا نہ ہوا خود قادیانی ہائے جورو لئے جورو کرتا چل بسا اور پسران کے مرید ہیں کہ اب تک ان کی پیشگوئیوں پر سر منڈائے بیٹھے اور ان کی نبوت ملعونہ پر ایمان لا رہے ہیں بھنگی کو بھی ایسی ذلت پہنچتی تو ڈوب مرتا مگر مرزا جی کی حیا کہ اتنے برسوں اپنی جائز جورو خانم کو پٹھان کی بغل میں دیکھ کے زندہ بھی رہے اور ان کی نبوت کے شیشہ کو بھی ٹھیس نہ لگی اگرچہ خون خرابا ہو گیا جس پر ایک ظریف نے کہا ہے
سہ وحی دیوش بود زوجنا کھا ٭ واقعہ نیمود زوج ناکھا۔ ۱۲ منہ

مرطلب ہر طرح مفقود تمہارا ادعا ہر طرح مردود پھر اس بے معنی بحث کو چھیڑ کر کیا سنبھالو گے اور عیسیٰ کی وفات سے مغل کو مرسل پنجابن کو مریم نطفے کو کلمہ اذل کو اکرم بیاہی کو کنواری ادخال کو دم کیونکر بنا لو گے بالجملہ وہی دو حرف کہ مقدمہ ثالثہ ورابعہ میں گذرے ان تمام جہالات فاحشہ کے رد میں کافی ووافی ہیں وللہ الحمد ؕ

تنبیہ پنجم :- بفرض باطل یہ بھی سہی کہ نزول عیسیٰ سے مراد کسی مماثل عیسیٰ کا ظہور ہے مگر مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صرف اتنا ہی تو ارشاد نفرمایا کہ نزول عیسیٰ ہوگا بلکہ اس سے پہلے بہت وقائع ارشاد ہوئے ہیں کہ یہ واقع ہولیں گے اس کے بعد نزول ہوگا اسکے مقارن بہت احوال واوصاف بتائے گئے ہیں کہ اس طور پر اتریں گے یہ کیفیت ہوگی اسکے لاحق بہت حوادث وکوائن فرمائے گئے کہ ان کے زمانے میں یہ یہ ہوگا آخر ان سب کا صادق آنا تو ضرور ہے مثلاً **سابقات** میں روم وشام وتمام بلاد اسلام باستثنائے حرمین شریفین سب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا سلطان اسلام کا شہادت پانا تمام زمین کا فتنہ وفساد سے بھر جانے کے باعث اولیائے عالم کا مکۂ معظمہ کو ہجرت کر جانا وہاں حضرت امام آخر الزمان کا طواف کعبہ کرتے ہوئے ظہور فرمانا اولیائے کرام وسائر اہل اسلام کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا نصاریٰ کا دابق یا اعماق ملک شام میں لام باندھنا ان کی طرف مدینۂ طیبہ سے لشکر اسلام کا نہضت فرمانا نصاریٰ کا اپنے ہم قوم نومسلموں سے لڑائی مانگنا مسلمانوں کا انہیں اپنی پناہ میں لینا لشکر مسلمین کا تین حصے ہو جانا نصاریٰ پر فتح عظیم پانا فتحیاب حصے کا قسطنطنیہ کو نصاریٰ سے چھیننا ملحمۂ کبریٰ کا واقع ہونا ہزار ہا مسلمانوں کا تین روز اپنے خیموں سے قسم کھا کر نکلنا کہ فتح کر لیں گے یا شہید ہو جائیں گے اور شام تک سب کا شہید ہو جانا آخر میں نصرت الٰہی کا نزول فرمانا مسلمانوں کا فتح اجل واعظم پانا اتنے کافروں کا کھیت ہونا کہ پرندہ اگر ان کی لاشوں کے ایک کنارے سے اڑے تو دوسرے کنارے تک پہنچنے سے پہلے مر کر گر جائے مسلمانوں کا اموال غنیمت تقسیم کرتے ہیں ابلیس لعین کی زبان سے خروج دجال کی غلط خبر سن کر پلٹنا وہاں اسکا نشان نہ پانا پھر اس خبیث اعاذنا اللہ منہ کا ظہور کرنا بیشمار عجائب دکھانا مینھ برسانا کھیتی اگانا زمین کو حکم دے کر خزانے نکلوانا خزانوں کا اس کے پیچھے ہو لینا سب سے پہلے ستر ہزار یہود طیلسان پوش کا اس کافر پر ایمان لانا اس کا لشکر بنانا دجال کا ایک جوان مسلمان کو تلوار سے دو ٹکڑے کر کے پھر زندہ کرنا اس مسلمان کا اس پر فرمانا کہ اب مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ تو وہی کانا کذاب ملعون ہے جس کے خروج کی ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اگر کچھ کر سکتا ہے تو اب تو مجھے کچھ ضرر پہنچا پھر اس کا ان پر قدرت نہ پانا خائب خاسر ہو کر رہ جانا چالیس روز میں اس ملعون کا حرمین طیبین کے سوا تمام جہان میں گشت لگانا اہل عرب کا سمٹ کر ملک شام میں جمع ہونا اس خبیث کا انہیں محاصرہ کرنا بائیس ہزار مرد جنگی اور ایک لاکھ عورتوں کا محصور ہونا کیا تمہارے نکلنے سے پیشتر یہ سب وقائع واقع ہوئے واللہ کہ صریح جھوٹے ہو اب پیئے

مقارنات ناگاہ اسی حالت میں قلعہ بند مسلمانوں کو آواز آنا کہ گھبراؤ نہیں فریادرس آپہنچا عیسیٰ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باب دمشق کے پاس دمشق الشام کے شرقی جانب منارۂ سپید کے نزدیک دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے آسمان نزول فرمانا آپ نہائے بالوں سے پانی ٹپکنا جب سر جھکائیں یا اٹھائیں موے مبارک سے موتیوں کا جھڑنا یہاں تکبیر ہو چکی نماز قائم ہے حضرت امام مہدی کا بامر عیسوی امامت فرمانا حضرت کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا سلام پھیر کر دروازہ کھلوانا اسطرف ستر ہزار یہود مسلح کے ساتھ اس مسیح کذاب یک چشم کا ہونا مسیح صدیق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی اسکا بدن گھلنا بھاگنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس کے تعاقب میں جانا باب لُد کے پاس اسے قتل فرمانا اسکا خون ناپاک اپنے نیزۂ پاک پر دکھانا کیا تم پر یہ صفات صادق ہیں کیا تم سے یہ وقائع واقع ہوئے لا واللہ صریح جھوٹے ہو۔ آگے سنیئے

واقعات عہد مبارک سیدنا موعود مسیح محمود صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہ علیہ کا صلیبیں توڑنا خنزیر کو قتل فرمانا جزیہ اٹھا دینا کافر سے اما الاسلام واما السیف پر عمل فرمانا یعنی اسلام لاؤ ورنہ تلوار تمام کفار روئے زمین کا مسلمان یا مقتول ہونا یہود کو گن گن کر قتل فرمانا پیڑوں پتھروں کا مسلمانوں سے کہنا اے مسلمان آیہ میرے پیچھے یہودی ہے سوا دین اسلام کے تمام مذاہب کا یکسر نیست و نابود ہو جانا رَوْحَا کے راستے سے حج یا عمرے کو جانا مزار اقدس سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر سلام کرنا قبر انور سے جواب آنا اور ان کے زمانے میں ہر طرح کا امن چین ہونا لالچ حسد بغض حسد کا دینا سے اٹھ جانا شیر کے پہلو میں گائے کا چرنا بھیڑیئے کی بغل میں بکری کا بیٹھنا سانپ کو ہاتھوں میں لے کر بچوں کا کھیلنا کسی کا کسی کو ضرر نہ پہنچانا آسمان کا اپنی برکتیں اونڈیل دینا زمین کا اپنی برکات اگل دینا پتھر کی چٹان پر دانہ بکھیر دو تو کھیتی ہو جانا اور اتنے بڑے اناروں کا پیدا ہونا کہ چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت کا آجانا ایک بکری کے دودھ سے ایک قوم کا پیٹ بھر نا روئے زمین پر کسی کا محتاج نہ رہنا دینے والا اشرفیوں کے توڑے لئے پھرے کوئی قبول نہ کرے وغیرہ وغیرہ کیا یہ تمہارے اس زمانۂ پر شور و شین کے حالات ہیں کلا واللہ صریح جھوٹے ہو اسی طرح اور وقائع کثیرہ مثلاً یاجوج وماجوج کا عہد عیسوی میں نکلنا دجلہ و فرات وغیرہما دریا کے دریا پی کر بالکل سکھا دینا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بحکم الٰہی مسلمانوں کو کوہِ طور کے پاس محفوظ جگہ رکھنا یاجوج وماجوج کا دنیا خالی دیکھ کر آسمان پر تیر پھینکنا کہ زمین تو ہم نے خالی کر لی اب آسمان والوں کو باریں اللہ تعالےٰ کا ان خبیثوں کے استدراج کے لئے تیروں کو آسمان سے خون آلودہ واپس فرمانا ان کا دیکھ کر خوش ہونا کودنا پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ان اشقیا پر بلائے نغف کا آنا سب کا ایک رات میں ہلاک ہو کر رہ جانا روئے زمین کا ان کی عفونت سے خراب ہونا دعائے عیسوی سے ایک سخت آندھی آکر ان کی لاشیں اڑا کر سمندر میں پھینک دینا عیسیٰ و مسلمین کا کوہ طور سے نکلنا شہروں میں از سر نو آباد ہونا چالیس سال زمین میں امامت دین و حکومت عدل آئین فرما

کر وفات پانا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونا جب تم اپنی عمر جو لکھا کر آئے ہو پوری کر لو تو انشاء اللہ العظیم سب مسلمان علانیہ دیکھ لیں گے کہ حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہیں تو گلا دبا کر تمہارے مقر اصلی کو پہنچایا اور ان باقی واقعوں سے بھی کوئی تم پر صادق نہ آیا پھر تم کیونکر مماثل عیسیٰ و مراد احادیث ہو سکتے ہو اگر کہئے ہم حدیثوں کو نہیں مانتے۔ جی یہ تو پہلے ہی معلوم تھا کہ آپ منکر کلام رسول اللہ ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ پھر آپ مسیح موعود کس بناء پر بنتے ہیں کیا قرآن عظیم میں کوئی ایسا صریح قطعیۃ الدلالۃ موجود ہے کہ عیسیٰ کا نزول موعود ہے تو بتاؤ اور نہیں تو آخر یہ موعود موعود کہاں سے گا رہے ہو انہیں حدیثوں سے جب حدیثیں نہ مانو گے موعودی کا پھندنا کس گھر سے لاؤ گے۔

ے شرم بادت از خدا و از رسول ؎ مگر بحمداللہ مسلمان کبھی ایسی زٹلیات پر کان نہ دھریں گے کیا ممکن ہے، معاذ اللہ معاذ اللہ وہ ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو جھوٹا جانیں اور ان کے مخالف کو سچا حاش للہ حاش للہ اور پھر مخالف بھی وہ جو خود انہیں ارشادات کے سہارے اپنے خیالی پلاؤ پکاتا ہو تمہارے موعود بننے کو تو حدیثیں سچی مگر تطبیق اوصاف و وقائع کے وقت جھوٹی اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ **جواب سوال اخیر**: اب نہ رہا مگر سائل کا حضرت امام مہدی و اعور دجال کی نسبت سوال بتوفیق اللہ تعالٰے اسکے جواب لیجئے **قولہٗ** حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں **اقول** ہے اور بہت تفصیل سے **قولہٗ** ہے تو اسکی آیت **اقول** ایک نہیں متعدد۔ دیکھو سورۂ والنجم شریف آیت تسیری اور چوتھی سورۂ فتح شریف آخر آیت کا صدر۔ سورۂ قلب القرآن مبارک کی پہلی چار آیتیں۔ وغیر ذلک مواقع کثیرہ **جواب دوم** دیکھو مقدمۂ اولیٰ **جواب سوم** قادیانی کا نکلنا اسکا عیسیٰ موعود ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں اگر ہے تو اسکی آیت اور نہیں تو وجہ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الحمد للہ کہ یہ مختصر جواب ۲۲ رمضان مبارک روز جان افروز دوشنبہ سنہ ۱۳۱۵ھ کو حلہ پوش اختتام اور بلحاظ تاریخ **الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی** نام ہوا و صلی اللہ تعالٰے علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین واللہ سبحٰنہٗ و تعالٰے اعلم و علمہ جلجدہ احلم

کتبہٗ: محمد ن المعروف بحامد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد ن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

حصہ سوم از فتاویٰ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مستورات اور پردہ

مسلم خواتین کی عزت و حرمت اور ان کا پردہ صدہا سال سے دنیا میں ضرب المثل ہے۔ لیکن اس زمانہ میں مغربی تعلیم مسلمانوں کو نصرانیت کی طرف کھینچ رہے۔ اور وہ حکمراں قوم کے معائب کو بھی ہنر سمجھ کر فخریہ تقلید برتتے ہوئے ہیں۔ یہ ہجا اصرار اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اپنے طرز عمل کو صحیح ثابت کرنے کے لئے شرعی احکام سے بھی انکار کر دیا جاتا ہے جو اصحاب بے پردگی کے حامی ہیں وہ پردہ کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہ پردہ خود شریعت کے خلاف اس لئے ہم حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کے محققانہ فتوے کو جس سے پردہ کی شرعی حیثیت صاف معلوم ہوتی ہے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نفع دے۔ آمین ؛

فتویٰ

غیر محرم عورت کو بے پردہ مرید کرنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے جائز ہے کسی طرح کا حرج نہیں۔ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں۔ اور بکر کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح حصہ دوم صفحہ ۱۲ پر تحریر کیا ہے کہ مرید کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا جائز ہے۔ لہٰذا جائز ہے تو زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول؟ ؛

الجواب بعون الوھاب: عورتوں کے لئے شریعت طاہرہ نے غیر مردوں سے پردہ کا حکم دیا۔ قرآن پاک میں فرمایا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ یعنی اے ایمان والو! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانوں میں نہ داخل ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔ اس آیت سے صاف طور پر پردہ کا حکم ثابت ہے۔ اور اس سے بڑھ کر

لہ حاشیہ صفحہ ۵۴: الحمد للہ کہ حضرت مصنف کی پیشگوئی صادق ہوئی مرزا کادیانی ۱۳۲۶ھ میں اپنے مقر میں ڈھکیل دیا گیا اور اصلاً ایک واقعہ ایک حرف بھی اس پر صادق نہ آیا۔ مرزا جی نے جو اپنی عمر کی وحی ابلیسی بتائی تھی اس میں بھی اس کے وحی دہندہ نے غپا کھایا یا قصداً انہیں مسخرہ بنا کر غپا دیا کہ ۸۳ برس کی عمر پائیں گے حالانکہ کچھ اوپر ساٹھ ہی میں سانڈھ ماروں نے پیکڑے ڈال کر ان کو بھی میں جھونک دیا۔ وہی شیطانی وحی کا جملہ جو آسمانی جورو کے بارے میں مرزا جی پر برابر اترا تھا کہ زوجتکھا شان الٰہی کہ اسی سے ایک ظریف نے مرزا قادیانی کی تاریخ موت نکالی یوں کہ اس میں تین لفظ ہیں زوج عدد ۱۶ ناک عدد ۱۷ ھا عدد ۱۶ تینوں باترتیب تین مرتبہ احاد و عشرات و میں رکھئے ۱۶ ۱۷ ۱۳۲۶ ہوئے الہام اسے کہتے ہیں ۱۲
۶ ۶
۱۳۲۶

تصریح یوں فرمائی ہے فَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مسلما فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اور جب تم ان سے متاع مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگو۔ تفسیر احمدی میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں هٰذِهِ الاٰیة هی الاٰیة التی یفهم منها ان یحتجب النسآء من الرجال یعنی یہی آیت ہے جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں سے پردہ کریں اس آیت کا نزول اگرچہ حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کی ازواج کے حق میں ہے لیکن حکم عام ہے اور تمام مومنہ عورتوں کو شامل۔ تفسیر احمدی میں ہے لان مورد ها ان کان خاصًا فی حق ازواج رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لکن الحکم عام لکل من المؤمنات فیفهم منه ان یحتجب جمیع النسآء من الرجال ولا یبدین لهن الفسهن علیهم یعنی اس آیت کا مورد اگرچہ خاص ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے حق میں۔ لیکن ہر ایک ایماندار عورت کے لئے عام ہے۔ اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں مردوں سے پردہ کریں۔ اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا۔ مطلب یہ کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ داخل ہو یہاں تک کہ اجازت لو اور سلام کرو ان کو گھر والوں پر تَسْتَاْنِسُوْا کے معنیٰ تَسْتَاْذِنُوْا کے ہیں۔ اور حضرت اُبی کی قرأت میں تَسْتَاْذِنُوْا ہی آیا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے قلنا یا رسول الله ما الاستیناس قال یتکلم الرجل بالسبحة والتکبیر والتحمید او یتنحنح لیؤذن اهل البیت۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ استیناس سے کیا مراد ہے۔ فرمایا آدمی سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا الحمد للہ پڑھے۔ یا کھکارے (گلے سے آواز کرے) تاکہ گھر والے اجازت دیں۔ دوسری حدیث میں ہے التسلیم ان یقول السلام علیکم ادخل، ثلث مرات فاذا اذن له دخل والا رجع۔ یعنی تسلیم سے مراد یہ ہے کہ آدمی یہ کہے "السلام علیکم کیا میں داخل ہوں"؟ اس پر اگر اسکو اجازت دی جائے تو مکان میں داخل ہو۔ ورنہ واپس ہو جائے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰی لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ مطلب یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایمان لانے والوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست کریں اور اپنے اندام

خاص کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے پاکیزہ ہے۔ بیشک اللہ خبردار ہے اسکا جو وہ کرتے ہیں۔ اور ایماندار عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں چھپائیں اور اپنے اندام مخصوص کی نگہبانی کریں۔ اور اپنی زینتِ مواضع یعنی ان اعضاء کو جن پر وہ سنگھار استعمال کرتی ہیں ظاہر نہ کریں مگر جو خود ہی ظاہر ہے۔ اور چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے لئے یا اپنے باپوں یا اپنے شوہروں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورتوں یا اپنی کنیزوں یا اپنے نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں۔ یا وہ بچہ جس کی عورتوں کی شرم کی چیزوں پر نگاہ نہیں پہنچی اور عورتیں اپنے پاؤں نہ ماریں جس سے ان کی چھپی ہوئی زینت جانی جائے۔ اور اے ایمان دارو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ؛

اس آیت مبارکہ میں چند حکم ہیں۔ مردوں کا عورتوں کی طرف، عورتوں کا مردوں کی طرف نظر نہ کرنا۔ اندامِ خاص کی حفاظت کرنا عورتوں کا اپنے سنگھار کے مواقع یعنی ان اعضاء کا ظاہر کرنا جن پر وہ سنگھار استعمال کرتی ہیں۔ اس حکم سے شوہروں۔ باپوں، شوہروں کے باپوں بیٹوں، شوہروں کے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، مسلمان عورتوں، مملوکوں۔ بے خواہش مردوں، بچوں کا مستثنیٰ ہونا پاؤں کا اسطرح نہ مارنا جس سے زیور کی آواز غیر مرد سنے ؛

پردہ کی انتہا ہے مردوں کو عورتوں کے۔ اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے۔ اور شریعت طاہرہ کو پردہ میں یہاں تک مبالغہ مقصود ہے کہ ان کے زیور کی آواز بھی غیر مرد نہ سننے پائے۔ البتہ ناظر کے استثناء سے بعض روایات پر نظر کرکے ایک گروہ اسطرف گیا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ اور قدم چھپانا ضروری نہیں ہے۔ جب کہ نظر بد سے امن ہو۔ چنانچہ تفسیر احمدی میں ہے والی الحرۃ الاجنبیۃ مطلقاً ان لم یأمن من الشھوۃ وما سوی الوجھ والکف والقدم ان امن منھا یعنی حرہ اجنبی کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت سے امن نہ ہو۔ اور اگر امن ہو تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں کے سوا باقی ہر حصہ بدن کیطرف نظر کرنا حرام ہے ؛

آج کون کہہ سکتا ہے کہ عورتیں چہرہ کھولے پھریں اور نگاہ بد سے امن ہو تو کوئی بری نظر سے انہیں دیکھے ہی نہیں۔ جب یہ بات نہیں ہے۔ تو ہاتھ پاؤں اور قدم کا کھولنا اور سکی طرف نظر کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ حکم تو اس قول پر تھا کہ لا یبدین زینتھن کو مسئلہ نظر میں وارد پایا جائے۔ لیکن بیضاوی کی تحقیق اسکے خلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں الا ظھر ان ھذا فی الصلوٰۃ لا فی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ ولا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شیٔ منھا الا ضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشھادۃ یعنی اظہر یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے گٹوں تک ہاتھوں اور قدموں کے چھپائے یہ نظر کا حکم نہیں۔ اس لئے کہ تمام بدن حرہ کا عورت اور قابل پردہ ہے اور شوہروں اور محرموں کے سوا کسی کو اسکے بدن

کے کسی حصہ کی طرف نظر کرنا حلال نہیں۔ مگر بضرورت مثل معالجہ اور تحمل شہادت کے کہ جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ موضع شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔ اس تحقیق کی بناء پر شہوت اور نظر بد سے امن ہونے کی صورت میں بھی تمام بدن کا مع چہرہ اور ہاتھوں اور پاؤں کے چھپانا اور پردہ کرنا لازم ہے اور کسی حصہ کی طرف نظر کرنا بھی حلال نہیں ؛

احادیث

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ کہ اللہ تعالےٰ غیر کی عورت کو دیکھنے والے پر اور جسکو دیکھا گیا ہے اس پر لعنت کرے ؛

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر عورت کو دیکھنا مرد کے لئے ناجائز اور سبب لعنت ہے۔ اسی طرح جو عورتیں بے پردہ رہیں اور ایسا موقع دیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی نگاہیں اُن پڑیں۔ و نیز حضور نے ان پر لعنت فرمائی۔ ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطن عورت مستور اور قابل پردہ ہے۔ اور اسکا حق بھی ہے کہ وہ چھپے۔ جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اسکی طرف نظر اٹھاتا ہے۔ اس حدیث میں پردہ کا بیان اور بے پردگی کی مضرت کا اظہار ہے کہ بے پردگی کی حالت میں شیطان اسکی طرف نظر اٹھاتا ہے اور اسکو اغوا کرنے اور اسکے ذریعہ سے دوسروں کو گمراہ کرنے کا موقع پاتا ہے ؛

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باہر نکلنے والی عورت کی طرف جو لوگ نظریں ڈالتے ہیں۔ ان کو شیطان فریفتہ کیا ہو۔ بخاری اور مسلم میں حضرت شیبہ ابن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا تم اپنے آپ کو عورتوں پر داخل ہونے سے بچاؤ۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! دیور۔ جیٹھ وغیرہ یعنی ان لوگوں کے لئے کیا حکم ہے جو عورت کے شوہر کے رشتہ دار ہوں؟ حمو عربی زبان میں شوہر کے رشتہ داروں کو کہتے ہیں سوائے اسکے آباء و ابناء کے حضور نے فرمایا حمو موت ہے۔ یعنی اس سے پردہ اور پرہیز بہت زیادہ ضروری ہے۔ حضور نے مخنثوں تک کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ بخاری و مسلم میں بروایت ام المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا مروی ہے کہ حضور نے فرمایا لا یدخلن ھؤلاء علیکم یہ لوگ ہرگز تم پر داخل نہ ہوں ؛

ترمذی و ابوداود میں ام المومنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اور اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ابنِ اُمِّ مکتوم صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور

کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ نابینا تھے۔ باوجود اسکے حضور نے ان دونوں پاک بیبیوں کو حکم فرمایا کہ وہ پردہ کریں۔ حضرت اُمِ سلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ نابینا ہیں ہمیں دیکھ نہیں سکتے؟ حضور نے فرمایا افعمیا وان لستما تبصرانہ کیا تم بھی نابینا ہو۔ کیا تم انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شخص نابینا سے بھی پردہ چاہیئے۔ اور عورت بھی غیر مرد کو نہ دیکھے۔ شریعت طاہرہ میں پردہ کا کس قدر انتظام ہے۔ ابوداؤد میں حضرتِ عبداللہ ابن بسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتی باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجھہ ولکن من رکنہ الایمن او لایسی (الحدیث) حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازہ پر تشریف فرما ہوتے تو دروازہ کے سامنے رخ کر کے قیام نہ فرماتے۔ داہنے یا بائیں بازو پر قیام فرما کر السلام علیکم فرماتے۔ حضور کو خود یہ احتیاط ہے کہ کسی کے دروازہ پر تشریف بھی لے جائیں تو دروازہ سے ہٹ کر قیام فرمائیں کہ کہیں سامنے کھڑے ہونے سے نظر مبارک گھر والوں پر نہ پڑ جائے۔ باوجودیکہ آں سرورِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نظرِ انور سراپا شفقت و رحمت و کرم ہے۔ اور اس امت کے لئے آپ مثل والد کے ہیں۔ بلکہ ہر ایک رسول کو اپنی امت سے یہی نسبت ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ثم انہ قد ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم کالاب بالنسبۃ الیٰ امتہ لیکن باوجود اسکے حیا کا بادشاہ اپنی نظر پاک کو اپنی کنیزوں پر واقع ہونے سے بچائے۔ اس میں امت کو حیا اور پردہ کی کیسی ابلغ تعلیم ہے۔ اور عقلاً بھی حفظ ناموس و آبرو و حیاء حمیت کے لئے پردہ نہایت ضروری ہے۔

درمختار میں ہے وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین الرجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ مکسہ وان امن الشھوۃ جوان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے اس لئے نہیں کہ چہرہ عورت ہے بلکہ فتنہ کے خوف سے۔

ردالمحتار میں ہے والمعنیٰ تمنع من الکشف لخوف ان یری الرجال وجھھا فتقع الفتنۃ لانہ مع الکشف قد یقع النظر الیھا بشھوۃ مطلب یہ ہے کہ عورت کو چہرہ کھولنے سے بایں اندیشہ منع کیا جائے کہ مرد اس کا چہرہ دیکھیں گے تو فتنہ واقع ہوگا کیونکہ چہرہ کھلا ہونے کی حالت میں کبھی اسکی طرف شہوت سے نظر پڑتی ہے۔ ان لوگوں کی عورتوں پر افسوس جو نصاریٰ کی تقلید میں اپنی عورتوں کو بے پردہ لئے پھرتے ہیں۔ اور مجمعوں میں ہر قسم کے لوگ انکو دیکھتے اور بدنگاہیں ان پر پڑتی ہیں۔ وہ مردوں سے ہاتھ ملاتی ہیں۔ اور یہ شرع میں جوان عورتوں کے لئے کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ خواہ شہوت سے امن بھی ہو۔ جدید تعلیم یافتہ عورتیں مردوں سے بے تکلف کلام کرتی ہیں۔ بلند آواز سے بولتی ہیں۔ مجمعوں میں تقریر

کرتی ہیں۔ شعر گاتی ہیں۔ انہیں خبر نہیں کہ عورتوں کو مردوں سے بلند آواز کے ساتھ کلام کرنا جائز نہیں۔ شریعت میں عورت کی آواز یہاں تک محفوظ رکھی گئی کہ آذان دینا بھی جائز نہیں۔ اگر امام سہو کرے تو عورت کو سبحان اللہ کہنے کی بھی اجازت نہیں۔ اسے چاہیئے اپنے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مار کر آواز کرے تاکہ امام اپنے سہو پر متنبہ اور آگاہ ہو۔ ردالمختار میں نوازل سے منقول ہے نغمة المرأة عورة وتعلمها القرآن من المرأة احبّ۔ اسی میں امام ابوالعباس قرطبی سے منقول ہے ولا یجوز لهن رفع اصواتهن بحیث یسمعها الرجال ولتقطیعها لما فی ذلك من استمالة الرجال الیهن وتحریك الشهوات منهم ومن هذا لم یجز ان تؤذن المرأة۔ درالمختار میں سراجیہ سے نقل کیا ہے ولا یکلم الاجنبیة الا عجوزا عطست او سلمت فیشمتها ویرد السلام الیها والا لا یعنی غیر عورت سے کلام نہ کرے سوائے بوڑھی عورت کے جسکو چھینک آئے یا وہ سلام کرے تو اسکو یرحمك اللہ کہدے یا سلام کا جواب دیدے۔ اور اگر بوڑھی نہ ہو تو یہ بھی نہیں۔ ردالمختار میں ہے وان لم تکن عجوزا بل شابة لا یشمتها ولا یرد السلام بلسانه یعنی اگر عورت بوڑھی نہ ہو جوان ہو تو اسکی چھینک پر تشمیت بھی نہ کرے اور زبان سے اسکے سلام کا جواب بھی نہ دے۔ قاضی خان میں ہے ان کانت عجوزا رد الرجل سلامها بلسانه بصوت تسمع وان کانت شابة رد علیها فی نفسه۔ عورت بوڑھی ہو تو مرد اسکے سلام کا زبان سے ایسی آواز کے ساتھ جواب دے جسکو وہ سن لے۔ اور اگر وہ جوان ہو اور سلام کرے تو اسکے سلام کا اپنے دل میں جواب دے۔ درمختار میں ہے نان خافت الشهوة او شك امتنع نظره الی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فی زماننا فمنع من الشابة (قهستانی وغیرہ) الا النظر والمس لحاجة۔ اگر غیر عورت کے دیکھنے میں شہوت کا اندیشہ ہو۔ یا شک ہو تو اسکے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔ پس نظر کی حلت۔ عدم شہوت کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ یہ نہ ہو تو غیر عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام۔ یہ حکم تو زمانہ سلف کا ہے (جو زمانہ تقویٰ اور پاکبازی کا تھا اور نفوس ذکی تھے) لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کو منع کیا جائے۔ مگر بشرط ضرورت اسکے چہرہ کی طرف نظر جائز ہوگی۔ عدم شہوت سے مراد یہ ہے کہ شہوت نہ ہونے کا یقین ہو۔ چنانچہ علامہ شامی نے قہستانی سے نقل کیا و شرط حل النظر الیها والیه الامن بطریق الیقین من الشهوة۔ یعنی غیر مرد کے عورت کی طرف۔ اور عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کی حلت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ شہوت سے امن کا یقین ہو۔ اور شک ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ شہوت کا ہونا اور نہ ہونا کوئی یقینی نہ ہو۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں معناه استواء الامرین تاترخانیه ردالمختار میں ہے قال فی التاتارخانیه وفی شرح الکرخی النظر الی وجه الاجنبیة الحرة لیس بحرام ولکنه یکره ویکره بغیر حاجة اه وظاهره الکراهة ولو بلا شهوة۔ یعنی تاتارخانیہ اور شرح کرخی نے کہا ہے کہ غیر عورت

کے چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام نہیں لیکن بے ضرورت مکروہ ہے۔ ظاہر مطلب یہ ہے کہ غیر عورت کے چہرہ کو بے شہوت دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ یعنی اگر شہوت نہ ہونے کا یقین ہو جب بھی بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور شہوت سے دیکھنا تو حرام ہے۔ درمختار میں ہے والا فحرام۔ شامی میں ہے ان کان عن شھوۃ حرام یہ حکم کہ غیر عورت کے چہرہ کو بے ضرورت دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے۔ اس کی نسبت صاحب درمختار نے فرمایا کہ یہ حکم سلف صالحین کے زمانہ کا ہے، جو عہد تقویٰ اور دینداری کا تھا اور ہمارے زمانہ میں جوان عورت کو بے ضرورت دیکھنا بغیر شہوت کے بھی حلال نہیں باب مسئلہ بعون اللہ تعالےٰ واضح ہو چکا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ پیر اگر عورت کا محرم نہیں ہے اجنبی اور غیر شخص ہے۔ تو اس سے بھی پردہ لازم ہے۔ اور اگر وہ پردہ نہیں کرتا تو گنا ہگار ہے۔ اور عورتوں کو اسکے سامنے آنا جائز نہیں۔ البتہ اگر پیر صاحب صلاح و تقویٰ اور شیخ فانی ہو جوانی کی امنگیں مر چکی ہوں اور قوائے شہوانیہ میں حرکت نہ رہی ہو تو عورتیں اسکے سامنے اعضاء کو چھپا کر محرم کی طرح سے آسکتی ہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اور ردالمحتار میں ہے ولھا ان تضاحک الشیوخ فی شفاء من الکرمینی العجوز شھوتھا والشیخ الذی لا یجامع مثلہ بمنزلۃ المحارم

زید کا قول کہ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں؟ نہایت قبیح اور سخت شنیع ہے۔ اس سے اصحاب زہد و ورع پر بے ایمانی کا الزام دیا جاتا ہے۔ اور بے ایمان کافر ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ زید اپنے اس نالائق کلمہ سے توبہ کرے ؛

ہر ایک پیر جو جوان ہو۔ خواہ صالح متقی ہو اسکو مریدہ سے پردہ لازم ہے۔ پیری کچھ شرع کے احکام سے مستثنیٰ نہیں کر دیتی۔ البتہ وہ بوڑھا جس میں شہوانی جذبات نہ رہے۔ اور نفسانی امنگوں سے خالی ہو گیا۔ اگر وہ صالح ہو تو عورتیں اس طرح اس کے سامنے آسکتی ہیں جسطرح اپنے محرم کے سامنے۔ خواہ پیر ہو یا نہ ہو ؛

مسئلہ بعون اللہ تعالےٰ نہایت وضاحت کے ساتھ مدلل طریقہ پر عرض کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ اسکو اپنے بندوں کے لئے ذریعہ ہدایت فرمائے۔ اور ہمیں سب کو اپنی راہ رضا پر چلائے۔ آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین محمد رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین اجمعین ؛

فتویٰ ۱

سوال :- (۱) آیاتِ ذیل کی مطابقت باہمی بدلائل قرآنی سورہ سبا کی آیت (۲۹) مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا سے فرما دیجئے کیونکہ قرآن شریف اور آنحضرت (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) تمام دنیا کے انسانوں اور قوموں کی ہدایت کے واسطے نازل ہوئے ہیں۔ تو آیات ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی گئی ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ کی رسالت انبیاء علیہم السلام کی قوم پر نہ تھی :- لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

یَهْتَدُوْنَ ۝ (سورۃ سجدہ ۲ آیت ۴) لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (سورۃ یٰسین ایت ۶)؟

(۲) نماز میں جو درود شریف پڑھے جاتے ہیں ان میں کونسی ایسی برکت ورحمت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل میں موجود تھی اور آنحضرت (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) اور آپ کی آل کے واسطے ابتدائے اسلام سے اب تک برابر مانگ رہے ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی بظاہر اس سے افضلیت میں نقص پایا جاتا ہے؟

(۳) نبی۔ رسول کی جامع تعریف اور ان کا فرق بتائیے؟

(۴) دیگر انبیاء علیہما السلام کی امتوں پر بروئے قرآن شریف کیا کیا فضیلت وانعاماتِ خاص امتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔؟

الجواب بعون الکریم الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(۱) آیات مذکورہ میں اصلاً اختلاف نہیں۔ نہ آیتِ سورۂ سجدہ یا سورۂ یٰسین سے کسی قسم کا کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ ثبوت شے نفی ماعدا کی دلیل نہیں ہوتا۔ تو کسی قوم کے لئے آپ کا نذیر ہونا دوسری اقوام کے نذیر ہونے کا انکار نہیں۔ اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ یہ حکیم ہیں۔ تو اسکے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ وہ رئیس نہیں ہیں۔ ورنہ خصوصیت کے ساتھ حکیم ہونے کا ذکر کیوں کیا جاتا۔ یا کسی شخص کو کہا جائے کہ آپ اس گاؤں کے زمیں دار ہیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کسی گاؤں کے زمیندار نہیں۔ یا کسی استاد سے کہا جائے کہ یہ لڑکا آپ کی شاگردگی میں اس لئے دیا گیا کہ آپ اسکے اخلاق کی درستی کریں۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ آپ اسکے سوا اور کسی لڑکے کے استاد ہی نہیں۔ ایسا سمجھنا سراسر جہل ونادانی ہے ؛

قرآن پاک کی آیات خود دلالت کرتی ہیں کہ بعض مقامات پر حسب موقع بعض افراد کا ذکر کرنا نافی ومنافی عموم نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اللہ تعالےٰ ہر شے کا خالق ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ اللہ تعالےٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دونوں آیتوں میں تخالف ہے۔ اور دوسری آیت سے شبہ ہوتا ہے کہ انسان اور اسکے عمل کے سوا کائنات میں سے اور کسی چیز کا اللہ تعالےٰ خالق نہیں ہے۔ معاذ اللہ۔ ایک آیت میں ارشاد ہوا یٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمکو پیدا کیا۔ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اے لوگو تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمکو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اس سے اسکی زوجہ کو پیدا کیا۔ کیا کوئی نادان کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں سے شبہ ہوتا ہے اللہ تعالےٰ صرف انسانوں ہی کا خالق ہے اور کسی

چیز کا نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔ اگر صرف ایک قوم کے لئے نذیر ہونے کا ذکر کیا جاتا تو بھی وہ دوسری قوم کے حق میں نذیر نہ ہونے کی دلیل نہ ہو سکتا۔ چہ جائیکہ سورۂ سبا کی آیت میں ارسالِ عام کا صاف وصریح ذکر موجود ہے۔ پھر شبہ کا کیا محل۔ علاوہ بریں اور بہت سی آیات اس مدعا کی مثبت ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ؛ وَلِتَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا وغیرہا من الآیات ۔

ثانیاً سائل کا یہ قول کہ آیات ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی گئی۔ یہ سوال ایک غلط دعوے پر مشتمل ہے۔ ان آیات میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں کی گئی کہ حضور صرف اسی قوم کے لئے۔ یا خاص اسی قوم کے لئے نذیر بنائے گئے۔ اس معنے پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ آیات میں نہیں۔ یہ قرآنِ پاک پر افترا ء ہے۔ اس میں یہ نہیں فرمایا گیا لِتُنْذِرَ الْاَقْوَمًا مَّآ اَتٰهُمْ جس سے خصوصیت سمجھی جائے۔ ذکر خاص تخصیص عام نہیں ہوتا۔ اگر زید کو کہا جائے کہ وہ بکر کا باپ ہے تو اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ ۔کا باپ نہیں۔ خاص ایک بیٹے کا ذکر کرنا زید کے باپ ہونے کی اسی کے ساتھ تخصیص نہیں کرتا ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ زید بکر ہی کا۔ یا صرف بکر کا باپ ہے۔ تو تخصیص ہوتی۔ آیت میں ایسا کہاں ہے ؛

ثالثاً آیات سورۂ سجدہ و سورۂ یٰسین میں قوم خاص مراد ہونے پر معترض کے پاس کونسی دلیل قطعی ہے۔ حاشیہ تفسیر جلالین۔ جُمل میں قَوْمًا کی تفسیر میں فرمایا ای العرب وغیرھم۔ اس تفسیر پر سارے ہی عرب وعجم مراد ہیں۔ تو خصوص بھی ندارد۔ چہ جائیکہ تخصیصِ ارسال ؛

۲ :۔ سوال نہایت بیہودہ ہے اور عقل وعلم سے بہت ہی دور ہے۔ اوّل تو مشتبہ بہ میں حقیقۃً وجہ شبہ کی کثرت ونوت ضرور نہیں۔ شہرت کافی ہے کما لایخفیٰ اھل العلم اعتراض تو یہیں ختم ہوگیا۔ لیکن اسکو سمجھے تو وہ جسکو علم سے کچھ واسطہ ہو۔ عام آدمی بھی اپنے محاورات میں اتنا سمجھتے ہیں کہ جب ایک کریم بادشاہ داد ودہش پر آئے اور اپنے غلاموں اور حاشیہ برداروں کو انعام دے۔ اسوقت اعیانِ دولت۔ اور وزرائے سلطنت عرض کریں۔ جیسا ان غلاموں پر کرم ہوا ہے ہم نیازمندوں پر بھی نظرِ توجہ ہو۔ تو اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ پانچ پانچ روپے کے ملازموں کو دس دس روپے انعام دیا گیا ہے۔ تو ان کی مثال پیش کر کے ہم بھی نظرِ عنایت کے امیدوار ہیں۔ ہمیں سات آٹھ روپے یا غایت یہ کہ ان کے برابر دس دس روپئے انعام دے دیا جائے۔ ایسا کوئی انتہا درجہ کا بد عقل سمجھے تو سمجھ سکتا ہے۔ ورنہ جسے اللہ تعالےٰ نے عقل دی ہے وہ تو یہی سمجھے گا جس طرح ان کے لئے جیسا انعام شایاں تھا وہ انہیں دیا۔ ایسے ہی ہمارے لئے تیرے کرم سے جو شایاں ہو وہ ہمیں عنایت فرما۔ تو اب فضیلت میں وہ حاشیہ بردار فائق ہونگے یا وزراء واعیان سلطنت۔ اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں آجاتی تو معترض ایسا بھدا بھونڈا لایعنی اعتراض نہ کرتا۔ دوئم: یہ بات کسقدر بعید از عقل ہے جو وہ کہتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے سارے مسلمان مانگ رہے

ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی۔ اسی سے اسکو حضور پرنور سید الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی عظمت شان معلوم ہو جاتی۔ اگر وہ عقل رکھتا۔ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ درود شریف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور آپکی آل کے حق میں دعائے رحمت وبرکت ہے۔ اور قرآن پاک میں پروردگار عالم نے اسکا حکم فرمایا۔ تو اگر پروردگار عالم کو اس دعا کا قبول کرنا منظور نہ ہوتا تو وہ مسلمانوں کو کیوں حکم فرماتا اور اسطرح رغبت دلاتا کہ ہم بھی اس محبوب اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پر صلوٰۃ نازل فرماتے ہیں ہمارے ملائکہ بھی درود بھیجتے ہیں تم بھی درود وسلام بھیجو تو ظاہر ہے کہ یہ سب دعائیں مقبول اور شرع میں مطلوب اور ان سے اظہار شان سیدکون ومکاں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا منظور اور مسلمانوں کو اس محبوب اکرم کی محبت اور درود ودعا گوئی کی برکتوں سے فیضیاب فرمانا مدنظر۔ تو اب جتنے مسلمان درود بھیجتے ہیں اور حضور کے حق میں رحمت وبرکت کی دعائیں کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ وہ سب مقبول اور مرضی الٰہی کے مطابق۔ اور ہر مسلمان درود میں دعا یوں کرتا ہے کہ اے پروردگار حضور پرنور سید الانبیاء ومحبوب کبریا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور ان کی آل پاک پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما جیسی تو نے سیدنا حضرت ابراہیم اور انکی آل پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائیں۔ تو اگر کوتاہ نظر معترض کے طور پر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ ہر مسلمان حضور اور ان کی آل کے لئے اتنی ہی رحمت وبرکت مانگتا ہے جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو ملی۔ اور ہر دعا مقبول ہے۔ تو حضور کو ہر ہر مسلمان کی ہر ہر دعا پر رحمتیں اور برکتیں ملتی ہیں جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو ملیں اور قیامت تک بیشمار مسلمان یہ دعائیں مانگتے رہیں گے۔ اور پھر ایک ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ ہر مسلمان عمر بھر اپنے تمام فرائض ونوافل وغیرہ میں یہ دعائیں مانگتا رہتا ہے۔ تو اب حضور کی رحمت وبرکت کی کیا نیابت ہوئی؟ کریم کارساز کا مقصود یہی ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو جتنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائی گئیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر غلام ان کا ذکر کر کے حضور کے لئے ان سے اعلیٰ نعمتیں اور برکتیں مانگا کرے۔ اور ان کی ہر دعا مقبول ہو۔ اور حضور کو ہر دعا کے ساتھ حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم سے زیادہ نعمتیں اور برکتیں دیجائیں۔ اور ان کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ اس فضیلت کی کچھ نہایت ہے کم عقلی پر افسوس! جو اسکو نقصان سمجھ گیا ؎

(۳) نبی وہ آزاد مرد ہیں جن کے پاس اللہ تعالےٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو رسول بشر ہی میں منحصر نہیں۔ ملائکہ سے بھی ہوتے ہیں ؎

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی امت کو دوسری امتوں پر بیشمار فضیلتیں حاصل ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس امت کو امت وسط فرمایا۔ دوسری امتوں کے حق میں ان کو شاید کیا انکی قسمتوں کا فیصلہ ان کی شہادت پر رکھا۔ اور سب کا اجمال یہ خود اللہ تعالےٰ نے اس امت مبارک کی مدح کی اور اسکو خیر امت فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ

اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ دوسری آیت میں ارشاد ہوا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم

سوال:۔ ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کا ایک مضمون رسالہ پیشوا جلد ۵ نمبر ۵ میں چھپا ہے۔ رسالہ بھی ملاحظہ کے لئے حاضر ہے۔ اس مضمون میں صاحب موصوف نے مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور جوتہ پہنے ہوئے ہی نماز پڑھنے پر بہت زور دیا ہے۔ اور اس امر کو جائز و مستحب ہی کے درجہ تک نہیں رکھا بلکہ واجب قرار دیا ہے۔ اور ایسا نہ کرنے والوں پر ترکِ واجب کا الزام لگایا ہے۔ اور انہیں ضعیف الایمان ٹھہرایا ہے۔ اپنی تائید میں کچھ احادیث بھی پیش کی ہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں تاکہ مسلمانوں کو حکم شرع معلوم ہو۔ اور گمراہی سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں اجر عطا کرے۔ آمین والسلام خاکسار محمد ظہور اختر ؎

الجواب:۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ میں نے رسالہ پیشوا میں حسن نظامی صاحب کا جوتیوں والا مسئلہ دیکھا۔ اس مسئلہ میں انہوں نے بہت حد سے تجاوز کیا ہے اور مسجد میں جوتیاں پہن کر نماز پڑھنے کو جائز ہی نہیں بلکہ واجب تک قرار دیا ہے اور جو شخص برہنہ پا نماز کو بہتر سمجھے اسکے ایمان میں شبہ کیا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ عجب خود پسندی کی انتہا ہوگئی ؎

مسلمانوں میں تفرقہ اندازی:۔ تمام عالم کے مسلمان مساجد میں جوتہ اتار کر داخل ہونے کے پابند ہیں اور اسکو مسجد کا احترام سمجھتے ہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی تفصیل و تشریح کے جوتہ پہن کر مسجد میں داخل ہونا جائز یا افضل و اولیٰ بھی ہو۔ تو اتنے امر کے لئے مسلمانان عالم کے ایک متحد طریق عمل میں تغیر کرنا اور ان میں ایک نئے تفرقہ کی بنیاد ڈالنا سخت ممنوع ہوگا۔ آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے انتشار کو دور کیا جائے۔ اور جس حد تک ممکن ہو سکے اور کوئی محذور شرعی لازم نہ آئے۔ ان میں ارتباط و اتحاد پیدا کرنے کے لئے کامل جد و جہد کی جائے۔ بجائے اسکے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی باتیں نکالنا جس سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو۔ اور ان کے صدیوں کے معمول اور ان کے اکابر علماء و مشائخ۔ اولیاء و آئمہ اور بزرگ انہوں نے دیکھے ہیں ان سب معمول کے خلاف انہیں مجبور کرنا یقیناً ایک فساد عظیم کی بنیاد ہے اور مسلمانوں میں ایک نئی جنگ چھڑ جانے اور تفرقہ پیدا ہونے کی تحریک ہے جو درحقیقت مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور حکم اسلام کی مخالفت ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ۔ حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا۔ مگر حسن نظامی صاحب کو

اسکی مطلق پرواہ نہ ہوئی اور انہوں نے ذرا لحاظ نہ کیا کہ اس تحریک کا کیا اثر ہوگا۔ مسلمانوں میں کیسا فساد عظیم برپا ہوگا۔ اس نازک حالت میں ان کی قوت کو کیسا صدمہ پہنچے گا۔ اگر مطلقاً جوتے پہن کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا جائز بھی ہوتا تاہم اس میں اختلاف پیدا ہونے کے اندیشہ سے اسکی تحریک سے باز رہنا شرعاً ضروری تھا۔ ایک ایسے امر میں جو زیادہ سے زیادہ مباح ہو سکتا ہو آپ کو یہ اہتمام ہے۔ اسقدر تاکید ہے۔ مسلمانوں میں تفرقہ پڑنے کی پرواہ نہیں ہے لیکن کتنے منہیات ممنوعات محرمات بلکہ ضلالات ہیں جن کی طرف آپ کو التفات نہیں۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ سواء السبیل۔ اب میں مسئلہ کے متعلق ایک مختصر گزارش کروں ؎

مساجد خیر بقاع ہیں:۔ زمین کے تمام خطوں اور قطعوں میں مساجد بہترین بقاع ہیں۔ ہر مسلمان انکو غایت احترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور دینِ اسلام نے یہی تعلیم دی ہے۔ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے احب البلاد الی اللہ مساجدھا۔ اللہ تعالیٰ کو بلاد میں سب سے پیاری مسجدیں ہیں شریعت مطہرہ نے مسجدوں کے احترام کا حکم دیا ہے۔ اور ان کے آداب مقرر فرمائے ہیں۔ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے۔ مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنے تک سے روکا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے من اکل ھذہ الشجرۃ الملنۃ فلا یقربن مسجدنا۔ جو اس بدبودار درخت (پیاز) کو کھائے ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ بیہقی کی حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یأتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ ان کی مسجدوں میں انکی گفتگو امرِ دنیا میں ہوگی۔ ان کے ساتھ مجالست نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی پرواہ نہیں۔ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں فرمایا الکلام المباح فی المسجد مکروہ تأکل الحسنات۔ یعنی جو کلام فی نفسہ مباح ہے وہ بھی مسجد میں مکروہ ہے نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ کلامِ دنیا سے مسجدوں کو یہاں تک بچایا ہے کہ معاملات بیع و شراء کی بھی اجازت نہیں۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اذا رأیتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا ارجح اللہ تجارتک۔ یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہے تو کہدو کہ خدا تیری تجارت کو مفید نہ کرے۔ بلکہ گمشدہ چیز کو تلاش کرنے کے لئے بھی مسجد میں آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حدیث مذکورہ بالا میں یہ بھی ارشاد ہوا اذا رأیتم من یلتمس ضالۃ فقولوا لا ارد اللہ علیک یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں گمشدہ چیز کو بآواز بلند تلاش کرتا ہے تو کہدو خدا تجھے واپس نہ دلائے۔ بخاری شریف میں حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ طائف کے دو شخص مسجد میں بلند آواز سے بولتے تھے۔ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بلا کر فرمایا

لو کنتما من اهل المدینة لاوجعکما تر فعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اگر تم مدینہ شریف کے ساکن ہوتے تو میں تمہیں مارتا۔ مسجد رسول اللہ میں آوازیں بلند کرتے ہو۔ ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ شریعت طاہرہ نے مسجد کے احترام کی کسقدر تاکید فرمائی۔ بدبو دار چیز کھاکر مسجد میں آنا۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا۔ گمی ہوئی چیز کو بآواز بلند تلاش کرنا۔ بلند آواز سے بولنا۔ خرید و فروخت کا معاملہ کرنا سب ممنوع فرمادیا۔ مسجد کی صفائی۔ پاکیزگی و تطییب کا حکم دیا۔ ابوداؤد و ترمذی۔ ابن ماجہ میں حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدوران ینظف ویطیب۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجد بنانے اور اسکو خوب پاک وصاف اور مطیب رکھنے کا حکم دیا۔ کیا یہی پاکی اور صفائی ہے کہ ہر کس وناکس کو مسجد میں جوتے پہنے پھرنے کا اذن عام دیدیا جائے؟ اور گرد و کوڑے سے فرشِ مسجد جو اہل اسلام کا سجدہ گاہ ہے آلودہ اور گندہ رہے۔ سیکڑوں بے احتیاط چلنے والے بازاروں کی سنی سنائی نجاست آلودہ جوتیاں پہن کر چلیں۔ فرش مسجد اس سے ملوث ہو۔ اُسی فرش پر پرستارانِ حق پیشانیاں رگڑیں۔ سجدے کریں۔ کیا یہی مسجد کی پاکیزگی و تنظیف ہے؟ خواجہ صاحب کے فرش و بستر پر اگر کوئی جوتہ پہن کر پاؤں رکھے تو شاید انہیں ناگوار ہو۔ مگر مسجد کے لئے گوارا ہے۔ حیف! اور اگر خواجہ صاحب نے انگریزوں کا سا مزاج پیدا کرلیا ہو اور انکو جوتے و ٹوپی میں فرق و امتیاز باقی نہ رہا ہو۔ جسطرح وہ جوتے پر ٹوپ۔ اور ٹوپ پر جوتا بے تکلف رکھ لیا کرتے ہیں۔ آپ کو بھی گوارا ہو۔ تو آپ کے ذوق سلیم سے سوال کرنا بیکار ؛

صحابۂ کرام کی مثالیں دینا بیکار ہے۔ آج اُنکی طرح طہارت و نظافت کا لحاظ کس کو ہے۔ کون احتیاط رکھتا ہے کہ اسکا قدم ناپاک جگہ پر نہ رکھا جائے۔ اور اسکا جوتہ نجاست پر نہ پڑے۔ صحابۂ کرام کی دینداری اور ان کی طہارت سے دوسروں کو کیا نسبت ان کی پاپوش مبارک جیسی پاک وصاف رہتی تھیں۔ آج لوگوں کو اپنے لباس کے لئے وہ پاکیزگی میسر نہیں۔ خواجہ صاحب نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی جو حدیث نقل کی جس میں ذکر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعلین شریفین کو نماز میں پائے اقدس سے اتارا۔ تو صحابہ نے اپنی پاپوشیں اتارلیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہوکر صحابہ سے پاپوش اتارنے کا سبب دریافت فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے حضور کو دیکھ کر ایسا کیا۔ ارشاد فرمایا کہ جبریل نے ہمیں آکر خبر دی کہ نعلین شریفین میں کچھ لگا ہے (اس لئے ہم نے نعلین مبارک کو اتارا) تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے۔ چاہیئے کہ اپنی پاپوشوں کو دیکھ لیا کرے۔ اگر ان میں کچھ لگا ہو تو ان کو رگڑ ڈالے ؛

اس حدیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نعلِ پاک میں جو چیز لگی تھی وہ نجاست تو نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی۔ کیونکہ نجاست ہوتی تو نماز کا اعادہ فرمایا جاتا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آدھی نماز نجس نعلین سے پڑھ لی جائے۔ علاوہ بریں

نجاست کی صورت میں چونکہ نماز ہی درست نہ تھی اس لئے حضرت جبریل علیہ السلام نماز سے قبل حاضر ہوکر اطلاع کرتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے جو چیز لگی تھی وہ نجاست نہ تھی۔ لیکن گرد کوڑے کا رہنا بھی حبیب کی نعلِ شریف میں رحمتِ الٰہی نے گوارا نہ فرمایا۔ اور یہ بھی آپ کے منصبِ عالی کے لائق قرار نہ دیا گیا چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں :۔ وقذر بفتح قاف وذالِ معجمہ آنچہ مکروہ پندارد و آنرا طبع وظاہر انجاستی نبود کہ نماز بآں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آنرا ناخوش دارد والا نماز از سر میگرفت کہ بعضے از نماز بآں گزاردہ بود خبر دادن جبریل و برآوردن از پا بجہت کمالِ تنظیف و تطہیر بود کہ لائق بحالِ شریف وے بود۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعل شریف کی طہارت کا تو یہ عالم ہے کہ اسکو اگر کوئی ایسی پاک چیز بھی لگ جائے جسکو طبع سلیم ناپسند رکھے۔ تو نماز میں جبریل حاضر ہوکر عرض کریں ایسی نعلِ پاک سے کسی کے جبہ و دستار کو بھی کچھ نسبت نہیں۔ اس پر آجکل کے بے احتیاط لوگوں کے جوتوں کو قیاس کرنا سراسر خطا ہے۔ پھر یہ ادعا بھی غلط و باطل ہے کہ حضور کی عادت کریمہ ہی یہ تھی کہ پاپوش مبارک پہن کر نماز پڑھیں اور ہمیشہ ایسا ہی کیا جاتا تھا اور صحابہ بھی سب اسکے عامل تھے ؛

ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لا یکون علی یسارہ احد و لیضعھما بین رجلیہ، یعنی حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو جوتا اپنے داہنے طرف نہ رکھے اور نہ بائیں طرف رکھے کیونکہ وہ دوسرے شخص کے داہنے ہو جائیگا مگر جس حالت میں کہ اسکے بائیں طرف کوئی نہ ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ جوتا اپنے پاؤں کے درمیان رکھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ زمانۂ اقدس میں جوتا پہن کر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا۔ جب تو جوتا رکھنے کی جگہ بتائی گئی۔ اسی ابوداؤد شریف میں دوسری روایت حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی حافیاً ومتنعلاً میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پابرہنہ نماز پڑھتے بھی دیکھا اور پاپوش مبارک پہنے بھی۔ اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ پاپوش مبارک پہن کر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا۔ خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بغیر پاپوش مبارک کے نماز پڑھتے اور صحابہ کرام بھی۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے جوتا پہن کر نماز پڑھنا واجب بتایا ہے۔ تو کیا ان کے نزدیک معاذ اللہ صحابہ اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم واجب ترک کرتے تھے ؟ اور خواجہ صاحب نے تو نماز میں جوتا نہ پہننے والے کے ایمان تک میں شبہ کیا ہے۔ کسقدر نابینائی اور جہالت ہے۔ اور یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے۔ حق و انصاف کا کچھ بھی لحاظ ہو تو فوراً توبہ کریں اور توبہ کا اعلان شائع کریں کہ توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ ؛

مسجد کی صفائی اور تنظیف کے جو احکام اوپر احادیث سے بیان کئے گئے ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف ناپاک چیز سے ہی مسجد کو بچایا جائے۔ مگر جو چیز پاک ہو مگر طبع سلیم اس سے گھن کرتی ہو۔ اور اسکو ناپسند رکھتی ہو۔ اس سے بھی مسجد کو بچانا داخل تنظیف ہے۔ ورنہ تھوک اور رینٹھ سے خواجہ صاحب کی مسجد خوب گندہ ہوتی رہے۔ اور خواجہ صاحب کہتے رہیں کہ یہ چیزیں ناپاک نہیں ہیں۔ مگر خواجہ صاحب کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ خود حدیث شریف میں اسکی تشریح فرما دی گئی۔ بخاری ومسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی البزاق فی المسجد خطیئۃ۔ یعنی تھوکنا مسجد میں گناہ ہے۔ باوجودیکہ تھوک نجس نہیں۔ طبیعت سلیمہ اس سے کراہت کرتی ہے۔ تو جوتا جب بازاروں۔ سڑکوں میں ہر طرح کے راستوں میں استعمال کیا جائے تو اسکی پاکی کا احتمال ضعیف ہے۔ اور غالب ہے کہ ضرور اس میں نجاستوں کا نفوذ ہوا۔ اور فرض کرو ایک شخص نے نہایت احتیاط کی۔ کبھی نجاست پر اسکا قدم نہ پڑا تب بھی ایسی چیزیں جوتے میں لگ جانا بہت غالب ہے۔ اور اس سے مسجد کی تلویث کا قوی اندیشہ ہے۔ اس لئے جوتے کو مسجد میں لے جانا درست نہ ہوا۔ جیسا کہ بچوں کا مسجد میں لے جانا اندیشۂ تلویث وتنجیس درست نہیں۔ درمختار میں ہے ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسھم والافیکرہ: اور حدیث میں وارد ہوا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم۔ زمانۂ اقدس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کی جیسی احتیاط کسی کا کیا منہ ہے کر سکے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاپوش اقدس میں کوئی پاک چیز بھی لگ جائے جو طبع سلیم کو پسند نہ ہو تو وحی آئے۔ وہاں اطمینان ہے کہ وہ نعل اقدس ایسی پاک چیزوں سے بھی آلودہ نہیں۔ جن سے طبع سلیم متنفر ہو۔ تو اس نعلین پاک کا مسجد میں جانا یقیناً موجب تلویث مسجد نہیں۔ علاوہ بریں اس زمانہ میں مسجد شریف میں پختہ فرش نہ تھا جس کی تلویث کا اندیشہ ہوتا اسکے ماسوا جن احادیث میں جوتا پہن کر نماز پڑھنے کی نسبت ارشاد ہوا ان میں اس کی علت کفار (یہود کی مخالفت بتائی گئی۔ اور آج کفار (نصاریٰ وغیرہ) کا عام دستور ہے کہ وہ جوتا نہیں اتارتے۔ جیسا کہ خود خواجہ صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ تو ان کی مخالفت جوتا اتار کر مسجد میں جانے کی علت ہے۔ مقصود شارع علیہ السلام کی مخالفت کفار ہے۔ اور اب وہ جوتا اتارنے میں حاصل ہے۔ تو پہننے کا حکم اور اس پر تاکید خلاف منشائے شارع علیہ السلام ہے۔ یہ تمام باتیں کتابوں میں تھیں۔ اور خود خواجہ صاحب نے جس رد المحتار کی عبارت نقل کی اس میں موجود تھیں۔ مگر ان پر نظر نہ ڈالنا اور اس عبارت کو چھوڑنا حق وانصاف کا خون ہے۔ ملاحظہ فرمائیے رد المحتار کی عبارت (وصلوتہ فیھما) ای فی النعل والخف الطاھرین افضل مخالفۃ لیھود وتاثر خانیہ وفی الحدیث صلوا فی نعالکم ولا تشبھوا بالیھود رواہ الطبرانی کما فی الجامع الصغیر رامزا لصحتہ واخذ منہ جمع من الحنابلۃ انہ سنۃ ولو کان یمشی بھا فی الشوارع لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحبتہ کانوا یمشون بھا فی طرف المدینۃ ثم یصلون بھا قلت لکن اذا خشی

تلویث فرش المسجد بها ینبغی عدمه وان کانت طاهرة واما المسجد النبوی فقد کان مفروشا بالحصا فی زمنه صلی اللہ علیہ وسلم بخلافه فی زماننا ولعل ذلک محمل ما فی عمدة المفتی من ان دخول المسجد متنعلا من سوء الادب تامل۔ یعنی بنظرِ مخالفتِ یہود پاک جوتوں اور موزوں کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جوتوں سمیت نماز پڑھو اور یہود کے ساتھ تشبیہ نہ کرو۔ اس حدیث سے ایک جماعتِ حنابلہ نے اخذ کیا کہ یہ سنت ہے خواہ ان جوتوں کو پہن کر رستوں میں چلتا ہو۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مدینہ طیبہ کے رستوں میں پاپوش مبارک پہن کر چلتے پھر ان کے ساتھ نماز پڑھ لیتے۔ علامہ فرماتے ہیں لیکن جب مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہو تو چاہیئے جوتا پہن کر مسجد میں نہ جائے۔ خواہ وہ جوتا پاک ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن مسجد نبوی میں زمانۂ اقدس میں سنگریزے بچھے تھے (پختہ فرش نہ تھا) بخلاف ہمارے زمانہ کے اور شاید یہی محل ہوا اسکا جو "عمدۃ المفتی" میں ہے کہ مسجد میں جوتے پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے ؛

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کی فضیلت قصد مخالفتِ کفار کے ساتھ مختص ہے۔ اور جب کفار جوتے کے پابند ہو گئے۔ تو اب مخالفت جوتا پہن کر نماز پڑھنے میں نہ رہی بلکہ جوتا اتارنے میں ہوئی لہٰذا اسی عِلت سے اب جوتا اتارنا ثابت ہوا۔ دوم یہ کہ مخالفت کفار کے قصد سے بھی وہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے جو پاک ہو۔ اور اس سے اندیشۂ تلویثِ مسجد نہ ہو۔ اور یہ بات آج حاصل نہیں۔ ہمارے جوتوں سے مسجد کی تنجیس و تلویث کا کافی اندیشہ اور ظن غالب ہے۔ لہٰذا ان جوتوں کو پہن کر مسجد میں جانا ہرگز درست نہیں۔ رہا خواجہ صاحب کا یہ فرمانا کہ جوتا رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہ مطلق صحیح نہیں۔ کیونکہ نجاست غیر ذی جرم سے بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتا نہ کسی حدیث سے آپ ایسا ثابت کر سکتے ہیں۔ بلکہ جو حدیثیں آپ نے لکھی ہیں ان کی شرح دیکھئے۔ شرح مشکوٰۃ میں ہے اما النجاسة مثل البول ونحوه یصیب الثوب او بعض الجسد فان ذلک لا یطهر الا الغسل اجماعا کذا ذکره الطیبی یعنی پیشاب اور اسکی مثل نجاست کپڑے یا جسم کو لگ جائے تو وہ بالاجماع بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں اما در غیر ذی جرم مثل بول وخمر غسل واجب است در مختار میں ہے وان لا جرم لها کبول فیغسل یعنی اگر پیشاب کی طرح نجاست غیر ذی جرم ہو تو دھونا لازم ہے۔ شامی میں ہے فیغسل ای الخلف قال فی الذخیرة والمختار ان یغسل ثلاث مرات ویترک فی کل مرة حتی ینقطع التقاطر ویذهب الندوة ولا یشترط الیبس۔ یعنی ذخیرہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ تین مرتبہ دھویا جائے اور ہر مرتبہ اتنا توقف کیا جائے کہ تقاطر موقوف ہو اور تری جاتی رہے۔ بالکل خشک ہونا شرط نہیں۔ خواجہ صاحب کا یہ خیال کہ نجاست غیر ذی جرم رگڑنے سے پاک

ہوجاتی ہے۔ بالکل غلط اور اجماع وکتب دینیہ کی تصریحات کے خلاف ہے۔ اور نجاستِ تجسدہ کو نجاست غیر ذی جرم سمجھ جانا علم کی کمی۔ اور باوجود اسقدر بے ادراکی مسائل دینیہ میں قلم اٹھانا کمال جرأت ولاحول ولاقوۃ۔ رہی یہ بات کہ حدیث شریف میں جوتے کا رگڑنے سے پاک ہونا جو بیان کیا ہے اس سے کونسی نجاست سے پاک ہونا مراد ہے؟ یہ حدیث کی شرح سے معلوم کیجئے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے مراد نجاست خشک است کہ چیزے ازاں تعلق گرفتہ است بنعل باخف پس دلک کردآں را بارض۔ یعنی حدیث میں خشک نجاست مراد ہے کہ اگر وہ جوتے یا موزے کو لگ جائے تو زمین سے رگڑنے سے پاک ہوجائے گا۔ اور یہ بات قرین عقل بھی ہے کہ خشک نجاست اگر جوتے کو لگ گئی تو رگڑنے سے چھوٹ جائے گی جوتا پاک ہوجائیگا کیونکہ نجاست کے اجزاء جوتے کے جرم میں نفوذ تو کر ہی نہیں گئے تھے۔ لیکن تر نجاست کے اجزاء تو جوتے کے جرم میں نفوذ کر جاتے ہیں۔ وہ صرف رگڑنے سے کیسے پاک ہوجائیگا۔ اور یہ بات عجب لطف کی ہے کہ مسجد کے دروازے پر لوہے کی جالیاں رکھی جائیں ہر آنے والا پہلے ان سے اپنے جوتے خوب رگڑ لیا کرے۔ جب خواجہ صاحب کے نزدیک جوتا اتنا پیارا ہوتا ہے کہ حالتِ نماز میں دل کے اندر گھسا چلا آتا ہے (یہ انہی کے الفاظ ہیں) تو اس جوتے کو روزانہ کم از کم پانچ مرتبہ رگڑ کر چار روز میں توڑ دینا کون گوارا کرے گا؟ یہ قید لگا دیجئے تو جوتے کی محبت والے مسجد میں آنا ہی چھوڑ دیں گے اور نماز کے لئے یہ نقصان گوارا نہ کریں گے کہ چھ ماہ چلنے والا جوتا ہفتہ بھر میں نکما ہوجائے۔ یا دلی کے جوتے والوں کی تجارت کی اعانت مقصود ہے ؛

الحاصل جب معلوم ہے کہ عام طور پر جوتوں میں رات دن ہر طرح کی نجاست لگتی رہتی ہے اور صحابہ کی سی احتیاط آج میسر نہیں۔ تو مسجد کی تطہیر وتنظیف کے لئے ضروری ہے کہ فرش مسجد کو جوتوں سے بچایا جائے۔ اور جوتا پہن کر مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہو جیسا کہ اوپر نقل کی ہوئی عبارتِ کتب معتبرہ سے ثابت ہوچکا ؛

علامہ ابن عابدین نے اس کی بہت صاف تصریح فرمادی کہ اگر جوتا بالکل پاک ہو کسی قسم کی نجاست اسکو نہ لگی ہو کہ اس سے مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہو جب بھی اسکو پہن کر مسجد میں نہ آنا چاہیئے۔ مگر خواجہ صاحب نے یہ عبارت نقل نہیں کی یہ بات دیانت کے خلاف ہے۔ زمانۂ اقدس میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام جو کبھی کبھی مسجد میں جوتا پہن کر تشریف لاتے۔ اس کی تین وجہیں ہیں۔ دو تو ذکر ہوچکیں۔ ایک تو ان حضرات کی پاپوش کا پاک ہونا۔ دوسرے مخالفتِ کفار کا قصد۔ اور تیسری وجہ علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں یہ تحریر فرمائی کہ اس زمانہ میں مسجد نبوی میں سنگریزے بچھے تھے فرش پختہ نہ تھا لہٰذا پاک جوتوں سے اس کی تلویث کا اندیشہ نہ تھا بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ اب فرش پختہ ہیں۔ پاک جوتا بھی ان پر نہ پہننا چاہیئے کہ اس سے تلویث مسجد ہوگی۔ اور حالات بدلنے سے ضرور حکم بدل جاتے ہیں۔ حضرت ابن عمر

رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور کے زمانہ میں مسجد کے اندر کتے آتے جاتے تھے۔ اسکا یہی تو باعث تھا کہ فرش خام تھا تلویث کا اندیشہ نہ تھا۔ کیا اب بھی خواجہ صاحب اجازت دیں گے کہ فیشن ایبل جنٹلمین بوٹ پہن کر کتا ساتھ لے کر مسجد کے اندر آیا کریں؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا: گفتہ اند کہ ایں در ابتدائے اسلام بود برابا حت اصلیہ پس ازاں وارد شد امر تکریم مساجد وتطہیر آں ومحافظتِ آں از درآمدنِ کلاب وحیوانات وساختن درہا ودربندہا تا آنکہ یک وقتے امر کردند بکشتن سگاں۔ یعنی یہ اباحت اصلیہ کی بناء پر ابتدائے اسلام میں تھا۔ اسکے بعد مساجد کی تکریم وتطہیر اور ان کی حفاظت ونگہداشت کا امر وارد ہوا۔ اور کتوں اور جانوروں کو مسجد شریف سے روکنے کے لئے دروازے اور کیواڑ بنائے گئے۔ یہاں تک کہ ایک وقت کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا گیا ؛

اب الحمد للہ خواجہ صاحب کے تمام واہی تباہی شبہوں کا قلع قمع ہوگیا اور مسئلہ خوب واضح ہوگیا۔ اگر خواجہ صاحب اب بھی نہ سمجھیں تو بعون اللہ تعالےٰ ایک مبسوط تحریر سے ان کے اطمینان کی کوشش کی جائیگی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اسقدر صاف مسئلہ میں انہیں الجھن کسطرح ہوئی؟ انہیں تو اتنا سمجھ لینا کافی تھا کہ تمام دنیا کے مسلمان صدیوں سے مسجدوں میں جوتا پہن کر آنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ اسی پر تمام امت کے اخیار، ابرار، صالحین۔ علمائے آئمہ، اولیاء سب کا عمل رہا ہے۔ یہ مسئلہ اجتماعی ہوگیا۔ آج بھی تمام مسلمان اسکے عامل ہیں۔ اور کسی مسئلہ کی صحت کے لئے مسلمانوں میں اسکا بلا نکیر رائج ہونا بھی دلیل شرعی ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن جو مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہے۔ اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ یعنی اور جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلاف کرے بعد اسکے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی۔ تفسیر مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں وھو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لانہ تجوز مخالفتھا کما لا تجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ لان اللہ تعالیٰ جمع بین اتباع سبیل المومنین وبین مشاقۃ الرسول فی الشرط وجعل جزاءہ الوعید الشدید فکان اتباعھم واجبا کموالاۃ الرسول : یعنی یہ آیت دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے۔ اسکی مخالفت جائز نہیں۔ جیسے قرآن وحدیث کی مخالفت جائز نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے مومنین کی راہ کے سوا دوسری راہ کے اتباع کو مخالفت رسول کے ساتھ شرط میں جمع فرمادیا۔ اور اسکی جزاء وعید شدید ٹھہرائی تو مسلمانوں

کا اتباع رسول کی موالات کی طرح واجب ہوا۔ تفسیر خازن میں ہے وذٰلک لان اتباع غیر سبیل المؤمنین وھو مفارقۃ الجماعۃ حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین ولزوم جماعتھم واجبًا۔ یعنی یہ اس لئے کہ مسلمانوں کی راہ کے سوا اور دوسری راہ کا اتباع اور وہ جماعت سے مفارقت کرنا ہی حرام ہے تو مؤمنین کی راہ کا اتباع اور ان کی جماعت کا لزوم واجب ہوا ؛

اس مضمون پر بکثرت نصوص وارد ہیں۔ اور کوئی عاقل جو اسلام کا بدخواہ نہ ہو۔ یہ گوارا نہ کرے گا کہ ایسا امر جس میں تمام دنیا کے مسلمان متفق و متحد ہیں اور اس میں اصلاً اختلاف نہیں۔ اسکو مورد بحث بنائے اور مسلمانوں میں جھگڑے اور فساد پیدا کرے۔ مساجد کی بے حرمتی کے لئے عوام و خواص کو ہر طرح کے جوتے پہن کر مسجد میں آنے کی اجازت دے اور فساد کی ایک بنیاد قائم کرے یہ خیال خواجہ صاحب ہی کے دماغ عالی میں پیدا ہوا۔ اور اس پر آپ تو شہیدوں کے ثواب کے بھی امیدوار ہیں اور جوتا پہن کر مسجد میں آنے کو سنت سمجھ رہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جوتا پہن کر مسجد میں آنا واجب قرار دیتے ہیں۔ اور جو اس میں ان کے ساتھ نہ ہو اس کے ایمان میں شک کرتے ہیں۔ کس قدر ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

وہابیہ کے مقتدا ابن تیمیہ کا حال

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس امر میں کہ ابن تیمیہ کون اور کیسا شخص ہے۔ مذہب کے اعتبار سے اسکا مرتبہ کیا ہے؟ ہندوستان کے اخبار نویس مثل ابوالکلام آزاد کے اکثر اسکے اقوال نقل کرتے ہیں۔ آجکل یزید پلید کی مدح و ثناء میں ابن تیمیہ کا کلام پیش کیا جاتا ہے۔ یہ شخص معتبر تھا یا نامعتبر؟ احقر محمد ظہور

الجواب بعون اللہ الوھاب

ابن تیمیہ کو وہابیہ نجدیہ اپنا پیشوا جانتے ہیں اور کبھی اس کے نام کی تصریح کرکے اور کبھی بلا تصریح اسکے اقوال فاسدہ سے تمسک کرتے ہیں۔ ابن سعود نے جو وہابیت کا میگزین کتاب "مجموعۃ التوحید" چھاپا ہے اس میں بھی ابن تیمیہ کے رسالے شامل ہیں۔ اس شخص کی نسبت خاتم المحدثین علامہ شیخ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۸۲ میں فرماتے ہیں ؛

ابن تیمیۃ عبد خذلہ اللہ واضلہ واعماہ واصمہ واذلہ وبذٰلک صرح الائمۃ الذین بینوا فساد احوالہ وکذب اقوالہ ومن اراد ذٰلک فعلیہ

ابن تیمیہ ایک بندہ ہے جس کو خدا نے رسوا کیا۔ گمراہ کیا اندھا کیا۔ بہرہ کیا۔ ذلیل کیا۔ آئمہ دین نے اس کی تصریح کی جنہوں نے اس کے فساد احوال اور جھوٹے اقوال کا بیان فرمایا۔

بمطالعة كلام الامام المجتهد المتفق على امامته وجلالته وبلوغه مرتبة الاجتهاد ابي الحسن السبكي وولده التاج وشيخ الامام العز ابن جماعة واهل عصرهم وغيرهم من الشافعية والمالكية والحنفية ولم يقصر اعتراضه على متأخري الصوفية بل اعتراض على مثل عمر بن الخطاب وعلي بن ابي طالب رضي الله عنهما كما يأتي والحاصل ان لا يقام لكلامه وزن بل يرمى في كل وعر وحزن ويعتقد فيه انه مبتدع ضال ومضل جاهل غال عامله الله بعدله ورجاءنا من مثل طريقته وعقيدته وفعله۔ آمین ؛

جو شخص چاہے وہ امام مجتہد جن کی امامت۔ جلالت۔ رتبہ اجتہاد کو پہنچا مسلم ہے یعنی ابوالحسن سبکی اور ان کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سبکی اور شیخ امام عز بن جماعہ اور ان کے اہل زبان اور ان کے سوا علماء شافعیہ۔ مالکیہ۔ حنفیہ کے کلام کا مطالعہ کرے۔ ابن تیمیہ نے متاخرین صوفیہ پر ہی اعتراض کرنے میں اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے اکابر صحابہ پر بھی اعتراض کیا ہے جیسا کہ آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اسکا کلام کچھ وزن نہیں رکھتا بلکہ ویرانہ میں پھینکنے کے قابل ہے اسکے حق میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ وہ بدعتی گمراہ گمراہ کن جاہل غالی ہے۔ اللہ تعالےٰ اسکے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ کرے اور ہمیں اسکے جیسے عقیدے وطریقے سے بچائے آمین ؛

اسکے بعد علامہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے کن کن اکابر اسلام و اعلام دین پر اعتراضات کئے اور افتراء اٹھائے۔ ان میں سے اکابر صحابہ بھی ہیں حتیٰ کہ امیر المومنین امام المسلمین خلیفۂ راشد سیدنا و مولانا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں کہا ان عمر له غلطات وبليات وای بليات۔ اور امیر المومنین امام المتقین حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کے حق میں کہا ان عليا اخطا في اكثر من ثلث مائة مكان۔ یعنی معاذ اللہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بہت سی غلطیاں اور بڑی بڑی بلائیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تین سو جگہ زیادہ غلطیاں کیں۔ معاذ اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ ؛

حضرت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں :۔ من اين يحصل لك الصواب اذا الخطاء على بزعمك كرم الله وجهه وعمر بن الخطاب رضي الله عنه كه تجھے کہاں سے ثواب حاصل ہوگیا جب امیر المومنین علی اور امیر المومنین عمر بن الخطاب تیرے گمان میں خطا کار ہیں۔ اس بے دین نے بہت سے مسائل ایسے گھڑ دیئے۔ اجماع کو توڑ ڈالا۔ شریعت کے نظام کو درہم برہم کیا۔ کہا جو شخص کہے "علی الطلاق" اس پر کفارۂ یمین لازم آئیگا اور طلاق نہ ہوگی۔ حالانکہ اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کوئی بھی کفارہ کا قائل نہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حائض کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ایسے ہی جس طہر میں قربت ہو اس میں طلاق

واقع نہیں ہوتی۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ نماز عمداً چھوڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ حائض کے لئے بیت اللہ کا طواف مباح ہے اور اس پر کفارہ نہیں۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ تین طلاقیں ایک کی طرف رد ہو جاتی ہیں۔ اور اسکا دعویٰ کرنے سے پہلے ابن تیمیہ خود اسکے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع نقل کرتا تھا۔ اسکے علاوہ بہت مسائل ہیں جن میں اس نے دین کی مخالفت کی۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ بہنے والی چیزوں میں چوہے وغیرہ کی طرح کوئی جاندار مر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتے۔ جب رات میں نفل پڑھے اور قبل فجر غسل تک تاخیر نہ کرے اگرچہ شہر میں ہو۔ اور مخالف اجماع نہ کافر ہے نہ فاسق۔ اور رب تعالےٰ محل حوادث ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذٰلک وتقدس اور یہ کہ باری تعالےٰ مرکب ہے۔ اور اسکی ذات ایسی ہی محتاج ہے جیسا کل جزو کا اور قرآن ذاتِ الٰہی میں محدث ہے تعالیٰ اللہ عن ذٰلک۔ اور یہ کہ عالم قدیم بالنوع ہے۔ اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مخلوق دایم رہا۔ تو اس نے واجب تعالےٰ کو موجب بالذات قرار دیا۔ نہ کہ فاعل بالاختیار۔ جسمیت وجہت انتقال کا قائل ہوا اور یہ کہا کہ خدا تعالےٰ بقدر عرش کے ہے۔ نہ چھوٹا نہ بڑا۔ اور انبیاء غیر معصوم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مرتبہ نہیں۔ ان کے ساتھ توسل نہ کیا جائے۔ ان کی زیارت کے لئے سفر کرنا گناہ ہے (وہابیہ نے بھی اس کی خوشہ چینی اور ریزہ خواری کی ہے) ایسے ایسے اور اس سے بہت زیادہ ناپاک اور گندے مسائل اس کے ہیں جنکو حضرت شیخ علامہ نے اپنے اسی فتاوے میں ذکر فرمایا۔ دوسری جگہ اسی فتاوے کے صفحہ ۱۴۴ پر یہی علامہ فرماتے ہیں:

وایاك ان تصغی الیٰ ما فی کتب ابن تیمیة وتلمیذه ابن القیم الجوزیة وغیرهما ممن اتخذ اله هواه واضله الله علیٰ علم وختم علیٰ سمعه وقلبه وجعل علیٰ بصره غشاوة فمن یهدیه من بعد الله وکیف تجاوز هؤلاء الملحدون الحدود وتعدوا الرسوم وخرقوا سیاج الشریعة والحقیقة فظنوا بذٰلک انهم علی هدی من ربهم ولیسوا کذٰلک بل هم علیٰ اسوء الضلال واقبح الخصال وابلغ المقط والخسران وانهی الکذب والبهتان فخذ الله متبعهم وطهر الارض من امثالهم۔

ابن تیمیہ اور اسکے شاگرد ابن قیم جوزی وغیرہ کی کتابوں پر کان رکھنے سے بچو جنہوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنایا اور خدا نے اسکو علم پر گمراہ کیا اور اسکے کان اور دل پر مہر کی اور اسکی آنکھ پر پردہ ڈالا تو اسکے بعد اب کون اسے ہدایت کریگا۔ اور بے دینوں نے کس طرح حدود سے تجاوز کیا اور رسموں سے تعدی کی اور چادر شریعت و حقیقت کو پھاڑ کر گمان کیا کہ وہ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ بدترین گمراہی اور قبیح ترین خصائل اور انتہائی بدنصیبی اور ٹوٹے اور کذب و بہتان میں ہیں۔ اللہ ان کے متبع کو رسوا کرے اور ان کے امثال سے زمین کو پاک فرمائے۔

ابن تیمیہ کا یہ حال ہے اور آئمہ دین اور مشائخ محدثین اسکے حق میں ایسا فرماتے ہیں۔ اہل اسلام ایسے بیدین سے احتراز کریں۔ اور اسکی گمراہ کن تعلیم سے بچیں جو علی مرتضیٰ کو خطاکار بتاتا ہے۔ یزید کی تعریف وتوصیف اس سے کیا بعید۔ ہندوستان کے بے قید جو دین سے آزاد ہو کر ملحدانِ بیدین کے دامِ تزویر میں گرفتار ہیں۔ وہ اگر ایسے فاسد العقیدہ شخص کی تقلید کریں تو یہ ان کی لامذہبی کا ایک اور ثبوت ہے۔ لعاذنا اللہ تعالیٰ ایانا وجمیع المسلمین ووقانا وسائر المومنین عن مکائد المبطلین المفسدین المانعین من الدین بحرمۃ خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین واللہ سبحنہ اعلم وعلمہٗ اتم ؛

کتبہ العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین عفرلہٗ

المعجزۃ العظمیٰ المحمدیہ

۱۳ ھ ۴۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورخہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ ہجری کو مغرب کے وقت بجانب قبلہ ایک روشن ستارہ نے ٹوٹ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک محمد صفحۂ آسمان پر نمایاں کیا۔ جبلپور سی کے اکثر مقامات کے ہزارہا باشندوں نے دیکھا۔ کیا اس کرشمۂ قدرت یا آسمانی شہادت کو معجزہ کہا جا سکتا ہے؟ جواب مع عقلی ونقلی دلائل تحریر فرمائیں۔ بینوا وتوجروا ؛

احقر نور اللہ خاں کاتب۔ الہ آبادی عفی عنہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

الجواب وھو الموفق

ہر امر عجیب وخارق عادت جس کے ظہور کا تعلق نبی کی ذات یا صفات وخصائص وحالات سے ہو۔ اگر وہ تحتِ تحدی ومقرن بدعوائے نبوت ہے۔ تو معجزہ ہے ورنہ آیت۔ لیکن بروجہ تشبیہ وتغلیب آیت پر بھی معجزہ کا اطلاق شائع وذائع ہے۔ پھر یہ تعلق بھی نبی کی حیات ظاہری سے خاص نہیں۔ بلکہ نبی کی وفات کے بعد کے بھی عام اور تاقیامت باقی ہے۔ حتیٰ کہ نبی کے امتی کسی ولی کی کرامت بھی اسی نبی کے معجزات سے ہے۔ غرض کہ نبی کی وفات کے بعد بھی اس سے نسبت رکھنے والے امور خارقۂ عادت وکرشمہائے قدرتِ الٰہی۔ آیات ومعجزات دکھلائینگے کیونکہ وہ نبی سے متعلق ہیں اور بدلالتِ قرائن اقوال واحوال وخصائص بھی حکماً مقرن بدعوائے نبوت اور تحت تحدی ہیں۔ زبیدی شرح احیاء میں ہے (ایدہ اللہ سبحانہ بالمعجزات الظاھرۃ والآیات الباھرۃ) معنی الآیۃ العلامۃ علیٰ

صدقه والمعجزة هي الآيات مع التحدي بها۔ اور اللہ سبحانہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی ظاہر معجزات اور کھلی ہوئی آیتوں کے ساتھ آیت کے معنی یہ کہ ایسی علامت جو حضور کی صداقت پر دلالت کرے اور معجزہ بھی وہی آیت ہے جو تحدی کے ساتھ ہو۔ اور بھی زبیدی میں ہے والقوم یعدون امثال هذه کشف الصدور وا ظلال الغمامة والتسليم الحجر معجزات علیٰ سبیل التشبیه والتغلیب۔ اور قوم یعنی آئمہ کرام نے ایسی آیتوں اور نشانیوں کو جو بغیر تحدی کے ہوں جیسے شق صدر اور ابر کا حضور پر سایہ کرنا اور پتھر کا سلام کرنا معجزات میں بروجہ تشبیہ وتغلیب شمار کیا ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے ان کرامة الولی من بعض المعجزات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولی کی کرامت نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے ؛

پھر بعد وفات نبی جب تک نبی کی نبوت باقی اسکے دعوئے نبوت پر تحدی قائم۔ اور نبی کے تحت تحدی اور تحت نبوت جو امر خلاف معمول وخارق عادت صادر ہو وہ اس نبی کا معجزہ ہے۔ کیونکہ معجزہ ایک فعل الٰہی ہے جو منکرین ومشرکین ومعاندین کو نبی کی مخالفت اور اسکے مقابلہ معارضہ سے عاجز کرکے اس نبی برحق کے دعوئے نبوت و رسالت کی تصدیق اور اسکے دین متین کی صداقت وحقانیت کی توثیق کرے۔ تو اسکے لئے نبی کی حیات ظاہری کی حاجت نہیں۔ نشر المحاسن میں ہے کل فعل خارق للعادة مستلزم صدق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما ادعاه من الرسالة معجزة له۔ ہر فعل جو خارق عادت خلاف معمول ہو۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو رسالت کا دعویٰ کیا۔ اس میں ان کی سچائی کا مستلزم ہو وہ اس نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ احیاء العلوم میں ہے وجه دلالة المعجزة علیٰ صدق الرسل ان کل ما یعجز عنه البشر لم یکن الا فعل اللہ تعالیٰ۔ نبیوں اور رسولوں کی سچائی پر معجزہ کی دلالت کرنے کی وجہ ہے کہ ہر وہ چیز جسکے مقابلہ سے انسان عاجز ہو وہ اللہ ہی کی طرف سے اور اسی کا فعل ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے فالمعجزة علیٰ هذا لا یشترط لها حیاة الرسول بل تکون بعد موته ایضاً تو اس بناء پر معجزہ کے لئے رسول کا حیات ظاہری کے ساتھ زندہ رہنا شرط نہیں بلکہ معجزہ ان کی وفات کے بعد بھی ہوتا ہے ؛

جب ظہور معجزہ کے لئے رسول وپیغمبر کی حیات ظاہری شرط نہ رہی تو بعد وفات نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جو کچھ بھی خرق عادات ظاہر ہوں سب معجزہ ہیں کیونکہ وہ مقرون بالتحدی ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رسالت کی بین شہادت دیتے ہیں۔ اور بقرائن صریحہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دین متین کی صداقت وحقانیت پر دلالت کرتے ہیں اور منکرین ومعاندین اسکے معارضہ سے عاجز اور مقابلہ سے مبہوت ہیں۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے اکثر معجزات الانبیاء لاسیما نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقعت من غیر ادعاء النبوۃ انبیاء کرام علیہما السلام کے اکثر معجزات خصوصًا ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بغیر ادعائے نبوت کے واقع ہوئے۔ اور بھی فتاویٰ حدیثیہ میں ہے ان کل ما وقع منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد النبوۃ مقرون بالتحدی لان قرائن اقوالہ واحوالہ ناطقۃ بدعوۃ النبوۃ وتحدیہ المخالفین واظہارہ ما یقمعھم ویجبّھم جو معجزات حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بعد نبوت ظاہر وواقع ہوئے وہ مقرون بالتحدی ہیں۔ کیونکہ حضور کے دعوائے نبوت اور حضور کے مخالفین پر تحدی۔ اور حضور کا وہ باتیں ظاہر فرمانا جو منکرین ومخالفین کو توڑ دیں اور عاجز کر دیں۔ ان تمام امور پر حضور کے اقوال اور احوال کے قرائن ناطق ہیں۔ شرح الشفا للملّا علی قاری میں ہے (معجزۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تبید) ای لا تفنی ابدا ولا تنقطع (رایاتہ) علاماتہ الدالۃ علیٰ صدقہ (تجدد یوما قیوما ولا تضمحل) ای ولا تزول اصلا۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اور حضور کی آیتیں۔ یعنی حضور کی سچائی اور صداقت وحقانیت پر دلالت کرنے والی علامتیں دن پر دن نئی ظاہر ہوں گی۔ اور کبھی کمزور نہ ہونگی یعنی ہرگز زائل نہ ہوں گی۔ حدیقہ ندیہ میں ہے انہ مبعوث الی الثقلین وخاتم الانبیاء والرسل ومعجزاتہ ظاھرۃ باقیۃ علی الزمان وشھادتہ قائمۃ فی القیامۃ علیٰ کافۃ البشر بیشک حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دونوں جہان کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اور آپ خاتم ہیں تمام نبیوں اور رسولوں کے اور آپ کے کھلے ظاہر معجزات زمانہ کے قائم رہنے تک باقی ہیں۔ اور صدقِ نبوت کی شہادت قیامت تک تمام لوگوں پر قائم ہے۔ افضل القریٰ میں ہے ان ھذہ الشریعۃ کانت باقیۃ علیٰ صفحات الدھر الیٰ یوم القیٰمۃ خصت بالمعجزات العقلیۃ الباقیۃ لیراھا ذوالبصائر بیشک یہ شریعت دنیا کے پردہ پر قیامت تک رہنے والی ہے یہ شریعت خاص کی گئی ہے معجزات عقلیہ کے ساتھ جو باقی رہیں گے تاکہ انہیں عقل کی آنکھ والے دیکھیں۔ جامع الکرامات میں ہے فکان بذلک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانہ موجود بین امتہ لیشاھدون معجزاتہ بعد مماتہ کما کانوا یشاھدونھا فی حیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیزداد الذین اٰمنوا ایمانًا: ان معجزات کے سبب گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی امت کے درمیان خود موجود ہیں کہ لوگ اپنے معجزات کا مشاہدہ آپ کی وفات کے بعد کر رہے ہیں جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں مشاہدہ کرتے تھے تاکہ ایمان والوں کے ایمان زیادہ ہوں۔

واقعہ مذکورۂ سوال کہ ستارہ کا بصورتِ شہاب ثاقب نازل ہونا مطلعِ ہلال پر قرار پکڑنا پھر اسکا تغیرات کے بعد عَلَم پاک محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہو جانا حسب تصریحات بالا یقینًا وہ سرکار رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا بیّن معجزہ ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ نہ وہ کسی انسان کا کام تھا نہ وہ کسی مجہول الحال کا نام تھا۔ نہ کوئی مہمل و بے معنی کلمہ تھا۔ بلکہ ایک فعل الٰہی اور کرشمۂ قدرت کبریائی تھا جس نے اپنے پیارے محبوب حقیقی۔ مطلوبِ تحقیقی۔ مختار مطلق۔ برگزیدہ نبی برحق۔ پیغمبر اعظم رسول مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے عَلَم محترم اسم پاک و معظم کو چمکا کر روشن فرما کر بھٹکتوں گم کردہ راہوں کو متنبہ کر دیا اور سوتوں غفلت آشناؤں کو بیدار فرمایا کہ یہی سرکار ابد قرار ہیں جنکا دین متین قیامت تک قائم و باقی اور جن کی نبوت کریمہ و رسالت عظیمہ دایم و لازوال ہے۔ یہ ظہورِ اسم مبارک زبان حال سے کفار پر تحدی فرما رہا ہے کہ ہے کوئی دین۔ کوئی مذہب کوئی ملّت۔ کوئی فرقہ جو اسلام کی ایسی کھلی صاف روشن مبارک مثال پیش کر سکے۔ لا واللہ ہرگز نہیں۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۝ (تو اے مخالفین اسلام!) اگر تم ایسی ظاہر مثال پیش نہ کر سکو۔ اور یقیناً تم ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ تو ڈرو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی ہیں اور وہ پتھر جنہیں یہ آدمی بت بنا کر پوجتے ہیں۔ اور وہ مقرر کی گئی ہے صرف کافروں کے لئے ؛

اللہ تعالےٰ اسم اعظم عَلَم معظم کو مرتفع فرما کر اپنے بندوں۔ حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے امتیوں کو بشارت عظیمہ دے رہا ہے کہ جس پیارے نبی کی پیروی۔ جس برگزیدہ پیغمبر کی اطاعت۔ جس رسول کی تعظیم کے اتباع میں تمہیں مراتب سعادت عطا ہوں۔ تمہیں عتاب الٰہی۔ فتنہ قبر اور عذاب آخرت سے نجات ملے۔ اسکا نام پاک عَلَم مبارک ہم نے مشعل ہدایت بنا کر مطلع ہلال پر چمکا دیا اور حسب وعدۂ قرآنی وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا) اسم پاک کو رفعت و بلندی کے ساتھ تم پر سایہ افگن فرما دیا۔ جو اپنی سعادت افروز تجلی۔ اور مسرت افزا روشنی میں عامۂ امت اجابت و دعوت کو طریق خیر و سعادت اور صراطِ رشد و ہدایت کی طرف پکار پکار کر بتلا رہا ہے ارشاد: هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؛ یقیناً یہی میری سیدھی راہ ہے۔ تو اس پر چلو۔ اور دوسری راہیں نہ اختیار کرو کہ سیدھی راہ سے بھٹکا دیں ؛

بلاشبہ یہ ظہور اسم پاک محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ حضور اکرم محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بقاء و قیام و دوام کی بیّن شہادت اور دینِ مصدق و برحق اسلام کی برہانِ ساطع اور اس کی صداقت و حقانیت پر دلیل قاطع ہے جسکے ظہور سے کفار و مشرکین و مخالفینِ اسلام مبہوت اور اسکے مقابلہ و معارضہ سے عاجز و قاصر ہیں۔ یہی معجزہ کی تعریف ہے۔ اور بتمامہا اس پر صادق۔ شرح مقاصد میں ہے المعجزة هی فعل من الله تعالیٰ یقصد بمثله التصدیق۔ معجزہ اللہ تعالےٰ کا فعل ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تصدیق مقصود ہے

اب کون ہے جو اسکے اعجازِ محمدی ہونے میں شک لائے اور معجزہ ہونے میں کلام کرے ؛

مسلمانو! ہوشیار، خبردار، بہت سو چکے۔ اور خوابِ غفلت میں اتنا کچھ کھو چکے کہ اس کی تلافی دشوار ہے مگر جو کچھ رہا ہے اسی کو سنبھالو اور ظہور اسمِ مبارک تمہیں سبق دے رہا ہے کہ اسی مبارک و محترم نام والے سرکار ابد قرار کے سایہ میں تمہارے لئے سب کچھ ہے۔ صدق و اخلاص کے ساتھ ان کی اطاعت ان کا اتباع ان کی پیروی تمہارے لئے منہاج رفعت و عزت اور معراج ترقی ہے۔ اس سے باہر ہونے ان سے پھر جانے۔ روگرداں ہو جانے میں تمہارے لئے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ قال عزوجل اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ بیشک وہ لوگ جو اللہ و رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔ اللہ لکھ چکا کہ ضرور ضرور میں غالب آؤں گا۔ اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ بیشک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزمجدہ اتم واحکم محمد نعیم الدین غفرلہٗ

فتویٰ
توہین علماء کا حکم

سوال ۱ ایک شخص داڑھی منڈا جو نہ کبھی نماز پڑھتا نہ داڑھی رکھتا ہے۔ اس عالم کی شان میں جو قرآن و حدیث کا وعظ بیان فرما رہا ہے اور لوگوں کو منہیات شرعیہ سے روکتا ہے۔ اسکے بیان کے خلاف میں ایسی غزلیں جو بالکل خلاف مذہب اسلام اور شرع ہے لکھ کر اس مسجد میں پڑھتا ہے جہاں کہ لوگ وعظ سن کر متاثر ہو رہے تھے۔ اور لوگوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ مولویوں کے وعظ مت سنو۔ اپنے شعر میں مولویوں کی توہین کرتا ہے اور اسکو فخر سمجھتا ہے۔ ایسا شخص از روئے شرع کیسا ہے؟

۲ شخص مذکور داڑھی منڈانے کی ممانعت میں حدیث نبی سننے کے بعد بھی باصرار یہ کہتا ہے کہ داڑھی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور داڑھی رکھنا اسلام میں داخل نہیں۔ ایسا شخص عنداللہ و عندالشرع کیسا ہے؟

۳ شخص مذکور نماز کبھی پڑھتا نہیں ہے بلکہ نماز کو عبث سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز سے اسلام کو کیا واسطہ۔ نماز اسلام میں داخل نہیں ہے۔ ایسے شخص پر کیا حکمِ شرع عائد ہوتا ہے؟

۴ ایسا شعر جس کے مضامین بالکل خلاف شرع ہوں اور جس میں مولویوں کی توہین ناحق ہو۔ جس کے خلاصہ مضمون یہ ہوں کہ نماز اسلام کی چیز نہیں۔ داڑھی اسلام کی چیز نہیں۔ وضع و لباس اسلام میں داخل نہیں۔ جیسا لباس چاہو پہنو۔ ایسا شعر جس کے مضامین اس قسم کے ہوں۔ مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟ اور ایسے شخص کی مدد و استعانت کرنا جو قرآن و حدیث

کے خلاف کہہ رہا ہو کیسا ہے؟ اور ایسے قول کے سرزد ہونے کے بعد اسے کیا کرنا چاہیئے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی ابوالرشید محمد عبداللطیف مدہولپور

جواب ۱۷۱:۔ داڑھی منڈانا نماز ترک کرنا فسق ہے۔ اور عالم اہلسنت کے وعظ سننے سے لوگوں کو روکنا منع خیر اور سخت جرم۔ اور عالم کی توہین اشد حرام اور نہایت خطرناک ہے اگر اسکے لئے کوئی سبب دینوی یا اخروی نہ ہو۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے من ابغض عالماً من غیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر قلت الظاھر انہ یکفر لانہ اذا ابغض العالم من غیر سبب دینوی واخروی فیکون بغضہ لعلم الشریعۃ ولا شک فی کفر من انکر ہ فضلاً عمن ابغضہ۔ یعنی خلاصہ میں ہے کہ جو شخص بغیر سبب ظاہر کسی عالم کو مبغوض رکھے اس پر کفر کا خوف ہے۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اس نے بغیر دینی و دنیوی سبب کے عالم سے بغض رکھا تو یہ بغض علم دین کی وجہ سے ہوا۔ اور علم دین کا منکر بھی کافر ہے چہ جائیکہ اسکو مبغوض رکھنے والا۔ اسی شرح فقہ اکبر میں ہے ان قال نعالم عویلم او العاوی علیوی بصیغۃ التصغیر فیھما قیدان لا بقولہ قاصداً بہ الاستخفاف کفر۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے عالم کی تحقیر کے لئے تصغیر کے صیغہ سے پکارا اور اسکا نام گھٹا کر لیا وہ کافر ہو گیا۔ اللہ پناہ میں رکھے بے قید لوگوں کی عادت ہے کہ علماء دین کو ملاٹا وغیرہ استخفاف و تحقیر کے الفاظ کہہ گذرتے ہیں۔ اور انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ اس میں اپنے ہی ایمان کا خلل ہے۔ ایک عالم اپنی کتاب کہیں رکھ کر تشریف لے گئے تھے۔ تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ اپنی آری چھوڑ گئے! یہ کہنے پر امام فضلی نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اسی شرح میں ہے امر الامام الفضلی بقتل من قال لفقیہ ترک کتابہ وذھب ترکت المنشار ھنا وذھب کفر خانیہ میں ہے رجلان بینھما خصومۃ فقال احدھما للآخر یا نابعلم رویم فقال الآخر من علم چہ دانم قال ابوبکر القاضی یکفر المجیب لانہ یستخف بالعلم۔ یعنی دو آدمیوں میں جھگڑا تھا ایک نے دوسرے سے کہا۔ آؤ علم کی طرف چلیں۔ دوسرے نے کہا۔ میں علم کو کیا سمجھتا ہوں۔ قاضی ابوبکر نے فرمایا یہ دوسرا کافر ہو گیا کیونکہ اس نے علم کا استخفاف کیا۔ روسی میں ہے رجلان بینھما خصومۃ فجاء احدھما بخطوط الفقھاء والفتویٰ فقال الخصم لیس کما افتوا وقال لا نعمل بھذا وھما من عرض الناس کان علیہ التعزیر۔

اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تحریر فتویٰ کو کہدینا کہ ہم اسکو نہیں مانتے یا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس پر تعزیر ہوتی ہے لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ علماء کے جھٹلانے اور ان کے بتائے ہوئے مسائل کی تکذیب کرنے پر جری ہو گئے ہیں اور ایسے بیہودہ کلمات اکثر زبان پر لے آتے ہیں۔ چاہیئے کہ اس سے احتیاط کریں۔ سوال میں بھی یہ ذکر ہے کہ وہ

شخص علماء کی تعلیم اور ان کے وعظ سے روکتا ہے اور علماء کی توہین کرتا ہے اسکو چاہیئے کہ توبہ کرے ؛

۳۹۲ ۔ یہ کہنا کہ داڑھی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور داڑھی رکھنا اسلام میں داخل نہیں۔ اور اسی طرح نماز کی نسبت ایسے کلمات کہنا اگر اس مطلب سے ہو کہ ان کا ترک گناہ ہے فسق وکبیرہ ہے۔ مگر اس سے وہ شخص اسلام سے خارج نہیں ہوگیا تو جائے عذر ہے۔ اور اگر نماز کی فرضیت کا انکار، یا سنت کا استخفاف مدنظر ہو۔ تو اسکو فقہا کفر فرماتے ہیں۔ یہ بہت خطرناک جرم ہے۔ اللہ تعالےٰ پناہ دے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے رجل قال لغیرہ نماز کن فقال اے مرد نماز کردن سخت کار گرانست برایں قالوا یکون کفرا ؛

۳۹۳ ۔ سوال چہارم کا جواب سوال اول میں آچکا۔ ایسے شخص سے توبہ لینا چاہیئے۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول ترک کردیں لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ؛ محمد نعیم الدین غفرلہٗ

تعظیم وعبادت میں فرق

سوال ؛ تعظیم اور عبادت میں کیا فرق ہے؟ کیا سبب ہے کہ اولیاء کرام کی قبروں پر چادریں پھول مٹھائیاں چڑھانے والے موحد مسلمان۔ اور بتوں پر پھول پتیاں چڑھانے والے کافر ومشرک بے ایمان؟

۳۹۴ ۔ نیچری کہتا ہے "پردہ قرآن کے خلاف ہے، مونھ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں۔ آیۂ کریمہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ الآیہ ؛ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہیئے اس لئے کہ جب تک چہرہ نہیں کھلا رہے گا نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول" اور آیۂ کریمہ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ کے متعلق کہتا ہے اس سے بھی ہمارا مطلب ثابت ہوتا ہے۔ جب تک چہرہ عورتوں کا کھلا نہیں رہے گا پہچانا غیر ممکن ہے۔ لہذا چہرہ چھپانا خلاف آیات قرآنی ہے ؛

جواب سوال ۳۹۴ کا صرف قرآن سے ہو۔ آیا یہ تاویل صحیح ہے۔ بینوا توجروا۔ خاکسار غریب عفی عنہ

جواب ؛ ۳۹۱ ؛ عبادت غایتِ خضوع اور انتہاءِ تذلل کو کہتے ہیں۔ اور یہ حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ عابد معبود کی نسبت الوہیت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ اور اسکو قادرِ مطلق۔ متصرف بالذات وبالاستقلال نہ جانتا ہو اور اسکے حضور بغیر اضطرار کے اپنے اختیار سے انتہائی تذلل جسکو اظہار عبدیت کہتے ہیں بجا نہ لائے ؛

تعظیم۔ اس سے عام ہے۔ اس میں غایتِ تذلل اور غایت خضوع اور معظم کی الوہیت اور اس کی قدرت ذاتی

و مستقلہ کا اعتقاد ضروری نہیں ہے۔ ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ ہر عبادت تعظیم ہے اور ہر تعظیم عبادت نہیں۔ ورنہ ماں باپ۔ استاد۔ پیر۔ نبی۔ رسول (علیہ السلام) قرآن شریف۔ مسجد۔ کعبہ معظمہ سب کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے۔ اور مسلمانوں کو ان کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا گیا ہے۔ ہر تعظیم اگر عبادت ہو جایا کرے تو یہ سب تعظیمیں شرک ہوں۔ اور ان کا حکم کرنا شرک کا حکم کرنا ہو۔ جو شخص شریعت پر ایسا الزام لگائے گمراہ بے دین ہے۔ ایک ہی طرح کے افعال جن میں صورتاً کوئی فرق ظاہر نہ ہو۔ بسا اوقات حقیقت میں ہوتے ہیں۔ مشرکین سے زیادہ کا بُعد و دوری ہوتی ہے۔ غیر خدا کی عبادت یقیناً شرک۔ ہر شریعتِ حقہ اسکو مٹاتی آئی۔ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات جب تک دنیا میں تشریف فرما رہے اسکی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ شرک کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا اور محال ہے کہ خدا کی طرف سے شرک کا حکم دیا جائے۔ باوجود اسکے ملائکہ کو حضرت آدم علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے سجدہ کا حکم ہوا برادرانِ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا قرآن کریم نے ذکر فرمایا صورۃً یہ سجدہ اور نمازی کا سجدہ اور بت کا سجدہ وضع جبہہ یا انحنا ہے۔ یہ بات تینوں صورتوں میں پائی جاتی ہے مگر حقیقت و حکم میں اشتراک نہیں۔ ملائکہ اور برادران یوسف علیہ السلام کا سجدہ۔ حضرت آدم و یوسف علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی تعظیم تھا نہ عبادت۔ ورنہ اسکا حکم ہونا محال تھا۔ فرق یہ ہے کہ ملائکہ اور برادران یوسف علیہما السلام اپنے معظم کی الوہیت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے تو وہ سجدہ عبادت نہ ہوا۔ اور نمازی سجدہ میں مسجود لہٗ کی الوہیت کا اعتقاد رکھتا ہے اس لئے اسکا سجدہ عبادت ہے۔ مگر چونکہ مسجود لہٗ اسکا اللہ رب العزت تبارک وتعالےٰ ہے اس لئے یہ عبادت مقبول اور مامور بہا ہے۔ بت پرست کا سجدہ بھی باعتقاد الوہیت ہے۔ اور چونکہ اسکا مسجود لہٗ غیر خدا ہے اس لئے وہ شرک و ممنوع موجب خسران و خذلان ہے۔ قبروں پر چادریں اور پھول ڈالنا اور بتوں کے آگے پھول پیش کرنا۔ ان دونوں میں بھی وہی فرق ہے۔ کہ قبروں پر پھول لے جانے والا صاحبِ قبر کو الٰہ اور قادر بالذات والاستقلال نہیں اعتقاد کرتا اسکو خدا کا خالص بندہ جانتا ہے۔ نہ خدائی کا شریک یا حصہ دار۔ نہ معاذ اللہ چھوٹے درجہ کا خدا۔ اور بت پرست۔ بت کو الٰہ اور قادر بالذات اور بالاستقلال اعتقاد کرتا ہے فافترقا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں:۔ پیشانی را بر زمین رسانیدن ہر دو طریق واقع میشود۔ یکے آنکہ برائے ادائے حق عبودیت باشد این قسم در جمیع ادیان و جمیع ملل برائے غیر خدا حرام و ممنوع است و ہیچ گاہ جائز نہ شد زیرا کہ از محرمات عقلی است و محرمات عقلیہ تبدل ادیان و ملل متبدل نمی شوند و دلیلش آنکہ این نوع تعظیم مشعر غایت تذلل است و غایت تذلل برائے کسے سزاوار ہست کہ در غایت عظمت باشد و غایتِ عظمت آنست کہ ذاتی باشد و عظمتِ ذاتی خاص بحضرت حق است در ہیچ

مخلوقے یافتہ نمی شود۔ دوم آنکہ برائے تکریم وتحیت باشد مانند سلام وسرخم کردن وایں معنی باختلاف رسوم وعادات وتبدلِ ازمنہ وواقعات مختلف است۔ گاہے جائز است وگاہے حرام در اُمتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصۂ حضرت یوسف واخوان ایشاں واقع شدہ کہ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا، واللہ سبحٰنہٗ تعالیٰ اعلم۔

۲۔ نیچری صاحب کا یہ دعویٰ کہ پردہ قرآن کریم کے خلاف ہے اور اسکی یہ دلیل کہ منہ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں۔ نہایت ہی عجیب ہے۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قرآن کریم میں منہ چھپانے کا حکم نہیں ہے تو پردہ کا خلافِ قرآن ہونا کیسے لازم آئے گا؟ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کسی نے کہا کہ نمازوں میں رکعتوں کی تعداد۔ اور صلاتی افعال کی ترتیب قرآن کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسکا حکم قرآن میں نہیں۔ تو جیسا یہ قول باطل ہوگا۔ ایسا ہی یہ استدلال بھی باطل ہے پردہ قرآن کے خلاف تو جب کہا جا سکتا تھا کہ قرآن پاک میں کہیں یہ حکم ہوتا کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ رہیں۔ جب یہ نہیں تو پردہ کا حکم قرآن پاک کے خلاف کسطرح ہوا؟ پھر یہ آیۂ کریمہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اور قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ان دونوں آیتوں کو نیچری نے کس طمع میں پیش کیا ہے؟ ان آیات کے نفس ترجمہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو عورتوں کے دیکھنے سے اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے منع فرمایا گیا اس سے پردہ کی تاکید ہوتی ہے۔ اور نہ دیکھنا پردہ کی حالت میں کامل طور پر حاصل ہوتا ہے۔ تو اس آیت میں پردہ کی تائید ہے یا مخالفت۔ اسکو بے پردگی کی سند بنانا عقل پر پردے پڑے ہونے کی دلیل ہے۔ نیچری صاحب کی یہ دلیل ایسی ہی ہے جیسے کوئی بیدین کہے کہ ناحق کسی کا مال لے لینے کی ممانعت، قرآن شریف کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مالِ ناحق لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ جب تک مال ناحق نہ لیا جائے کھانے کی ممانعت فضول۔ ایسے ہی دوسرا بیدین کہے کہ سود لینے کی ممانعت قرآن شریف کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا ہے لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سود لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ جب تک سود لیا نہیں جائیگا سود کھانے کی ممانعت فضول ہوگی۔ جیسے ان بیدینوں کا شیطانی قیاس باطل ہے۔ ایسا ہی نیچری کا یہ قول باطل ہے کہ آیۂ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ جب تک چہرہ نہیں کھلا رہیگا نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول ہے۔

اس نادان نے یہ نہ سوچا کہ چہرہ کھلے رکھنے کے جواز پر آیت میں کونسی دلالت ہے۔ چہرہ کھلا رکھنا ناجائز ہو۔ تو کیا ضروری ہے کہ دنیا میں کوئی فاسق اسکا خلاف نہ کرے اگر باوجود ناجائز ہونے کے کوئی چہرہ کھلا رکھے اور نیچری عورتوں کی طرح آزاد پھرے وہ سامنے آئے تو اسکو نہ دیکھے اور نظر نیچی کر لینے کا حکم دینا اسکی بے پردگی کے جواز کی دلیل کسطرح ہو سکتا ہے۔ اس سے

تو پردہ کی اور تائید ہوتی ہے کہ اگر کوئی بے پردہ پھرنے والا بھی تمہارے سامنے آجائے۔ یا اتفاقیہ کسی اجنبی کا سامنا ہو جائے تو بھی تم پردہ کے اہتمام میں کمی نہ کرو۔ اور اپنی آنکھیں نیچی کر لو۔ بے پردگی کی اجازت منظور ہوتی تو نگاہیں نیچی کرنے اور نہ دیکھنے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے۔ علاوہ بریں آیت میں یہ کہاں ہے کہ اجانب کے سامنے ایسا کرنے کا حکم ہے؟ جائز ہے کہ یہ حکم گھر کے اندر کا ہو۔ اور حیا کی تعلیم دی گئی ہو کہ محارم کے سامنے بھی نگاہیں نیچی رکھیں۔ یہ کلام تو محض آیت کے الفاظ اور اسکے ظاہر ترجمہ پر نظر کر کے تھا کیونکہ سائل صاحب جواب صرف قرآن شریف سے مانگتے ہیں۔ یہ اصرار بھی ان کا باطل ہے۔ جب قرآن پاک واجب الاتباع ہے۔ تو حدیث رسول اور تمام دلائل شرعیہ بھی لازم القبول ہیں۔ بلکہ قرآن کریم کی فہم حدیث شریف سے حاصل ہوتی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کلامی تفسیر کلام اللہ یعنی میرا کلام قرآن پاک کی تفسیر ہے۔ اب ذرا اس آیت کی تفسیر بھی دیکھ لیجئے۔ تفسیر احمدی میں فرمایا الاظہر ان ھذا فی الصلوٰۃ لا فی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شیئ منھا الا بضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشھادۃ یعنی ظاہر تر یہ ہے کہ آیت میں حکم نماز کا ہے نہ کہ نظر کا۔ کیونکہ حرہ کا تمام بدن عورت ہے۔ شوہر اور محرم کے سوا کسی کو اسکے بدن کا کوئی حصہ دیکھنا جائز نہیں۔ الا الضرورۃ۔ معالجہ وشہادۃ۔ نیچری صاحب اس آیت کو تو پڑھ گئے اور اس سے پہلی آیت چھوڑ گئے جس میں صاف ارشاد تھا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا جس میں غیروں کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت تھی۔ اس سے آپ نے نہ سوچا کہ نیچری عورتوں کی طرح کھلا پھرنا جائز ہوتا تو مردوں کو دوسرے کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کیوں فرمائی جاتی؟ اسیرانِ شہوت اپنی خواہشات کے لئے طرح طرح کی حیلہ جوئی کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ توفیق خیر دے ؎

اسی طرح نیچری صاحب نے ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ لکھ کر دھوکہ دینا چاہا۔ بڑی بدنصیبی کہ انسان قرآن جیسی سراسر ہدایت کتاب کی آیات کو بھی دھوکہ دینے کے لئے پیش کرے۔ اور دھوکہ دینے ہی کی ضرورت سے آدھی آیت لکھی اور آدھی چھوڑ دی۔ اوپر کی آدھی آیت یہ تھی یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ۔ یعنی اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے اپنی بیبیوں سے اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی بیبیوں سے کہ برقعے اوڑھے رہیں یہ قریب ہے اسکے کہ پہچانی جائیں پس نہ ستائی جائیں یعنی برقع پوشی حرہ بیبیوں کے پہچاننے کے لئے علامت ہوگی۔ ایسا ہی تمام تفاسیر میں ہے آیت کا نظم صاف اس پر دلالت کرتا ہے۔ اگر وہ مطلب لیا جائے جو نیچری کہتا ہے اور پہچاننا چہرہ دیکھ کر مقصود ہو۔ تو پہلی آیت جو اس نے نقل کی ہے اس میں غض بصر یعنی نگاہیں نیچی کرنے کا حکم کس لئے ہوگا؟ اور دوسری آیات وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ

تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وغیرہا کی مخالفت لازم آئے گی۔ بلکہ آیت کا یہ حصّہ خود اپنے صدر کے خلاف ہوگا۔ اور کلام الٰہی تو بہت بلند و بالا ہے ایسا تو کسی عاقل کے کلام بھی نہیں ہو سکتا۔ اس نحیری کا مطلب جب ثابت ہوتا کہ اس سے پہلے یَکْشِفْنَ وُجُوْهَهُنَّ ہوتا تو ذٰلِكَ مشار الیہ کشف کو بنایا جا سکتا تھا۔ اب جب کہ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ہے تو ذٰلِكَ سے مراد پردہ ہو سکتا ہے نہ کہ بے پردگی۔ اللہ تعالےٰ عقل دے اور ہدایت فرمائے۔ محمد نعیم الدین غفرلہٗ

مسئلہ علمِ غیب

سوال :۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ بالغیب کے متعلق ہر جگہ گفتگوئیں ہوتی ہیں۔ دیوبندی لوگ اسکے انکار میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے سوا اور کسی کے لئے غیب کا علم ثابت کرنا شرک ہے۔ اور اپنی تائید میں قرآن پاک کی آیتیں اور حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ اسکی حقیقت کیا ہے؟ جواب مدلل ارشاد فرمائیے۔ بینوا توجروا ؛

جواب :۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ الہ و اصحابہ اجمعین ؛ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو رب العزت تبارک وتعالےٰ نے جمیع اشیاء کا علم عطا فرمایا۔ حاضرہ ہوں یا غائبہ۔ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ سے یہ خوب اچھی طرح ثابت ہے اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا بیان واضح ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور کو جمیع اشیاء کا علم ہے۔ اور قرآن پاک میں ان سب کا بیان۔ اور بلا خلاف حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قرآن کے عالم ہیں۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ۝ اور اللہ تعالےٰ نے تعلیم فرمایا آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے۔ اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے۔ تیسری آیت میں ارشاد ہوا مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو! انہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسول سے جسے چاہے۔ چوتھی آیت یہ ہے۔ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلط نہیں فرماتا مگر جسکو وہ انتخاب کرے اپنے رسولوں میں سے" ان کے علاوہ بہت کثیر آیات ہیں۔ جن سے یہ مضمون ثابت ہے۔ اب چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں ؛

حدیث (۱) :۔ بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتّٰی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذٰلك

من حفظه ونسیه من نسیه۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتداء آفرینش سے اہل جنت اور اہلِ نار کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے کی خبر دی۔ جسے یاد رہا اور جو بھول گیا۔ بھول گیا ؛ بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجلسِ صحابہ میں ابتداء آفرینش سے دخولِ جنت و نار تک ہونے والے جملہ وقائع و حوادث اور تمام حالات و مکنونات کی خبر دی ؛

حدیث (۲) :۔ بخاری و مسلم میں حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما ترک شیئاً یکون فی مقامه ذٰلک الیٰ قیام الساعة الا حدث به :۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرمایا اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی جن کا بیان نہ فرمایا ہو ؛

بخاری و مسلم کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کا بیان فرما دیا کوئی چیز چھوڑ نہ دی ؛

حدیث (۳) :۔ مسلم شریف میں حضرتِ ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقها ومغاربها یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا پس میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا یعنی تمام زمین کو ملاحظہ فرمایا ؛

مرقات المفاتیح میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا معناه ان الارض زویت لی جملتها مرة واحدة فرایت مشارقها ومغاربها یعنی میرے لئے تمام زمین یکبارگی سمیٹی گئی پس میں نے اسکے مشارق و مغارب کو دیکھا ؛

حدیث (۴) :۔ مواہبِ لدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والیٰ ما هو کائن فیها الیٰ یوم القیمة کانما انظر الیٰ کفی هٰذه :۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے لئے دنیا اٹھائی میں نے اسکو اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا ملاحظہ فرمایا جیسا اپنے اس کفِ دست کو ؛

حدیث (۵) :۔ امام احمد و ترمذی نے ایک حدیث روایت کی اور اسکو حسن و صحیح بتایا۔ اور ترمذی نے کہا میں نے امام بخاری سے اس حدیث کو دریافت کیا انہوں نے فرمایا صحیح ہے۔ اس حدیث میں ہے فتجلی لی کل شیئ وعرفت۔ پس مجھے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی ؛

ان آیات و احادیث سے خوب ظاہر و روشن ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

کو جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے اور کائنات کا کوئی ذرّہ اور قیامت تک ہونے والا کوئی واقعہ و حادثہ ایسا نہ رہا جسکا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ دیا گیا ہو۔ اب جو شخص علمِ حضور اقدس کا انکار کرتا ہے وہ باطل پر ہے۔ اور جو آیات و احادیث پیش کرتا ہے ان میں علمِ ذاتی یعنی خود بخود جاننے کی نفی ہے۔ کسی میں تعلیم کی نفی نہیں۔ اور کسی ایک حدیث میں یہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم عطا نہیں فرمائے۔ چنانچہ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں ان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالیٰ فامر متحقق قال اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ۔ یعنی نفی علم ذاتی کی کی گئی ہے اور ثبوت علم بتعلیم الٰہی کا ہے جو امر ثابت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تعالےٰ عالمِ غیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلط نہیں کرتا مگر جسکو رسولوں میں سے چُنے۔ خفاجی علیہ الرحمہ کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ عبارات نفی میں علم ذاتی مراد ہے۔ اور عبارات اثبات میں علم عطائی۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم عطائی کے انکار میں آیات و احادیث پیش کرنا مغالطہ اور تغلیط ہے ؛

بحمد اللہ تعالےٰ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے علم غیب کا مسئلہ خوب واضح و روشن اور دلائل و براہین سے موشح و مزین ہو چکا۔ اب مخالف کو جائے چون و چرا باقی نہیں۔ بیان مسطور بالا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے لئے بتعلیم الٰہی غیب کے علم کا اثبات شرک نہیں۔ اور جو چیز نصوص سے ثابت ہو کس طرح شرک ہو سکتی ہے۔ اسکو شرک کہنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ شرک کہنے والا اس بات کا مدعی ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کا علم بھی معاذ اللہ عطائی اور بتعلیم غیر ہے۔ ایسا کہے تو یقیناً کافر اور نہ کہے تو اثبات علم عطائی پر شرک کا حکم لگانا کذب و باطل اور جہالت و ضلالت۔ تمام عالم کے وہابی مل کر کوشش کریں تو بھی علم عطائی کو شرک ثابت نہیں کر سکتے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

محمد نعیم الدین غفرلہٗ

نوٹ :۔ مسئلہ علم غیب کی مزید تحقیق و تنقیح اور بے مثل و بے عدیل توضیح و تشریح کا شوق ہو تو حضرت صدر الافاضل مولانا مولوی حکیم حافظ محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف منیف "الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ" ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں وہابیہ کے ہر ہر اعتراض کا مفصل و مدلل جواب ہے۔ اور جس شخص کی اس کتاب پر نظر ہو۔ وہابی اس سے اس مسئلہ میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ کتاب مذکور آپ اپنے ادارہ علویہ رضویہ رضویہ سے طلب فرما کر پڑھیں اور حضرت مصنف کی علمی بصیرت کی داد دیں ؛

قرآن عظیم میں قسمیں یاد فرمانے میں حکمت

اور مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے متعلق فتویٰ

سوال (۱) :۔ قرآن مجید میں جو مولیٰ تعالےٰ نے دن اور رات۔ سورج و قمر۔ زیتون و انجیر۔ اور طور سینا وغیرہ کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ اس کی کیا ضرورت تھی اور اس میں کیا راز ہے؟ ؛

(۲) :۔ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے بارے میں تو جملہ مفسرین کا اجماع عند الذبح کی قید پر ہے۔ لیکن در مختار میں مذبوح لقدوم الامیر کی حرمت کا فتویٰ دیا گیا ہے گو اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ بحوالہ کتب فقہ مفصل تشریح فرماویں۔ امید ہے کہ آپ تھوڑا سا قیمتی وقت صرف فرما کر مختصر طور پر مگر جامع و مانع بحوالہ کتب جواب تحریر فرماویں گے۔ آپ کی عنایت ہوگی میں معترض نہیں بلکہ لیطمئن قلبی کا خواہاں ہوں۔ غلام رسول

الجواب بعون الکریم الوھاب

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) اللہ تعالےٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ ضرورت سے پاک ہے اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں وہ سب سے بے نیاز ہے۔ ضرورت دلیلِ نقصان و علامتِ امکان ہے تعالی اللہ عن ذٰلک علوًا کبیرا واللہ غنی عن العالمین البتہ اسکے ہر کام میں حکمت ہے۔ خواہ بندوں کی فہم اس حکمت تک رسائی کرے یا نہ کرے۔ قرآن کریم میں قسمیں یاد فرمائی گئیں۔ اس میں بہت حکمتیں ہیں۔ اول تو یہ قرآنِ پاک محاورۂ عرب میں نازل ہوا۔ اور اثباتِ مطالب میں حلف و یمین عرب کا طریقہ مالوفہ ہے تو کلام کا ان کے اسلوب پر ہونا مناسب ؛

امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ نے فرمایا والقرآن انزل بلغۃ العرب واثبات المطالب بالحلف والیمین طریقۃ مالوفۃ عند العرب ؛

دوم اصول ہدایت و ارشاد کا اقتضاء ہے کہ رہنمائی کے تمام مدارج و مراتب پورے کر دیئے جائیں اور قوم کے لئے جائے عذر نہ چھوڑی جائے پھر بھی وہ انکار ہی کرتی رہے تو اسکی بدنصیبی ؛

جُہال کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ برہان کی اقامت اور دلائل کے وضوح کے بعد وہ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ ہم علم میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم نے ہمیں علمی قوت سے دبایا۔ مدعی پر اطمینان نہیں ہوا۔ ایسی حالت میں

اور مزید دلائل قایم کرنا بیکار ہوتا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ان کے اطمینان اور قطع عذر کے لئے کلام کو مؤکد بقسم کیا جائے تاکہ انہیں عذر کرنے کا موقع نہ رہے کہ دلائل تک تو ہمیں رسائی نہ تھی قسم یاد کیجاتی تو ہماری تسلی ہو جاتی۔ اس لئے قرآنِ کریم میں اقامتِ دلائل اور براہین کے ساتھ مطالب پر اطمینان دلانے اور عذر دفع فرمانے کے لئے قسم یاد فرمائی جاتی ہے ؛

سوم عرب جھوٹی قسموں سے بہت ڈرتے اور پرہیز کرتے تھے۔ انکا اعتقاد تھا کہ جھوٹی قسم کھانے والا برباد ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک میں قسمیں ذکر فرمائیں اور دین اسلام برابر ترقی میں رہا۔ یہ عرب کے لئے ایک دلیل تھی کہ یہ مضمون صحیح ہے۔ ورنہ تمہارے اعتقاد کے بموجب قسموں سے مؤکد کرنے کے بعد اسکا رواج روز بروز کیسے بڑھتا رہتا ؛

چہارم قرآن کریم میں جسقدر قسمیں مذکور ہیں ان میں غور کیجئے تو وہ سب کی سب مدعا کی زبردست دلائل ہیں پس یہ قسم کا ہے اور مضمون برہان قوی والحمد للہ العلیم الحکیم۔ اس کے علاوہ اور بہت وجوہِ حکمت ہیں استعمال میں اسی قدر پر اکتفا کیا گیا ؛

مسئلہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور عبارتِ درمختار کا مطلب

(۲) ؛ قرآن کریم میں ذبح کے متعلق دو حکم ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس پر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ ورنہ ذبیحہ حرام قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ دوسرا یہ کہ غیر کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ سے ظاہر ہے۔ یہ دونوں حکم وقتِ ذبح کے ہیں۔ یعنی ذبح یا اسکا قائم مقام مثل ارسال در ذبح غیر اختیاری جب ہی جائز ہو سکتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالےٰ کا نام لیا گیا ہو۔ یہ بات بحث طلب نہیں ہے کہ تسمیہ عند الذبح یا عند الارسال معتبر ہے۔ آیت صاف طور پر اس مدعا کو ثابت کر رہی ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے۔ اسی درمختار میں ہے وتشترط التسمیۃ من الذابح حال الذبح او الرمی لصید او الارسال۔ اور ظاہر ہے کہ تسمیہ قبل یا بعد مفید حلت نہیں۔ درمختار ہی میں ہے ولو سمی الذابح ثم اشتغل بالاکل او الشرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرام والا لا۔ اب خوب ظاہر و روشن ہو گیا کہ تسمیہ عند الذبح معتبر ہے۔ درمختار ہی میں ہے والمعتبر الذبح عقیب التسمیۃ قبل تبدیل المجلس ؛

اتنا پیش نظر رکھ کر ہر عاقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ذبح بنام خدا ہونا ضروری ہے۔ تو جہاں ذبح اختیاری ہو وہاں عین وقتِ ذبح تسمیہ ضروری ہے۔ اور جہاں غیر اختیاری ہو۔ وہاں جو اسکا قائم مقام ہو۔ مثل ارسال و رمی وغیرہ اس پر ضروری اور ایک گھنٹہ قبل تسمیہ و تکبیر کا وظیفہ پڑھتا رہا تھا۔ مگر وقتِ ذبح خدا کا نام نہ لیا تو یہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ ذبح میں تسمیہ یعنی بنامِ خدا ذبح کرنا اسوقت پورا ہوتا ہے جبکہ اس کے نامِ پاک کے ساتھ اور کسی کا نام شامل نہ کیا ہو۔ ورنہ ذبح خاص اس کے نام پر نہ ہوا۔ مسئلہ کے اس پہلو کو آیت کریمہ میں وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی عبارت سے بیان فرمایا۔ تو مسئلہ پر نظر رکھنے

دالا ان دونوں آیتوں کو ملحوظ کرنے کے بعد اس یقین پر پہنچتا ہے کہ جسطرح تسمیہ عند الذبح ضروری ہے اسی طرح غیر کے نام سے مجرد ہونا بھی عند الذبح لازم ہے۔ اسی سے عامہ مفسرین عند الذبح کی قید لگاتے ہیں۔ اور یہ بالکل حق ہے۔ فقہاء کے کلام میں اس کی مخالفت کہیں نہیں پائی جاتی ؛ اب یہ بات ناقابل لحاظ ہے کہ ذکر الٰہی کے ساتھ ذکر غیر کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ غیر کا نام خدا کے نام کے ساتھ صورۃ و معنیً دونوں طرح موصول ہو۔ نہ صورتاً۔ دوسری یہ کہ فقط صورۃً موصول ہو نہ معنیً تیسری یہ کہ معنیً بھی موصول نہ ہو۔ اس میں سب سے اخف شکل وصل صوری کی ہے کہ اس میں حقیقتاً وصل نہیں پھر بھی اس میں فقہاء نے بہت کلام فرمایا ہے۔ باقی دونوں صورتوں میں وصل ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایک میں صریح ہے۔ دوسری میں غیر صریح مگر ذکرِ الٰہی کی تجرید کما ینبغی دونوں میں حاصل نہیں۔ تو یہ دونوں صورتیں مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہیں درمختار میں ہے وان عطف حرمت نحو باسم اللہ واسم فلاں او فلاں لانہ اھل بہ لغیر اللہ۔ ردالمحتار میں ہے لان الاھلال للہ تعالیٰ لا یکون الا بذکر اسمہ مجردًا لا شریک لہ ؛

اب معلوم ہو گیا کہ اہلالُ اللہ یہ ہے کہ وقتِ ذبح صرف اللہ کا نام لیا جائے۔ اور ذکر الٰہی مجرد رہے۔ اور جہاں یہ بات نہ ہو بلکہ ذکر غیر بھی ملایا گیا ہو۔ تو وہ اہلال لغیر اللہ ہے۔ خواہ صورۃً و معناً دونوں طریقہ سے ہو۔ جیسا کہ درمختار کی عبارت سے ابھی ظاہر ہوا۔ خواہ فقط معنیً ہو صورۃً نہ ہو۔ اسکی مثال درمختار کا مسئلہ ذبح لقدوم الامیر ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ جس حالت میں نہ گوشت کا خود کھانا منظور ہو نہ امیر نہ اسکے خدام کو کھلانا۔ نہ اس مذبوح سے کسی اور طرح کا انتفاع۔ بلکہ ارادۃً قدوم کا مقصد۔ امیر کی طرف تقرب ہو۔ تو گو صورۃً ذکر امیر نہیں۔ مگر معنیً ذکرِ امیر موجود ہے۔ خواہ زبان سے عمر بھر کبھی امیر کا نام نہ لیا ہو۔ تو اب وقتِ ذبح بسم اللہِ اللہ اکبر کے ساتھ امیر کا نام حکماً مذکور ہے گو صراحۃً نہیں۔ ردالمحتار میں ہے لکن لما کان فی ذلک تعظیم لہ لم تکن التسمیۃ مجردۃ للہ تعالیٰ حکمًا کما لو قال بسم اللہ واسم فلاں۔ تو اب وقتِ ذبح غیر کے اس ذکر حکمی کو منع فرمانے کے معنی یہ کسطرح ہو گئے کہ اہلال لغیر اللہ مطلقاً رفع الصوت باسم غیرہ ہے اور اس میں وقتِ ذبح کا کوئی اعتبار نہیں۔ عجب لغویت ہے اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ سب وقتِ ذبح ہی کے تو احکام ہیں۔ ردالمحتار میں اس کی شرح میں فرمایا اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح اور جو اہلال لغیر اللہ کے معنی رفع الصوت لغیرہ لیتے ہیں ان کے نزدیک تو ذبح لقدوم الامیر محض قصد سے حرام ہونا ہی نہ چاہیئے کہ اس میں رفع صوت بالاسم الامیر کا نام و نشان بھی نہیں۔ رفع صوت باسم اللہ ہے وہ کس منہ سے اسکو حرام کہیں گے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح تارک التسمیہ ناسیًا کو ذاکر حکمًا قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح قاصد تقربِ امیر ذاکر اسمِ امیر عند الذبح قرار دیا گیا۔ اور مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا محل وہی ذکر غیر عند الذبح رہا۔ تفاسیر سے اس میں اصلاً مخالفت نہیں۔ نہ مسئلۂ نذر اولیاء سے

قطعاً کوئی مناسبت کہ وہاں مقصود ایصال ثواب ہے نہ تقرب کما ھو الظاھر اب ثابت ہوگیا کہ عبارت درمختار تفاسیر کے بالکل مطابق ہے۔ اور مخالفین کے مدعائے باطل کو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتقن واحکم ۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین ؛

سُنّیوں کی مساجد میں غیر مقلّد وہابی وغیرہ کے نماز پڑھنے کے متعلق فتویٰ

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں

(۱) :۔ مسجد اہلِ سنّت وجماعت میں حنفی امام کے پیچھے وہابی نماز پڑھتے ہیں اور آمین بالجہر کہتے ہیں۔ ان کو منع کرنے سے زیادہ فساد ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ خدا خانہ ہے آپ کو کوئی حق روکنے کا نہیں ہے۔ ہم لوگ آمین بالجہر ضرور کہیں گے۔ ایسی حالت میں ان کو آمین بالجہر کہنے سے ان کو روکا جاوے اور نہ ماننے پر مسجد میں آنے سے منع کیا جاوے تو کیا خلافتِ مسئلہ ہوگا؟ ؛

(۲) :۔ اگر وہابی لوگ مسجد مذکور میں بعد ممانعت کے حنفی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اپنی جماعت علیحدہ قائم کرکے آمین بالجہر بالاعلان کہیں تو کیا ان کو وہ جماعت قائم کرنے دیجائیگی؟ یا وہ اگر جماعت قائم کرکے نیت باندھ چکے ہوں اور آمین بالجہر بالاعلان کہہ رہے ہوں۔ تو ایسی حالت میں کیا کرنا ہوگا؟ کیونکہ ہر وقت ایسے واقعات سے بلوہ کا اندیشہ ہے۔ اور وہ لوگ آمادۂ فساد ہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب ؛

الجواب بعون الکریم الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم ؕ

اہلسنت کی مسجد صرف اہلسنت کے لئے ہے۔ کوئی رافضی۔ خارجی۔ وہابی بدمذہب اس میں دخیل نہیں ہو سکتا۔ واقف کا وقف خواہ مسجد ہو یا مدرسہ اس میں بدمذہب کو دخل نہیں پہنچتا۔ ردالمحتار میں ہے کمدرسۃ موقوفۃ علی الحنفیۃ مثلاً لایملک احداً ان یجعلھا لاھل مذھب آخر۔ مذہبِ حق مذہب اہلسنت ہے باقی سب فرقے گمراہ اور ناری ہیں۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی طریق مسلمین ہے۔ اس پر قائم رہنے کا شرع مطہر نے حکم فرمایا۔ اسکے چھوڑنے والے کے حق میں وعیدیں وارد ہوئیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ (ترجمہ) اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی ؛ اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے طریقہ کا اتباع لازم اور اسکی مخالفت حرام ہے ۔ تفسیر مدارک میں ہے ای السبیل الذی ھم علیہ من المذھب الحنفی وھو دلیل علیٰ ان الاجماع حجۃ لا تجوز مخالفتھا کما لا تجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ لان اللہ تعالیٰ جمع بین اتباع غیر سبیل المؤمنین وبین مشاقۃ الرسول فی الشرط وجعل جزاءہ الوعید الشدید فکان اتباعھم واجباً کمولاۃ الرسول ؛

تفسیر خازن میں ہے وذٰلک لان اتباع غیر سبیل المؤمنین وھو مفارقۃ الجماعۃ حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین جماعتھم واجباً ۔ تفسیر احمدی میں ہے ویبتغ غیر سبیل المؤمنین من عمل او اعتقاد اور اسی میں ہے ھذہ الآیۃ ھی التی تدل علیٰ ان الاجماع کالکتاب والسنۃ اسی میں ہے الآیۃ تدل علیٰ حرمۃ مخالفۃ الاجماع نیز اسی میں ہے واذا کان اتباع غیر سبیلھم محرماً کان اتباع سبیلھم ممن عرف سبیلھم اتباع غیر سبیلھم ھذا لفظہ فعلم ان اتباع سبیل المؤمنین ای ما علیہ المؤمنین باجمعھم واجب، وذٰلک سمی بالاجماع فیکون حجۃ قطعیۃ یکفر جاحدہ کالکتاب والسنۃ المتواترۃ ۔

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ اعمال و عقائد میں طریق مسلمین کا اتباع واجب مخالفت ناجائز مستوجب وعید شدید اور جماعت مسلمین سے مفارقت حرام اور جس امر پر مسلمان متفق ہوں وہ واجب ۔ اسی کو اجماع کہتے ہیں ۔ وہ حجۃ قطعیہ ہے کہ اسکا منکر کتاب وسنت کے منکر کی طرح بے دین ہے یہ مضمون بکثرت نصوص سے ثابت ہے ۔ حدیث شریف میں ہے اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار یعنی بڑی جماعت کا اتباع کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوا جہنم میں ڈالا جائے گا ۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ یعنی اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائیگا ؛

جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے ۔ اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ جس امر پر امت متفق ہو وہ باطل نہیں ہو سکتا کہ اس امت مرحومہ کا خدا نگہبان ہے ۔ واللہ خیر حافظا ۔ ان ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے کہ صراط مستقیم مسلمانوں کی راہ ہے جس پر وہ عامل ہوں ۔ اور جو اس راہ سے جدا ہو جہنمی گمراہ بیدین ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ تمام مسلمان تقلید شخصی کرتے ہیں ۔ اور صدہا سال اس پر عمل کرتے گذر گئے تو اس پر مسلمانوں کا اجماع ہوا ۔ اور اسکا ماننا بحکم خدا و رسول واجب و لازم ۔

تفسیر احمدی میں ہے قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز لاربع یعنی اس پر اجماع ہو چکا کہ فقط آئمہ اربعہ ہی کا باہمی اتباع جائز ہے۔ نیز اسی میں ہے وینبغی ان یکون التقلید منحصرا المذھب معین خاصۃ یعنی ضروری ہے کہ تقلید بالخصوص مذہب معین میں منحصر ہو۔ اور اسی میں ہے ولھذا قالوا بضلالۃ فرق الاھواء من المعتزلۃ و الروافض والخوارج وغیرھم ویتعین الحق فی مذھب اھل السنۃ والجماعۃ۔ یعنی اسی سے اہل ہوا فرقوں کی ضلالت کے قائل ہیں خواہ وہ معتزلہ ہوں یا روافض یا خوارج انکے سوا اور کوئی ؛

اشباہ میں ہے وما خالف الائمۃ الاربعۃ مخالف الاجماع قد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذھب المخالف لاربعۃ لانضباط مذاھبھم وکثرۃ اتباعھم۔ یعنی جو قول یا حکم آئمہ اربعہ کے مخالف ہو وہ اجماع کے مخالف ہے۔ امام ابن ہمام نے تحریر میں تصریح فرمائی کہ آئمہ اربعہ کے مخالف مذہب پر عمل ناجائز ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا کیونکہ ان کے مذاہب منضبط ہیں اور سواد اعظم ان کا اتباع کرتی ہے ؛

اب بحمداللہ تعالےٰ خوب پایۂ ثبوت کو پہنچا کہ حق مذہب اہل سنت وجماعت ہے اور وہ آئمہ اربعہ کے مقلدین ہیں منحصر۔ اور تقلید شخصی پر اجماع منعقد۔ لاجرم اسکا منکر اجماع کا منکر گمراہ بے دین بندہ ہوا ہے۔ انکو مسجد میں آنے دینا تو کیا جائز ہو سکتا ہے۔ غیر مسجد میں بھی ان کے ساتھ مصاحبت وہمنشینی جائز نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ تفسیر احمدی میں اسی آیۂ مبارکہ کے تحت میں فرمایا ان القوم الظلمین ھم المبتدع والفاسق والکافر والقعود معھم ممتنع یعنی قوم ظالمین میں اہل بدعت اور فاسق و کافر سب داخل ہیں۔ ان سب کے ساتھ قعود ممنوع ہے۔ اور بکثرت احادیث ان فرق باطلہ کے ساتھ مجالست ومخالطت کے ممنوع ہونے میں وارد ہوئی ہیں اور مسلمانوں کو ان سے علیحدہ رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں جب ان گمراہ قوموں سے بچنا اور انہیں اپنے سے دور کرنا لازم ہے تو اہلسنت کے لئے اپنی مساجد میں انہیں آنے دینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ علاوہ بریں مساجد کی حرمت یہ ہے کہ فتنہ سے ان کو بچایا جائے۔ اور ان لوگوں کا مسجد میں آنا یقیناً باعثِ فتنہ ہے۔ جہاں یہ مسجد میں آئے فتنہ انگیزی شروع کی۔ سینکڑوں جگہ مار پیٹ ہوئی ہے۔ مقدمہ بازی تک نوبتیں پہنچی ہیں ؛

حموی شرح اشباہ میں ہے ومنھا ما یترتب علیٰ ذٰلک فی کثیر من المساجد من اجتماع الصبیان واھل البطالۃ ولعبھم ورفعا صواتھم وامتھانھم بالمساجد وانتھاک حرمتھا وحصول ادناس فیھا وغیر

ذٰلك من مقاصد التي يجب صيانة المسجد عنها۔ تو اہلِ اہوا جن کے آنے سے فساد کا قوی اندیشہ ہے انہیں مسجد میں آنے کی اجازت دینا کسطرح جائز ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اہلسنت کی مسجد میں وہابی وغیر مقلد کو کوئی حق نہیں اسکے آنے سے فساد ہے۔ اور فساد سے مسجد کو بچانا واجب۔ نیز اسکی صحبت مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔ علاوہ ان سب کے اُسکا آنا اور غیر مقلدانہ حرکات مسلمانوں کے لئے ایذاء ہے۔ اور جس سے ایذاء ہوا سکو مسجد سے روکنے کا مسلمانوں کو حق ہے۔ رد المحتار میں ہے والحق بالحدیث کل من اذی الناس بنفسہٖ ولسانہ وبہ یفتیٰ ابن عمر وھو اصل فی نفی کل ما ینادی بہٖ۔ لہٰذا مسلمان غیر مقلدین کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں وہ نہ مانیں تو قانونی طور پر انہیں رکوا دیں واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتقن واحکم ۔۔ کتبہٗ محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین ؛

قادیانی و بہائی کے ساتھ سُنّیہ کے نکاح کا حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پہلے قادیانی تھا۔ اب قادیانی ہونے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بہائی ہوں یعنی بہاء اللہ کا معتقد اور اسکے مذہب پر ہوں۔ بہاء اللہ وہ شخص ہے جسکی نسبت اخبار وغیرہ میں لکھا ہے اور بہت مشہور ہے کہ وہ مدعی نبوت تھا۔ جسکا زمانہ عنقریب گذرا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مُسلمہ سُنّیہ حنفیہ سیدانی لڑکی کا نکاح شخص مذکور سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ؛

الجواب :۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ قادیانی مرزا کی نبوت کا قائل۔ ختم نبوت کے معنیٰ متواتر کا منکر ہے اور وہ اسوجہ سے کافر ہے۔ اب اگر بہائی ہوگیا تو اسوجہ سے اسکا کفر اٹھ نہ گیا جب تک کہ وہ اپنے کفر سے توبہ نہ کرے اور ختم نبوت کے معنی متواتر کو تسلیم نہ کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بعد کسی نبی جدید کے آنے کے خیال سے تائب نہ ہو۔ اور تمام کفریات سے بیزاری کرکے از سرِ نو اسلام نہ لائے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بہائی ہوجانا اس کفر سے پاک نہیں کر دیتا۔ بلکہ اب بھی وہ گندے کفر میں مبتلا ہے۔ مرزا نے جس قسم کا دین ایجاد کیا اور ضلالت کی جو راہیں اختیار کیں وہ سب اسکی طبع زاد نہیں۔ اس نے اپنے زمانہ سے قبل کے بے دینوں دجالوں سے بہت کچھ اخذ کیا۔ اور ان سب کا پس خوردہ جمع کرکے ایک دوکان لگائی۔ اُنہی میں سے بہائی فرقہ بھی ہے۔ تو قادیانی سے بہائی ہوجانا ایک ہی سلسلہ کے کفریات میں گشت لگانا ہے۔ اب سب کی مکاری ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار کو اپنا اصول بنانے سے چلتی ہے۔ ۱۸۴۵ھ میں جونپور میں ایک شخص ہوا جسکا نام میراں سید محمد

تھا۔ اس کے باپ کا نام سید خاں۔ ماں کا نام بی بی آقا ملک۔ ماں باپ کے نام بدل کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین کریمین کے نام رکھے۔ ماں کا نام آمنہ اور باپ کا نام عبداللہ رکھا۔ اور یہ شخص "مہدی" موعود بنا۔ اس سے بھی کام نہ چلا ماں باپ کے نام جاننے والوں نے اعتراض کیا۔ تو اس نابکار نے حضور اقدس اردا حنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبداللہ ہونے سے انکار کر دیا۔ اور یہ مکر گڑھا کہ حضور کا اسم گرامی محمد عبداللہ ہے۔ ابن کا لفظ راویوں کی غلطی سے زیادہ ہوگیا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس شخص کے معتقدین اسکی مہدیت کی تصدیق کو فرض اور اسکا انکار کفر جانتے تھے۔ لہٰذا وہ بھی اسی راستہ پر چلا ہے۔ جسطرح مرزا کے گھر والوں کو اسکے معتقدین "اہل بیت" اور اسکی بی بی کو "ام المومنین" کہہ کر ایوان رسالت کی نقل اتارتے ہیں۔ اسی طرح میرآں سید محمد کے یہاں خلفاء راشدین پانچ اور صدیق دو۔ اور مبشر بالجنہ بارہ اور چوہتر فرقے۔ اور جنگ بدر۔ اور فاطمہ اور حسین ولایت سب بنائے گئے تھے۔ یہ لوگ اپنے گرو میرآں سید محمد کو خلفاء راشدین اور تمام انبیاء و مرسلین سے افضل۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مرتبہ میں ہمسر و برابر ٹھہراتے تھے اور اسکو مفترض الطاعۃ سمجھتے تھے۔ شریعت طاہرہ کے احکام کا ناسخ اور صاحب شریعت جدید مانتے تھے۔ اس پر وحی آنے کے معتقد تھے۔ چنانچہ اسے رسالہ "ام العقائد" میں اس کی وحی یوم لکھی ہے قال الامام المهدی صلی اللہ علیہ وسلم علمت من اللہ بلا واسطۃ جدید الیوم قل انی عبد اللہ تابع محمد رسول اللہ محمد مهدی الزمان وارث نبی الرحمٰن عالم علم الکتاب والایمان مبین الحقیقۃ والشریعۃ والرضوان۔ اس وحی شیطانی کی زبان اور مضمون بھی قابل دید ہے۔ یہ شخص بلا واسطہ اللہ سے اخذ علوم کا مدعی تھا ہندی میں بھی وحی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور نئے نئے احکام کا نزول بتاتا تھا۔ زکوٰۃ میں بہت سی قطع و برید لگائی تھیں۔ اسکے عقائد فاسدہ اور مکائد کاسدہ کہاں تک بیان کئے جائیں۔ علماء عرب و عجم اور فضلاء مکہ مکرمہ نے ان لوگوں کے کفر و قتل کے فتوے دیئے اور شاہان اسلام نے انہیں سزائیں دیں اور ہلاک کر دیا۔ پھر اس قسم کا کفر ایران سے پیدا ہوا:

۱۸۱۹ء میں شیراز میں ایک شخص پیدا ہوا جسکا نام مرزا علی محمد تھا۔ اسی کو "باب" کہتے ہیں۔ اور اسکے معتقدین اس پر ایمان لانے والے "بابی" کہلاتے ہیں۔ یہ شخص بھی مہدی ہونے کا مدعی تھا۔ اپنے آپ کو مثل حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اور ایک اور شخص کو جسکا لقب اس نے من یظہرہ اللہ جل ذکرہ مثل حضرت عیسیٰ کے ہیں۔" اس مرزا علی محمد باب نے پیغمبری کا بھی

دعویٰ کیا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۰ میں ہے "سید مرزا علی محمد باب نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔" اس نے اپنی علیحدہ شریعت بنائی تھی۔ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۴ میں اسکا یہ قول موجود ہے "میں نے جو شریعت لکھی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم اسی وقت تمکو ملے گا جب کہ من یظہرہ اللہ ظاہر ہوگا۔ اور اس شریعت میں سے وہ جس بات کو پسند

(۱) مرزا علی محمد کا یہ قول بھی کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات کے صفحہ ۱۰ میں اس طرح لکھا ہے کہ "میں ہی وہ ہوں جسکا نام مرزا علی محمد تھا اور اسی کو باب کہتے ہیں۔" (۲) مرزا علی محمد باب نے اپنے کو مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہا تھا جیسا کہ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۰ میں ہے "سید مرزا علی محمد باب نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔"

کرے گا اس پر عمل کرنے کا حکم دیگا اللہ جسکو وہ پسند کریگا اسکو تم مت کرنا ؛

طہران میں سب سے پہلے مرزا حسین علی اس پر ایمان لایا۔ مرزا علی محمد نے اسکو بہاء اللہ کا لقب دیا۔ اس مرزا حسین علی عرف بہاء اللہ نے دعویٰ کیا کہ وہ من یظہرہ اللہ ہے۔ جس کی علی محمد باب نے بشارت دی ہے۔ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۹ میں ہے "ایڈرینوپل میں بہاء اللہ نے کہا کہ جس شخص کی بشارت مجھکو حضرت باب نے دی ہے اور جس کی راہ میں انہوں نے جان فدا کی وہ میں ہی ہوں من یظہرہ اللہ میرا لقب ہے۔ اس بہاء اللہ پر ایمان لانے والے "بہائی" کہلاتے ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۰ میں ہے "جنہوں نے حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ قبول کیا ان کا نام "بہائی" ہو گیا" بہاء اللہ خدا کی طرف سے بے واسطہ علم ملنے اور مبعوث من اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۲۵ میں ہے "یکایک خدا کی نسیم لطف مجھ پر گذری اور جو کچھ ابتداء آفرینش سے اب تک ظہور میں آیا اسکا علم اس نے مجھے دیا۔" صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے "اسی نے مجھکو حکم دیا کہ میں اسکے نام کی منادی کر دوں۔" صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے "ہم خدا اور اسکے حکم پر جو ہم پر اور ہم سے پہلے نازل ہوا ہے ایمان لاتے ہیں۔" اس بہاء اللہ نے اپنی نبوت کا سکہ جمانے کے لئے ختم نبوت کا انکار کیا۔ چنانچہ صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے "پیغمبروں کا ظاہر ہونا محال اور غیر ممکن نہیں جانتے اور اگر کوئی شخص اس بات کو محال جانے۔ تو پھر اس میں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے جنہوں نے خدا کے ہاتھوں کو بندھا ہوا سمجھا (وہ کون؟ جمہور اہل اسلام اور مخصوص اہلسنت) اگر یہ لوگ خدائے تعالےٰ کو مختار جانتے ہیں۔ تو انہیں لازم ہے کہ اس شہنشاہِ ازلی کے ہر حکم کو قبول کریں جو اسکے رسول کی معرفت صادر ہوں۔" صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے "الطافِ باری کی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا نے جگا کر مجھے یہ حکم دیا کہ میں زمین و آسمان کے درمیان اسکے نام کی منادی کر دوں۔ یہ بات میں نے خود نہیں کی۔ بلکہ خدا ہی کی طرف سے کی۔ اس کی ہدایت ہوئی تھی" صفحہ ۴۱ پر یہ قول لکھا ہے "میرا علم خدا کا عطا کردہ ہے کسی انسان سے حاصل نہیں کیا ہے۔" اس بہاء اللہ نے شرع کے احکام کو بھی درہم و برہم کر دیا ہے اور نئے حکم اپنے دل سے تراشے ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب "بہائی اللہ کی تعلیمات" کے آخر حصہ کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے "خدا تمکو نکاح کا حکم دیتا ہے مگر خبردار دو سے زائد نہ کرنا۔" تیسری طلاق کے بعد کی حرمت اور بغیر حلالہ عدم حلت کے حکم کی تبدیل۔ صفحہ ۱۸، اسی کتاب میں ہے "خدا نے منع کر دیا کہ جو تم تیسری طلاق کے بعد کیا کرتے تھے۔" گانا بجانا سب حلال کر دیا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴ میں ہے "تم نے حلال کیا تمہارے اوپر گانے اور بجانے کا سننا" اس گروہ کا دستور تقیہ کرنا بھی ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴۷ میں اسکا اقرار ہے ؛

اتنے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مرزا غلام احمد اور بہاء اللہ ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار میں شریک ہیں۔ دعوئے مہدیت میں شریک ہیں۔ مثل مسیح ہونے کے دعوے میں شریک ہیں۔ رسالت اور وحی کے دعوے میں شریک ہیں۔ تبدیلِ احکام

شرع میں شریک ہیں۔ دونوں کے کفر ہوئے۔ اب بہاء اللہ خود بھی رسول بنتا ہے اور اپنے اوپر وحی آنے بے واسطہ اللہ سے علم پانے کا مدعی ہے۔ اور مرزا علی محمد کو بھی پیغمبر مانتا ہے۔ حلال کو حرام۔ اور حرام کو حلال بھی کرتا ہے۔ کتنے کفروں میں مبتلا اور اپنے معتقدین کو مبتلا کرنے والا ہے۔ یقیناً اس کی تصدیق کرنے والے کافر و مرتد خارج از اسلام ہیں۔ شفاء شریف میں ہے وکذٰلک قال من تنبأ وزعم انه یوحیٰ الیه قاله سحنون وقال ابن القاسم دعیٰ الیٰ ذٰلک سرا وجهرا قال اصبغ وهو کالمرتد لانه کفر بکتاب الله مع القربة علی الله وقال اشهب فی یهودی تنبأ وزعم انه یوحیٰ ارسل الی الناس او قال ان بعد نبیکم نبی انه یستتاب ان کان معلنا بذٰلک فان تاب والا قتل وذٰلک لانه مکذب النبی صلی الله علیه وسلم فی قوله لا نبی بعدی مفتری علی الله فی دعواه علیه الرسالة والنبوة ؛

علامہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وقد یکون فی هٰؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوة بمثل هٰذه الخرعبلات او بطلت تغیر شیٔ من الشریعة ونحو ذٰلک ؛

اب ثابت ہو گیا کہ وہ شخص قادیانی تھا جب بھی کافر تھا۔ اور بہائی ہوا اب بھی کافر ہے اسکے ساتھ مسلمہ کا نکاح نہیں ہو سکتا ہمیشہ حرام ہو گا والعیاذ باللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم وعلمه عز اسمه اتقن واحکم ؛

کتبہ العبد المعتصم بحبله المتین
محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

فتویٰ ایصالِ ثواب، حکم زوجۂ مفقود، خطبہ میں اُردو خلافِ سُنّت

استفتاء

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں کہ میت کے ثواب کے لئے جب قرآن خوانی ہوتی ہے تو اسوقت جو لوگ قرآن پڑھنا نہیں جانتے ہیں۔ وہاں کلمۂ طیبہ یا سورۂ اخلاص وہ لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ؛

(۲) زوجۂ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کرنے کے بارے میں خلاصۃ المسائل میں جو مسئلہ خبر میں ہے کہ زوجۂ مفقود الخبر کی بعد انتظاری چار سال چار ماہ کے نکاح ثانی کر سکتی ہے جسکے صحیح ہونے میں تقریباً تیس مولویوں کے دستخط درج ہیں تو ہمارے حنفی المذہب کے علماء کی کیا رائے ہے؟ حنفی مذہب کے سب علماء اس مسئلہ میں متفق ہیں یا مختلف۔ اور یہ

مسئلہ کس مذہب کا ہے۔ حنفی اس مسئلہ پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں! مفصل تحریر فرمائیے بینوا توجروا ؛

(۳) خطبۂ جمعہ کے درمیان یعنی خطبۂ اول وثانی کے درمیان میں کچھ وعظ کہنا۔ یا جو اُردو نظم یا نثر میں درج ہے سب خطبوں میں اسکا پڑھنا کیسا ہے۔ یہاں پر لوگ عربی بالکل نہیں سمجھتے ہیں۔ تو اگر خطبہ میں کچھ اردو نہیں پڑھی جائیگی تو لوگ کیا سمجھیں گے۔ لوگوں کی ہدایت کے لئے کچھ اردو میں نصیحتیں درمیان خطبہ کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیسا ہے؟ مفصل طور سے تحریر فرمائیے گا۔ جائز ہے یا مکروہ۔ اگر مکروہ ہے تو کون مکروہ ہے تنزیہی یا تحریمی بینوا توجروا فقط سائل اصغر علی از جزیرہ جگوناس ؛

الجواب :- (۱) ثوابِ میت کے لئے جو قرآن شریف پڑھے ہوئے نہ ہوں وہ جو آیتیں اور سورتیں یاد رکھیں انکو پڑھیں۔ جو بالکل بے پڑھے ہوں وہ کلمہ طیب پڑھ کر ثواب پہنچائیں کہ ذکر الٰہی عبادت ہے اور نماز روزہ حج قرأت قرآن اذکار صدقہ وغیرہ ہر چیز کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے الاصل فی ھذا الباب ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ کان او صوماً او صدقۃ او غیرھا کالحج وقرأۃ القرآن والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام والشھداء والاولیاء والصلحین وتکفین الموتیٰ وجمیع انواع البرکۃ فی غایۃ التوجی شرح الھدایۃ۔ عبادتِ بدنیہ ومالیہ کے ثواب کا میت کو پہنچنا اہلسنت کا متفقہ مسئلہ ہے نصوص کثیرہ اس کی شاہد ہیں ؛

(۲) مفقود الخبر کی زوجہ اسوقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ قاضی اسکی موت کا حکم کرے اور وہ موت کی عدت گزارے۔ عینی شرح کنز میں ہے وتعتد امرأتہ وورث منہ ای من المفقود وحینئذ ای حین حکم بموتہ لا قبلہ ای قبل ذلک در مختار میں ہے انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ۔ اب رہی یہ بات کہ قاضی کب حکم کرے۔ ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ اسکی موت کا اندازہ اسکے ہموطن اقران کی موت سے کیا جائے گا۔ جب وہاں اسکے ہم عمر مرچکیں تو قاضی اسکی موت کا حکم کر سکتا ہے۔ علامہ شیخ مصطفیٰ شرح کنز میں فرماتے ہیں وفی ظاھر الروایۃ یقدر بموت اقرانہ من اھل بلدتہ علی المذھب۔ اقران کی موت کتنے عرصہ میں ہوتی ہے۔ اس میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ نوے ۹۰ سال کی عمر ہونے تک۔ کنز میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ ہدایہ میں اسی کو اوفق بتایا ہے۔ ذخیرہ میں فرمایا علیہ الفتویٰ۔ ایک قول سو ۱۰۰ برس کا۔ ایک ایک سو تیس ۱۳۰ برس کا ہے۔ متاخرین نے ساٹھ ۶۰ برس اختیار کئے۔ امام ابن ہمام نے ستر ۷۰ برس کو مختار فرمایا۔ یہ تو علماء حنفیہ کا مسلک ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال گزرنے پر قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے اور عورت کی عدت گذار کر چاہے

تو نکاح کرے۔ عینی شرح کنز میں ہے قال مالک اذا مضی اربع سنین یفرق بینھما وتعتد عدۃ الوفاۃ ثم تتزوج ان شاءت، اگر ضرورت شدیدہ ہو اور تفریق نہ کرنے سے کسی فتنہ قویہ کا اندیشہ ہو تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر حکم کیا جائے۔ رد المحتار میں ہے لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرر تحیث لم یوجد مالکی یحکم بہ واللہ سبحٰنہٗ اعلم ؛

(۳) خطبۂ جمعہ میں اردو پڑھنا خلاف سنت ہے اور مکروہ ہے۔ زمانۂ صحابہ میں عجمی ممالک فتح ہو گئے تھے کہیں خطبہ غیر عربی میں ثابت نہیں۔ نصیحت کے لئے خطبہ کے علاوہ دوسرے وقت وعظ کیا جائے ؛

محمد نعیم الدین غفرلہٗ ۱۵ر جمادی الآخر ۱۳۶۷ھ ؛

فتویٰ: گاؤں میں نمازِ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال :- جمعہ کی نماز شہر کے علاوہ کس مقام پر ہونی چاہیئے؟ واضح رہے کہ وہ مقام جو شہر سے باہر ایک میل کے فاصلہ پر ہے جمعہ ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں ہو سکتا ہے تو کیا کرنا چاہیئے کہ جمعہ کی نماز ہو جائے؟ نیز اس گاؤں کے آدمی اتنی فرصت نہیں رکھتے کہ شہر جاکر جمعہ ادا کر سکیں۔ اور علاوہ اس شہر کے یا گاؤں کے آدمیوں کے دوسرے گاؤں کے لوگ اگر بھی جمعہ پڑھیں تو درست ہو گا یا نہیں والسلام علیکم ؛ مرسلہ شیخ رحیم بخش چاولہ از قصور پنجاب

الجواب :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ؛ جمعہ کی صحت ادا کے لئے مصر (شہر) شرط ہے۔ اور فناء شہر یعنی شہر کے گرد و پیش کا وہ میدان جو اہل شہر کے حوائج و مصالح میں کام آتا ہو شہر کے حکم میں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ الفطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع الحدیث فقہ کے تمام متون و شروح میں اسکی تصریح ہے۔ تو جو آبادی فناء شہر میں نہیں، خواہ وہ شہر سے قریب ہو۔ اس میں جمعہ صحیح نہیں۔ نہ ان لوگوں پر جمعہ واجب۔ بحر الرائق میں ہے فان المذھب عدم صحتھا فی القری فضلا عن لزومھا وفی التجنیس ولا تجب الجمعۃ علیٰ اھل القریٰ وان کانوا قریباً من المصر لان الجمعۃ انما تجب علیٰ اھل الامصار اھ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہٗ اتقن واحکم ؛

العبد المعتصم بحبلہ المتین

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

تثویب

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ بروز جمعہ جو قبل از نماز سنت جمعہ بآواز بلند "الصلوٰۃ قبل الجمعہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" پکارتے ہیں۔ یہ پکار نا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث امرتسر اور مولانا مولوی مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی پیش امام صاحب گدکہ۔ مولوی جلال الدین رائباغی۔ مولوی عبدالحی رائباغی مدرس۔ محمد ایوب دہلوی۔ اور مولوی احمد علی لاہوری کے فتوے ہیں "الصلوٰۃ سنت قبل الجمعۃ" کا کہنا بے اصل ہے۔ اور کتاب حنان الیسر جو تصنیف مولوی عبدالحی بنگلوری محدث کی ہے اس میں لکھا ہے کہ مدارج النبوۃ و شرح وقایہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہ اس (تثویب) کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس کا ترک کرنا بہتر ہے کیا اس کتاب حنان الیسر۔ اور اوپر لکھے ہوئے مولویوں کے فتووں پر اعتبار کر کے تثویب "الصلوٰۃ قبل الجمعۃ سنۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا موقوف (ترک) کر دینا چاہیئے؟ اس مسئلہ کا بحوالہ کتب احادیث و فقہ حل فرما دیں۔ بینوا توجروا ۔

الجواب :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم۔ صورت مذکورہ بالا میں تثویب جائز اور اشخاص مذکورۂ سوال کا انکار غلط اور باطل۔ یقیناً نماز بر و تقویٰ میں داخل۔ کہ اللہ رب العزۃ عز وعلا تبارک وتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ج وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ لا وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ج وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ ج وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ج وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ط أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ط وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرے۔ ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے۔ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے۔ اور اپنا قول پورا کرنے والے جب وعدہ کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور حیا کے وقت۔ یہی ہیں جنہوں نے بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں"۔ اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز بر تقوےٰ میں داخل اور نماز بار و متقی ہے اور مسلمانوں کو نماز کی ترغیب و دعوت دینا اور نماز کا اعلان کرنا بر و تقویٰ پر معاونت ہے جس کا قرآن کریم میں حکم ہے۔ قال اللہ تعالےٰ تعاونوا علی البر والتقویٰ کہ بر و تقویٰ پر معاونت کرو۔ الحمد للہ کہ تثویب کا جواز خاص قرآن شریف سے ثابت ہوا منکرین معجلین

کو شرمانا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے آمین ؂

اب کتبِ فقہ پر ایک سرسری نظر ڈالیئے۔ کنز الدقائق میں ہے ویثوب علامہ شیخ مصطفٰی علیہ الرحمہ شرح کنز میں فرماتے ہیں ویثوب فی جمیع الصلوٰۃ۔ عینی شرح کنز میں ہے ویثوب من التثویب وھو عود الی الاعلام و انما اطلقہ لتبینھا علی استحسنہ المتاخرون من التثویب فی کل الصلوٰۃ لظھور التوالی فی الامور الدینیہ۔ نیز اسی میں ہے وما استحسنہ المتاخرون وھو التثویب فی سائر الصلوٰۃ لزیادۃ غفلۃ الناس۔ مستخلص الحقائق میں ہے واستحسن المتاخرون التثویب فی سائر الصلوٰۃ لزیادۃ غفلۃ الناس والیہ اشار المصنف بقولہ ویثوب بغیر فصل بین الفجر وغیرھا۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے ویثوب بعد الاذان فی جمیع الاوقات لظھور التوالی فی الامور الدینیہ فی الاصح وتثویب کل بلدۃ بحسب ما تعارفہ اھلھا۔ تحطاوی وحاشیہ مراقی الفلاح میں ہے استحسنہ المتاخرون وقد روی احمد فی السنن والبزاز وغیرھما باسناد حسن موقوفاً علی ابن مسعود وما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن۔ بدائع ملک العلماء امام کاشانی رضی اللہ عنہ میں ہے۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال کان التثویب علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ خیر من النوم۔ نیز اسی میں ہے فصار سائر الصلوٰۃ فی زماننا مثل الفجر فی زمانھم فکان زیادۃ الاعلام من باب التعاون علی البر والتقویٰ فکان مستحسن بحر الرائق میں ہے واطلق فی التثویب انہ لیس لہ لفظ یخصہ بل تثویب کل بلد علی ما تعارفوہ اما بالنحنحۃ او بقولہ الصلوٰۃ او قامت قامت لانہ للمبالغۃ فی الاعلام وانما یحصل بما تعارفوہ فعلی ھذا اذا حدث الناس اعلاماً مخالفاً لما ذکر جاز کذا فی المجتبیٰ وافاد انہ لا یخص صلوٰۃ بل ھو فی سائر الصلوٰۃ وھو اختار المتاخرین لزیادۃ غفلۃ۔ آیاتِ مذکورہ وعباراتِ منقولہ سے ظاہر وزاہر واضح وباہر کہ نماز کے بعد اذانِ اعلام جسکو تثویب کہتے ہیں جمعہ وغیرہ تمام نمازوں میں جائز اور متاخرین کے نزدیک مستحسن اور منکرین کا انکار اور اصرار بالکل غلط اور بیکار واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتقن و احکم۔

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے مدینہ طیبہ کو یثرب نہ کہنا چاہیئے کیونکہ وہ مشتق ہے ثرب

سے جس کے معنی فساد کے ہیں۔ یا یہ وجہ ہے کہ یہ نام ایک کافر کا تھا۔ اس سے ایسی زمین پاک کو نسبت کرنا سخت مذموم ہے۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَن اُسَمِّیَ الْمَدِیْنَۃَ طَابَۃَ کہ تحقیق اللہ تعالےٰ نے مجھکو حکم دیا کہ مدینہ کا نام طابہ رکھوں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص مدینہ کی طرف کسی بدبو کی نسبت کرے یا وہاں کی ہوا کو بُرا کہے یا پسند نہ کرے۔ تو وہ شخص واجب التعزیر ہے اسکو قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ خالص کرے۔ اور عمرو کہتا ہے کہ اگر یہ لفظ بُرا ہوتا تو حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی ایسا کیوں لکھتی کہ ؎

کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
کہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

تو معلوم ہوا یثرب لکھنا جائز ہے۔ اور متاخرین شعراء نے بھی اسکو لکھا ہے۔ جیسے مولانا تمنا صاحب یا مولانا فرید احمد وفا صاحب۔ تو اس بناء پر زید کا قول کسی طرح صحیح اور قابلِ تسلیم نہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا؟ بینوا توجروا ؛

العبد فقیر عبد المصطفیٰ محمد صابر حسین المخاطب بصابر اللہ شاہ اشرفی مراد آباد۔ مشتاق حسین عرف کلن اشرفی ساکنہ کاررمراد آباد

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ صورۃِ مسئولہ میں زید کا قول صحیح اور قابلِ اعتماد و مطابق حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسلئے کہ حدیث پاک میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے ممانعت وارد۔ اور یثرب کہنا منافقین کی طرف منسوب ہے۔ نیز یثرب اسم قبیح ہے۔ اور طیبہ یا مدینہ اسم حسن اور اسماء حسنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہیں۔ اور اسماء قبیحہ کی نسبت مبغوض۔ لہذا مدینہ طیبہ کو طیبہ۔ طابہ مدینہ کہنا ہی چاہیئے۔ یہی احمد ہے۔ یہی محمود۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت بقریۃ تاکل القریٰ یقولون یثرب وھی المدینہ الحدیث۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ کو ایسے شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا گیا کہ تمام شہروں پر غالب آجائیگا۔ لوگ اسکو یثرب کہیں گے حالانکہ وہ مدینہ ہے" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کی مرضی ہے کہ اس شہر پاک کو بجائے یثرب کے مدینہ کہنا چاہیئے۔ اور یثرب نام رکھنا اس بقعۂ طاہرہ کے لئے غیر مناسب ہے۔ اور اسکی شرح فتح الباری میں یقولون یثرب وھی المدینۃ کے تحت میں ہے ای بعض المنافقین یسمیھا یثرب واسمھا الذی یلیق بھا المدینۃ ؛ یعنی بعض منافقین مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں اور یہ اسکی شان کے لائق نہیں۔ اسکی شان کے لائق نام مدینہ ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت امام احمد روایت

فرمائی ہے من سمی المدینۃ فلیستغفر اللہ ھی طابۃ۔ یعنی جو شخص مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھے اسے چاہیئے کہ استغفار کرے اسکا نام تو طیبہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یقال المدینۃ یثرب رواہ عمر وابن ابی شیبۃ من حدیث ابو ایوب۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے۔ اسی فتح الباری میں ہے ولھذا قال عیسیٰ ابن دینار من المالکیۃ من سمی المدینۃ یثرب کتبت علیہ خطیئۃ وقال وسبب ھذہ الکراھۃ لان یثرب اما من التثریب ھو التوبیخ والملامۃ او من الثرب وھو الفساد وکلاھما مستقبح وکان صلی اللہ علیہ وسلم یحب الاسم الحسن ویکرہ الاسم القبیح۔ یعنی ان ہی احادیث شریفہ کی بناء پر عیسیٰ ابن دینار مالکی نے فرمایا جس نے مدینہ کا نام یثرب رکھا اس پر گناہ لکھا گیا۔ اور فرمایا کہ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یثرب یا تو تثریب سے بنا ہے اسکے معنی جھڑکنے اور ملامت کرنے کے آتے ہیں اور یا ثرب سے بنا ہے۔ اسکے معنی فساد اور خرابی کے ہیں۔ اور یہ دونوں معنی قبیح اور برے ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نام کو محبوب رکھتے تھے۔ اور برے نام کو ناپسند فرماتے تھے۔

ان احادیث اور تصریحات اکابر سے صاف طور سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا شرعاً مکروہ و ممنوع ہے اور اس پر استغفار کرنے کا حکم ہے اور اس یثرب کے معنی ایسے قبیح ہیں کہ جسکو مدینہ طیبہ کی طرف منسوب کرنا سخت برا ہے۔ لہٰذا قول زید کا صحیح اور قول عمرو کا غیر صحیح ہے۔ رہا عمرو کا استدلال حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے۔ سو یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ممانعت وارد ہوئی تو اسکے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا پیش کرنا کیا مفید۔ کلامِ رسول کے لئے کلامِ غیر ناسخ نہیں ہو سکتا۔

علاوہ بریں حضرت جامی کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی و عوامی مراد ہیں۔ نہ خاص شہر مدینہ چنانچہ یثرب پر بطحا کو بطریق تفسیر عطف فرمانا اسکا مؤید ہے۔ اور دوسرے شعر میں ہے۔

گرد صحرائے مدینہ طوبیٰ آمد یار سول
من سر خود را فدائے خاک ہر صحرا کنم

فرمانا دلیل ہے اس بات کی کہ شعر اول میں یثرب سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کا صحرا مراد ہے۔ ایک بزرگ کے کلام کی اسقدر توجیہ نہایت بہتر ہے تاکہ ممانعتِ حدیث لازم نہ آئے۔ مگر صریح حدیثوں کے ہوتے ہوئے اسکو سند بنانا نادانی ہے عمرو نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر لکھا اور آیت کیوں نہ لکھدی جس میں ارشاد ہوا یٰٓاَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ

فارجعوا۔ مگر اسکا کام اس سے بھی نہ بنتا کیونکہ یہاں قرآن پاک میں مقالہ کفار نقل فرمایا ہے اس سے جواز پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری میں ہے وقالوا ما وقع فی القرآن انما ھو حکایۃ عن قول غیر المؤمنین ۔

اب بحمداللہ مسئلہ واضح و لائح ہو گیا کہ مدینہ طیبہ کو ہرگز یثرب نہ کہا جائے۔ اور یثرب کہنے والے پر استغفار کرنے کا حکم ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتم واحکم ۔

کتبہ العبد المعتصم بحبل المتین

محمد نعیم الدین عفی عنہ المعین

وہابیہ کی عیاریاں اور تلبیسات کا فاش اظہار

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء ملت اہل سنت وجماعت اس امر میں کہ

(۱) مخالفین اور وہابیہ دیوبندیہ نے جو یہ شور مچا رکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت حکیم امت۔ مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کثرت سے علماء اہانت کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے اعلیٰ حضرت کو "مکفر المسلمین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو آیا یہ کہنا ان کا حق ہے یا باطل۔ ہدایت ہے یا ضلالت۔ الجواب۔ یا فقط طلب یہ امر ہے کہ جن علماء کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے کافر کہا یا کفر کا فتویٰ دیا ہے تو کن وجہ سے۔ کیا از روئے دلائل شرع شریف یا یوں ہی بلا دلائل کافر کہنا استعمال کیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بلا ثبوت شرعی کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہ عظیم بلکہ حقیقۃً بحکم حدیث شریف خود کافر بننا ہے۔ تو مخالفین کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت کا جو شخص ہم خیال و ہم عقیدہ نہ ہو اسکو مسلمان ہی نہیں جانتے تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۲) دیوبندی علماء تو کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے کتاب حسام الحرمین میں بہت سی عبارتیں کاٹ چھانٹ کے نقل کر کے علماء حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ لکھوا لیا ہے۔ چنانچہ ایک کتاب "التصدیقات لدفع التلبیسات" معروف بہ جسکو مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے مرتب کر کے شائع کی ہے۔ جس پر حرمین شریفین اور بلد کے علماء کی مہریں اور تصدیقیں موجود ہیں جس سے سند لاتے ہیں کہ علماء دیوبند کے عقائد پر علماء حرمین شریفین تصدیق فرما چکے ہیں لہٰذا استفسار ہے کہ کتاب حسام الحرمین حق ہے یا کتاب "التصدیقات" ہمارے سنی علماء کرام کا عمل کس پر ہے؟ دیوبندی عقائد والوں کو تو بڑا ناز ہے کہ ہم لوگ حق پر ہیں۔ اور بریلوی عقائد والے مفتری اور کاذب کہ ان کے

یہاں کفر کا کارخانہ ہے۔ جسکو چاہتے ہیں مسلمان کہتے ہیں اور جسکو چاہتے ہیں کفر کا فتویٰ دے کر دوزخ میں ڈال دیتے ہیں۔ تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۳) مسلمان کلمہ گو اگرچہ نماز۔ روزہ۔ حج وغیرہ بجا لاتا ہو۔ مگر خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی جناب میں گستاخی۔ یا ادنیٰ سے ادنیٰ توہین کرنے والا ہو تو آیا ایسا شخص مسلمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟ مفصلاً جواب نمبروار بحوالہ کتاب۔ عام فہم صورت میں عنایت فرمائیے۔ اور عربی عبارات آیت وحدیث جہاں پر آئے مع ترجمہ بزبانِ اردو تحریر فرمایا جائے تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب ؛

المستفتی محمد عبدالحمید سنی حنفی خادم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ موضع نگپور شریف۔ ڈاکخانہ جلال پور ضلع فیض آباد

الجواب بعون اللہ الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

(۱) وہابیہ کا یہ اتہام کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذب محض وافتراء خالص ہے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے ان مفسدین کو کافر فرمایا جو ضروریات دین کے منکر ہوئے۔ ایسوں کو قرآن وحدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰحضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہ دیا۔ نصوص نقل فرمائیں۔ جن کا آجتک کسی وہابی نے جواب نہ دیا۔ اور نہ کبھی کوئی جواب دے سکتا ہے۔ ان امور کا کفر ہونا اور انکے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی اشرفعلی صاحب "بسط البیان" میں لکھتے ہیں جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہنے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی ؛

اور وہی یہ بات کہ جو اعلیٰحضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو۔ اسکو وہ کافر جانتے ہیں۔ یہ درست ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمانیات اور ضروریات دین میں جو اسکا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے۔ جو توحید مانے رسالت میں ہم اعتقاد نہ رکھے وہ کافر۔ توحید ورسالت دونوں کو تسلیم کرے۔ قرآن کا منکر ہو تو کافر۔ غرض کسی ایک امر ضروری سے یعنی انکار کرے کافر ہے۔ مسلمان وہی ہے جو تمام ضروریات دین میں ہمارا ہم عقیدہ ہو۔ حدیث جبریل میں ہے قال ان تومن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر وتومن بالقدر خیرہٖ وشرہٖ : یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اسکے ملائکہ اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور روزِ آخرت کو مانے اور اسکی تقدیر خیر وشر پر ایمان لائے۔ تو جو ان امور میں ہمارا ہم عقیدہ ہے۔ مومن ہے اور جو ان میں ایک میں بھی ہم عقیدہ نہیں اسکو حقیقت ایمان ہی حاصل

نہیں مومن نہیں کافر ہے۔ واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم ؛

(۲) یہ قطعاً غلط ہے کہ حسام الحرمین میں وہابیہ کی عبارات میں قطع برید کر کے کفری معنی پہنائے گئے ہوں عبارتیں بلفظہٖ نقل کی گئی ہیں۔ انہی پر فتویٰ لیا گیا ہے۔ انہی کو علماء حرمین طیبین نے کفر فرمایا ہے۔ البتہ ایک مضمون کی چند عبارتیں ایک کتاب تھیں تو ان کو اختصار کے لئے یکجا کر کے لکھدیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک عبارت وہ کفری معنیٰ رکھتی ہے مجموعہ کے لانے سے کوئی جدید معنیٰ پیدا نہیں کئے گئے یہ محض افتراء ہے اور ہر شخص حسام الحرمین کے نقول کو اصل کتابوں سے ملا کر اطمینان کر سکتا ہے۔ البتہ وہابیہ کی کتاب "التلبیسات لدفع التصدیقات" یقیناً "اسم بامسمیٰ" ہے۔ اس میں تلبیس کی گئی ہے اور چالاکیوں سے کام لیا گیا ہے۔ علماء مکہ مکرمہ کو طرح طرح کے دھوکے دیئے ہیں اپنا مذہب کچھ کا کچھ بتایا ہے۔ عقیدے برخلاف اپنی تصانیف کے ظاہر کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند فریب کاریاں اس کی نقل کی جاتی ہیں ؛

۱؎ وہابی ہندوستان میں کسکو کہا جاتا ہے؟ اسکی تفصیل میں لکھا ہے "بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو" (التلبیسات صفحہ ۳) دیکھئے کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ہندوستان میں سود کے حرام کہنے والے کو کون وہابی کہتا ہے۔ سود کو تمام علماء اہلسنت حرام فرماتے ہیں۔ وہابی کے یہ معنی بتانا کتنا بڑا خدع ومکر ہے۔

۲؎ روضۂ طاہرہ کی زیارت کے متعلق لکھا ہے کہ "اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے۔ بلکہ واجب کے قریب ہے گو سد حلال اور بذلِ جان ومال سے نصیب ہو" (التلبیسات صفحہ) صفحہ ۵ میں زیارت شریف کی نیت سے سفر کو منع کرنا وہابیہ کا قول بتایا۔ دیکھئے کیسے خالص سنی بن رہے ہیں۔ گویا وہابی ان کے سوا کوئی اور ہے۔ اب ذرا "تقویۃ الایمان" دیکھئے کہ وہاں سلسلۂ شرکیات میں لکھا ہے :۔ اسکے گھر کی طرف اور دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱) دوسری جگہ لکھا ہے :۔ "اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر جانا۔ دور سے قصد کرنا" (تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۴۵) اس میں صاف بتاتا ہے کہ کسی کے گھر یا کسی کی قبر کی طرف قصد کر کے سفر کرنا شرک ہے۔ اور "تقویۃ الایمان" کے مصنف اسمٰعیل کی تعریف اسی "التلبیسات" کے صفحہ ۳ میں مرقوم ہے جب وہ ان کا پیشوا ہے۔ اسکی کتاب پر ساری جماعت کا ایمان۔ اور اس میں بقصد زیارت سفر کو شرک کہا۔ اسی سفر کو اس "التلبیسات" میں قربت اور واجب کہنا اور اسکے لئے جان ومال کا خرچ روا رکھنے کا اظہار کتنا بڑا کید اور کیسا کھلا ہوا فریب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہابیہ کے دین میں تقیہ بھی درست ہے کہ اپنے مذہب کو چھپا کر

کچھ ظاہر کر دیا ؛

۳ ؛ "تقویۃ الایمان" میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے لکھا کہ "تم بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہے" اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ جانتے ہیں۔ معاذ اللہ مگر "التلبیسات" میں ظاہر کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے ؛ (التلبیسات صفحہ ۷) دیکھئے کیسا کھلا سفید جھوٹ بول رہا ہے ؛

۴ ؛ "تقویۃ الایمان" صفحہ ۴۷ میں ہے "جسکا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" اسی کتاب کے صفحہ ۳۲ میں انبیاء کی نسبت لکھا "نبی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اسکی طاقت رکھتے ہیں" مگر "التلبیسات" میں اولیاء کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ "ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا بیشک صحیح ہے" (التلبیسات صفحہ ۱۱)

۵ ؛ "التلبیسات" صفحہ ۱۲ میں عبد الوہاب نجدی اور اسکے تابعین کو خارجی بتایا ہے اور ان کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے فرقہ کے سوا تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں اور اہل سنت و علمائے اہل سنت کا قتل ان کے نزدیک مباح ہے۔ مگر فتاویٰ رشیدیہ میں اچھا بتایا ہے چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۸ میں ہے "محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا" جلد ۲ صفحہ ۹۶ میں لکھا ہے "محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا"

عقیدہ تو یہ ہے اور "التلبیسات" میں سنی بننے کے لئے ظاہر کیا کہ ہم انکو خارجی جانتے ہیں ؛ کیا مکاری ہے۔

۶ ؛ ختم نبوت کے متعلق "التلبیسات" میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ "آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ہیں" اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معنا حد تواتر کو پہنچ گئیں اور نیز اجماع امت سے۔ سو حاشا ہم میں سے کوئی اسکے خلاف۔ کیونکہ جو اسکا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔ اسلئے منکر ہے نص صریح قطعی کا" (التلبیسات صفحہ ۱۴ و ۱۵)

یہاں تو صاف اعلان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور یہ آیت اور احادیث متواترۃ المعنی اور اجماع سے ثابت بتایا اور نص قرآنی کو اس معنی میں صریح و قطعی مانا اور اپنے آپ کو خالص سنی ظاہر کیا اور "تحذیر الناس" دیکھئے قاسمی میں صفحہ ۲ پر لکھا ہے "عوام کے خیال میں تو رسول کا خاتم ہونا یہ معنی

ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے

---

۷ ؎ "التبلیسات" میں تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا "البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالیٰ کے لئے ہم جائز نہیں سمجھتے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جہت و مکانیت اور جملہ علامات حدوث سے منزہ و عالی ہے" التبلیسات صفحہ ۱۳۱ مگر واقعہ میں وہابیہ کا عقیدہ اسکے خلاف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جہت و مکان سے منزہ جاننے کے عقیدہ کو بدعت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے "ایضاح الحق" صفحہ ۳۵ و ۳۶ میں لکھا ہے "تنزیہ اللہ تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و مائیت و ترکیب عقلی و بحث عینیت و زیادت، صفات و تاویل متشابہات و اثبات رویت بلا جہت و محاذات و اثبات جوہر فرد و ابطال ہیولیٰ و صورت و نفوس و عقول یا بافلاک و کلام در مسئلہ تقدیر و کلام و قول بصدور عالم و امثال آں از مباحث فن کلام و الٰہیات و فلسفہ ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگرچہ صاحب آں استقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد" یہ عیاری ہے کہ عقیدہ کچھ ہے اور ظاہر کرتے ہیں اسکے خلاف۔

---

۸ ؎ "التبلیسات" صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے "جو مسلمان قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اسکے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے" یہاں تو یہ ظاہر کیا اور پردہ اٹھا کر دیکھئے تو حقیقت یہ ہے کہ جس عقیدہ پر دائرہ ایمان سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے۔ وہ عقیدہ خود ان کا اپنا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۴۸ میں لکھا ہے۔ "انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بہ رنگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" دوسری کتاب "براہین قاطعہ" جسکے مصنف بظاہر یہی مولوی خلیل احمد ہیں جنہوں نے "التبلیسات" میں مذکورہ بالا عبارت لکھی وہ "براہین قاطعہ" صفحہ ۳۱ میں لکھتے ہیں "اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہا یا وہ خود نص کے موافق ہی کہتا ہے" اس مکاری کی کیا انتہا ہے جو عقیدہ بار بار لکھ کر چھاپ چکے "التبلیسات" میں اسکا صریح انکار کر دیا۔

---

۹ ؎ "التبلیسات" صفحہ ۱۸ میں ہے "ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جنکو ذات و صفات اور تشریعیات یعنی احکام عملیہ و حکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ و اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی انکے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول، اور بیشک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا۔ اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے"

اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے کیا مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی وسعت اور حضور کا تمام خلق سے اعلم ہونا بیان کر رہے۔ اور عقیدہ دیکھئے تو نہایت ناپاک کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ اور انجام کا بھی علم نہیں چنانچہ تفویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۳۱ میں لکھا ہے "جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔" اور براہین قاطعہ صفحہ ۴۶ میں لکھا "اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھکو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں" حقیقۃً عقیدہ تو یہ ہے اور دھوکہ دینے کے لئے "التلبیسات" میں ظاہر وہ کیا۔

زید دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں

۱۰: "التلبیسات" صفحہ ۱۹ میں لکھا "اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے۔ اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے" یہاں تو لکھا۔ اور براہین قاطعہ میں خود ہی شیطان لعین کے لئے وسعت علم کو ثابت کیا۔ اور حضور کے حق میں اسکے ثبوت کا انکار یہاں جس چیز کو کفر بتایا۔ اس کے قائل خود آپ ہی ہیں۔ براہین قاطعہ صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں "شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے" دیکھئے عقیدہ تو یہ ہے اور "التلبیسات" میں اسکا صاف انکار ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر بتایا ہے۔ کیا عیاری ہے۔

۱۱: "التلبیسات" صفحہ ۲۴ میں ہے "جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے"

علماء حرمین کے سامنے تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا۔ اب یہ دیکھئے کہ ایسا سمجھنے اور کہنے والا ہے کون جسکو کفر کہہ رہے ہیں۔ وہ فعل کس کا ہے؟ ملاحظہ کیجئے "حفظ الایمان" مطبوعہ مجتبائی مصنفہ مولوی اشرفعلی تھانوی صفحہ ۷ و ۸ میں ہے "پھر یہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے" دیکھئے وہ کفری قول جس کے قائل کو "التلبیسات" میں کافر کہہ رہے خود ان کے پیشوا مولوی اشرفعلی کا ہے۔

اسکے علاوہ دوسری عیاری یہ ہے کہ "التلبیسات" میں اشرفعلی کی عبارت پیش کی تو اس میں قطع برید کر لی کہ "حفظ الایمان" میں تو "علم غیب کا حکم کیا جانا" لکھا اور "التلبیسات" میں "علم غیب کا اطلاق" لکھا ہے۔ کہاں حکم کرنا کہاں محض

اطلاق اپنی عبارت میں تحریف کر ڈالی۔ اگر انکے نزدیک "حفظ الایمان" والی عبارت صریح کفر نہ تھی تو "التلبیسات" میں اسکو کیوں بدلا؟ کیوں دوسرے لفظوں سے بیان کیا؟ اصل لفظ کو کیوں بچایا؟ قول کچھ تھا علماءِ عرب کو کچھ دکھایا۔

۱۲ مجلسِ مبارک میلاد شریف کی نسبت اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے، ("التلبیسات صفحہ ۲۴") "حاشا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعتِ سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکرِ ولادتِ شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخواست اور بیماری و خواب کا تذکرہ ہو۔"

دیکھئے یہاں مولود شریف کو اعلیٰ درجہ کا مستحب بتایا جاتا ہے۔ اور اسکو بدعتِ سیئہ کہنے سے حاشا کہہ کر انکار کیا جاتا ہے۔ یہ بڑا فریب ہے۔ کیونکہ اس میں وہ اسکے منکر ہیں۔ دیکھئے ذیل کے حوالے (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۵۰)

السوال:۔ "مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف نہ ہو جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں؟"

الجواب:۔ "عقدِ مجلسِ مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اسمیں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں۔" اسی فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۱۴۵ میں ہے۔ **مسئلہ**:۔ "محفل میلاد میں جس میں روایاتِ صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف و گزاف اور روایاتِ موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟"

جواب:۔ "ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔" اسی فتاویٰ کے جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ میں ہے "کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں۔ اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔" الضاف کیجئے کہ حقیقت میں مذہب تو یہ ہے کہ کوئی مولود شریف کسی طرح درست نہیں۔ اور "التلبیسات" میں ظاہراً اس کے خلاف کیا یہ ہیں کیا دیاں۔ تمام کتاب ایسی ہی مکاریوں سے لبریز ہے چند بطور نمونہ یہاں لکھی گئیں۔ اب دوسرا اندازِ فریب ملاحظہ فرمائیے۔ خود سوالات لکھے خود ان کے جواب دیئے۔ اپنے ہی گھر کے لوگوں سے تصدیق کرائیں۔ جوابوں میں وہ فریب کاریاں کیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ اب اس مجموعۂ فریب کو حرمین شریفین لے کر پہنچے تاکہ وہاں کے علماء کو دھوکہ دیں اور ان سے کسی طرح تصدیق کرالیں تو کہنے کو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علماءِ حرمین شریفین نے جن بدلگا موں پر کفر کا حکم دیا تھا انہوں نے بھی ان کا اسلام تسلیم کر لیا۔ مگر اللہ تعالےٰ ربانی علماء کا محافظ ہے۔ مکاروں کا کید نہ چلا اور حرمین طیبین کے علماءِ اعلام کی تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں۔ اگرچہ بعید نہ تھا کہ وہ حضرات ان پر فریب جوابوں سے دھوکہ کھاتے

جن میں فریب کاروں نے اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا تھا۔ مگر الحمد للہ کہ حرمین طیبین کے علمائے کرام ان کے فریب میں نہ آئے

علماء حرمین کی تصدیق کا حال

علماء حرمین طیبین کی تصدیقات کا حال تو "حسام الحرمین" میں دیکھئے "التلبیسات" کی جعلی کارروائی محض فریب کاری ہے۔ عنوان میں تو لکھا ہے کہ

خلاصۃ تصدیقات العلماء بمکۃ المکرمۃ سے کے ذیل میں صرف مولانا محمد سعید بابصیل کی ایک تحریر ہے اس تحریر میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ تراہین قاطعہ "حفظ الایمان" و "تحذیر الناس" و فتاوائے گنگوہی پر جو حکم "حسام الحرمین" میں دیا گیا وہ غلط ہے۔ بلکہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفری نہیں۔ تصدیق کس بات کی ہے۔ اور اس تحریر سے دیوبندیوں کو فائدہ کیا پہنچتا ہے؟ "التلبیسات" میں جو انہوں نے اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا۔ اور عبدالوہاب نجدی کو وہابی عقائد کی بنا پر مولد شریف کو جائز کہا۔ اس کی مولانا سے تصدیق فرمادی تو یہ سنت کی تائید ہوئی۔ وہابیہ کی عیاری ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنی تائید میں پیش کریں۔

علاوہ بریں جو تحریر انہوں نے لکھی تھی بعینہٖ درج کرنا تھی اسکا خلاصہ کیوں کیا گیا؟ وہ کیا مضمون مخالف تھا جسکو چھپانے کے لئے ان کی تحریر میں کاٹ چھانٹ کی۔ اور اس "التلبیسات" میں خود اقرار ہے۔ چنانچہ صفحہ ۵۰ کے اول میں لکھا ہے

"یہ علماء مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کے علماء کی تصدیقات کا خلاصہ ہے" جن علماء کی تحریر اپنی برأت کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہے اس میں قطع و برید کیوں کی گئی؟ اس سے اہلِ فہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تحریر ان کے موافق نہ تھی۔ جو باتیں خلاف اور صریح خلاف تھیں۔ وہ نکال دیں۔ یہ حال دیانت کا ہے۔

اسکے بعد ایک تصدیق شیخ احمد سعید کے نام سے لکھی ہے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ بھی کوئی عرب اور علماء مکہ میں سے ہوں گے۔ مگر آخر میں جہاں دستخط ہیں وہاں "محمد احمد و شہید خان نواب" لکھا ہے۔ (دیکھو التلبیسات صفحہ ۵۲) یہ نواب اور خان بتا رہا ہے کہ یہ عرب نہیں ہیں۔ اسی لئے اول میں ان کے نام کے ساتھ نواب اور خان نہیں لکھا گیا۔

تلیسری تصدیق شیخ عبدالعزیز کی ہے جگہ مہاجر لکھا ہے۔ لفظ مہاجر سے ظاہر کہ وہ عرب علماء مکہ میں سے نہیں انکی تحریر کو علماء مکہ کی تحریر قرار دینا دنیا کو فریب دینا ہے یہ جرأت ہے کہ ہندوستانیوں کی تحریریں علماء مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

چوتھی تحریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے۔ اسکو بھی علماء مکہ کے سلسلہ داخل کیا ہے۔ ہندی و افغانی علماء مکہ بن گئے۔ اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے۔ ایسے تو جتنے حاجی ہندوستان سے گئے تھے سب کے نشان انگوٹھے لے کر علماء مکہ میں شمار کر دیتے تو کوئی کیا کرتا۔

ایک اور بڑا مکر

اسی سلسلہ میں پانچویں اور چھٹی تحریریں شیخ محمد عابد صاحب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی شیخ علی بن حسین مدرس حرم شریف کی بھی درج ہیں۔ یہ حضرات بیشک علماء مکہ میں سے ہیں مگر ان کے نام سے جو تحریریں "التلبیسات" میں درج ہیں وہ جعلی ہیں۔ چنانچہ خود "التلبیسات" صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے کہ "جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اسکے کہ تصدیق کر دی تھی مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلۂ تقویت کلمات لے لیا اور پھر واپس نہ کیا۔ اتفاق سے ان کی نقل کر لی گئی تھی سو ہدیۂ ناظرین ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی تحریر وہابیہ کے پاس موجود نہیں پھر ان کے نام سے تحریر چھاپنا کس قدر بے باکی و مخادعت ہے۔ فرض کر دیا سچی اگر ان صاحبوں نے اپنی تحریر واپس لے لی اور پھر نہ دی۔ تو وہ تحریر ان کو مقبول نہ ہوئی اسکو آپ کے سر تھوپنا کتنا بڑا مکر ہے۔ اور اگر مخالفین کی رعایت کی وجہ سے انہوں نے امر حق کو چھپایا تو وہ اس قابل ہی کب رہے کہ ان کی تحریر لائق اعتبار ہو۔ غرض کسی طرح سے ان کی تحریر چھاپنا اور ان کی طرف نسبت کرنا درست نہیں ؛

"التلبیسات" میں علماء مکہ کے نام سے صرف اتنی ہی تحریریں درج ہیں۔ ان میں قطع برید بھی ہے۔ ہندیوں اور افغانیوں کو ملی بھی بنایا گیا ہے۔ جعلی تحریریں بھی ہیں۔ ایک بھی تحریر قابل اعتماد نہیں۔ کل کا کل کارخانہ دھوکے اور فریب کا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ تمام علماء مکہ مکرمہ ان کے کفر پر متفق تھے۔ اور کسی طرح ان کی فریب کاری نہ چل سکی۔ اس لئے انہوں نے جعلی تحریریں بنائیں اور ہندوستانیوں اور افغانیوں کو علماء مکہ مکرمہ ظاہر کر کے ان سے کچھ لکھوا لیا۔ ایسا نہ کرتے تو تائید باطل کے لئے اور کر ہی کیا سکتے تھے ؛

علماء مدینہ کی تصدیقات کا حال

علماء مدینہ کے نام سے "التلبیسات" میں عجب چال کھیلی ہے مولانا سید احمد صاحب برزنجی کے کسی رسالہ کے چند مقاموں کی تھوڑی تھوڑی عبارتیں نقل کر کے اس پر جن چوبیس ۲۴ پچیس ۲۵ صاحبوں کے دستخط تھے سب نقل کر دیئے۔ وہ دستخط "التلبیسات" پر نہ تھے۔ برزنجی صاحب کے رسالہ پر تھے۔ مگر "التلبیسات" میں سب نقل کر دیئے تاکہ عوام دھوکہ کھائیں کہ مدینہ طیبہ کے اسقدر علماء اس سے متفق ہیں چنانچہ "التلبیسات" کے صفحہ ۶۰ میں اسکا اقرار بھی کیا ہے ؛

برزنجی صاحب کا پورا رسالہ بھی نقل نہ کیا جسکو لوگ دیکھتے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ تین مقاموں کی کچھ عبارتیں لکھ ڈالیں۔ یہ کہاں کی دیانت ہے۔ اہل عقل سمجھ سکتے ہیں کہ اس رسالہ کو بالکل نظر انداز کر دینا ضرور کسی مطلب سے ہے۔ اگر وہ موافق ہوتا تو اسکا حرف حرف لکھا جاتا ؛

مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر

علماء مدینہ کی تحریرات کے سلسلہ میں سب سے آخر مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر ہے۔ اس تحریر میں مولانا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تحذیر الناس۔ براہین قاطعہ۔ حفظ الایمان وغیرہ کی وہ عبارات جن پر "حسام الحرمین" میں کفر کا حکم دیا گیا ہے۔ درست ہیں یا کفر نہیں ہیں۔ یا ان کے مصنف مومن رہے کافر نہ ہوئے۔ بلکہ وہابیہ کا رد کیا ہے اور ان کی ناک کاٹ دی ہے کہ مولد شریف اور قیام و وقتِ ذکرِ ولادت کو جائز و مستحب اور شرعاً محمود اور اکابر علماء کا قرناً بعد قرنٍ معمول اور مسلمانوں کا شعار بتایا ہے (دیکھو "التلبیسات" صفحہ ۶۱ و ۶۲) اور اس سے بڑھ کر حضور کی روحِ مبارک کی تشریف آوری کو امرِ ممکن اور اسکے معتقد کو غیر خاطی بتایا ہے۔ اور یہ تصریح کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اور وہابی دین پر خاک ڈالنے کے لئے یہ بھی لکھدیا ہے کہ حضور باذنہٖ تعالیٰ جہان میں جیسے چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں (دیکھو "التلبیسات" صفحہ ۶۲) یہ وہابیہ کا رد اور ان کے دین کا ابطال ہے۔ اس نے "تقویۃ الایمان" کو جہنم رسید کردیا۔ اس کے علاوہ "التلبیسات" کی نقل کی ہوئی اور تحریرات میں بھی وہابیہ کے کھلے ہوئے رد ہیں۔ یہ ایک مختصر نقشہ "التلبیسات" کا پیش کیا گیا جس سے ہر عاقل منصف اس دجالی کتاب کی فریب کاری پر نفرت کرے گا ؛

اب بحمداللہ تعالیٰ روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ "حسام الحرمین" حق و صحیح اور "التلبیسات" کذب و زور و باطل و مردود ہے۔ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وسید انبیائہ ورسلہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ؛

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فتویٰ متعلق فاتحہ سویم و چہلم وغیرہ

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ فاتحہ سویم و چہلم وغیرہ جو مدتہائے دراز سے بلا نکیر مسلمانوں میں جاری ہے حتیٰ کہ وہابیہ کا فتنہ نہ اٹھا کسی نے اس پر انکار نہ کیا۔ اس لئے ان امور کا انکار وہابیت کی علامت اور شعار ٹھہرا۔ اب جو لوگ ان نیک کاموں کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی نسبت کیا حکم ہے۔ آیا وہ مسلمانوں میں تشتت و تفریق کے مرتکب ہیں یا نہیں۔ اور وہابیت کے ممد و معاون ٹھہریں گے یا نہیں؟ وہابیوں کی امداد و اعانت اگرچہ بلا قصد ہو اسکا کیا حکم ہے؟ اور اگر ان امور کی بندش اور ان پر انکار بالقصد وہابیت کی امداد و اعانت کے لئے ہو تو حکم اور زیادہ

سخت ہے یا نہیں ؟ تعین یوم برائے فاتحہ جسے وہابی حرام و شرک کہتے ہیں. اسکا کیا حکم ہے. اور مسلمانوں پر اسے از حالتِ شرع ضرور سمجھنے کا الزام لگاتے ہیں یا کم از کم اسی بات کا کہ مسلمان ثواب کے لئے تیسرا دن اور چالیسواں دن ضروری جانتے ہیں کہ تیسرے دن یا چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا. اگر جو دن مقرر ہیں ان سے پہلے یا بعد کو فاتحہ کی جائے تو ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا. یہ تعین عرفی اسی مصلحت سے ہے کہ اہلِ میّت کو فاتحہ کی اطلاع دینے کی زحمت نہ ہو کہ لوگوں کو مطلع کریں کہ فلاں روز ایصال ثواب کے لئے مقرر ہوا ہے جو صاحب اپنے عزیز یا دوست کی روح کو ثواب پہنچانا چاہیں وہ فلاں جگہ جمع ہوں اور کچھ قرأت و قرآن یا کلمہ کلام سے ایصال ثواب کریں. اسی مصلحت سے فاتحہ کے یہ ایام جو ایک عرصہ دراز سے مسلمانوں میں جاری ہیں اسے بدعت و شرک کہنے کا کیا حکم ہے اور جتنے مسلمانوں نے جب سے کیا وہ ان شرک و بدعت کہنے والوں کے نزدیک مشرک و بدعتی ٹھہرے یا نہیں ؟ اب اس تعین ایام سے اس لئے کہ اسکا انکار وہابیوں کا شعار ہے عدول کا کیا حکم ہے ؟ حدیث میں آتا ہے اتقوا مواضع التهم اد کما قال صلی اللہ علیہ وسلم. اس فرمان ذیشان کی بناء پر سویم چہلم وغیرہ کو اسی طرح رکھنا جسطرح وہ جاری ہیں. نیز اس لئے بھی کہ مسلمانوں میں تفریق و تشتت انہیں بے وجہ معقول انکار سے نہ ہو. اس لئے کہ وہ مصلحت فوت نہ ہو ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب :- نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم. فاتحہ سویم چہلم وغیرہ امور خیر جس میں اموات کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے انکا استحباب و استحسان دلائلِ شرعیہ سے ثابت ہے اور ان کی اصل قرآن و حدیث سے ملتی ہے. وہابیہ کو ان امور سے سخت عناد ہے اور وہ ان کے انکار میں اس قدر حد سے تجاوز کر گئے ہیں کہ انہوں نے شرک تک نوبت پہنچا دی ہے. اور مسلمانوں کو مشرک تک کہنے میں باک نہیں کیا محرمات قطعیہ بلکہ رسوم شرکیہ تک سے انہیں وہ نفرت نہیں. جو ان امور خیر سے ہے. ہلاکت کمیٹی کے عہد میں لوگوں نے قشقے تک لگائے. بتوں کے جلوسوں میں شریک ہوئے. بتوں کی نقاب کشائی کی رسموں میں باادب حاضر رہے. وہابیہ نے اس پر کوئی آواز نہ اٹھائی. اور یہ حرکات انکو اتنی ناگوار نہ گذریں جتنی فاتحہ سویم چہلم وغیرہ ناگوار ہیں. اور رات دن انہی کے شرک و بدعت ہونے کا وظیفہ ہے. ان شرکی افعال کرنے والوں سے تو وہابیہ نے میل جول خلط ملط کچھ ترک نہ کیا. ان کے ان افعال پر اظہارِ افسوس تک کرنے کی جرأت تک نہ ہوئی. مگر فاتحہ کا نام سن کر ان کو طیش آجاتا ہے. بدن میں آگ لگ جاتی ہے. ان امور خیر کا انکار اور اس پر تشدد اس قوم کا وظیفہ ہوگیا ہے. اس لئے ان کاموں کے بند کرنے کی تحریک خواہ وہ کسی حیلہ یا بہانہ سے ہو یقیناً وہابیت کی علامت ہے. اور یقیناً ایسی تحریک فتنہ پردازی ہے. اب وہابیہ نے یہ بھی طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ کفایت شعاری کی تعلیم کے پردہ میں ان امور کے بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں. مسلمانوں کو ایسی چالوں سے

آگاہ رہنا چاہیئے۔ اور ایسے بدمذہبوں کے مکر و کید سے اپنے آپ کو اور اپنی قوم کے نادان لوگوں کو بچانا چاہیئے۔ ان امور کا انکار اور ان کی بندش کی کوشش وہابیت کی ترویج اور اسکی کھلی اعانت ہے۔ اس میں بلا قصد کا احتمال محض لغو ہے۔

تعین یعنی بربناء مصالح کسی کام کے لئے کوئی وقت یا دن مقرر کر لینا جائز ہے۔ اس کی ممانعت پر اصلاً کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور یہ تعین ناگزیر ہے۔ وہابیہ کے مدارس میں تعطیل کے لئے جمعہ اور رمضان و عیدیں۔ امتحان کے لئے شعبان اور ہر کتاب کے لئے ایک وقتِ معین ہوتا ہے۔ جس کی التزام کے ساتھ پابندی کی جاتی ہے۔ تعین حرام جانتے یا ناجائز سمجھتے تو ایسا کیوں کرتے۔ اور اگر وہابی ترک تعین کا عہد کر لیں تو انہیں دنیا میں زندگی دشوار ہو جائے۔ کھانے کا وقت معین۔ سونے کا وقت معین۔ کام کا وقت معین۔ تاجر میں تو بازار جانے۔ اور بیٹھنے کا وقت معین۔ تعین کی بندشوں میں سر سے پاؤں تک جکڑے ہوئے ہیں۔ اور ان بندشوں کو اپنے آپ مضبوط کرتے ہیں۔ اور پھر تعین کو ناجائز بھی سمجھتے ہیں۔ اس سمجھ پر ہزار افسوس۔ شریعت میں ایسے تعین کا پتہ چلتا ہے خود افعالِ کریمہ میں اور صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے افعال میں اہل نظر کو تعین کی مثالیں ملتی ہیں۔ بخاری و مسلم میں مروی ہے کان عبد اللہ (بن مسعود) یذکر الناس فی کل خمیس یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہر پنجشنبہ (جمعرات) کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اب وعظ کے لئے پنجشنبہ کی تعیین سے عمل خیر کے لئے حسب مصلحت وقت کا مقرر کرنا بخاری شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ امام بخاری اس حدیث کو باب من جعل لاھل العلم ایاماً معلومۃ میں لائے ہیں۔ امام بخاری کے اس ترجمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث سے امور خیر کے لئے تعین ثابت کرتے ہیں۔ اور بہت احادیث ہیں جو اس مدعا پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر وہابیہ کو کوئی دلیل شرعی وجہ تسکین نہیں ہوتی۔ ایک حدیث سنا دیجئے اسکے قبول کرنے میں ہزار عذر ہونگے "تفویۃ الایمان" پیش کر دیجئے تو گردن جھک گئی۔ اللہ تعالےٰ ایسے بیدینوں سے بچائے۔ اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ یہ کہنا کہ مسلمان اسی تعیین کو واجب اور ضروری سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بس تیسرے اور چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا اور انکے لئے علاوہ اور کسی دن ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا۔ یہ مسلمانوں پر افتراء ہے۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں رکھتا۔ اندھوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ فاتحہ کرنے والے تیسرے اور چالیسویں ہی دن فاتحہ پر بس نہیں کرتے۔ وہ موت کے دن سے چالیسویں دن تک فاتحہ کرتے رہتے ہیں۔ اور جو صاحب استطاعت ہیں ان کے یہاں سال بھر تک روزانہ فاتحہ ہوا کرتی ہے۔ اور جو اُن سے زیادہ صاحبِ استطاعت ہیں وہ ہمیشہ روزانہ فاتحہ جاری رکھتے ہیں۔ اور اسکے لئے جائدادیں۔ جاگیریں خاص کر دی جاتی ہیں۔ تو ان کی نسبت یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ تیسرے اور چالیسویں دن کے سوا ایصالِ ثواب جائز نہیں

سمجھتے۔ یا یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ایام میں ثواب کم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے حیلے اور فریب کرنے والا امور خیر کو روکنے کے لئے ایسی باطل باتیں کرنے والا بدمذہب ہے۔ اور اسکا یہ فعل وہابیت کی علامت۔ اور ان امور خیر کے کرنے والوں کو مشرک و بدعتی بتانا اس شخص کی بیدینی۔ اور ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور علامت وہابیت وبدمذہبی سے بچنا مسلمانوں پر لازم ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؕ

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المتین

نماز صبح کے بعد قضاء عمری پڑھنے کا حکم

السوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز صبح قبل طلوع آفتاب نماز قضاء عمری پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز قضاء عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی ممانعت نہیں ؕ

سوال المستفتی (سیٹھ) ابراہیم حاجی محمد۔ ایا بلڈنگ نل بازار بمبئی ۔

الجواب :۔ نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے قبل نفل مکروہ ہیں۔ قضاء فرض جائز ہے۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے ویکرہ التنفل بعد صلوٰتہ ای فرض الصبح ویکرہ التنفل بعد صلوٰۃ فرض العصر و ان لم تتغیر الشمس لقولہ علیہ السلام لا صلوٰۃ بعد صلوٰۃ العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوٰۃ الفجر حتی تطلع الشمس رواہ الشیخان والنہی بمعنی فی فیہ الوقت وھو جعل الوقت کالمشغول فیہ بفرض الوقت حکماً وھو افضل من النفل الحقیقی فلا یظہر فی حق فرض یقضیہ وھو المفاد بمفہوم المتن۔ مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے وعن التنفل بعد صلوٰۃ الفجر والعصر عطف علی قولہ منع ای عن التنفل بعد صلوٰۃ الفجر والعصر لما روی ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نھی عن ذلک کذا فی الھدایۃ لا عن قضاء فائتۃ وسجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ ای لا بأس ان یصلی فی ھذین الوقتین الفوائت الخ تنویر الابصار میں ہے وکرہ نفل وکل ما کان واجباً لغیرہ کمنذور ورکعتی طواف والذی شرع فیہ ثم افسدہ بعد صلوٰۃ فجر وعصر لا قضاء فائتۃ وسجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ۔ ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے پہلے نفل مکروہ ہیں۔ فوائت کی قضاء مکروہ نہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز قضاء عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی ممانعت

نہیں۔ ان کا یہ قول صحیح نہیں۔ کیونکہ اوقات ثلاثہ یعنی وقتِ طلوعِ آفتاب۔ اور وقتِ استواء اور وقتِ غروب کوئی نماز فرض وواجب ادا وقضاء جو وقت سے پہلے واجب ہو چکی ہو درست نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے ثلاثۃ اوقات لا یصح فیھا شئ من الفرائض والواجبات الذی لزمت فی الذمۃ قبل دخولھا طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے لا یصح فیھا شی ادعاء وقضاء :۔ واللہ تعالیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم ؛

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فرض نماز کے بعد کلمۂ طیبہ یا درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم

سوال :۔ ماقولکم رحمکم اللہ بعد نماز فرض قبل سنت چند آدمی بلند آواز یعنی متوسط آواز سے آواز ملا کر درود شریف دس بیس مرتبہ پڑھیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پڑھنے سے جو تاخیر سنت میں ہوگی تو عند الفقہا اس میں کچھ حرج تو نہیں؟

۲ :۔ زید کہتا ہے کہ مسجد میں قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔ کیونکہ مساجد ادائے نماز کے لئے بنائی گئی ہیں۔ قرآن شریف اور درود شریف نماز نہیں۔ زید کا یہ قول صحیح ہے یا غلط اور اسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ؛ ۔: مستفتی عبید علی کمرہوی ۱۵۔ صفر ۱۳۴۵ھ۔ ۲۵ اگست ۱۹۲۶ء :۔

الجواب بعون الوھاب

(۱) الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سید المرسلین محمدٍ واٰلہٖ و صحبہ اجمعین ؛ اما بعد جائز ہے کہ اسقدر فصل معتبر نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بعد نماز اذکار مروی ہیں اور ان سے وصلِ سنت فوت نہیں ہوتا۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ان یقول اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام کچھ اسی دعا پر انحصار نہیں کہ یہی کلمات بعینہا جائز ہوں دوسرے ہوں تو ناجائز۔ یا لفظوں کی شمار نہیں۔ بلکہ مقصد صرف اسقدر ہے کہ دردِ طویل فصلِ افضلیت واَولویت کے خلاف ہے۔ مکروہ تحریمی وہ بھی نہیں۔ فی الغنیہ لیس المراد انہ کان یقول ذٰلک بعینہ بل کان یعتقد زمانًا یسع ذٰلک المقدار ونحو ذٰلک من القول

تقریباً فلا ینافی ما فی الصحیحین عن المغیرۃ انہ علیہ السلام کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَنْ مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ وکذا روی مسلم وغیرہ عن عبد اللّٰہ بن زبیر کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا سلّم من الصلوٰۃ قال بصوتہ الاعلیٰ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ لان المقدار المذکور من حیث التقریب والتخمین دون التحدید والتحقیق واللّٰہ اعلم: حاصل یہ کہ اس دعا سے یہ مراد نہیں ہے کہ بعینہٖ یہی الفاظ فرمائے تھے۔ بلکہ اتنی دیر تشریف رکھنا ثابت ہے جس میں یہ مقدار اور قریب قریب اسکی مثل پڑھی جا سکے۔ تو اسکو حدیث سے کچھ منافات نہیں۔ جو بخاری و مسلم میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ ہر نماز فرض کے بعد لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ الخ فرماتے۔ ان سے ہی وہ حدیث جو مسلم وغیرہ نے عبد اللّٰہ بن زبیر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فراغ کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے لا الٰہ الا اللّٰہ الخ کہ یہ مقدار تقریب و تخمین کے طور پر ہے نہ کہ تحدید و تحقیق کے طور پر۔ علامہ شیخ احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں بعینہٖ مسطورۂ بالا عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کل واحد من ھذہ الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینھما ویستفاد من الحدیث الاخیر جواز رفع الصوت بالذکر والتکبیر عقب المکتوبۃ بل من السلف من قال باستحبابہ وجزم بہ ابن حزم المتأخرین یعنی مقدار مذکور تقریبی ہے تحدیدی نہیں۔ اس میں ان تمام اذکار کی وسعت ہے کیونکہ ان کے درمیان تفاوت کثیر نہیں۔ اور حدیث اخیر سے فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر و تکبیر کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ سلف نے اسکو مستحب کہا اور متاخرین میں سے ابن حزم نے اس پر جزم کیا۔ تو دس بیس مرتبہ درود شریف بھی اس مقدار سے زائد نہیں۔ علاوہ بریں شمس الائمہ حلوائی نے صاحب ورد کو اس حکم سے خاص فرمایا۔ غنیہ میں ہے قال شمس الائمۃ الحلوائی ھذا یعنی ما ذکر من انہ اذ کان بعد الصلوٰۃ تطوع یقوم الیہ من غیر تاخیر الی اٰخرہ اذا لم یکن من قصدہ الاشتغال بالدعاء بان لم یکن لہ ورد معناہ یقرء عقیب المکتوبۃ فان کان لہ ورد وقد اعتاد ان یقضیہ ای یأتی بہ بعد المکتوبۃ فانہ یقوم عن مصلاہ ای عن مکان

الذی صلی فیه فیقضی ورده قاما وان شاء جلس ناحیة من نواحی المسجد فیقضی ورده ثم یقوم الی الطلوع ۔ یعنی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا۔ یہ جو مذکور ہوا کہ جس نماز کے بعد سنتیں ہوں ان میں بے تاخیر سنتیں پڑھے یہ اس صورت میں ہے کہ نماز فرض کے بعد اسکا کوئی ورد معیّن نہ ہو۔ تو اگر اسکا کوئی ورد معیّن ہے۔ تو فرض کے بعد اسکو ادا کرے۔ جہاں نماز پڑھی ہے وہاں سے ہٹ کر کھڑے ہو کر ورد ادا کرے۔ خواہ مسجد کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر اپنے ورد کو پورا کرے پھر سنّت کے لئے کھڑا ہو۔ البتہ ورد کو بعد سنت پڑھنا افضل ہے۔ مراقی فلاح شرح نور الایضاح میں ہے۔ (لا بأس بقراءة الاوراد بین الفریضة والسنة) فالاولیٰ تاخیر الاوراد عن السنة۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید کا یہ قول کہ مساجد صرف نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں اور ان میں قرآنِ مجید اور درود شریف پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔ بالکل باطل اور دین پر افتراء ہے۔ قرآن پاک میں اللہ رب العزۃ عزوعلا تبارک وتعالےٰ نے تو ارشاد فرمایا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا الآیہ اس آیہ کریمہ میں ذکر مطلق ہے اسکی تقلید اپنی طرف سے دین میں تحریف ہے۔ تفسیر "جلالین" میں اس اطلاق کے اظہار کے لئے فرمایا بالصلوٰۃ والتسبیح زید کو اپنے اس قولِ باطل سے جلد توبہ کرنا لازم ہے۔ واللہ ھو الموفق واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتقن واحکم۔

العبد المعتصم بحبله المتین
محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہابیہ کا شبہ اور اسکا جواب

سوال :۔ قاضی خاں میں ہے رجل تزوج امراۃ بغیر شھود فقال الرجل والمراۃ خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت (ترجمہ) ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ پس مرد اور عورت نے کہا خدا و رسول (جل جلالہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں یہ کفر ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں؟ ؎

الجواب:۔ معترض کا منشاء یہ ہے کہ معتقدِ علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کرے۔ مگر ابھی ابھی اسکو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ کہ قاضی خاں کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر۔ اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی۔ کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے۔ پس بموجب عبارت قاضی خاں کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہ نہیں۔ آپ یہ کہیں گے وہابیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار کیا ہے؟ ملاحظہ ہو اعلاء کلمۃ الحق صفحہ ۱۷ "اور بہت چیزیں اور امور غیب کے حق تعالےٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے کہ ان کی مقدار حق تعالےٰ ہی کو معلوم ہے" اور "فیصلہ علم غیب" صفحہ ۱۳ میں مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کے یہ الفاظ مسطور ہیں "بھلا کوئی مسلمان کلمہ گو اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو امور غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے۔ مسلمان کہلا کر اس بات کے قائل ہونے والے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو" اور منکرین کے اقرار ابتدائے رسالہ میں مذکور ہو چکے ہیں۔

الحاصل ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی بعض غیوب ہی کا اثبات کر رہے ہیں[1] (کیونکہ جمیع اشیاء بھی بعض مغیبات ہیں) تو اگر معاذ اللہ قاضی خاں کی عبارت سے ہم پر الزام آئے گا تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہریں گے۔

؎ دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں امان نہ داد کہ شب را سحر کند

اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں۔ تو کیا ہم نے ہی خطا کی ہے۔ اب عبارت قاضی خاں پر غور فرمائیے کہ اس میں لفظ "قالوا" موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اور قاضی خاں وغیرہ فقہاء کی عادت ہے کہ وہ لفظ "قالوا" اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور آئمہ سے مروی نہ ہو۔ چنانچہ شامی جلد ۵ صفحہ ۴۴۹ میں ہے لفظة قالوا تذكر فيما فيه خلاف كما صرحوا به۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے وكلام قاضي خان ليشير على عدم اختياره له حيث قال واذا صلى على النبي عليه الصلوٰة والسلام في القنوت قالوا لا يصلي عليه في القعدة الاخيرة ففي قوله قالوا اشارة الى عدم استحسانه له والى انه غير مروي عن الائمة كما قلناه فان ذلك من المتعارف في

[1] فرق اتنا ہے کہ ہم ان بعض کو اتنا وسیع جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء کے علوم ان میں داخل ہیں۔ اور مخالفین گنتی کے دو ایک حتیٰ کہ یہ لکھدیتے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں معاذ اللہ اور بعض گستاخ تو یہانتک بک اٹھتے ہیں کہ اپنے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں۔ استغفر اللہ ۱۲

عبارتھم لمن استقرأھا واللہ تعالیٰ اعلم ؛

اب معلوم ہوگیا کہ قاضی خان کی عبارت خود قاضی خاں کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتی کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے۔ درالمختار میں ہے ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق الاجماع۔ درالمختار میں بھی یہی قاضی خان والا مسئلہ ہے وہاں بھی لفظ "قیل" ضعف کی دلیل موجود ہے۔ درالمختار کتاب النکاح میں ہے۔ تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجز بل قیل یکفر شامی میں ہے (قولہ یکفر) لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب قال فی التاتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ۔ خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے اسکے نزدیک اعتقاد علم غیب سبب ہے۔ تاتارخانیہ اور حجۃ میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ روح پاک نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب کو جانتے ہیں فرمایا اللہ جل شانہٗ نے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ الخ معدن الحقائق شرح کنز الدقائق۔ اور خزانۃ الروایات میں ہے وفی المضمرات والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیھم الاشیاء فلا یکون کفرا یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اسلئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ پس کفر نہ ہوگا۔ شامی باب المرتد میں مسئلہ بزازیہ ذکر کرکے فرماتے ہیں حاصلہ ان دعویٰ الغیب معارضۃ لنص القرآن یکفر بھا الا اذا اسند ذلک صریحًا او دلالۃ الی سبب من اللہ کوحی والھام۔ یعنی غیب کا دعویٰ نص قرآن کے معارض ہے۔ پس اسکا مدعی کافر ہو جائیگا لیکن اگر اس نے صریحًا یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کر لی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثل وحی والہام وغیرہ کے تو کافر نہیں۔ درالمختار میں ہے وفیھا کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالیٰ لہ وبہ لان ارادتہ تعالیٰ غیب الا لفقھاء فانھم علموا ارادتہ تعالیٰ بھم لحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین غایۃ الاوطار میں اس عبارت کے تحت مسطور ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کیا ارادہ ہے اسکے ساتھ دارین میں۔ اسواسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اسکو جانتے ہیں۔ اسواسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالےٰ کے ارادہ کو جو ان کے

ساتھ ہے۔ رسولِ صادق ومصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالےٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے۔ اسکو دین میں فقیہ کرتا ہے۔ یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے ؛

اب ظاہر ہو گیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے اسکے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے اور تعلیم الٰہی سے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے ؛

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

دہریہ کا سوال اور اسکا جواب

سوال :- (۱) ایک دہریہ کا سوال یہ ہے کہ ایک ملزم کا مقدمہ جج کے یہاں گیا اور اس پر ہر طرح سے جرم ثابت ہو گیا اسکے بعد ایک شخص کی سفارش سے جج نے اسکو بری کر دیا۔ تو کیا جج نے انصاف کیا یا بے انصافی؟ اگر انصاف کیا تو کیسے؟

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم کسی شخص کے نام سے فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو وہ کس طرح پہنچتا ہے؟ کسی فرشتہ کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح سے؟ اسکا جواب صحیح حدیث سے دیں ؛

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم کسی وقت میں کسی بزرگ کا واسطہ دیں تو جائز ہے یا ناجائز؟ اسکا بھی جواب صحیح حدیث سے اور مدلل عنایت فرمائیں ؛

الجواب :- (۱) جرم مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ سب کے لئے ایک ہی حکم لگا دینا نہایت بے وقوفی ہے اگر جرم ایسا تھا جو کسی دوسرے کے حق سے متعلق ہوتا تھا۔ یا اسکے معاف کر دینے سے کسی اور کا ضرر لازم آتا تھا تو اسکا معاف کرنا دوسرے کے ضرر اور اتلافِ حق کا باعث ہے۔ تو جب تک خود وہ صاحبِ حق معاف نہ کریں یا اسکی تلافی نہ کر دیجائے مجرم کو چھوڑ دینا خلافِ حکمت ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کسی سے کچھ روپیہ قرض لیا اور دینے سے انکار کرتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر قرض خواہ معاف کئے بغیر۔ یا اسکے نقصان کی تلافی کیے بغیر جرم معاف کر دیا جائے۔ خواہ کسی سفارش سے۔ یا کسی بے سفارش کے۔ تو ضرور اس میں قرضخواہ کا نقصان ہو گا۔ اور جج کا ایسا فیصلہ عدل وحکمت کے خلاف مانا جائیگا۔ البتہ اگر جج کے سمجھانے سے خود صاحبِ حق بخوشی اپنے حق سے دست بردار ہو جائے۔ یا جج قرضخواہ کو اسکا مطالبہ ادا کر دے اور امید یہ ہو کہ اسکے اس سلوک سے مجرم کے نفس کی اصلاح ہو گی۔ تو ایسی حالت میں جج کا معاف کر دینا عین حکمت اور کمال رحمت۔ اور عقلِ سلیم کے نزدیک نہایت

مستحسن ہے۔ اور اگر جرم ایسا ہے جسکا تعلق حاکم کے سوائے کسی دوسرے شخص کے حق سے نہیں ہے مثلاً جج نے حاضری کا حکم دیا اور مجرم نے اسکی تعمیل نہ کی۔ ایسے جرم کو اگر جج خود یا کسی کی سفارش سے معاف کر دے تو وہ کریم المزاج اور نیک دل مانا جائیگا۔ اور اسکا یہ عفو قابل تعریف ہوگا۔ شریعت میں اس قسم کا ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم ؛

(۲) فاتحہ میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے اور صدقہ دیا جاتا ہے۔ اور تلاوت وغیرہ عبادات بدنیہ و مالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اہلسنت کا مذہب اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔ اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ان رجلاً قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امی توفیت اینفعھا ان تصدقت عنھا قال نعم۔ کہ ایک شخص نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا اگر میں صدقہ دوں تو کیا اسکو نفع دیگا؟ فرمایا ہاں۔ اس مضمون کی احادیث بخاری ومسلم میں وارد ہیں۔ شرح الصدور میں ہے اخرج ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی فی فوائدہٖ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد والھکم التکاثر ثم قال جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاھل المقابر من المؤمنین و المؤمنات کانوا شفاء لہ الی اللہ تعالیٰ۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص داخل ہو قبرستان میں پھر فاتحۃ الکتاب۔ قل ھو اللہ اور الھکم التکاثر پڑھے۔ پھر کہے میں نے جو تیرا کلام پڑھا اسکا ثواب میں قبرستان کے مومنوں اور مومنات کو دیتا ہوں تو وہ اس کے بارگاہِ الٰہی میں شفیع ہوجائیں گے۔ اب رہی یہ بات کہ مُردوں کو فائدہ پہنچنے اور ثواب ملنے کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو کون شمار کرسکے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میت کو قرآن پاک کی آواز سے انس بھی ہوتا ہے اور اسکے کلمات طیبات سے راحت پہنچتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے وقراءۃ آیۃ الکرسی وسورۃ الاخلاص والفاتحۃ وغیر ذلک رجاء ان یونس الموتیٰ۔ اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کی سورتیں اور آیتیں خود شفاعت کرتی ہیں۔ جیسا دارمی نے خالد بن معدان سے روایت کیا کہ ایک شخص الٓمٓ تنزیل پڑھا کرتا تھا اور تھا بہت گنہگار۔ اسکی قبر میں سورۂ مبارکہ نے اس پر اپنے بازو پھیلا کر عرض کیا یارب اسکی مغفرت فرما یہ مجھکو بہت پڑھا کرتا تھا کما فی المشکوٰۃ واخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من اھل بیت یموت منھم میت فیتصدقون عنہ لبعد موتہ الا اھداھا

لہ جبریل علیٰ طبق من نور ثم یقف علیٰ شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق ھٰذہ ھدیۃ اھدا ھا الیک اھلک فاقبلھا فتدخل علیہ فیفرح بھا ویستبشرون ویحزن جیرانہ الذی لا یھدی الیھم شیئ۔ طبرانی نے اوسط میں حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والتحیات فرماتے ہیں کہ جس گھر والوں کا کوئی مرجائے اور وہ اسکے لیئے صدقہ دیں تو حضرتِ جبریل علیہ السلام اسکو طبقِ نور میں لے کر پہنچتے ہیں اور اسکی قبر کے کنارہ پر کھڑے ہوکر فرماتے ہیں کہ اے گہری قبر والے یہ ہدیہ ہے جو تجھے تیرے گھر والوں نے بھیجا ہے اسکو بھیجا ہے اسکو قبول کر۔ وہ ہدیہ یہ اسکو پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے۔ اور اسکے پڑوسی غمگین ہوتے ہیں جنہیں ہدیہ نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالےٰ اعلم ؛

(۳) بزرگانِ دین واولیاء کا وسیلہ واسطہ بلاشبہ جائز ہے۔ بخاری شریف میں حدیثِ ابدال کے آخر میں ہے بھم تمطرون وبھم تنصرون وبھم توزقون کہ انہی کی بدولت تم پر مینہ برستا ہے اور انہی کی برکت سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور انہی کے صدقہ میں تم سیراب کئے جاتے ہو۔ اسی طرح امیر المومنین حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بوسیلۂ حضرتِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ دعائے بارش کرنا اور بکثرت احادیث سے توسل کا جواز ثابت ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم ؛

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

وہابی کسکو کہتے ہیں اور سُنّی کسکو کہتے ہیں

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء ملّت اہلسنت وجماعت ان امور ذیل میں کہ

(۱) وہابی کسکو کہتے ہیں اور غیر مقلد کسکو؟ اور دونوں کے عقائد ایک ہیں یا کچھ فرق ہے؟ اور ان لوگوں کی علاماتِ ظاہری کیا ہیں؟ اور یہ لوگ دائرۂ اہلسنت وجماعت میں داخل ہیں یا مثل اور فرق ضالہ کے اہلسنت وجماعت سے خارج؟ اور ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا۔ یا ان لوگوں کو مساجد میں آنے دینا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں سے میل ملاپ۔ سلام کلام۔ بیاہ شادی وغیرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ؛

(۲) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" کیسی کتاب ہے۔ اسکے جملہ مضامین اہل سنت وجماعت کے موافق ہیں یا مخالف اور مولوی صاحب مذکور کا عقیدہ کیسا تھا؟ سنا جاتا ہے کہ ان کو امام الوہابیۂ ہند

کہا جاتا ہے۔ تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۳) علمائے دیوبند سچے مقلد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہیں یا نہیں۔ اور ان حضرات کے عقائد اہلسنت وجماعت کے موافق ہیں یا مخالف۔ اور دیوبندی عقائد والوں کے پیچھے نماز پڑھنا۔ ان سے بیعت ہونا۔ ان سے بیاہ شادی کرنا۔ ان کا ذبیحہ کھانا۔ ان سے میل ملاپ۔ سلام کلام از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ ؛

(۴) سُنّی کسے کہتے ہیں اور اسکی تعریف کیا ہے؟ ؛

(۵) جناب حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم و مغفور اس چودھویں صدی میں حکیم امت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین کہے جاتے ہیں۔ تو آیا یہ حق ہے یا باطل؟ اور مولانا مذکور موصوف واقعی اس پایہ کے بزرگ تھے یا نہیں؟ بریلوی اور دیوبندی علمائے عقائد میں بڑا اختلاف ہے۔ تو آیا ان دونوں فریق میں کونسا فریق حق پر ہے؟ مفصلاً جواب نمبروار بحوالہ کتاب ایسے عام فہم صورت میں عنایت فرمائیے تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب ؛

المستفتی محمد عبدالحمید سنی حنفی خادم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ نگ پور شریف۔ ڈاکخانہ جلال پور۔ ضلع ضیض آباد ؛

الجواب :۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم۔

(۱) وہابی اور غیر مقلد دونوں عبدالوہاب نجدی کے مقلد ہیں۔ "کتاب التوحید" اور "تقویۃ الایمان" کو دونوں مانتے ہیں۔ مسلمانوں کو دونوں مشرک کہتے ہیں۔ ایصال ثواب کے طریقوں اور بزرگان دین کی زیارت اور ان کی تعظیم و محبت سے دونوں کو عداوت ہے۔ بزرگان دین کی جناب میں گستاخ دونوں ہیں۔ عقائد میں ایک دوسرے کے بہت موافق ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ایک دعویٰ تقلید کا کرتے ہیں اور دوسرے بالاعلان تقلید آئمہ کے منکر ہیں۔ اور درحقیقت نجدی کے مقلد ان میں سے جو اپنے آپ کو مقلد کہتے ہیں۔ ان کا دعوئے تقلید بھی نمائشی ہے۔ ردالمحتار میں ہے کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذلک اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللہ شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومئتین والف ؛

یہ لوگ گمراہ بیدین ہیں ان کے پیچھے نماز ناجائز۔ اختلاط و مصاحبت ممنوع ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم الحدیث ان کے ساتھ مناکحت میل ملاپ ابتداء بسلام نادرست۔ مسلمانوں کو ان کی صحبت سے

پرہیز لازم۔ واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم ؁

(۲) تقویۃ الایمان کے کثیر مضامین قرآن وحدیث اور خدا ورسول کے خلاف وباطل ہیں۔ اسکا مصنف نہایت بدعقیدہ وگمراہ تھا۔ ہندوستان میں وہابیت کا تخم اسی نے لگایا۔ مسلمان اسکی کتاب کو نہ دیکھیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم ؁

(۳) دیوبندی علماء کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تقلید کا دعویٰ ہے۔ مگر عقائد ان کے نہایت خراب ہیں۔ اور شان رسالت میں یہ لوگ بہت بیباک ہیں۔ ان سے بیعت حرام۔ بیاہ شادی ناجائز۔ سلام ممنوع ذبیحہ ان کا نادرست۔ واللہ تعالےٰ اعلم ؁

(۴) سنی وہ ہے جو سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اصحاب کبار اور آئمہ مجتہدین کے متبع ہیں یہی جماعت ہیں۔ یہی سواد اعظم۔ یہی ظاہرین علی الحق۔ یہ ہر بے دین کے کید سے محفوظ رکھنے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء کی محبت وتوقیر۔ ذکر الٰہی کی کثرت ان کی ایک ظاہر علامت ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم ؁

(۵) اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اپنی مبارک زندگی دین کی خدمت میں صرف فرمائی انکے علمی فیوض برکات سے دنیا کو بڑے قیمتی فائدے پہنچے۔ اسلام وسنت کی تائید وتقویت ہوئی۔ ہر گمراہ بے دین کی کیا دی کے آپ نے پردے فاش کر دیئے۔ ان کے محامد اس سے زیادہ ہیں۔ جو سوال میں مذکور ہیں۔ قدس سرہٗ وروح روحہٗ آمین ؁

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فتویٰ دربارے کلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

علماء دین ذیل کے مسائل میں کیا فرماتے ہیں

سوال ۱ :۔ یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ۔ اے کملی اوڑھنے والے۔ تو آیا یہ کملی کیسی تھی جو آجکل کے درویش اوڑھتے ہیں یا کیسی کملی تھی جس جانور کے اون کی تھی اور اسکا تانا کیسا تھا اور بانا کیسا تھا اور کس کے ہاتھوں کی بنی ہوئی تھی۔ اور اگر سوت کی تھی تو سوت کیسا تھا۔ اور کس زمین پر وہ کپاس بوئی گئی تھی۔ اور کس نے اس سوت کو کاتا تھا۔ مہربانی فرما کر قرآن۔ حدیث۔ فقہ شریف سے جواب عطا فرمائیے۔ کتاب وصفحہ کا حوالہ ہو ؁

سوال ۲ :۔ حضرت آدم اور اماں حوا علیٰ نبینا وعلیہم السلام کو جب خداوند کریم نے حکم دیا تھا کہ جنت کے اندر گندم کے جھاڑ کے پاس نہ جانا اور نہ اسکا پھل کھانا تو شیطان لعین نے دھوکہ دے کر اماں حوا علیٰ نبینا وعلیہا السلام

کو وہ دانہ کھلا دیا اور اماں حوّا نے حضرتِ آدم علیٰ نبینا وعلیہا السلام کو کھلا دیا۔ تو خداوند کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو سنگدیپ میں رکھا۔ اور اماں حوّا علیٰ نبینا وعلیہا السلام کو جدّہ شریف میں رکھا۔ اتنا حکم نہ ماننے پر۔ تو خداوند کریم نے جب ملائکہ کو حکم دیا تھا کہ حضرتِ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو شیطان لعین نے نہیں کیا تھا۔ تو خداوند کریم نے اس حکم کے نہ ماننے پر شیطان کو کونسی زمین میں رکھا۔ اس زمین کا کیا نام ہے اور کہاں ہے؟ اور اسکا مفصل حال دیں۔ قرآن وحدیث۔ فقہ شریف سے۔ کتاب کا صفحہ کا احوال ضرور ہو ؛

سوال ۳ :۔ نجدی مردود۔ وہابی ملعون۔ دیوبندی شیطان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ نماز تو فاجر فاسق کے پیچھے بھی درست ہے اور حدیث شریف بتاتے ہیں کہ ثبوت حدیث شریف ہے اور داڑھی کٹے کے پیچھے کیا حکم ہے؟

سوال ۴ :۔ بعض حافظ سجدۂ تلاوت جو عم کے پارہ کی سورۂ علق کے اخیر پر ہے وہ سجدۂ تلاوت نہیں دیتے ہیں اسکا کیا حکم ہے؟ مہربانی فرما کر ہر ایک کا جواب عطا فرمایئے اردو عبارت کے ساتھ عربی عبارت ضرور ہو قرآن وحدیث اور فقہ شریف سے ؛

سوال ۵ :۔ اگر پیش امام قرأت کے اندر رک جائے فرضوں میں تو اسکو لقمہ دینا چاہیئے یا نہیں؟ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کیا حکم ہے؟ ؛

سوال ۶ :۔ اگر صبح کو پیش امام کھڑا ہے اور مقتدی سنت صبح کی ادا نہ کرے اور امام سے مل جائے تو سنت کب ادا کرے۔ سورج جب نکلے تو پڑھے یا فرض ختم کرکے پڑھ سکتا ہے؟ ؛۔ المستفتی فقیر حقیر محمد دین

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

(۱) قرآنِ کریم میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی ایک ادائے خاص کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب فرما کر آپ کی محبوبیت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اُون یا سُوت کی کوئی خصوصیت اس خطاب کا باعث نہیں۔ جو کپڑا بھی تن نازنین وجسمِ اقدس پر ہے اس سے حضور کو کچھ فضیلت نہیں۔ ہر چیز کو حضور سے شرف ہے۔ منظور تو محبوب کی وہ ادا ہے جو وقتِ نزولِ وحی تھی۔ اس لئے اس لباس کے تانہ بانہ کا دریافت کرنا بیکار ہے۔ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ دیکھنا ہے کہ ابتدائے حال میں وحی کی عظمت کا اثر جو قلبِ مبارک پر ہوا اس سے بدنِ اقدس پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جامۂ اقدس

میں لپٹ گئے۔ اللہ تعالٰے نے اس ادائے محبوبانہ کو پسند فرماکر تسکین خاطرِ اقدس کے لئے آپ کے اسی حال سے آپ کو مخاطب فرماکر بلاطفت وکرم کا اظہار فرماتا ہے کہ آپ کی یہ ادا محبوب ہے حتی کہ ہم اسی ادا سے خطاب فرماتے ہیں۔ قَالَ السھیلی انما المزمل اسم المشتق من حالہ التی کان علیھا حین الخطاب وکذالک المدثر فی خطابہ صلی اللہ علیہ وسلم بھذا الاسم فائدتان احداھما الملاطفۃ واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم۔

(۲) :۔ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو شجر ممنوعہ سے کھانے کے بعد اللہ تعالٰے نے زمین پر بھیجا۔ یہ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سراندیپ میں اور حضرت حوا جدہ میں۔ اور اس میں حکمتِ الٰہیہ تھی۔ خلافت کا اظہار اور اسکے احکام کا اجراء اسی طرح مقدور ہوا تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو براہ کرم کلماتِ توبہ کی تلقین فرمائی۔ اور توبہ قبول کی۔ قرآن پاک میں فرمایا فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ ط اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ آدم وحوا کے ساتھ توبہ کرم ہوا اور ابلیسِ لعین کا نام سریانی زبان میں "عزازیل" اور عربی میں "حارث" تھا۔ جب اس نے نافرمانی کی تو اسکے نام کو بدل کر "ابلیس" رکھا گیا۔ جس کے معنی مایوس از رحمت ہیں۔ اور اس کی صورت تبدیل کر دی گئی۔ اور ذلت ورسوائی کے ساتھ اسکو زمین کی طرف ہانکدیا۔ اور قیامت تک اسکو آسمان زمین میں موردِ لعنت بنایا۔ شیطان مقامِ ابلیہ میں پھینکا گیا جو مضافاتِ بصرہ سے ہے۔ قرآن پاک میں ہے قَالَ فَاخْرُجْ مِنْھَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَۃَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ دوسری آیت میں فرمایا قَالَ اھْبِطْ مِنْھَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْھَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ۔ تیسری آیت میں فرمایا قَالَ اخْرُجْ مِنْھَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا، لَمَنْ تَبِعَکَ مِنْھُمْ لَاَمْلَاَنَّ جَھَنَّمَ مِنْکُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۴۷ میں ہے سمی بہ لانہ ابلیس من رحمۃ اللہ ای یئس وکان اسمہ عزازیل بالسریانیۃ وبالعربیۃ حارث فلما عصٰی غیر اسمہ فسمی بہ لانہ ابلیس وغیرت صورتہ۔ یہ واقعہ کا مختصر بیان تھا شیطان کی شامت وبدنصیبی کا انجام تو آخرت کا دائمی عذابِ شدید ہے۔ مگر سائل کا منشاء معلوم نہیں۔ اسکی اس سوال سے کیا غرض ہے؟ مومن کو یقینِ کامل ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰے کے تمام احکام سراسر حکمت وعدل ہیں۔ اس پر کوئی خدا شناس اعتراض کی جرأت نہیں کر سکتا۔ بندوں کو عقل ہی کتنی کہ وہ حضرت حکیم علی الاطلاق کی حکمتوں کو سمجھ لینے کا دعوٰی کریں۔ اللہ تعالٰے اپنے بندوں کو توفیق نیک عطا فرمائے اور شرِ نفسِ شیطانی سے بچائے آمین۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

وہابی کی امامت کا حکم

۳ : داڑھی منڈا فاسق ہے اور ہر فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی فان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علینا اھانتہ شرعًا فی ردالمحتار

لیکن اس کے پیچھے نماز بکراہت ہو جاتی ہے۔ اور وہابی بے دین۔ منکر ضروریاتِ دین خارج از اسلام ہے۔ اسکے پیچھے کسی طرح نماز نہیں ہوتی۔ بلکہ اسکو امام بنانا شریعت کی نافرمانی اور سخت جرم ہے۔ حدیث شریف میں صلوا خلف کل بر وفاجر آیا ہے کافر نہیں آیا۔ اس لئے اس حدیث سے وہابی کی امامت پر استدلال باطل ہے۔ واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم۔

۴:۔ قرآن پاک میں چودہ آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے۔ سورہ علق کی آخری آیت بھی انہی آیات میں سے ہے۔ جو حافظ اسکا سجدہ ادا نہیں کرتا۔ وہ تارکِ واجب اور گناہگار ہے۔ کنز الدقائق میں ہے سجود التلاوۃ تجب باربعۃ عشر آیۃ۔ مستخلص الحقائق میں ہے وایات السجدۃ فی آخر الاعراف والرعد والنحل وبنی اسرائیل ومریم والحج والفرقان والنمل والسجدۃ تنزیل السجدۃ والصاد وحٰمٓ والنجم واذا السماء انشقت واقرا۔ واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتقن واحکم۔

۵:۔ اگر امام قرأت میں رک گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو جائز ہے۔ اس سے کسی کی نماز میں نقصان نہ آیا۔ نہ امام کی نہ مقتدی کی۔ البتہ اگر امام قدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ پڑھ چکا ہو۔ یا دوسری آیت شروع کر دے تو بہتر ہے کہ نہ بتائے اور امام کے رکنے ہی فوراً نہ بتانا چاہیئے تھوڑا توقف کرے کہ شاید اسکو خود یاد آجائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے والصحیح انہ لا یفسد صلوٰۃ الفاتحۃ لکل حال ولا صلوٰۃ الامام لو اخذ منہ علی الصحیح ھکذا فی الکافی ویکرہ لمقتدی ان یفتح علی امامہ من ساعتہ فیصیر قارئاً خلف الامام من غیر حاجۃ کذا فی المحیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

۶:۔ سنتِ فجر اگر تنہا رہ گئی اور فرض پڑھے گئے تو اسکی قضا لازم نہیں۔ البتہ امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لے لازم نہیں۔ اور آفتاب کے طلوع سے قبل اور زوال کے بعد باالاتفاق سنتوں کی قضا نہ پڑھی جائے گی۔ مراقی الفلاح میں ہے ولم تقض سنۃ الفجر الا لفوتھا مع الفرض الی الزوال وقال محمد رحمہ اللہ تقضی منفردۃ بعد الشمس قبل الزوال فلا قضاء لما قبل الشمس ولا بعد الزوال اتفاقاً۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قیل لا خلاف بینھم فی الحقیقۃ لانھما یقولان لیس علیہ القضاء وان فعل لا بأس بہ ومحمد رحمہ اللہ یقول احب الی ان یقضی وان لم یفعل لا شئ علیہ۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتقن واحکم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

نجوازان تسل کرمن ساعتہ

استفتاء

سوال :۔ جو امام حدِ شرع سے داڑھی کم رکھے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

۲:۔ جو امام سود خواروں کے گھر کھانا کھائے یا ان کی خوشامد کرے۔ اسکے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

۳:۔ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب :۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم :۔

۱:۔ داڑھی رکھنا شعار اسلام اور اسکا کٹانا قدر قبضہ پہنچنے سے قبل حرام۔ بخاری شریف، و مسلم شریف۔ ترمذی شریف نسائی شریف۔ ابن ماجہ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفروا اللحی۔ یعنی مشرکین کی مخالفت کرو۔ مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ ایک اور حدیث مسلم شریف میں بدیں الفاظ وارد ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنا خفاء الشوارب واعفاء اللحیۃ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مونچھیں پست کرنے اور داڑھی بڑھانے کا امر فرمایا۔ احیاء العلوم میں ہے رد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن ابی لیلیٰ قاضی المدینۃ شھادۃ من کان ینتف لحیتہ۔ یعنی حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی مدینہ ابن ابی لیلیٰ دونوں پیشوایانِ اسلام نے داڑھی چُننے والے کی شہادت (گواہی) رد فرمادی۔ نیز اسی میں ہے شھد رجل عند عمر بن عبدالعزیز بشھادۃ وکان ینتف لحیتہ فرد شھادتہ۔ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے کوئی گواہی دی۔ اور وہ داڑھی کچھ چنا کرتا تھا۔ حضرتِ خلیفہ نے اسکی شہادت رد فرمادی۔ درمختار میں ہے یحرم علی الرجل قطع لحیتہ جب ثابت ہوگیا کہ داڑھی ایک مشت سے کم کترانا یا منڈوانا ممنوع ہے۔ تو اسکا عامل اور مصر فاسق ہوا۔ اور فاسق کی امامت مکروہ لما فی عامۃ المتون والشروح والفتاویٰ من کراھۃ امامۃ الفاسق۔

۲:۔ سود خوار کے گھر کا کھانا حرام نہیں۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا مالِ حرام سے تیار کیا ہوا ہے۔ یا اس کے پاس کوئی مال حلال موجود ہی نہ ہو۔ اور خوشامد اگر ترغیبِ دین اور اصلاح حال کے لئے ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں

۳:۔ بے عذر مسجد میں جنازہ لانا اور نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ لحدیث ابی داؤد من صلی علیٰ میت فی المسجد فلا صلوٰۃ لہٗ۔ واللہ سبحٰنہ اعلم :۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین :۔

تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

منبع علم و فضل چشمۂ فیض و کرم عالی جناب قبلہ حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب دام ظلکم والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج شریف آیا تجوید سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو شخص حروف کو صحیح ادا نہ کر سکتا ہو اسکے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ کمترین احمد دین۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

قرآن کریم میں ترتیل یعنی حروف کا جدا جدا ان کی صفات پر ادا کرنا۔ اوقاف وحرکات کا لحاظ رکھنا۔ تغیر وتبدل سے بچانا اور تجوید کا بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے۔ اللہ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝ تفسیر مدارک میں ہے وترتل القرآن بین وفصل من الشعر الرتل ای مفلج الاسنان و کلام بالتحریک ای رتل وتغیر رتل ایضًا اذا کان مستوی البنیان او اقراء علیٰ ترد کہ بنیین الحروف وحفظ الوقوف واشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید فی ایجاب الامر بہ وانہ لابد منہ للقاری۔ تفسیر خازن میں ہے قال ابن عباس بینہ بیانا وایضًا اقراءہ علیٰ ھینتک ثلاث اٰیات او اربعًا او خمسًا وقیل الترتیل ھو التوقف و الترسل والتمھل الافھام وتبیین القراۃ حرفًا حرفًا اثرہ فی اثر بعض المد والاشباع والتحقیق د ترتیلًا تاکید فی الامر بہ وانہ لابد للقاری منہ۔ اب ثابت ہوا کہ قرآنِ پاک میں ترتیل فرض ہے۔ تفسیر اتقان میں ہے لیس تحسین الصوت بالقراۃ وتزیینھا لحدیث ابن حبان وغیرہ زینوا القرآن باصواتکم وفی لفظ الدارمی حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حُسْنًا واخرج البزاز وغیرہ حدیث حسن الصوت زینۃ القرآن وفیہ احادیث صحیحہ کثیرۃ فان لم یکن حسن الصوت حسنہ فاستطاع یجب لا یخرج الی التمطیط۔ اگر اسطرح کی تفسیر ہو جس سے معنی بدل جائیں اور ایسے بدل جائیں کہ جنکا اعتقاد کفر ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائیگی۔ اور اگر ان سے ایسے معنی نہ پیدا ہوں لیکن اس تغیر کا مثل قرآن پاک میں نہ ہو اور تغیر فاحش ہو تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جیسے کسی نے ھٰذا الغراب کی جگہ ھذا الغبار پڑھ دیا۔ اور اگر قرآن پاک میں اسکا مثل نہ ہو۔ اور اسکے کچھ معنی نہ ہوں جیسے سوائر کی جگہ سوائل پڑھ دیا تو بھی نماز فاسد ہو گئی۔ اور اگر قرآن پاک میں اسکا مثل ہو۔ اور معنی بعید ہوں اور تغیر فاحش نہ ہو تو بھی امام صاحب کے نزدیک نماز فاسد ہو گی اور اس قول کے ساتھ اخذ کیا جائیگا۔ ردالمختار میں ہے۔ والقاعدۃ عند المقدمین

ان ما غیر المعنی تغیرا یکون اعتقاده کفراً مفسداً فی جمیع ذٰلك سواء کان فی القرآن اولا الا ما کان من تبدیل الجمل مفصولاً بوقت تام وان لم یکن التغیر کذٰلك فان لم یکن مثله فی القران ولا معنی له کالسرائل بلام مکان السرائر وان کان مثله فی القرآن والمعنی بعید ولم یکن متغیراً فاحشاً تفسد الیضاً عند ابی حنیفة ومحمد وهو الاهوط اور اسی میں ہے فالاولیٰ الاخذ بقول المتقدمین لانضباط قواعدهم وکون قولهما حوط۔ واللہ سبحٰنه اعلم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

نماز جمعہ

وہابیہ کی نچلی نہ بیٹھنے والی طبیعت مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کے لئے آئے دن ایک نہ ایک شغوفہ چھوڑتی رہتی ہے۔ ان صاحبوں کو مزا ہی نہیں آتا جب تک نزاع وجدال کی گرم بازاری نہ ہو۔ اور اسکا راز یہ ہے کہ خود ان کی گرمی بازار بھی اسی میں منحصر رہ گئی ہے۔ نئی نئی باتیں نکالنا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی خدائی بھر سے علیحدہ چننا ان کا شیوہ ہے۔ اطمینان سے بیٹھی ہوئی مخلوق کو اختلاف کی کشاکش میں مبتلا کرنا اور بیٹھے بٹھلائے لوگوں کو بیکار بحث میں ڈال کر پریشان کرنا ان صاحبوں کے پسندیدہ مشاغل ہیں۔ کبھی کوا حلال کیا تو مدتوں کائیں کائیں رہی۔ ملک بھر میں طوفان مچا۔ صدہا رسالے تصنیف ہوئے۔ سیکڑوں فتوے لکھے گئے۔ لوگوں نے یقین نہ کیا کہ وہابی مولوی کوا کھا سکیں گے۔ اگرچہ صندیں فتوے دے چکے ہیں۔ مگر طبیعت کیسے گوارا کرے گی۔ اس بناء پر بہت سے صاحبوں نے کوے پکا پکا کر وہابی مولویوں کی دعوتیں کیں۔ یقین رکھتے تھے کہ مولوی صاحب کہنے کو تو کہہ گئے ہیں مگر ان سے کوا کھایا نہ جائیگا۔ کیا خبر تھی کہ جناب کا مزاج بھی بہت ہی نفیس واقع ہوا ہے۔ برغبت تمام کوے کھا گئے۔ اور کھلانے والوں کو نفرت آئی۔ انہوں نے جن برتنوں میں پکایا اور کھلایا تھا وہ مولوی جی کے سامنے لاکر توڑ ڈالے۔ مگر وہابی مولویوں کی جرأت اور ہمت بھی قابل تعریف ہے۔ دھڑلے سے کوے کھائے اور مسلمانوں کو چڑانے کے لئے کوے مار کر اپنے دروازوں پر لٹکائے۔ علماء اہلسنت نے رد لکھے۔ شعراء نے وہابیوں کے بہت مضحکے اڑائے۔ تب کہیں کوا خوری کا سلسلہ مدت کے بعد موقوف ہوا۔

ایک زمانہ میں وہابی صاحبوں نے بکرے کے کپورے حلال کر دیئے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اسکا فتویٰ بھی درج ہوا۔ علماء اہلسنت نے اُسکے رد کئے ملامتیں فرمائیں تب اسکا شور کم ہوا۔ معلوم نہیں اندرونِ خانہ اب بھی کھا لیتے ہیں یا نہیں؟

اسطرح نئے نئے اختلاف پیدا کرنا ان کی خصلت ہے۔ آجکل (سنہ ۱۳۵۰ھ) مرادآباد میں "جمعہ" کے خلاف علم بلند کر رکھے ہیں۔ اور جابجا مساجد میں کوششیں کرتے پھر رہے ہیں کہ جمعے بند ہو جائیں۔ صرف ایک جامع مسجد میں جمعہ ہوا کرے۔ اور اس پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ اتنا زور انہوں نے کسی فرض کے لئے نہیں دیا۔ کسی حرام کے ترک کرانے کے لئے ایسی کوشش نہیں کی ہاں گاندھی پرستی کے ذوق میں کچھ دنوں کے لئے شراب کی دوکانوں پر پکٹنگ لگائے جاتے تھے اور اسکو حکم شرع بتایا جاتا تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ ان کی وہ شریعت جس میں بحکم گاندھی پکٹنگ فرض تھا اب منسوخ ہوگئی یا مرگئی یا اب کوئی نیا حکم شراب کی حلت کا ان صاحبوں کو کہیں سے وصول ہوگیا کہ اب کہیں بھی کوئی وہابی صاحب پکٹنگ کرتے نظر نہیں آتے اور شراب کو روکنے کے لئے اب کوئی جماعت نہیں اٹھتی۔ گاندھی اُروَن سمجھوتہ ہوا اور وہابیوں کی شریعت بدل گئی ؎

آجکل جمعہ بند کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ مطلب تو اتنا ہے کہ مسجد جامع مرادآباد میں وہابیہ کا عمل دخل ہے۔ سب مسجدوں کے جمعے بند کر دیئے جائیں تو یہاں مجمع خوب ہو۔ اور یار لوگوں کو چندے کے شکار کھیلنے کے لئے ہرا بھرا لہلہاتا غزال آمود جنگل مل جائے اور دل کھول کر جیبوں کی جبر لینی شروع کریں۔ چندے مانگنے کی تو ان صاحبوں کو بہت مشق ہے۔ جامع مسجد کی توسیع کے لئے عام طور پر مسلمانوں سے چندہ کیا جا رہا ہے۔ اہل سنت کے سامنے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں۔ ان سے چندے لئے گئے۔ اور حالت جامع مسجد کی یہ ہے کہ اسکو وہابی لوگ آبائی میراث کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ ہر بدمذہب وہاں آکر تقریر کر سکتا ہے۔ ہر فرقہ کے لوگ آکر وعظ کر جاتے ہیں۔ داڑھی منڈے جامع مسجد میں بے دریغ تقریریں کرتے ہیں۔ مگر علماء اہلسنت کو کبھی اسکا موقع نہیں دیا جاتا ہے۔ نہ ان کو نماز پڑھانے کی اجازت ملتی ہے۔ نہ وعظ فرمانے کی۔ چندہ لیتے وقت تو مسجد عام مسلمانوں کی بنائی جاتی ہے۔ مگر عمل دخل اس میں وہابیوں کا۔ شہر میں کثیر تعداد سنیوں کی ہے۔ وہابی بہت تھوڑے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ جامع مسجد میں سنی امام اور واعظ نہ ہو۔ مگر وہاں تو اتنا بھی کوئی گوارا کرنے والا نہیں کہ ایک مہینہ کے چار جمعوں میں سے دو ہی جمعوں میں سنی امامت کیا کریں اور وعظ فرمایا کریں۔ اس پر یہ غوغا ہے کہ شہر کی مسجدوں کے جمعے موقوف کر دیئے جائیں۔ اہل سنت کے نزدیک وہابی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو کیوں اپنی نمازیں کھوئیں گے ہاں اگر یہی منظور ہے کہ ایک ہی جگہ نماز ہوا کرے۔ تو کوئی خالص سنی امام مقرر کر دیا جائے جس کے پیچھے اہل سنت بشوق نماز پڑھیں۔ اور شہر کا کثیر طبقہ اپنی نمازوں کی طرف سے مطمئن رہے۔ رہا وہابی طبقہ! تو وہ اسکے نزدیک سنی امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ اس لئے اسے بھی سنی امام کی اقتداء میں عذر نہ ہونا چاہیئے۔ مگر وہابیوں کا تعصب اور خود غرضی اسکو کب گوارہ کر سکتی ہے۔ علاوہ بریں شہر کی مساجد سے جمعہ بند کرنے میں مسلمانوں کو کیسی دقتوں اور مصیبتوں کا سامنا ہے۔ مزدور طبقہ جسکو ٹھیک دوپہر کو تھوڑی سی فرصت ملتی ہے۔ گھر آتا ہے۔ کھانا کھاتا

ہے۔ غسل کرتا ہے۔ کپڑے بدلتا ہے۔ اور اب اسے مزدوری پر حاضری کا وقت بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ تو وہ اپنے قریب کی مسجد یا جہاں اسے نماز تیار ملے۔ جمعہ اذا کر لیتا ہے۔ مریض اور ضعیف اور سن رسیدہ اشخاص جو زیادہ دور نہیں چل سکتے۔ محلہ کی مسجدوں میں آسانی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ اگر محلہ کی مسجدوں میں نمازیں بند کر دیجائیں۔ تو آدھے آدمی اپنی ضروریتوں اور کاموں کی وجہ سے جامع مسجد نہ پہنچ سکیں۔ باقی میں سے کچھ ضعیفی۔ بیماری کی وجہ سے نہ جا سکے۔ اور بہت سے سستی کاہلی سے اس دور دراز مسافت کو طے کرنے سے ہمت ہار جائیں۔ بہت تھوڑے ایسے ہوں گے جو ہمت باندھ کر جامع مسجد پہنچیں گے۔ بلکہ تجربہ اس سے بھی زیادہ تلخ ہوا کہ جن مسجدوں سے جمعہ موقوف کیا گیا۔ وہاں کے بہت سے آدمی صرف جمعہ ہی سے نہیں بلکہ نماز ظہر سے بھی محروم رہ گئے۔ دینی امور میں لوگ بہت سست اور کاہل ہو گئے ہیں۔ ایسے وقت میں ان کے لئے مشکلات پیدا کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ان کے ادائے فرض کی راہ میں دشواریاں ڈال کر انہیں فرض سے روکا جائے یہ نیکی دنیک خواہی تو نہ ہوئی۔ بلکہ بدی و بدخواہی ہو گئی مگر وہابی صاحبان اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ اس میں سے کسی بات پر نظر نہیں ڈالتے۔ شہر کی کثیر مساجد میں ہمیشہ سے جمعہ کی نمازیں ہوتی ہیں۔ وہابی بھی جامع مسجد کے سوا بکثرت مسجدوں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ وہابی مولوی اپنے گروہ کی مسجدوں میں امامت کرتے ہیں۔ گاندھی اڑون سمجھوتہ سے پہلے وہابی صاحبوں نے کبھی اعتراض نہیں کیا اسوقت تک یہ تمام نمازیں بیدریغ جائز و درست تھیں۔ مگر اب کی برسات میں اُن بدلی گاندھی گول میز کانفرنس کی مخالفت سے باز آئے۔ اور اپنے اصول کو خیرباد کہہ کر ولایت روانہ ہوئے۔ اور وہابی مولوی صاحبوں کا مسئلہ بدلا۔ مساجد شہر میں نماز جمعہ بند کرنے کے احکام صادر کئے گئے۔ کوششیں شروع ہوئیں۔ اور وہ نمازیں جو اب تک بے خدشہ جائز تھیں قابل ممانعت ٹھہریں۔ شہر میں ان کا چرچا ہوا۔ عام لوگوں کو تشویش ہوئی کہ کہ مسئلہ ایک دم کیوں بدل گیا؟ تو وہابی صاحبان نے جلسے کئے اور اسکی معذرت یہ کی کہ ہم اب تک غلطی پر تھے۔ ہم کوئی فرشتے نہیں ہیں معصوم نہیں ہیں۔ اب ہمیں اپنی غلطی پر تنبّہ ہوا تو ہم اس مسئلہ کا اجراء کرتے ہیں۔ کیا اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے پھر کسی وقت نماز پڑھنا چاہے تو اسکو روکو گے؟ ایسے ہی ہم اس مسئلہ میں غلطی پر تھے۔ ہمیں سب سے پہلے اس مسئلہ کو اٹھانا چاہیئے تھا۔ لیکن اب ہم اس غلطی سے باز آتے ہیں تو اس میں ہم پر کیا اعتراض؟

وہابی مولوی صاحبان کے نزدیک تو ان کا یہ عذر کافی ہوگا۔ لیکن سننے والے اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک شخص شامتِ نفس سے کسی غلطی میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو دوسرے اسے آگاہ کر دیتے ہیں۔ جبر وقت بھی خدا توفیق دے وہ اپنی غلطی غلطی سے باز آجاتا ہے تو یہ باز آنا ہرگز قابلِ ملامت نہیں ہوتا۔ مگر پچھلی زندگی کی غلطی ضرور قابلِ توبہ و تلافی ہوتی ہے۔ بے نمازی کی مثال جو مولوی صاحب نے فرمائی اسے بھی توبہ کے بعد پچھلی نمازیں معاف نہ کی جائیں گی۔ بلکہ ان کی قضاء

لازم رہے گی۔ پھر بھی یہ غلطی شخصی ہے اور دوسرے لوگ ہمیشہ اسکو ترکِ نماز پر ملامت کرتے رہے ہیں۔ لیکن عالم کی غلطی اور ایک عالِم نہیں۔ وہابی گروہ کے سارے عالموں کی غلطی۔ اور وہ بھی مدت ہائے دراز تک کہ اس درمیان میں بہت سے وہابی مولوی تو اسی غلطی میں اس جہان سے چل بسے مگر اس جماعت میں کوئی بھی نصف صدی تک جب سے مرادآباد میں وہابیوں کا تسلط ہوا ہے اس مسئلہ کے متعلق زبان نہ ہلا سکا۔ اور پچاس برس کی طویل مدت میں انہیں اپنی ایسی فاحش غلطی کا شعور نہ ہوا۔ اور اتنی مدت دراز کے بعد آج سمجھے۔ تو ایسے مولویوں سے کیا تعجب ہے کہ وہ فاتحہ۔ تیجہ۔ میلاد شریف۔ مجالس شہادت۔ گیارہویں شریف۔ عرس۔ کھچڑا۔ سبیل۔ علم غیب۔ استمداد وغیرہ مسائل کو بھی نہ سمجھے ہوں اور غلطی میں ہوں۔ دیکھئے کس سال انہیں اپنی ان غلطیوں کا شعور ہو۔ اور وہ مجمع میں انہی بلند آہنگیوں کے ساتھ اسکا اعتراف کریں شہر کے لوگ دعا کر رہے ہیں کہ خدا کرے کہ وہابی مولوی صاحبان اپنی ان دیرینہ غلطیوں کو بھی جلد سمجھ جائیں اور اعتراف کرلیں تو شہر سے اس اختلاف کا خاتمہ ہو جائے جو ان صاحبوں نے ڈال رکھا ہے۔ مگر میں بہت زود فہم! اپنے ایک مسئلہ کی غلطی پچاس برس میں سمجھے۔ تو اس حساب سے اتنے بہت سے مسائل کی غلطیاں دیکھئے کتنی صدیوں میں سمجھیں؟ خدا کرے جلد کوئی زور کی برسات ہو۔ اور ان صاحبوں کے دماغوں میں ایسی تری و تازگی آئے کہ ایک دم اپنی سب غلطیاں سمجھ لیں۔ اور یہ زیادہ تعجب کی بات بھی نہیں ہے۔ ہمیشہ اپنی غلطیوں کے سمجھنے میں اتنی ہی دیر نہیں لگاتے ہیں۔ کبھی کبھی جلد بھی سمجھ جاتے ہیں۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں جب مرادآباد میں نمائش شروع ہوئی تھی۔ نیا معاملہ تھا۔ وہابی مولوی صاحبان نے نمائش کے حرام ہونے کا فتویٰ دیدیا۔ یہ فتویٰ جا بجا دیواروں پر نالیوں کے کناروں پر جلی حرفوں سے لکھا ہوا تھا۔ شہر میں دھوم مچا رکھی تھی کہ "نمائش حرام ہے"۔ نمائش کے منتظم پریشان تھے کہ کسطرح نمائش کو کامیاب بنائیں۔ آخر تیز طبع لوگوں نے ایک تجویز سوچی کہ مرادآباد کے لوگوں نے ہوائی جہاز نہیں دیکھا ہے وہ عجیب چیز ہوگا۔ ایک ہوائی جہاز منگایا وہ شہر میں اڑا۔ اس کی پرواز سے ہوا میں جو تموج پیدا ہوا۔ اس نے بہت سے وہابی مولوی صاحبان کے دماغ درست کر دیئے۔ کئی مولوی صاحبان تو اسی سال سمجھ گئے اور شب کی تاریکی میں بند گاڑی کے اندر بیٹھ کر نمائش گاہ میں حاضری دے آئے اور اگلے سال تو کوئی وہابی مولوی نہ بچا جو نمائش کے بازاروں میں کھلے بندوں نہ پھرا ہو پچھلے سال کی کوتاہی کی دل کھول کر تلافی کر ڈالی۔ ان ہی کے ہمخیال ایک شاعر صاحب نے اپنے علماء کے اسقدر جلد اپنی غلطی کو سمجھ جانے اور اعتراف کر لینے کی تعریف میں ایک غزل لکھ ڈالی جس کے چند شعر یہ ہیں۔ ؎

وقار آپ نے خود اپنا پائمال کیا ؛ فدا نہ جبہ و دستار کا خیال کیا
بدل کے مسئلہ مفتی نے یہ کمال کیا ؛ حرام کر کے نمائش کو پھر حلال کیا

اس زود فہمی کو دیکھ کر یہ امید کرنا بھی بیجا نہیں ہے کہ مولوی صاحبان کو ان مسائل میں بھی جلد تنبہ ہو جائے۔ شہر والے انتظار کر رہے ہیں۔ کہ کب کوئی فصل موافق آئے۔ اور زمانہ پھر رُت بدلے اور وہابی مولوی صاحبان اپنی ان دیرینہ غلطیوں سے باز آئیں۔ مگر اتنی بات ان مولوی صاحبان کے لئے اور بھی قابلِ غور ہے کہ ایک مسئلہ میں کم از کم پچاس برس غلطی میں رہے۔ تو کیا اطمینان ہے کہ اب جو سمجھیں وہ غلط نہیں۔ انہیں تو سمجھنے کو برس چاہییں۔ اپنی غلطی بھی پچاس پچاس برس بعد سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں۔ وہ کتنی مدت میں سمجھا کریں۔ مگر سمجھ کا یہ حال ہے تو عام مسلمانوں کو احکام فتوے اور وعظ سے معاف رکھیں۔ مولوی صاحب تو پچاس برس بعد کہہ دیں گے کہ ہماری جماعت کی جماعت غلطی میں رہی۔ مگر ان کے قول پر عمل کرنے والے غلطی کرتے کرتے مر جائیں گے۔ وہابی مولوی صاحب کو تو اب ہوش اور انہوں نے اعلان کیا کہ ثواب جمعہ جامع مسجد ہی میں مل سکتا ہے اور فضیلت وہیں حاصل ہو سکتی ہے اور اب تک وہ غلطی میں تھے لیکن پچاس برس تک جتنے مسلمانوں نے نمازیں پڑھیں سب فضیلت و ثوابِ جمعہ سے محروم ہی رہ گئے۔ وہابی مولویوں کی غفلت اور غلطی ہوئی۔ اور لوگوں کی سالہا سال کی نمازیں جمعہ کی فضیلت سے خالی رہیں۔ مگر یہ عقل و دانائی۔ یہ علم و لیاقت قابلِ تعریف ہے کہ ایک معمولی سا مسئلہ پچاس برس تک وہابی مولویوں کی جماعت کے سمجھ میں نہ آیا۔ اور اب جو سمجھ میں آیا وہ بھی عجیب و غریب ہے۔ اس گروہ کے سب سے بڑے مولوی جو مراد آباد میں ہیں انہوں نے اپنی تقریر میں فضائلِ جمعہ کے سلسلہ میں بیان کیا کہ جمعہ ہی کے دن اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اسکی تمثیل اسطرح بیان کی کہ جسطرح کوئی بادشاہ اپنے لڑکے کو ولیعہد بناتا ہے اسکی تاجپوشی کی خوشی میں ایک بڑا دربار منعقد کرتا ہے۔ اور تمام لوگ اچھے اچھے لباس پہن کر اس دربار میں شریک ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ رسمِ تاجپوشی ادا کر چکتا ہے تو حسبِ مراتب تمام اہالیان دربار کو انعام تقسیم کرتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے بھی حضرت آدم کی خلافت کی تاجپوشی کا ایک بہت بڑا دربار منعقد کیا۔ اور تمام ملائکہ مقربین کو جمع کرایا۔ جب اس ولیعہد کی تاجپوشی کی رسم ادا ہو چکی تو تمام حاضرین پر انعام و اکرام تقسیم ہوا۔ اب جو لوگ اس دربار میں شامل نہ ہوئے وہ انعام و اکرام سے محروم رہے۔ اسی طرح جو لوگ جامع مسجد کے علاوہ اور مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں وہ اس انعام و اکرام کے مستحق نہیں۔

وہابی مولوی صاحب کی یہ تقریر سن کر مجھے حیرت ہو گئی۔ کیونکہ میں جانتا تھا ولیعہد کسی بادشاہ یا فرمانروا کے اس نامزد کردہ شخص کو کہتے ہیں جسکو بادشاہ کی موت کے بعد سلطنت کرنے کے لئے معین کیا گیا ہو۔ اور جب اسکا عہد سلطنت آتا ہے اور ولیعہد کی تاجپوشی ہو جاتی ہے۔ تو پہلے بادشاہ کی حکومت و سلطنت کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ میں سوچتا ہی رہ گیا کہ مولوی صاحب کیا فرما رہے ہیں۔ اور ان کا دماغ کہاں ہے؟ حضرتِ آدم علیہ السلام کو خداوندِ عالم

کا ولی عہد کیسے بنا دیا؟ خدائے قدوس کی سلطنت ازلی ابدی۔ اسکا حکم وحکومت لازوال۔ اس کے ولی عہد کی تاجپوشی کے کیا معنی؟ مولوی صاحب کا دماغ کہاں ہے کہ وہ حضرتِ قیوم لم یزل ولایزال کی تمثیل ایک فنا ہونے والے انسان سے دیتے ہیں۔ اور اس کے لیئے ولیعہد اور اسکی تاجپوشی مانتے ہیں۔ مگر میں نے مولوی صاحب کی طرف سے یہ عذر کر لیا کہ گھبراہٹ میں ان کی زبان سے یہ کلمے نکل گئے۔ لیکن جمعہ کو ایک جگہ ادا کرنے کے لئے اس پریشان بیانی کو دلیل بنانا لکھے پڑھے آدمی کی شان سے بعید ہے۔ اول تو اس تمثیل سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نماز جمعہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی یادگار ہے۔ اس بات کو شاید وہابی صاحبوں کا دماغ قبول کرلے۔ اور اگر قبول کرے تو پھر مولود شریف اور مجالس شہادت وعرس میں کیا کلام ہے۔ وہ بھی تو بزرگوں کی یادگاریں ہیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر کیجئے تو اس دلیل سے شہر میں ایک جمعہ ہونا کیسے ثابت ہوا؟ اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت آدم کی خلافت کا ایک دربار تھا اور سارے جہان کی مخلوق کو اسی میں شریک ہونا تھا۔ اور خاص اسی دربار کی شرکت پر انعام واکرام ملنے تھے۔ دوسری جگہ کوئی دربار کر لیتا تو وہ انعام واکرام کا مستحق نہ ہوتا۔ جمعہ ہی اس جشنِ خلافت کی یادگار ہے۔ لہٰذا ایک ہی جگہ ہونا چاہیئے نہ کہ شہر شہر قصبے قصبے ہزاروں جمعے ہوں۔ چونکہ دربارِ جشنِ خلافت ایک ہی تھا۔ اب ہر شہر کے جمعہ کی دلیل کہاں سے آئے گی اور مولوی صاحب ہر ہر شہر وقصبہ میں تقسیم انعام واکرام کی کیا سبیل نکالیں گے؟ جب کہ ان کے نزدیک فقط ایک ہی دربار ہو سکتا ہے۔ اور جو اس خاص دربار میں شرکت نہ کرے انعام واکرام سے خالی رہیگا۔ یہ مدعا تو مولوی صاحب کو صاف کہدینا چاہیئے تھا کہ جمعہ کا ثواب اور اسکا انعام واکرام صرف کعبہ شریف میں حاصل ہوتے ہیں اور کہیں نہیں وہ اپنی اس دلیل پر نظر رکھتے ہوئے ہر شہر وقصبہ میں جمعہ کی فضیلت کسطرح ثابت کر سکتے ہیں؟ اور اگر یہ کہئے کہ اس دربار کی یادگار میں مسلمانوں کا جو مجمع ہو وہ انعام واکرام کا مستحق ہے۔ تو ہر مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے وہاں وہی انعام واکرام ملے گا اور یہ کہا جائیگا کہ جس نے جماعت مسلمین کے ساتھ جمعہ نہیں پڑھا وہ انعام واکرام سے محروم رہا۔ لطف یہ ہے کہ یہ وہابی مولوی صاحبان یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ جمعہ کا ثواب اور اسکی فضیلت اسی صورت میں ہے کہ سب لوگ جامع مسجد چلیں اور ایک ہی جگہ جمعہ ہو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ شہر کی چار بڑی بڑی مسجدوں میں جمعہ ہونا چاہیئے۔ اگر چار مسجدوں میں جمعہ کی فضیلت اور اسکا ثواب مل سکتا ہے۔ تو پانچویں مسجد میں کیوں نہ ملے گا؟ اور اگر جامع مسجد کے سوا کہیں ثواب نہیں ملتا ہے تو چار مسجدوں کی تجویز کیوں ہے؟ ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
آج اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

غرض اسوقت تک وہابی صاحبان کی تقریریں بھی سنیں تحریریں بھی دیکھیں۔ لیکن شہر کے لوگوں کی تسلی و تشفی نہ ہو سکی۔ اور وہابی صاحبان کا بیان ان کی اس نئی تحریک کی معقولیت اہلِ شہر کے ذہن نشین نہ کر سکا۔ ان کے عالموں کو اپنے دعوے کی دلیل میں اس قسم کی لایعنی اور بے حاصل باتیں کہنی پڑیں۔ مگر باوجود اسکے وہابیہ کو بہت اصرار ہے اور وہ مساجد سے جمعہ موقوف کرانے میں انتہائی کوشش سے کام لے رہے ہیں۔ اس نئی تحریک نے مسلمانوں میں تشویش اور پریشانی پیدا کر دی ہے۔ اسکو دفع کرنے کے لئے مناسب سمجھا گیا کہ ہم اپنے پیشوایانِ دین اور رہنمایانِ ملت علمائے اہلسنت سے استفتا کریں۔ چنانچہ میں نے بہت سے مسلمانوں کی استدعا پر ایک سوال لکھ کر حضرت صدر الافاضل۔ استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ جسوقت یہ سوال حضرت مدظلہٗ کے پاس پہنچا وہ کانپور کے دور دراز سفر کی تیاری میں تھے۔ انہوں نے چلتے چلتے ایک مختصر مگر نہایت جامع اور تسلی بخش جواب تحریر فرما دیا جسکو میں ذیل میں درج کرتا ہوں :۔ (منشی، شوکت حسین رامپوری۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ مسجد جامع کے علاوہ جو لوگ اور مسجدوں میں پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ثواب نماز جمعہ کا انکو ملتا ہے یا نہیں؟ عند اللہ اسکا جواب عنایت فرمایئے گا۔ فقط ؂

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

ایک شہر میں چند جگہ بناء بر مذہب مفتیٰ بہ جائز ہے۔ لہذا جو لوگ علاوہ جامع مسجد کے اور مسجدوں میں جمعہ پڑھتے ہیں ان کی نماز درست اور جمعہ ادا ہوتا ہے اور اسکا ثواب ملتا ہے۔ در مختار میں ہے وتعدد فی مصر واحد بموا ضع کثیرۃ مطلقاً علی المذھب وعلیہ الفتویٰ شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعاً للحرج واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ :۔ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین۔

یہ فتویٰ مستفتی شاہی مسجد میں لے گیا جہاں وہابیہ کا مدرسہ ہے وہاں کے صدر مدرس نے اس کے نیچے ذیل کی عبارت لکھی۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے تابعین کے زمانہ تک جو کہ بنص حدیث خیر القرون ہے۔ جمعہ

صرف ایک ہی مقام پر ادا ہوتا رہا ہے۔ حضرات آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں۔ البتہ امام محمد کی ایک روایت سے تعدد کا جواز بمعنی سقوطِ فرض ثابت ہوا ہے جسکو بعض مشائخ نے بعض شرعی وجوہ کی بنا پر اپنا مختار قرار دیا ہے۔ لیکن اسکا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا قید جتنا تعدد چاہو اختیار کر لو۔ بلکہ ان وجوہ پر نظر غائر ڈالنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حسبِ ضرورت وحاجت تعدد جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور مشائخین کے کلام میں ضرورۃ کی قید بھی مذکور ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ جامع مسجد میں مجمع عظیم کے ساتھ جمعہ کا ادا کرنا افضل واکمل ہے۔ اور یقینی سبکدوشی فریضہ جمعہ کی اسی صورت میں ہے۔ تعدد میں شائبہ عدم جواز ضرور موجود ہے پس حسب ارشاد ع مایریبک الی مالایریبک یہی مناسب ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں ادا کیا جائے ہاں بدرجۂ مجبوری ایک دو بڑی مسجد میں بھی اگر ادا ہو تو گنجائش ہے۔ نہ کہ موجودہ کثرت اور تعدد۔ واللہ تعالےٰ اعلم:۔ حررہ فخرالدین احمد غفرلہٗ مدرس مدرسہ اسلامیہ شاہی مسجد:۔

پھر یہ فتویٰ جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب نعیمی کے پاس لایا گیا۔ جو حضرت صدر الافاضل مدظلہٗ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے اس پر یہ تحریر فرمایا ؎

۷۸۶

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین:۔

حضرت استاذی صدر الافاضل مدظلہ العالی کا فتویٰ حق وصحیح ہے۔ اس مختصر فتوے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اسکا ایک حرف جنبش نہیں کر سکتا۔ اور کسی مخالف کو مجال نہیں ہے کہ وہ اسکے خلاف کوئی دلیل قائم کر سکے۔ مولوی فخرالدین صاحب کا یہ دعویٰ کہ زمانہ اقدس سے زمانہ تابعین تک جمعہ صرف ایک ہی مقام پر ہوتا رہا ہے۔ ایسا دعویٰ ہے جس پر وہ کوئی نقل یا حوالہ پیش نہیں کر سکے۔ علاوہ بریں اگر فرض کر لیا جائے کہ زمانہ تابعین میں جمعہ متعدد جگہ نہ ہوا تو یہ تعدد کے عدمِ جواز کی دلیل کب ہو سکتا ہے؟ زمانہ تابعین تک مدارس بایں ہیئت کب تھے جن میں مدرسین نوکر ہوتے۔ نصاب معین ہوتا۔ اس نصاب معین کے تمام ہونے کے بعد سند دیجاتی۔ دستار بندی کی جاتی۔ اگر خیر القرون میں کسی چیز کا نہ ہونا اسکے عدمِ جواز کی دلیل ہو سکتا ہے تو یہ مدرسے اور ان کے تعین اوقات ونصاب وتعین ایام تعطیل اور سند ودستار بندی اور خود مولوی صاحب کا نوکری کرنا یہ سب ناجائز ہوگا؟ ورنہ ثابت کریں کہ زمانہ تابعین میں دینیات کے نصاب معین پڑھانے پر نوکری کرنے اور تنخواہ لینے کا کچھ پتہ ملتا ہے؟ پھر کیا معنیٰ ہے کہ آپ کی نوکری۔ مدرسہ۔ سند۔ دستار ناجائز نہ ہو۔ اور تعدد جمعہ ناجائز ہو جائے؟ ایسی بات کو سند بنانا اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔ پھر یہ نہ دیکھا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا تھا لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع اس کے ساتھ "فی مواضع واحد" کی قید نہ تھی

تواب اس حدیث کو مقید کرنا اور کلامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی طرف سے تخصیص لگانا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے۔ اگر کتابوں پر نظر ہوتی تو معلوم ہوتا کہ جمعہ کے تعدد کے جواز کی دلیل فقہاء نے اسی حدیث کا اطلاق قرار دیا ہے جیسا کہ ہم آگے نقل کریں گے۔ دوسرے آئمہ کا ذکر تو حنفیوں کے لئے فضول ہے۔ ورنہ جسکے بدن سے خون بہتا ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسکا وضو نہیں جاتا۔ تو کیا آپ اسکے لئے تیار ہیں کہ حنفیوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیدیں؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو دوسرے آئمہ کے قول کا ذکر کرنا ہی بیکار ہے۔ اب رہا مذہبِ حنفی۔ اس میں قول راجح وہی حضرتِ امام محمد اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت ہے جس میں تعدد کو جائز بتایا گیا ہے۔ عالمگیری میں ہے وتودی الجمعۃ فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ وقول ابی حنیفۃ ومحمد رحمۃ اللہ و هوالاصح وذکر الامام السرخسی انه الصحیح من مذهب ابی حنیفۃ رحمه اللہ وبه ناخذ هکذا فی بحر الرائق۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ایک شہر میں مواضع کثیرہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے۔ اور یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرتِ امام محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا ہے اور یہی اصح ہے۔ اور امام سرخسی نے ذکر کیا کہ یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب صحیح ہے اور اسی کو ہم اخذ کرتے ہیں۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے وتصح اقامۃ الجمعۃ فی مواضع کثیرۃ بالمصر وفنائه وهوقول ابی حنیفۃ ومحمد فی الاصح ومن لازم جواز التعدد سقوط اعتبار السبق وعلی القول الضعیف المانع من جواز التعدد قیل بصلاۃ اربع بعدها بنیۃ اٰخر ظهر علیه ولیس الاحتیاط فی فعلها لان الاحتیاط هوالعمل باقوی الدلیلین واقواهما اطلاق جواز التعدد الجمعۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں مواضع کثیرہ میں جمعہ کا قائم کرنا صحیح ہے اور یہی قول ہے حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا یہی اصح ہے اور یہی اقویٰ ہے اور جو قول جوازِ تعدد سے مانع ہے وہ ضعیف ہے۔ طحطاوی میں فرمایا۔ لاطلاق حدیث لاجمعۃ ولاتشریق الا فی مصر جامع فالمصر شرط اقامتها وهو موجود فی کل فریق۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے مواضع کثیرہ میں صحیح ہونے کی دلیل حدیث لاجمعۃ ولا تشریق کا اطلاق ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں اقامتِ جمعہ کی شرط مصر یعنی شہر قرار دی گئی ہے اور وہ مسجد میں جمعہ پڑھنے والوں کے لئے حاصل ہے۔ درمختار کی جو عبارت حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی نے اپنے فتوے میں نقل کی ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ ایک شہر میں بہت سے مقامات پر مطلقاً جمعہ ادا ہوتا ہے۔ یہی مذہب ہے اسی پر فتویٰ ہے اور اسمیں دفع حرج ہے اسکی شرح میں علامہ ابن عابدین شامی ردالمختار میں فرماتے ہیں سواء کان المصر کبیراً اولا وسواءٍ فصل بین

جانبیہ نہر کبیر کبغداد اولا وسواء قطع الجسر اوبقی متصلاً وسواء کانت تعدد فی مسجدین او اکثر ھکذا یفاد من الفتح و مقتضاھا انہ یلزم ان یکون التعدد بقدر الحاجۃ کما یدل علیہ کلام السرخسی الآتی۔ یعنی جمعہ کا متعدد مقامات پر ادا کرنا ایک شہر میں مطلقاً صحیح ہے خواہ شہر بڑا ہو یا نہ ہو۔ اور خواہ کوئی نہر کبیر اسکو دو حصے کرتی ہو جیسے کہ بغداد یا نہ کرتی ہو۔ اور خواہ پل اٹھا دیا گیا ہو یا بندھا ہوا ہو۔ اور خواہ تعدد دو مسجدوں میں ہو یا زیادہ میں ہو۔ یہی مفاد ہے فتح القدیر کا۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ تعدد کا بقدر حاجت ہونا ہی لازم نہیں چاہے جسقدر بھی ہو جائز ہے جیساکہ اس پر امام سرخسی کا آنیوالا کلام دلالت کرتا ہے۔ اس عبارت میں مولوی فخر الدین کے اس جملہ کا بھی رد ہو گیا کہ "اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا قید جتنا تعدد چاہو اختیار کر لو"۔ وہابی صاحبوں کی جو بات ہے کتب معتبرہ کے خلاف۔ اسی رد المحتار میں دفعاً للحرج کی شرح میں فرماتے ہیں لان فی الزام اتحاد الموضع حرجاً بیناً لاستدعائہ تطویل المسافۃ علی اکثر الحاضرین ولم یوجد دلیل عدم جوازہ بل تضیۃ الضرورۃ عدم اشراطہ لا سیما اذا کان مصراً کبیراً کمصرنا کما قالہ کمال۔ یعنی جمعہ کا ایک جگہ میں ہونا لازم کر دینے میں کھلا حرج ہے کیونکہ اکثر حاضرین پر دور دراز کی مسافت کا بار پڑے گا۔ اور جمعہ کے چند مقامات میں جائز نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔ بلکہ ضرورت اسکے مشروط نہ ہونے کا حکم کرتی ہے خاصکر شہر جبکہ بڑا ہو۔

ان تمام عبارات سے ظاہر ہے کہ جمعہ مقاماتِ کثیرہ میں بلا کسی قید کے بلا تردد جائز ہے یہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما کا مذہب صحیح اور قول راجح ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اور جمعہ کے جواز کو ایک جگہ خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اس میں کھلا حرج بھی ہے۔ جب یہ قول راجح ہے تو اسکے خلاف پر اصرار کرنا اور فتویٰ دینا جہالت ہے۔ چنانچہ درمختار میں فرمایا ان الحکم والفتیا القول المرجوح جہل وخرق الاجماع۔ یعنی قول مرجوح پر حکم کرنا اور فتویٰ دینا جہالت اور خرق اجماع ہے۔

الحمد للہ کہ حق واضح ہو گیا اور مواضع کثیرہ میں صحت و اقامتِ جمعہ کے جواز میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہا۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قول مرجوح کو اخذ کرنا اور اس پر فتویٰ دینا جہالت ہے۔ علاوہ بریں ہم یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے قول مرجوح کو اخذ کیا اور شہر میں دو ایک بڑی مسجدوں میں نماز کی اجازت دی۔ انہوں نے اس قول کی بناء پر بھی نمازوں کو ضائع کیا۔ کیونکہ عدمِ جواز تعدد کے قول پر جسکو وہابی اخذ کرتے ہیں شہر میں صرف وہی جمعہ صحیح ہو سکتا ہے جو سب سے پہلے ہو۔ خواہ جامع مسجد میں ہو یا کہیں اور۔ اگر دو جگہ جمعہ ایک ہی وقت میں ہو تو اس قول پر دونوں کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ ایسے ہی اگر اشتباہ رہا کہ کونسا جمعہ پہلے ہوا تو بھی ہر ایک جگہ کا جمعہ فاسد ہو گیا اور نماز نہ ہوئی۔ تو وہابیہ جو عدمِ جواز

تعدد کا قول مرجوح اخذ کرتے ہیں۔ وہ علاوہ اس غلطی کے کہ قولِ مرجوح کا اخذ کرنا ناجائز ہے۔ ایک سے زیادہ جگہوں میں نماز کی اجازت دیکر اپنی نماز فاسد کرتے ہیں۔ طحطاوی میں ہے فالجمعۃ عندۃ السابق وتفس بالمعیۃ و اشتباہ۔ مرادآباد میں بعض مساجد میں جمعہ ساڑھے بارہ بجے ہوجاتا ہے۔ اور شاہی مسجد اور جامع مسجد میں اس کے بعد ہوتا ہے۔ تو قول مرجوح کی بناء پر وہابیہ کے نزدیک جو نمازیں جامع مسجد اور شاہی مسجد میں ہوتی ہیں۔ وہ بالکل ناجائز و فاسد ہیں چہ جائیکہ افضل واولیٰ۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر جمعہ شہر کی ایک مسجد میں پڑھا جائے۔ اور قول معتمد و صحیح چھوڑا جائے۔ اور مسلمانوں کو حرج میں ڈالنے کا وبال بھی گوارا کیا جائے۔ اور کتبِ دینیہ اور مذہب صحیح کی مخالفت بھی کی جائے تو اس مسجد کا امام سنّی صحیح العقیدہ ہونا چاہیئے۔ اگر وہابی بدمذہب ہوا تو اس کی بدمذہبی سے نماز فاسد ہوجائیگی۔ بہرحال مانعین تعدد کا کلام کسی پہلو سے صحیح نہیں ہوسکتا۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم وعلمہٗ عزاسمہٗ اتم واحکم۔

کتبہٗ :- العبد المعتصم بذیل النبی الامی عمر النعیمی

جنت میں چند جانور بھی جائیں گے

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنت میں کوئی جانور بھی جائیگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا ؛

الجواب :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

جنت میں پانچ جانور داخل ہوں گے (۱) براق حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا (۲) درازگوش حضرت عزیر علیہ السلام کا (۳) ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا (۴) مینڈھا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا (۵) کتا اصحاب کہف کا۔ چنانچہ اشباہ ونظائر میں مستطرف سے منقول ہے لیس من الحیوان من یدخل الجنۃ الا خمسۃ کلب الکھف وکبش اسمٰعیل وناقۃ الصالح وحمار عزیر وبراق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لیکن حموی نے شرح اشباہ میں شرعۃ الاسلام سے مقاتل کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک دس جانور جنت میں داخل ہوں گے (۱) حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ناقہ۔ (۲) حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گئو سالہ۔ (۴) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مینڈھا۔ (۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بقرہ (گاؤ) (۶) حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا درازگوش (۸) حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی۔ (۹) بلقیس کا ہدہد۔ (۱۰) اصحاب کہف کا کتا۔ قال مقاتل رحمہ اللہ عشرۃ من الحیوانات یدخل الجنۃ، ناقۃ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام وناقۃ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ وعجل ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ وکبش اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

ولبقرۃ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وحوت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام وحمار عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام و نملۃ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام وھدھد بلقیس وکلب اھل الکھف کلھم یحشرون۔ کذا فی مشکوٰۃ الانوار۔ اسی کتاب میں شرح شرعۃ الاسلام سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ سب مینڈھے کی صورت کر دیئے جائیں گے۔ حموی میں ہے وذکر فی مشکوٰۃ الانوار شرح شرعۃ الاسلام انھا کلھا تصیر علی صورۃ الکبش۔

سبحان اللہ مقربین بارگاہ حق کا یہ رتبہ ہے کہ جانور بھی ان سے نسبت رکھنے کی بدولت جنتی ہو گئے۔ والحمد للہ رب العلمین اللہ تعالےٰ مسلمانوں انبیاء کرام صلوات اللہ تعالےٰ علیہم وسلم کی کامل محبت اور ان کا پورا اتباع نصیب فرمائے آمین وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ جمیع انبیائہ ورسلہ وسلم ؛

کتب العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

مجموعۂ مسائل متعلقات ختمِ قرآن ورمضان وعید

ماہِ مبارک رمضان میں مسلمان بالعموم عبادت کی طرف زیادہ راغب ومائل ہوتے ہیں۔ نمازوں میں زیادہ مزا لیتے ہیں۔ خیرات وحسنات کی کثرت کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اسکے سننے سے روحانی لذتیں اٹھاتے ہیں۔ اس زمانہ میں وعظ ونصیحت ان کے نرم قلوب پر اور زیادہ اثر کرتی ہے۔ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی اور یاد الٰہی سے معمور رہتی ہیں۔ جابجا حفاظ قرآن کریم سناتے ہیں۔ ایک ایک مسجد میں کئی کئی ختم ہو جاتے ہیں۔ اس پر بھی سننے والوں کی رغبت پیاسی ہی رہتی ہے۔ شینے ہوتے ہیں۔ کیسے کیسے نفیس پڑھنے والے قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ شبینوں میں پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ ماہِ مبارک اعمال حسنہ کے چمنستان کا عالم بہار ہوتا ہے۔ اللہ کے عاشق دن بھر روزہ دار رہ کر شب کو یاد الٰہی کے لطف اٹھاتے ہیں۔ جماعتیں کی جماعتیں مسجدوں کی طرف چلی جاتی ہیں۔ رستے نمازیوں سے بھرے نظر آتے ہیں۔ تراویح میں قرآن پاک سنائے اور سنے جاتے ہیں۔ ختم کے روز مساجد میں نرالی زیب وزینت ہوتی ہے برکاتِ قرآن کے لئے مجمع اتنا کثیر ہوتا ہے کہ مساجد میں گنجائش نہیں رہتی۔ حفاظ اپنے احباب کو جمع کرتے ہیں۔ حافظوں کے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔ جب حافظ صاحب سورۂ اخلاص پر پہنچتے ہیں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے ہیں اور سورۂ قل ہو اللہ احد کی تین مرتبہ تکرار کرتے ہیں۔ ختم قرآن ہونے کے بعد آخر رکعت میں سورۂ بقر مفلحون تک پڑھتے ختم ہونے پر مسلمان حافظ صاحب سے اپنے اوپر دم کراتے ہیں۔ کوئی پانی لاتا ہے۔ کوئی الائچی۔ زعفران۔ زیرہ۔ نمک۔

کھجور۔ سرمہ پر دَم کراتا ہے۔ پھر یہ چیزیں ایک دوسرے کو تبرک کے لئے دیتے ہیں۔ بعد ختم خشوع وزاری کے ساتھ اسلام ومسلمین کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں۔ بندے اخلاص کے ساتھ اپنے مالک کے حضور سوال کے ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگتے ہیں۔ آخر میں کہیں پنجآیت پڑھ کر کہیں بغیر اسکے شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ رمضان مبارک کے اخیر جمعہ کو خطبۃ الوداع پڑھا جاتا ہے جس میں رمضانِ مبارک کے فضائل وبرکات کا بیان ہوتا ہے۔ اور اس ماہِ مبارک کے رخصت ہونے اور ایسے بابرکت مہینہ میں حسنات وخیرات کے ذخیرے جمع نہ کرنے پر حسرت وافسوس۔ اور آئندہ کے لئے لوگوں کو عمل خیر کی ترغیب۔ اور باقی ایامِ رمضان میں کثرتِ عبادت کا شوق دلایا جاتا ہے۔ مسلمان اس خطبہ کو سن کر خوب روتے اور گناہوں سے توبہ واستغفار کرتے اور آئندہ کے لئے نیکی کا عزم کرتے ہیں۔ عید کے روز عموماً سویاں پکتی ہیں۔ اور عید کی نماز کے بعد مسلمان باہم ملتے اور معانقہ ومصافحہ کرتے ہیں۔ اس سے آپس میں محبت واتحاد کے روابط مضبوط ہوتے ہیں۔ اور ہر مسلمان کشادہ دلی کے ساتھ اپنے دینی بھائی سے بغلگیر ہوتا ہے۔ مدتہائے دراز سے مسلمانوں کے یہ معمول ہیں۔ اور بالعموم علماء وصلحاء کا یہی طریقہ ہے سب اسی پر کاربند ہیں ؛

بعضوں نے ان میں سے بہت سے امور کو ممنوع وناجائز قرار دیا اور مسلمانوں کو ان سے روکنے کی بڑی کوشش کی۔ اپنی مساجد میں بعد ختم تراویح وعظ کہے۔ ان وعظوں میں مذکورہ بالا امور میں سے بھی بہت سی باتوں کو منع کیا۔ مثلاً ختمِ قرآن کے بعد پانی یا کسی اور چیز پر دَم کرنا بدعت وبے اصل بتایا۔ خطبۂ الوداع کی سخت مخالفت کی اسکو بدعت وناجائز کہا۔ بعد عید مصافحہ ومعانقہ کو بھی منع کیا اور بدعت وناروا کہا۔ اس کے ساتھ ہی حسب عادت زیارتِ قبور کے لئے سفر اور فاتحہ گیارہویں ایصال ثواب کے اور دوسرے طریقوں میں اعتراض کئے۔ جس سے بعض ناواقف اور ضعیف الخیال لوگوں کو کچھ تردد ہوگیا۔ وہ دریافت کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا امور جائز ہیں یا نہیں۔ اور ایسا کرنے میں شریعت کا مواخذہ اور گناہ تو نہیں ہے؟ اس لئے براہِ کرم ان امور کے متعلق شرعی حکم صادر فرما کر مسلمانوں کو مطمئن فرمائیں۔

والسلام مع الاکرام ۔ المستفتی محمد شوکت حسین شوکت مرادآبادی۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

سائل نے مسطورۂ ذیل امور کو دریافت کیا ہے (۱) ختم قرآن پاک کی خوشی اور اہتمام (۲) ختم کے لئے مسلمانوں کا اجتماع اور احباب کو جمع کرنا (۳) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر (۴) سورۂ اخلاص کی تکرار (۵) بعد ختم قرآن سورۂ فاتحہ وبقرہ تا مفلحون پڑھنا (۶) دعا بعد ختم قرآنِ پاک (۷) پنجآیت (۸) تقسیم شرینی (۹) خطبۂ الوداع (۱۰) عید کی سویاں۔

(۱۱) معانقہ ومصافحہ بعد عید۔ اب ان میں سے جدا جدا ہر ایک کے متعلق ہم حکم شرعی بیان کرتے ہیں۔

(۱ و ۲) ختم قرآن پاک خوشی اور اسکے لئے احباب کا اجتماع

قرآن کریم اللہ تعالےٰ کی بڑی عظیم و جلیل نعمت ہے۔ امام بخاری و مسلم نے حضرتِ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے حدیث روایت کی اس میں ہے لاحسد الا علیٰ اثنین رجل اتاہ اللہ القرآن فھو یقوم بہ اٰناء اللیل و اٰناء النھار و رجل اٰتاہ اللہ مالاً فھو ینفق منہ اٰناء اللیل و اٰناء النھار یعنی رشک دو شخصوں پر محمود ہے۔ ایک وہ جسکو اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک سے سرفراز فرمایا اور وہ اوقاتِ لیل و نہار میں یعنی شب و روز قرآنِ پاک کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔ دوسرا وہ جسکو اللہ تعالےٰ نے مال دیا اور وہ رات دن اسکی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ یہ دونوں قابل رشک ہیں۔ یعنی انسان کو ان کی ایسی نعمت کے حاصل ہونے کی آرزو کرنا چاہیے۔

امام مسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اقرؤا القرآن فانہ یأتی یوم القیامۃ شفیعاً لاصحابہ۔ یعنی قرآن پاک پڑھو کہ وہ روزِ قیامت اپنے اصحاب کے لئے شفیع ہو کر آئے گا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے حدیث روایت کی کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان الذی لیس فی جوفہ شئ من القرآن کالبیت الخرب۔ جس کے دل میں قرآن بالکل نہ ہو وہ ویرانہ گھر کی مثل ہے۔

امام ترمذی نے حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قراء حرفاً من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالھا۔ جس شخص نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور نیکی برابر دس نیکیوں کے۔ سبحان اللہ! جب ایک حرف کا اتنا عظیم ثواب ہے۔ تو تمام قرآن پاک کے ثواب کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

امام احمد و ابوداؤد نے حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قراء القرآن وعمل بما فیہ البس والداہ تاجاً یوم القیامۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بھذا۔ یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اسکے مطابق عمل کیا۔ روزِ قیامت اسکے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جسکی روشنی بہت بہتر ہوگی آفتاب کی روشنی سے دنیا کے گھروں میں اگر ہو آفتاب تمہارے گھروں میں تو تمہارا کیا گمان ہے اسکے حق میں جس نے اس پر

عمل کیا ؛

امام بیہقی نے حضرتِ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے حدیث روایت کی البیت الذی یقرء فیہ القراٰن یتزیاً لاھل السماء کما یتزیا النجوم لاھل الارض۔ جس مکان میں قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔ وہ آسمان والوں کے لئے ایسا مزین کیا جاتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے مزین کئے جاتے ہیں ؛

اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی نوروا منازلکم بالصلوٰۃ وقرأۃ القراٰن یعنی اپنے مکانوں کو نماز اور قرآن پاک کی قرأت سے منور کرو ؛

اور حضرت نعمان بن بشیر سے حدیث روایت کی افضل عبادۃ امتی قراۃ القراٰن میری امت کی بہترین عبادت قرآن پاک کی قرأت ہے ؛

یہ چند احادیث ذکر کی گئیں اور فضائل قرآن میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ فی الواقع مصطفٰے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ ہمکو یہ نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ کبریٰ عطا ہوئی۔ ورنہ کیا ہم اور کیا ہمارا مونھ۔ سوائے حضرتِ جبریل امین علیہ السلام کے ملائکہ کی مقدس جماعتیں اس دولت سے بہرہ مند نہیں۔ اتقان میں ہے قال ابن الصلاح فی فتاواہ قراۃ القراٰن کرامۃ اکرم اللہ بھا البشر فقد ورد ان الملائکۃ لم یعطوا ذلک وانھا حریصۃ علیٰ اسماعہ من الانس۔ یعنی ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ قرآن پاک کی قرأت ایک کرامت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے انسان کو مشرف فرمایا۔ حدیث میں وارد ہوا کہ ملائکہ کو یہ نعمت نہیں دی گئی اور وہ انسان سے قرآن پاک سننے کے آرزومند رہتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا نعمت ہے۔ کیا کرم ہے۔ اس پر جتنی خوشی کی جائے جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس لئے ختم کے روز روزہ رکھنا۔ اعزہ و احباب کو جمع کرنا مسنون و مستحب ہے۔ اتقان میں ہے لیسن صوم یوم الختم اخرجہ ابن ابی داؤد عن جماعۃ من التابعین ولان یحضرہ اھلہ واصدقاءہ اخرج الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان اذا ختم القراٰن جمع اھلہ ودعا واخرج ابی داؤد عن الحکم بن عینیہ قال ارسل الی مجاھد وعندہ ابی امامۃ وقال انا ارسلنا الیک لانا اردنا ان تختم القراٰن والدعاء یستجاب عند ختم القراٰن واخرج مجاھد قال کانوا یجتمعون عند ختم القراٰن ویقول عند تنزل الرحمۃ۔ یعنی ختم قرآن کے دن روزہ رکھنا سنت ہے۔ اسکو ابی داؤد نے ایک جماعت تابعین سے نقل کیا اور اہل و احباب کا جمع ہونا بھی مسنون ہے۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ وہ جب قرآن پاک ختم فرماتے تھے اپنے اہل کو جمع فرما کر دعا کرتے تھے۔ ابو داؤد نے حکم بن عینیہ سے

روایت کی انہوں نے کہا میرے پاس مجاہد نے کسی کو بلانے کے لئے بھیجا اور اسوقت ان کے پاس ابن ابی امامہ تھے۔ دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے پاس اس لئے بلانے والے کو بھیجا کہ ہمارا ارادہ قرآن پاک کے ختم کرنے کا ہے اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ مجاہد نے ..... نقل کیا کہ اسلاف ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے تھے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ختم کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے ؛

اس سے معلوم ہوا کہ ختم قرآن کی خوشی و اہتمام اور اہل و احباب کو جمع کرنا اور دعا مسنون و مستحب ہے۔ بزرگان دین صحابہ و تابعین سب کا معمول رہا ہے۔ یہ وقت قبول دعا کا ہے۔ مگر بدقسمت اس سے چڑتا ہے۔ اسکو یہ عبارتیں دکھاؤ۔ مگر امید نہیں کہ وہ اپنی ضد سے باز آئے۔ اللہ تعالیٰ آنکھ عطا فرمائے اور ہدایت کرے۔ آمین ؛

(۳) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر

تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر کسی ایک مقام پر جائز ہے۔ کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۂ فاتحہ یا اور کسی سورۃ کا جزو نہیں لیکن آیت ہے۔ تو تکمیل ختم کے لئے اسکو جہر سے پڑھنا چاہیئے ورنہ ایک آیت رہ جائیگی اور ختم ناتمام ہوگا۔ خواہ بسم اللہ کو سورۂ اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے یا اور کسی موقع پر۔ تفسیر مدارک میں ہے ان التسمیۃ اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور عند ابتدائہ ذکرہ فخر الاسلام فی المبسوط۔ تفسیر علامہ ابی السعود میں ہے قیل انہا اٰیۃ فذۃ من القراٰن انزلت للفصل والتبرک بہا وھو الصحیح من مذھب الحنفیۃ۔ غنیۃ المستملی شرح منیہ میں ہے واجماع الصحابۃ علی اثباتہا فی المصحف لا یلزم منہ انہا اٰیۃ من کل سورۃ بل اللازم منہ مع الامر بالتجرید عن غیر القراٰن وبہ تقول انہا اٰیۃ منہ نزل للفصل بین السور کذا فی عامۃ کتب الفقہ۔ واللہ سبحانہ اعلم ؛

(۴) سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا

سورۂ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا درست ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ یعدل ثلث القراٰن رواہ البخاری والمسلم یعنی سورۂ قل ھو اللہ احد ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے چونکہ ختم کے روز اجتماع اور احباب کا جمع کرنا مقصود ہوتا ہے اور کثرت سے ایسے لوگ آتے ہیں جو روزانہ حاضر نہ ہوتے تھے۔ اس لئے اس روز سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھی جاتی ہے تاکہ یہ لوگ بھی ایک قرآن کا ثواب پالیں۔ اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر قرآن پاک کی تکمیل و ادا میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو سورۂ اخلاص کی تکرار سے وہ بھی پوری ہو جائے۔ اتقان فی علوم القرآن میں ہے عن الامام احمد انہ منع من تکریر سورۃ الاخلاص عند الختم لکن عمل الناس علی خلافتہ قال بعضھم وللحکمۃ فیہ ماورد انہا تعدل

ثلث القرآن فیحصل بذٰلک ختمۃ فان قیل فکان ینبغی ان یقرأ اربعاً لیحصل ختمتان قلنا المقصود ان یکون علیٰ یقین من حصول ختمۃ اما التی قرأھا واما التی حصل ثوابھا بتکریر السورۃ۔ یعنی امام احمد نے ختم کے وقت سورۂ اخلاص کی تکرار کو منع فرمایا لیکن عمل لوگوں کا اس کے خلاف ہے۔ بعض علماء نے فرمایا اس میں حکمت یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ سورۂ اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے تو اس سے ایک ختم حاصل ہوگا اگر کہا جائے کہ اس صورت میں مناسب تھا کہ سورۂ اخلاص چار مرتبہ پڑھی جائے تاکہ دو ختم حاصل ہو جائیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ ایک ختم یقیں کامل ہو جائے خواہ وہ جو پڑھا یا وہ جسکا ثواب تکرار اخلاص سے حاصل ہوا۔ اب ایسی برکت کو چھوڑ دینا اور اسمیں بے فائدہ ضد کرنا محض نفسانیت و نادانی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم ؛

(۵) بعد ختم سورۂ بقرہ تا مفلحون پڑھنا

بعد ختم قرآن سورۂ بقرہ تا مفلحون پڑھنا مسنون ہے۔ اتقان میں ہے یسن اذا فرغ من الختمۃ ان یشرع فی اخری عقیب الختم لحدیث الترمذی وغیرہ احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحال المرتحل الذی یضرب من اول القرآن الیٰ اٰخرہ کلما حال ارتحل واخرج الدارمی بسند حسن عن ابن عباس عن ابی ابن کعب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اتم من الحمد ثم قرء الیٰ اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترمذی و دارمی کی حدیثوں سے ختم قرآن پاک کے بعد سورۂ فاتحہ و اول سورۂ بقرہ کا تا مفلحون پڑھنا ثابت اور مسنون ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم ؛

(۶) دعا بعد ختم قرآن

دعا بعد ختم قرآن بھی مسنون اور مستجاب ہے اور یہ وقت قبولیت دعا کا ہے۔ ابھی جو ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جواب نمبر ۵ میں نقل کر آئے ہیں اس میں یہ الفاظ بھی ہیں ثم دعا بدعاء الختمۃ جس سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بعد ختم قرآن دعا فرماتے تھے اور نمبر ۱ میں حدیث انس رضی اللہ عنہ میں بھی گذرا انہ کان اذا ختم القرآن جمع اھلہ ودعا کہ وہ حضرت جب قرآن پاک ختم فرماتے اپنے اہل کو جمع کرتے اور دعا کرتے ؛

اسی اتقان میں بروایت ابن ابی داؤد حکم بن عیینہ سے مروی ہے کہ مجاہد و ابن ابی امامہ نے فرمایا الدعاء یستجاب عند ختم القرآن کہ دعا ختم قرآن کے وقت مقبول و مستجاب ہوتی ہے ؛

اسی اتقان میں ہے یسن الدعاء عقب الختم لحدیث الطبرانی عن العرباض بن ساریۃ مرفوعاً من ختم القرآن فلہ دعوۃ مستجابۃ وفی الشعب من حدیث انس مرفوعاً مع کل ختمۃ دعوۃ

مستجابۃ ۔یعنی بعد ختم قرآن دعا مسنون ہے اس لئے کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں عرباض بن ساریہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے قرآن پاک ختم کیا اسکی دعا مستجاب ہے۔ اور شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیثِ مرفوع مروی ہے جس میں فرمایا ہر ختم کے بعد ایک دعا مستجاب ہے۔ اس لئے بعد ختم قرآن دعا کی جاتی ہے۔ اس سے سُنّت بھی ادا ہوتی ہے اور مقاصد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے مسلمان اپنے اموات کے ایصال ثواب کے لئے جب تیجہ یا عرس کراتے ہیں تو قرآن پاک ختم کراتے ہیں تاکہ دعائے مغفرت بعد ختم قرآن مستجاب ہو۔ اور میت اس عالم میں راحت و آرام پائے۔ وہابیہ اپنی بدعقلی سے ان چیزوں کو بدعت کہتے ہیں جو مسنون ہیں اور جن کی حدیثوں میں ترغیبیں دلائی گئی ہیں۔ یا تو بندگانِ حرص و ہوا نے کُتبِ دینیہ دیکھی ہی نہیں اور احادیث تک ان کی نظر نہیں پہنچتی۔ محض اپنے تخیل سے جس چیز کو چاہا بدعت کہہ ڈالا۔ یا دیدہ دانستہ پیر کی طرفداری میں حق پوشی کی۔ یہ ہے پیر پرستی اللہ تعالےٰ اس سے محفوظ رکھے؛

(۷) پنج آیت پڑھنا اور دم کرانا

پنج آیت پڑھنا اسطرح سے کہ ایک جماعت نوبت بنوبت قرآن کریم کی آیات و سُوَر پڑھیں جائز ہے۔ اتقان میں ہے لا باس باجتماع الجماعۃ فی القرءۃ ولا بادارتھا وھی ان یقرء بعض الجماعۃ قطعۃ ثم البعض قطعۃ بعدھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پنج آیت پڑھنا جیسا کہ معمول ہے جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں ؛

دَم کرنا قرآن پاک پڑھ کر جائز ہے۔ اسکو منع کرنا اور نا جائز بتانا جہل و نادانی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اوی الیٰ فراشہ کل لیلۃ جمع کفیہ ثم نفث فیھما فقرء فیھما قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم یمسح بھما ما استطاع من جسدہ یبدء بھما علیٰ راسہ ووجھہ وما اقبل من جسدہ یفعل ذٰلک ثلث مرات۔ یعنی حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب وقتِ خواب بستر مبارک پر تشریف لاتے ہر دو کفِ دستِ مبارک کو جمع کر کے ان میں دم کرتے اور سورۂ قل ہو اللہ اور سورۂ فلق و سورۂ ناس پڑھتے۔ پھر دونوں مبارک ہاتھوں کو جہانتک وہ ہاتھ پہنچ سکتے اپنے جسم مبارک پر پھیرتے سر مبارک، چہرۂ مبارک اور بدنِ اقدس کی سامنے کی جانب سے ابتداء فرماتے۔ اور یہ عملِ مبارک تین مرتبہ کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآنِ کریم پڑھ کر دم کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے۔ اسکو منع کرنا اور نا جائز بتانا جہل و نادانی ہے ؛

اسی حدیث کے حاشیہ میں لمعات سے منقول ہے قد روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ اخذ بیدی عائشۃ فقراء ونفث فیھما وامرھا بامرارھما علیٰ جسدہ الشریف۔ یعنی حدیث شریف

میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض کی حالت میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ہر دو دستِ مبارک میں پڑھ کر دم فرماتے۔ اور ان مبارک ہاتھوں کو اپنے جسم مبارک پر پھیرنے کا حکم دیتے ؛

دیکھئے دم کرنا اور ہاتھوں کا بدن پر پھیرنا حدیث شریف سے ثابت اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فعلِ مبارک ہے۔ اسکو ناجائز اور بدعت کہنا کیسا اندھاپن اور نابینائی ہے۔ کیا ان بدنصیبوں کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال بھی بدعت ہو گئے؟ تُف ہزار تُف اس باطل مذہب پر جس کی ضد اس درجہ کو پہنچ گئی کہ اس نے امور مسنونہ افعال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدعت کہہ ڈالا۔ مگر اپنی اس بدعت میں وہ خود کہاں بچے گا۔ اس سے کہو کہ گھر کی خبر تو لے اور اپنے گریبان میں مونھ ڈال کر دیکھ اپنے استاذ الاساتذہ۔ اور پیر پیراں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب "قول جمیل" پڑھ جس کی آٹھویں فصل میں لکھا ہے سمعتہ یقول اذا ظھر مرض الحصیۃ فخذ خیطا ازرق واقرء سورۃ الرحمٰن وکلما مررت علیٰ قولہ تعالیٰ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ فعقد عقدۃ والفث فیھا وعلق الخیط فی عنق الصبی یعافہ اللہ تعالیٰ من ذٰلک المرض۔ اس

کا ترجمہ پیشوائے آں طائفہ مولوی خرم علی نے ان لفظوں میں کیا "اور میں نے حضرت والا سے سنا فرماتے تھے جب چیچک

کی بیماری ظاہر ہو تو نیلا تاگا لے اور اس پر سورۂ رحمٰن پڑھ اور جتنی بار کہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ پر پہنچے تو ایک گرہ

دے اور اس پر پھونک ڈال اور تاگے کو لڑکے کی گردن میں باندھ دے حق تعالےٰ اسکو اس بیماری سے ارام دیگا؛

اب دیکھئے یہ لوگ اپنے شیخ المشائخ پر کیا حکم لگاتے ہیں۔ انہوں نے پھونکنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ نیلہ تاگا اور گرہ لگانا اور اضافہ فرمایا۔ ان کے نزدیک تو یہ ڈبل بدعتیں ہوئیں۔ ان کے متعلق بھی کچھ حکم صادر کریں ؛

انہی شاہ صاحب نے اسی فصل میں یہ بھی فرمایا والتی تملص جنینھا یاخذ خیطاً معصفراً علیٰ مقدار طولھا ویعقد علیہ تسع عقد ینفث فی کل منھا واصبروا ما صبرک الا باللہ الیٰ محسنون وقل یاایھا الکافرون الیٰ اٰخرھا۔ اس کا ترجمہ مولوی خرم علی نے یہ لکھا۔ "اور جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک تاگا کسم کا رنگا

اسکی قد کے برابر لے اور اس پر نو گرہ لگادے اور ہر گرہ پر آیہ واصبر وما صبرک تا محسنون اور قل یاایھا الکافرون

پڑھے اور پھونکے "

کہئے یہ ڈورا۔ اور کسم کا رنگ اور عورت کے قد کی ناپ اور نو گرہیں اور پھر پھونکنا بدعت ہوا یا نہیں؟ اور ان کی اصل و نسل بدعتی ٹھہریں یا نہیں؟ اور اس پھونکنے سے یہ لوگ نہ جلے نہ پھکے اور نہ انہوں نے اپنے پیر کے حکموں کو بدعت بتایا۔ پھکتے تو ہیں افعال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ کے افعال کو جرأت کے ساتھ بدعت بتا بیٹھتے ہیں پیر سے

عداوت نہیں جو ان کے افعال پر حکم لگائیں۔ شاہ صاحب نے اس قسم کی بدعات کا انبار لگادیا ہے۔ اسی فصل میں لکھتے ہیں ولمن به الخنازیر یعقد علیٰ سیر من الادیم علیٰ مقدار طول المریض احدی واربعین عقدة ینفث فی کل عقدة بسم الله الرحمٰن الرحیم اعوذ بعزة الله الخ اسکا ترجمہ مولوی خرم علی نے یہ لکھا

"اور جس کی گردن میں کنٹھ مالا ہو تو چمڑے کے تسمے پر جو مریض کے قد کے برابر ہو اکتالیس گرہ دے اور ہر گرہ پر یہ دعا پھونکے" کہئے اب بھی اس پھونکنے سے تم بھی کچھ پھکے یا دہی صندے؟ شاید یہ کہو کہ وہ پیر پرانے ہو گئے اب تو نئی گلی نیا کھیل آجکل تو مولوی اشرفعلی کی چلتی ہے۔ ان کے سامنے پرانوں کو کون پوچھے۔ تو مولوی اشرفعلی کا ترجمہ قرآن اٹھالائیے اور سورۂ فاتحہ کے خواص دیکھئے جہاں وہ لکھتے ہیں کہ "امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ الحمد شریف چالیس بار پانی پر دم کرکے بخار والوں کے منہ پر چھینٹا دے تو انشاء اللہ تعالےٰ بخار دفع ہو (درالنظیم) آنکھ کے درد کے لئے فجر کی سنت و فرض کے درمیان اکتالیس بار دم کرنے سے درد جاتا ہے"۔ ——— اب دیکھئے ان کے دین کے اس نئے مجتہد نے پانی پر دم کرنے کا بھی حکم دیا اور مریض پر دم کرنے کا بھی۔ اور اسی ترجمہ میں یہیں بحوالہ تفسیر عزیزی لکھا ہے کہ "ہر قسم کے درد کے لئے سات بار پڑھکر دم کرنا بھی مجرب ہے"۔

دیکھنا ہے کہ اب یہ کیا کہتے ہیں۔ اپنے اس حکم کو غلط مانتے ہیں۔ یا اپنے نئے پرانے پیروں کو بدعتی گردانتے ہیں۔ یہ حقیقت ہوتی ہے ان کی بدعتوں کی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۸) تقسیم شیرینی

ختم قرآن کریم کے بعد تقسیم شیرینی کا طریقہ مسلمانوں میں صدیوں سے بلا نکیر رائج و معمول ہے اور علماء و صلحاء کا اس پر عمل رہا ہے۔ اور صالحین کا طریقہ اللہ تعالےٰ کو محبوب و پسندیدہ ہے اسی راستہ پر چلنے کی دعا سورۂ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے نعمت فرمائی۔ اور وہ حضرات جو منعم علیہم ہیں۔ اور نعمتِ الٰہی کے ساتھ امتیاز رکھتے ہیں وہ چار گروہ ہیں۔ جن میں سے اخیر صالحین ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔ وہ لوگ جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام فرمایا۔ انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء و صالحین۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ صالحین منعم علیہم ہیں۔ ان پر انعام الٰہی ہے اور مسلمانوں کو ان کی راہ ہدایت چاہنے کی سورۂ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ صالحین کی راہ صراط مستقیم ہے۔ تو جب تقسیم شیرینی کا عمل صالحین کا طریقہ ہے۔ تو یقیناً صراطِ مستقیم میں داخل ہے۔ اسکا انکار وہ کرے گا جو صراط مستقیم سے منحرف ہوتا ہو۔ اللہ تبارک و تعالےٰ ایسوں کے شر سے بچائے۔ اور صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ حدیث شریف میں

بھی اس مضمون کو صاف کر دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ما رآہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسن جس چیز کو مسلمانوں نے اچھا جانا وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے ؛

جواب نمبر ا میں جو احادیث گذری ہیں۔ ان سے ثابت ہے کہ ختم قرآن پاک کے لئے اہتمام اور خوشی اور احباب کا جمع کرنا طریقۂ صحابۂ کرام ہے۔ شیرینی کی تقسیم بھی ختم کی خوشی کا ایک طریقہ ہے۔ لہٰذا بے شبہ مستحسن ہے۔ بعض جاہل جو اپنی نمود پر مرتے ہیں ختم سے ایک یا دو روز پہلے شیرینی تقسیم کر دیتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک تقسیم شیرینی تو ضرور ہے مگر وقتِ ختم ہونا اسکا قابل اعتراض ہے۔ یہ عمل ان کا جہالت۔ اور طریق صحابہ سے ناواقفی ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ختم کے لئے اہتمام فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ غیر رمضان میں بھی ختم کے لئے روزہ رکھتے تھے۔ اسی دن اہل و احباب کو جمع کرتے تھے۔ لوگوں کو بلاتے تھے۔ پھر ختم کے دن میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس شیرینی پر اگر دم کر دیا جائے تو وہ تبرک ہو۔ اور اس سے مسلمان منتفع ہو سکیں۔ وہ اگر قرآن کریم کی برکت کے دل سے قائل ہوتے تو وہ اس تبرک کی دل سے قدر کرتے۔ لیکن ان کے نزدیک تو حلال کھانا اور لذیذ و طیب غذائیں بھی قرآن پاک پڑھنے سے معاذ اللہ خراب ہو جاتی ہیں۔ اس لئے وہ فاتحہ کو منع کرتے ہیں۔ اور فاتحہ کے کھانے کو نظرِ حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اگر انہیں قرآن پاک کی برکت کا اعتقاد ہوتا تو ہرگز طعام فاتحہ کو برا نہ سمجھتے اور ختم قرآن پاک کے منکر نہ ہوتے۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ سواء السبیل ؛

(۹) خطبۃ الوداع

خطبۃ الوداع میں ان وہابیہ نے نہایت شور و غل مچایا۔ اور اس خطبہ کو ناجائز و ممنوع بتایا۔ باوجودیکہ ان کے پاس ممانعت کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ اور نہ وہ کوئی ایک حدیث یا ایک فقہی عبارت اسکے عدمِ جواز میں پیش کر سکتے ہیں۔ مگر ان کا دستور ہی یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کو دین میں دخل دیتے ہیں اور اپنے خیال باطل سے جس چیز کو چاہتے ہیں ناجائز کر ڈالتے ہیں۔ اسکا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ منصبِ رسالت پر حملہ کرتے اور اس منصبِ عالی میں شرک کرتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے امکانِ نظیر کا مسئلہ اٹھایا۔ اسی لئے انبیاء کو بڑا بھائی بتایا (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اسی لئے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نیا نبی پیدا ہونا ممکن ٹھہرایا اور اسکو منافی خاتمیت نہ جانا۔ اسی لئے اپنے بڑوں کو انبیاء کا استاد بھائی کہا اور ان کی طرف وحی باطنی آنیکا دعویٰ کیا۔ چونکہ انبیاء علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات کے ارشاد واجب العمل اور دلیل شرعی ہیں اور ان کا اتباع سب پر لازم ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ ان سے کسی حکم کی دلیل مانگے۔ احکام ان کی طرف مفوض ہوتے ہیں۔ ان کو بھی حرص ہوئی کہ وہ بھی شارع بنیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرکے دنیا پر اپنے حکم چلائیں۔ اس لئے انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ جس چیز کو چاہا بے دلیل ممنوع و ناجائز کہدیا۔ خطبۃ الوداع کس طرح ناجائز ہو گیا۔ خطبہ میں جو چیزیں شرعًا مطلوب ہیں ان میں سے کونسی ان میں نہیں پائی جاتی۔ یا کونسا امر ممنوع

اس میں داخل ہے ؟ تذکیرِ خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ رمضان مبارک کے گذرے ہوئے ایام میں عمل خیر پر حسرت وافسوس اور بابرکت ایام کو غفلت میں گزارنے پر قلق وندامت اور مہینہ کی رخصتی کے وقت اپنی گذشتہ کوتاہیوں کو نظر میں لاکر آئندہ کے لئے تیقظ وبیداری اور مسلمانوں کو عمل خیر کی تحریص وتشویق یہ بہترین طریقۂ تذکیر ہے۔ اور اس میں نہایت نافع وسود مند نصیحت وپند ہے۔ اسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بند ہو جاتی ہیں اور انہیں سچی توبہ نصیب ہوتی ہے۔ بارگاہ الٰہی میں استغفار کرتے ہیں۔ آئندہ کے لئے عمل نیک کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں۔ اس تذکیر کو فقہاء نے سنت فرمایا۔ عالمگیری میں ہے عاشرھا العظۃ والتذکیر یعنی خطبہ کی دسویں سنت پند ونصیحت ہے۔ وہابیہ نے اس سنت کو بدعت وناجائز کہدیا۔ اس جرأت کی کیا انتہا اور اس بیباکی کی کیا حد کہ شریعتِ طاہرہ میں جو چیز سنت ہو۔ یہ ظالم اسکو بدعت وناروا بتائیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ بعینہٖ یہ الفاظ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ تو بھی باطل ہے۔ کیونکہ سنت فقط پند ونصیحت ہے۔ خواہ وہ کسی عبارت سے بھی حاصل ہو۔ نہ کہ خاص الفاظ۔ اور یہ خود جو خطبے پڑھتے ہیں ان کے الفاظ وعبارتیں کب حضور سے منقول ہیں۔ اور کیوں یہ خاص حضور ہی کے خطبے نہیں پڑھتے۔ نئے نئے خطبے کیوں اپنی طرف سے گھڑتے ہیں۔ ان کے گرو گھنٹال اسمٰعیل دہلوی مصنف "تقویۃ الایمان" کا خطبہ چھپا ہوا موجود ہے۔ یہ خطبہ لکھ کر وہ بدعتی ہو گیا۔ اور جو وہابی اس خطبہ کو پڑھتا ہے وہ اپنے ہی حکم سے بدعتی ہے۔ ورنہ کیا معنی کہ تمہارا بنایا ہوا خطبہ بدعت نہ ہو ؟ اور اکابر علماء دین کے خطبے بدعت ہو جائیں۔ بات یہ ہے کہ وہابی کا عمل اس کے قول پر لعنت کیا کرتا ہے۔ ان کے لکھنے کی باتیں اور ہوتی ہیں اور کرنے کی اور۔ وہابیہ کا یہ بھی اعتراض ہے کہ اس جمعہ کو جمعۃ الوداع کیوں کہتے ہیں ؟ مگر یہ ایسی لایعنی بات ہے کہ کوئی سمجھدار انسان اس طرح کی بات زبان پر لانا گوارا نہیں کرے گا۔ کون نہیں جانتا کہ رمضانِ مبارک کا سب سے پچھلا جمعہ۔ جمعۂ اخیرہ اور رخصت وداع کا جمعہ ہے۔ اسکو جمعۃ الوداع کہدیا تو کیا بیجا کیا۔ کبھی وہابی یہ نہیں سوچتا کہ اسکو عبدالحق کیوں کہتے ہیں۔ سارے ہی مسلمان عبدالحق ہیں اسی کی کیا تخصیص ہے۔ اسی طرح رشید احمد۔ خلیل احمد وغیرہ نام کیوں رکھے جاتے ہیں۔ جمعۃ الوداع کو تو مناسبت بھی ہے۔ ان ناموں کو تو ان اشخاص کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں۔ پھر مسجدوں کے نام رکھ لئے ہیں۔ کسی مسجد کا نام موتی مسجد۔ نہ اس میں موتی لگے ہیں۔ نہ موتی نام کوئی مرد یا عورت اسکا بانی تھا۔ پھر یہ نام کیوں رکھا گیا ؟ اور مسجدوں کے ایسے نام رکھنے کہیں قرونِ ثلٰثہ میں پائے گئے تھے ؟ مدرسہ کا نام رکھ لیا مدرسۃ الغرباء۔ اس نام کی کیا سند ہے ؟ پس وداع نام سے چڑ ہے۔ اور ہر چیز کا نام رکھتے پھرتے ہیں ۔۔

(۱۰) عید کی سیویاں

سیویاں اگرچہ نہایت نفیس طیب اور لذیذ غذا ہے۔ مگر حلوا خوردن روئے باید و ہابیوں کی چڑ ہے۔ اس سے بہت کھسیاتے ہیں۔ لطافت طبع کا یہ عالم کہ کوا ہضم۔ اسکا کھانا سو شہیدوں کا ثواب۔ وہابیوں کو کپورے بہت مرغوب۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اسکو جائز لکھا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں کی ہوئی۔ دیوالی کی پوری کچوری شوق سے کھا جاتے ہیں۔ مگر شب برات کو مسلمان حلال مال سے جو پاکیزہ حلوا تیار کرے اس سے بہت نفرت ہے۔ عید کے روز سیویاں جو کمال نفاست کے ساتھ پکائی جاتی ہیں اسکی مخالفت میں وہابی بہت سرگرم رہتے ہیں۔ پوچھئے یہ کیوں؟ کیا میدہ ناجائز ہے؟ یا سیویوں میں کوئی ناجائز چیز پڑی ہے؟ یہ کہہ نہیں سکتے۔ تو پھر ناجائز کیسے ہوگئیں؟ مگر وہابیہ نے قرآن پاک کے احکام نہیں دیکھے۔ یا دیدہ دانستہ قرآن پاک کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ اے ایمان والو! نہ حرام ٹھہراؤ ان پاک چیزوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمایا۔ اور حد سے نہ گزرو بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا حد سے گزرنے والوں کو۔ مگر وہابیہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ شب برات کے حلال طیب حلوے کو اور عید کی حلال طیب سیویوں کو بیدھڑک ناجائز کہہ دیا۔ اس میں قرآن کریم کی مخالفت ہے۔ حکم الٰہی کی نافرمانی ہے۔ رہا یہ عذر کہ عید کے روز خاص کر سیویاں پکانے کو منع کیا جاتا ہے تو اس میں دو غلطیاں ہیں۔ اول تو سیویاں عید کے ساتھ خاص نہیں۔ بکثرت لوگ دوسرے ایام میں بھی سیویاں پکاتے ہیں رمضان مبارک میں بھی پکتی ہیں اسکے بعد بھی پکتی ہیں۔ ایسا کوئی بھی نہیں ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ عید کے سوا کسی دن سیویاں کھانا جائز ہی نہیں ہے۔ دوسری غلطی یہ کہ اگر سیویاں اگر خاص عید کو ہی پکتی ہوتیں اور کسی دن نہ پکتیں مگر لوگ جانتے یہ کہ دوسرے ایام میں بھی ان کا پکانا جائز ہے۔ تو بھی اسکی ممانعت کی کیا وجہ ہے۔ کیا عید کے روز حلال چیز پکانے سے حرام ہو جاتی ہے؟ شرع مطہرہ میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ عیدین کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت کے ایام ہیں۔ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے یہاں ضیافت ہو تو حلال چیز بھی حرام ہو جائے۔ مگر لطف یہ کہ جسطرح سیویاں عید کو پکائی جاتی ہیں اسی طرح افطار میں سارے مہینہ دال سیو استعمال میں رہتے ہیں۔ اور وہابی خوب ان کے پھنکے اڑاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے گھر کی پکی ہوئی سیویاں تو ناجائز ہو گئیں اور ہندوؤں کے بنائے ہوئے دال سیو جائز ہی رہے۔ یہ شاید کانگریس کی محبت میں مورد عنایت ٹھہرے۔ سیو اور سیویوں میں فرق کیا ہے۔ صنعت دونوں کی ایک طرح کی ہے۔ سیویاں میدہ کی ہوتی ہیں اور سیو بیسن کے۔ مگر انہیں ناجائز کرنے میں ہندو دوستوں کی تجارت کو نقصان پہنچتا تھا۔ تو آجتک کسی وہابی مولوی نے بھی دال سیو سے افطار ممنوع و بدعت نہیں ٹھہرایا۔ اس کے علاوہ ایک

فرق اور بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ افطار میں کھجور افضل ہے۔ سیو اور دال کو کوئی فضیلت نہیں۔ مگر عید کے روز سیویوں سے ایک مستحب ادا ہوتا ہے۔ عالمگیری میں ہے واستحب فی عید الفطر ان یاکل قبل الخروج الی المصلی تمیرات ثلاثاً او خمساً او سبعاً او اقل او اکثر بعد ان یکون وتراً والا ما شاء من ای حلو کان کذا فی العینی شرح الکنز یعنی عید الفطر کے دن نمازِ عید کو جانے سے قبل مستحب ہے کہ مسلمان کھجوریں تین یا پانچ یا سات یا کم یا زیادہ کھائے مگر ہوں وتر۔ ورنہ اگر کھجوریں نہ کھائے تو جو شیرینی چاہے۔ فقہ کی کتابوں کا تو یہ حکم کہ جو شیرینی چاہے کھائے۔ اسکا کھانا مستحب اور وہابی مولوی کا یہ حکم کہ اگر مسلمان شیریں سیویاں کھانا چاہے تو ناجائز۔ یہ حکمِ قرآن کے بھی خلاف فقہ کے بھی خلاف۔ ببدینوں۔ نے شریعت کی مخالفت کو دین سمجھا ہے اور پھر اس پر وہ شدت ہے۔ وہ سرگرمی ہے۔ وہ کوششیں ہیں جو کسی امر حرام کے روکنے کے لئے وہابیوں کو کبھی میسّر نہ آئیں ؛

(۱۱) مُصافحہ و معانقہ

عید کے روز مصافحہ و معانقہ کی ممانعت میں وہابیہ کو نہایت اصرار ہے۔ اور اسکو روکنے کے لئے وہ انتہائی کوششیں کرتے ہیں۔ بدعت سیّئہ و ناجائز بتلاتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مصافحہ و معانقہ سنت ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ان دونوں کے باب میں احادیث وارد ہوئیں ؛

حدیث (۱) :- بخاری شریف میں حضرت قتادہ سے مروی ہے قلت لانس ا کانت المصافحۃ فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مصافحہ تھا؟ فرمایا کہ ہاں !

حدیث (۲) :- امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے حضرتِ براء بن عازب سے حدیثِ مرفوع روایت کی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لھما قبل ان یتفرقا۔ کوئی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں کہ باہم مل کر مصافحہ کریں مگر ان کے جدا ہونے سے پیشتر ان کی مغفرت فرما دی جاتی ہے ؛

حدیث (۳) :- امام مالک نے مرسلاً عطا خراسانی سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تصافحو یذھب الغل۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصافحے کرو تاکہ کینہ دور ہو ؛

حدیث (۴) :- بیہقی نے براء بن عازب سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المسلمان اذا تصافحا لم یبق بینھما ذنب الا سقط۔ دو مسلمان جب باہم مصافحہ کرتے ہیں ان کے درمیان کوئی گناہ نہیں رہتا مگر ساقط ہو جاتا ہے ؛

حدیث (۵) :- ابوداؤد نے ایوب ابن بشیر سے روایت کی کہ وہ قبیلہ معترہ کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ کہ انہوں نے حضرتِ ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا ھل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصافحکم اذا لقیتموہ قال مالقینہ قط الا صافحنی وبعث الیّ ذات یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت فاتیتہ فالتزمنی وکانت تلک اجود واجود۔ یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصافحہ فرماتے تھے جب تم حضور سے ملتے؟ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ میں حضور سے کبھی نہ ملا مگر جب ملا حضور نے مجھ سے مصافحہ فرمایا۔ اور ایک روز میری طرف آدمی بھیجا اور میں اپنی اہل میں نہ تھا۔ پس جب میں آیا تو مجھے خبر دی گئی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور تخت پر جلوہ افروز تھے۔ حضور نے مجھ سے معانقہ فرمایا تو یہ معانقہ نہایت ہی خوب تر اور خوب تر ہوا ؂

حدیث (۶) :- امام احمد نے یعلیٰ سے روایت کی ان حَسَنًا وحُسَیْنًا استبقا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضمھما الیہ۔ امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑ کر آئے۔ حضور علیہ وآلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں سینے سے لگالیا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ ومعانقہ سنت رسول ہے۔ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔ اب رہا کہ کسی خاص وقت میں سنت ہے یا مطلقاً؟ احادیثِ مذکورۂ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت کسی مخصوص وقت کے ساتھ خاص نہیں۔ جس وقت جس زمانہ جس دن بھی مصافحہ یا معانقہ علیٰ وجہ محمود کیا جائیگا سنت ہی ہوگا۔ اور ادائے سنت کی نیت رکھنے والے کو سنت کا ثواب ملے گا۔ مجمع البحار میں ہے ھی سنۃ مستحبۃ عند کل لقاءٍ وما اعتادوہ بعد صلوٰۃ الصبح والعصر لا اصل لہ فی الشرع ولکن لا باس بہ وکونھم حافظین علیھا فی بعض الاحوال مفرطین فیھا فی کثیر منھا لا یخرج ذٰلک البعض عن کونہ مما ورد الشرع باصلھا وھی من البدع المباحۃ۔ یعنی مصافحہ ہر ملاقات کے وقت سنتِ مستحبہ ہے۔ اور یہ جو لوگوں نے نماز فجر وعصر کے بعد عادت ڈال لی ہے۔ اس عادت کی شرع میں کوئی اصل نہیں۔ لیکن اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں۔ اور بعض اوقات میں لوگوں کا مصافحہ کی پابندی کرنا۔ اور بہت حالات میں کوتاہی کر جانا ان بعض اوقات کو اس سے خارج نہیں کر دیتا جن کی اصل کے ساتھ شرع وارد ہوئی (یعنی بعد عصر وفجر کی پابندی مصافحہ کو سنیت سے خارج نہیں کرتی) اور یہ عادت (یعنی فجر وعصر کے بعد پابندیِ مصافحہ) بدعات مباحہ میں سے ہے۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ مصافحہ ہر ایک ملاقات کے وقت سنت مستحبہ ہے خواہ وہ ملاقات عید کو ہو یا رمضان میں یا ذی الحجہ میں یا جمعہ کو یا اور کسی روز۔ اور خواہ صبح کو ہو یا دوپہر کو۔ یا شام یا شب

ہیں جب کبھی ملاقات ہوگی اور مصافحہ کیا جائیگا سنت ہی رہے گا۔ کوئی وقت اور کوئی دن اسکو سنت سے خارج نہ کر سکیگا۔ یہی احادیثِ مذکورۂ بالا سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث نمبر ۲ و حدیثِ ۵ سے یہ مضمون صراحتاً ظاہر ہو رہا ہے۔ اب عید کے روز مصافحہ کا منع کرنا حدیث شریف کی مخالفت ہے ؛

دوسری بات عبارتِ مجمع البحار سے یہ معلوم ہوئی کہ مصافحہ بعد نماز فجر و عصر جو معمول ہے جائز ہے اور ان وقتوں کی پابندی اسکو ثابت الاصل فی الشرع ہونے سے خارج نہیں کرتی اور ایسی عادت ڈال لینا بدعتِ مباحہ میں سے ہے۔ یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ مصافحہ بعد عصر و فجر کو سنت میں داخل کرنا اور بدعتِ مباحہ بتانا دو متضاد اور مخالف باتیں ہیں۔ کیونکہ بدعتِ حسنہ خود وہابیہ کے اقرار سے مخالف سنت نہیں۔ بلکہ داخلِ سنت ہوتی ہے۔ چنانچہ پیشوائے وہابیہ نے "براہین قاطعہ" صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے کہ "قسم اول کو بدعتِ حسنہ نام رکھتے ہیں اور ملحق بالسنہ جانتے ہیں" اور اس سے چند سطر بعد پھر لکھا کہ "قسمِ محمود سنت میں داخل ہے" جب بدعتِ حسنہ سنت میں داخل ہوئی تو مجمع البحار کی عبارت میں کوئی شبہ نہ رہا اور صاف ثابت ہوگیا کہ فجر و عصر کے بعد مصافحہ کی عادت داخلِ سنت ہے۔ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ بہر دو دست بود آنکہ بعضے مردم مصافحہ بعد از نماز میکنند یا بعد نماز جمعہ کنند چیزے نیست و بدعت است از جہت تخصیص وقت اما نیتِ مصافحہ کہ علی الاطلاق است باقی سنت پس بوجہے سنت است و بوجہے دیگر بدعت" اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ تو سنت ہی ہے خواہ بعد فجر و عصر ہو یا بعد جمعہ۔ البتہ تخصیص اسطرح کہ دوسرے اوقات میں نہ کیا جائے بدعتِ مباحہ ہے ؛

تیسری بات مجمع البحار سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ کلام ایسی عادت میں ہے کہ بعد فجر و عصر تو مصافحہ کی پابندی کی جائے اور دوسرے اوقات میں بکثرت کوتاہی ہو۔ اور اگر اور اوقات میں بھی مصافحہ کیا جائے تو اس میں کچھ کلام ہی نہیں ؛

چوتھی بات اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی عمل کا کسی خاص وقت میں عادی ہو جانا اس عمل کے حکم کو نہیں بدلتا اور جائز کو ناجائز نہیں کر ڈالتا ؛

اب عید کے مصافحہ پر غور کیجئے تو آجکل مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ عید کو بھی مصافحہ کرتے ہیں اور بغیر عید کے بھی مصافحہ کرنے والے کوئی تخصیص نہیں کرتے البتہ مانعین منکرین یعنی وہابیہ عیدین کے مصافحہ کو اطلاق احادیث کے خلاف ناجائز کہتے اور مصافحہ کو باقی ایام کے ساتھ عمل و اعتقاد میں خاص کرتے ہیں۔ یہ تغیر سنت اور تبدیل حکم پیغمبر ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام اور یہی بدعتِ مذمومہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ (رواہ احمد) یعنی جو کوئی قوم کوئی بدعت نکالتی ہے اسکی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔

دوسری حدیث دارمی کی ہے اسکے یہ الفاظ ہیں۔ ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینھم الا نزع اللہ من سُنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم الیٰ یوم القیمۃ: یعنی کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت نہیں نکالتی مگر (جب نکالتی ہے) تو اللہ تعالےٰ ان کی سنتوں میں اسکی مثل اٹھا لیتا ہے۔ پھر اسکی طرف قیامت تک واپس نہیں فرماتا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایک بدعت سیئہ کی شامت و نحوست سے بدعتی قوم ایک سنت سے محروم کر دی جاتی ہے:

اب دیکھئے کہ احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ مصافحہ جمیع اوقات و ازمان میں مسنون و مستحب ہے۔ وہابیہ نے مصافحۂ عیدین کو ناجائز بتایا۔ اس سے وہ اس سنت سے محروم ہو گئے۔ اور مصافحہ و معانقہ جو جمیع ازمان میں مسنون تھا اسکو انہوں نے خلاف شرع غیر ایام عیدین کے ساتھ خاص کر دیا۔ اور ایام عیدین کو عموم اوقات سے محض اپنی رائے سے خارج کر دیا۔ یہ ابتداع فی الدین ہوا۔ اور اس سے رفع سنت لازم آیا۔ یہ وہابیہ کی بدعتِ سیئہ ہے:

معانقہ کی نسبت وہابیہ نے یہ مشہور کیا ہے کہ معانقہ صرف وقتِ قدوم یعنی سفر سے آنے کے بعد جائز ہے۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ احادیث مذکورۂ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ قدوم کے ساتھ مشروط نہیں۔ کیونکہ حدیث ۵ و ۶ سے صاف ظاہر ہے کہ معانقہ کے لئے سفر سے آنا شرط نہیں۔ اور ان دونوں حدیثوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو معانقہ ثابت ہے وہ بعد سفر نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث ۵ کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ازینجا معلوم گردد کہ معانقہ در غیر حالِ قدوم از سفر نیز آمدہ از برائے اظہار محبت و عنایت" یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ سفر سے آنے کے سوا اور حالات میں بھی اظہار محبت و عنایت کے لئے ثابت ہے۔ جب حدیث شریف سے یہ معلوم ہو گیا کہ معانقہ اظہار محبت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ تو اب معانقۂ عیدین میں کیا کلام رہا جو یقیناً اظہار محبت ہی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسکا سنت ہونا حدیث سے ثابت ہوا۔ وہابیہ نے ستم ڈھایا کہ سنت کو بدعت بتا دیا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم: یہ بھی وہابیہ کے معلومات کی کمی ہے کہ وہ معانقہ کو وقتِ قدوم سفر کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ معانقہ کن کن اوقات میں اور کن کن حالات میں مشروع ہے۔ اگر اشعۃ اللمعات بھی دیکھی ہوتی تو اتنا تو جانتے کہ قدوم کے علاوہ توديع اور طویل عہدِ ملاقات اور حُبِّ فی اللہ بھی اسکے محل ہیں۔ حضرت شیخ محقق قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں "وجائز آنکہ نزد توديع وقدوم سفر باشد یا بجہتِ طول عہد ملاقات یا غلبہ و شدت حب فی اللہ بود" اور ظاہر ہے کہ عیدین میں دور دور سے لوگ اپنے وطن آتے ہیں اور مدتوں کے بچھڑے باہم ملتے ہیں۔ تو یہاں معانقہ کے تین وجوہ پائے گئے۔ ایک اظہار محبت و مودت۔ دوسرے قدوم سفر۔ تیسرے طول عہد ملاقات۔ پھر ان سب سے اندھا بن جانا اور عید کے روز معانقہ و مصافحہ کو ناجائز کہہ جانا کس قدر جہالت و حق فراموشی

وباطل کوشی ہے۔ جاہلوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ معانقہ کس حال میں ممنوع ومکروہ ہے؟ حضرتِ شیخ محقق قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں "واز شیخ ابو منصور ماتریدی در تطبیقِ احادیث نقل کردہ شدہ است کہ آنچہ بروجہ شہوت بود مکروہ است وآنچہ برّ وکرامت باشد مشروع وگفتہ اند کہ خلاف در جاتیست کہ برہنہ تن باشد اما با قمیص وجُبّہ لاباس بہ است باجماع وہوالصحیح کذا فی الکافی" اس سے معلوم ہوا کہ جو معانقہ شہوت کے ساتھ ہو وہ مکروہ ہے۔ اور جو برّ وکرامت کے طور پر ہو۔ جیسا کہ عیدین میں ہوتا ہے وہ جائز ومشروع ہے۔ علماء نے یہ بھی فرمایا کہ خلاف اس میں ہے کہ معانقہ برہنہ تن ہو کر کیا جائے۔ کُرتہ قمیص وغیرہ کوئی کپڑا بدن پر نہ ہو۔ ننگے سینہ سے ننگا سینہ ملایا جائے۔ لیکن جب قمیص یا جُبّہ اور کوئی کپڑا حائل ہو تو معانقہ باجماع جائز ہے۔ یہی صحیح ہے۔ فقہاء تو یہ فرماتے ہیں۔ مگر وہابیہ کی یہ ضد کسی طرح مانتی ہی نہیں۔ حدیث وفقہ کی تو وہابیہ کو کیا پروا ہوگی اور وہ کیا مانیں گے۔ اب ہم انہیں انہی کے امام ومقتداء بزرگ وپیشوا کا قول دکھائیں۔ شاید اسی سے کچھ شرمائیں۔ "زبدۃ النصائح" میں مولوی اسمٰعیل دہلوی پیشوائے وہابیہ کی تقریر میں ہے۔ "ہمہ اوضاع

از قرآن خوانی وفاتحہ خوانی وطعام خوراندن سوائے کندن چاہ وامثالہ ودعاء واستغفار واضحیہ بدعت است گو بدعتِ حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روزِ عید ومصافحہ بعد نمازِ صبح ویا عصر" یعنی کنواں کھودنے اور اس کی مثل اور کام اور دعاء واستغفار وقربانی کے سوا تمام اوضاع قرآنی خوانی وفاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا سب بدعت ہیں۔ گو خاص بدعت حسنہ ہیں۔ جیسے کہ عید کے دن کا معانقہ اور نماز صبح وعصر کے بعد مصافحہ بدعت حسنہ ہے۔

وہابیوں کے اس پیشوا نے عید کے معانقہ کو تو بدعتِ حسنہ بتایا ہی تھا اس کے ساتھ فجر وعصر کے بعد کا مصافحہ اور قرآن خوانی وفاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا یعنی فاتحہ گیارہویں۔ تیجہ۔ چالیسواں۔ عرس وغیرہ سب کو بدعتِ حسنہ بتایا اور وہابیوں کے سارے گھر ہی کو ڈھا دیا۔ کیونکہ وہابیہ کے نزدیک بدعت حسنہ داخل سنت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر بحوالہ "براہینِ قاطعہ" نقل کر چکے ہیں۔ تو وہابیہ کے طور پر یہ تمام امور سنت ہوئے۔ کسقدر ڈھٹائی ہے کہ معانقہ عیدین جو حدیث وفقہ کے علاوہ خود امام الوہابیہ کے قول سے سنت ثابت ہوا۔ نئے وہابی اسکو تشبیہ بالہنود بتائیں تو گویا تشبیہ بالہنود کو ان کا امام سُنّت کہتا ہے۔ شرم!

یہ تو ان کو کیا معلوم ہوگا کہ تشبیہ میں کیا کیا شرطیں ہیں اور تشبّہ کن حالات میں ممنوع ہوتا ہے۔ مگر شاہی مسجد مرادآباد میں گھنٹی بجاتے ہوئے ہنود کا تشبّہ یاد نہ آیا؟ اور اب تشبّہ کی وہابیہ کو کیا پروا ہے۔ قشقے لگا چکے۔ ٹکٹکیاں اٹھا چکے۔ جے بول چکے انگوچھے ڈال چکے۔ مسجدوں میں ہندوؤں کو اعزاز واکرام کے ساتھ بلند مقاموں پر بٹھا چکے ہندو لیڈر کو اپنا رہنما وپیشوا بنا چکے۔ مسلمانوں سے لڑے اور ہندوؤں سے ملے۔ مسلمانوں پر تبرّا کیا اور ہندوؤں کی تعریفیں

کیں۔ ہندوؤں کی اتباع میں جیل تک کاٹی۔ سب ہندوؤں کے تشبہ کا ناگوار ہونا ایک بہانہ ہے۔ حیلہ ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ ؛

مسائل بحمداللہ تعالےٰ قرآن کریم اور احادیث نبویہ وعبارات کتبِ معتبرہ فقہیہ اور خود تصریحات اکابر وہابیہ سے ثابت کر دیئے گئے۔ اس وضوحِ تام کے بعد بھی اگر وہابیہ کو انکار ہے۔ تو یہ ایک بے مثال ضد اور بے نظیر ہٹ ہے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ آنکھوں سے پردے اٹھائے اور دلوں کو قبولِ حق کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور مسلمانوں میں آئے دن کی تفرقہ اندازی سے بچائے۔ آمین والحمدللہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ حبیبہٖ وخاتم رُسلہٖ وعلیٰ جمیع انبیائہٖ ومن تبعہم اجمعین۔ آمین ؛

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

عُرس کا حکم

استفتاء از سونا تھ بھنجن قاسم پورہ ضلع اعظم گڑھ۔ مرسلہ مولانا مولوی ابو المحامد احمد علی صاحب زید لطفہٗ ؛

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی قبروں پر عرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب بسند کتاب اور یہ کہ لُغۃً عرس کے کیا معنی ہیں بعبارات عربیہ یا فارسیہ وترجمہ مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں فقط ؛

الجواب ؛ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ؛ بزرگان دین کے مزارات پر ان کی وفات کے دن جو لوگ زیارت وایصال ثواب وحصولِ برکات کے لئے سالانہ حاضر ہوتے ہیں اسکو عرس کہتے ہیں۔ "غیاث اللغات" میں ہے "مجازاً بمعنی مجلسِ طعام فاتحہ بزرگان کہ بروزِ وفات بعد از سالے کنند چرا کہ رحلت از عمکدۂ دنیا بمنزلۂ شادی عروسی است بحقِ عاشقانِ حق چنانکہ سعدی فرماید ؎

عروسی بود نوبتے ماتمت ۔۔۔ اگر نیک روزی بود خاتمت

لفظ عُرس اس معنی کے لئے حدیث شریف سے ماخوذ ہے کہ نکیرین قبر میں جواب شافی کے بعد بندۂ مرحوم سے کہتے ہیں نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ الی اٰخرہٖ رواہ الترمذی "یعنی سو جا مثل سونے عروس کے جسکو اس کے اہل میں اس کے سب سے پیارے کے سوا کوئی نہ جگائے" فی الواقع

جب منزلِ اول کے امتحان گاہِ صدق و اخلاص میں بندہ کامیاب ہوا اور رحمت وکرم سے نوازا گیا۔ تو وہ دن اس کے لئے دنیا کے تمام ایام سے زیادہ شادی وخوشی کا دن ہے۔ اور حقیقت میں وہ آج ہی دولھا بنا ہے کہ ملائکہ رحمت اس کی ناز برداری کرتے ہیں۔ اور جنتی سامانوں سے اسکی قبر کو روضۂ پر بہار بنا کر اس سے آرام کی نیند سونے کی درخواست کرتے ہیں جسکا بیان حدیث شریف میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے۔ ان صدق عبدی فافرشوہ من الجنۃ وافتحوالہ بابًا الی الجنۃ الیٰ اٰخرہ رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴۲) ترجمہ شافی دینے کے بعد آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا پس اس کے لئے جنتی فرش بچھاؤ اسکو جنتی لباس پہناؤ اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھولدو ؛

جن کے لئے قبر میں یہ عزت وتکریم ہو ان کے لئے موت کا دن یقیناً شادی کا دن ہے۔ اسلیے اولیاءِ حق کے روز وفات کو روز عرس کہنا بالکل بجا اور حدیث شریف سے ماخوذ ہے ؛

یہ تو لفظِ عرس کے معنی کا مختصر بیان ہوا۔ اب مسئلہ عرس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔

عرس کا جواز ریب واشتباہ کا محل نہیں ہے۔ اکثر شریعت میں اس کی کوئی سند بھی نہ پائی جائے تو بھی بسبب عدم ورودِ ممانعت کے جائز ہوتا۔ کیونکہ عدم ممانعت ہی کا نام اباحت وجواز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْھَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا۔ یعنی اے ایمان والو! تم بہت چیزوں کو دریافت نہ کرو۔ اگر کوئی حکم ظاہر فرمادیا جائیگا تو تمہیں گراں گزرے گا۔ اور اگر تم زمانہ نزولِ قرآن میں دریافت کروگے تو ظاہر کردیا جائیگا۔ اللہ نے وہ معاف فرمادیا ہے"۔

اس آیتِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ جس امر پر شریعتِ طاہرہ نے کوئی حکم نہ دیا ہو وہ معاف ہے۔ اس پر مواخذہ نہیں اور مباح اسی کو کہتے ہیں کہ اسکے کرنے پر کوئی عذاب نہ ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ یعنی جس چیز کے بیان سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔ یعنی اسکے کرنے پر کوئی عذاب نہیں۔ دوسری حدیث شریف میں ہے وسکت عن اشیآء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا۔ اللہ تعالےٰ نے بہت سی چیزوں سے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا ہے تم ان میں بحث نہ کرو۔ یعنی نسیان سے تو اللہ تعالےٰ پاک ہے۔ تو جن چیزوں کا حکم بیان نہ فرمایا ہو۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ فراموش ہوگئیں ہوں۔ تو علم میں حاضر ہوتے ہوئے جس چیز کی نسبت کوئی حکم ظاہر نہ فرمایا اس سے صاف مرضی معلوم ہوتی ہے کہ اسکے کرنے پر کوئی مواخذہ وعذاب نہیں۔ ان آیات واحادیث سے فقہاء نے یہ قاعدہ حاصل کیا کہ الاصل فی الاشیآء الاباحۃ یعنی اصل چیزوں میں جانبِ شرع سے اباحت ہے تو جس

پر ممانعت وارد نہ ہو وہ اباحتِ اصلی شرعی پر ہے اما الاباحۃ الاصلیۃ التی نالت بھا المعتزلۃ فھی مالا مدخلیۃ فیھا للشرع وھی غیر ذلک: اس قاعدۂ نافعہ اور اس اصلِ عظیم سے ہزارہا مسائل حل ہوتے ہیں۔ اور کوئی مدعی اسلام ایسا نہیں ہے جس کے کثیر معمولات اس اصل کی شہادت نہ دیتے ہوں۔ جب یہ اصل آیت وحدیث و فقہ سے ثابت ہوگئی۔ تو عاقل کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ عرس پر ممانعت کا وارد ہونا اسکے جواز کی مضبوط دلیل ہے۔ منکرینِ عُرس کو کچھ بھی جائے چون وچرا نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ ممانعت عرس کو کسی دلیلِ شرعی سے ثابت نہ کریں۔ اور ممانعت پر اصلاً کوئی دلیل نہیں تو جواز یقینی ہوا۔ یہ تو اس تقدیر پر ہے جبکہ فرض کر لیا جائے کہ عرس کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ علماء۔ صلحاء۔ مشائخ کے یہاں مدتہائے دراز سے ہر ہر ملک میں عرس معمول ہے۔ مسلمان اس میں عام طور پر شرکت کرتے ہیں اور اسکو موجبِ خیر و برکت جانتے ہیں مستحسن سمجھتے ہیں۔ تو کافہ اہلِ اسلام کا عمل۔ اور صالحین کا تعامل کسی چیز کے استحباب کے لئے خود ایک دلیل ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ما رآہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسنٌ جو امر مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہو۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔ اگر منکرین کو عرس کی کوئی دلیل معلوم نہ تھی تو انہیں اتنا ہی سمجھ کر استحسان کا قائل ہو جانا چاہیئے تھا۔ اب میں آپکو عُرس کے ثبوت دکھاؤں۔ غور کیجئے کہ عُرس میں زیارتِ قبور ہوتی ہے۔ تلاوتِ قرآن پاک ہوتی ہے۔ ذکرِ خیر اور ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں احادیث سے ثابت ہیں۔ زیارت قبور کے لئے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا کنت نھیتکم عن زیارت القبور فزوروھا یعنی میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے پہلے منع کیا تھا پس اب ان کی زیارت کیا کرو۔ اور بہت حدیثیں زیارت قبور کی ترغیب میں وارد ہوئی ہیں۔ اسی طرح تلاوتِ قرآن پاک اور ایصالِ ثواب۔ سب امور خیر ہیں۔ اور شرع میں ان کے ثبوت میں کثرت سے موجود ہیں کہ جن کا انکار۔ کمال ہٹ دھرمی اور انتہائی نفسانیت ہے۔ رہی یہ بات کہ عرس میں ہیئتِ کذائی کہاں تھی؟ یہ سوال خود لایعنی اور ناقابلِ التفات ہے۔ کیونکہ کسی چیز کے جائز یا مستحب ہونے کے لئے اسکی اصل کا ثابت ہونا کافی ہوتا ہے۔ ورنہ تمام مدارس بدعت وگناہ ہو جائیں گے۔ اور ان میں چندے دینا۔ ان کی تائید کرنا اعانت علی المعصیت ہو۔ کیونکہ مدرسہ کی یہ ہیئت کذائی زمانۂ اقدس میں نہیں پائی گئی۔ طلباء کی جماعتیں کی جماعتیں صف بندیوں کے ساتھ کب مرتب تھیں۔ امتحانوں کی یہ شان کب تھی؟ لیکن اگر آپ اپنے اس فعل کو بے اصل نہیں مانتے ہیں۔ اور ہیئت کذائی اسکو ثابت الاصل ہونے سے خارج نہیں کر سکتی ہے۔ تو عرس کو بھی غیر ثابت الاصل نہیں کہا جا سکتا۔ خاص کر ایسی حالت میں جبکہ وہ احادیث سے ثابت ہو۔ جیسا کہ تفسیر دُرِ منثور میں مروی ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے اُحد کے مزاروں پر سال کی پہلی تاریخ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس حدیث کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۴

میں ذکر فرمایا۔ اب رہا یہ عذر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر تشریف لے جاتے ہوں گے تو دو ایک خادم ہمراہ ہوتے ہوں گے اجتماع کثیر کہاں سے ثابت ؟ یہ نہایت ہی رکیک اور بہت ہی کمزور بات ہے۔ کیونکہ اول تو یہ قیاس کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس موقع پر صرف دو ایک صاحب ہی ہوتے ہونگے۔ بے اصل اور بے دلیل ہے۔ اسکے لئے کوئی نقل درکار ہے۔ علاوہ بریں فرض کیجئے دو ایک خادم بھی ہمراہ نہ ہوتے ہوں۔ تو بھی کیا حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخ معین پر تشریف لے جانا مسلمانوں کے لئے اس عمل کو سنت نہ کریگا ؟ اور جب باتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ معین پر اہل اللہ کے مزارات پر جانا سنت ثابت ہوا۔ تو کونسا امتی ہے جسکو کوئی شخص بھی اس سنت کی ادا سے روک سکے۔ تو اگر کسی مزار پر اتباع سنت کی نیت سے بکثرت جانے والے جائیں۔ تو ان میں ہر ایک سنت کا عامل ہوگا۔ اور ان کے بیک وقت مجتمع ہونے سے وہ سنت اٹھ نہ جائیگی اسلیے اس اجتماع کو عدم جواز کی دلیل بنانا غلط و باطل ہے۔ اور اسمیں اپنی رائے سے سنت کی تقاید لازم آتی ہے۔ حقیقت عرس اسی قدر ہے جو بحمد اللہ احادیث سے ثابت ہے۔ جب بقصد زیارت و اتباع سنت بکثرت مسلمان کسی مزار پر پہنچے اور وہاں اجتماع مومنین حاصل ہوگیا تو اب وعظ و ذکر۔ تلاوت قرآن۔ صدقہ بہترین مشاغل میں سے ہیں۔ یہی کام عرس میں ہوتے ہیں۔ علماء صلحاء اولیاء اہل اللہ۔ ہر طبقہ کے لوگ اس ادائے سنت کے لئے آتے ہیں۔ ان حضرات کی زیارتیں۔ ان کی ملاقات۔ ان کا فیض صحبت یہ ایک اور نعمت ہے جس سے مومن دنیوی و اخروی منافع حاصل کرتا ہے۔ جب اس مبارک مقصد کی بدولت اجتماع ہو تو اسکے فرش وغیرہ کا انتظام زائرین کی اسائش کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں وارد ہوا کہ بندگان خدا کے آرام کے لئے رستہ سے کانٹے وغیرہ کسی ایذاء دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبۃ : فضلھا لا الہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق۔ جب راہ گذر سے کانٹا پتھر ٹھوکر لگنے والی چیز ہٹانا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے اسلیے کہ اس سے بندگان خدا کو ایک طرح کا آرام پہنچتا ہے۔ تو ادائے سنت کے لئے سفر کرنے والوں کے واسطے روشنی۔ فرش۔ لنگر یعنی کھانے کا انتظام کرنا بطریق اولیٰ موجب برکت و ثواب ہوگا۔ اب ثابت ہوگیا کہ عرس شریعت سے ثابت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اسکی مخالفت میں تشدد نہ کرنا چاہیئے کہ اس سے مخالفت سنت کی لازم آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

تمت بالخیر

حصہ چہارم از فتاویٰ مناظر اسلام علّامہ مولانا نظام الدّین صاحب مُلتانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ: خاکسار فقیر حقیر نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ ناظرین باتمکین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ آجکل اس ملک ہند میں بعض نام کے اہل اِسلام جو اسلامی جامہ پہن کر اپنے آپ کو ناجی اور مَا اَنَا عَلَیْہِ اَصْحَابِیْ کے مصداق بتا رہے ہیں۔ خاصکر فرقہ اہلحدیث غیر مقلدین میرزائی وچکڑالوی صاحبان اور اسی طرح اہل شیعہ صاحبان بھی اپنی نسبت کہہ رہے ہیں۔ غرض ہر ایک طرف سے یہی صدائیں سنی جارہی ہیں، طرفہ یہ کہ ہر ایک فرقہ اپنے دعاوی کے متعلق دلائل بھی دیتا ہے جو کہ قرآن شریف اور حدیث کی رُو سے نِرے بودے اور غیر مدلل ثابت ہو رہے ہیں۔ بعض تو اسمیں ہمارے امام ہمام جناب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں حد درجہ کے لغو اعتراضات سے کام لے رہے ہیں۔ کہ الامان۔ بعض رسولوں اور ملائکہ اور نبوت محمدیہ پر بعض علم حدیث و علم فقہ پر۔ بعض اصحاب ثلاثہ پر جن سے کئی ہزار اوراق سیاہ کر دیئے گئے ہیں۔ ہم نے خدا کے فضل وکرم سے حسب ایمائے استاذ صاحب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب و مولوی جان محمد صاحب ساکنان علاقہ ملتان رسالہ ہذا تالیف کیا ہے۔ جس میں تمام مسائل مختلف فیہ کا بدلائل قاطعہ جواب دیا ہے۔ اور معترضین کے دلائل کا نہایت ہی جانفشانی و عرقریزی سے قلع قمع کر دیا ہے۔ جو ناظرین کے دیکھنے سے متعلق ہے۔ ناظرین اس کتاب کو منگا کر مؤلف کی داد دیں۔ اور اگر کوئی سہو و خطا پائیں تو معاف فرماویں:۔

سوال: موحّد[1] کس کو بولتے ہیں اور اسکے معنی کیا ہیں؟

جواب: موحّد وہ انسان ہے۔ جو خداوند کریم کی ذات لایزال کو وحدہٗ لاشریک اور قدیم دل سے یقین کرے اور زبان

---

[1] مسمی جہان محمد بن غلام محمد نمبردار چک ۲۵۷ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ کی ایک بڑ کا جواب:۔ ناظرین یاد رکھیں کہ بناوٹی فاضل دیوبندی گلابی وہابی اپنی پرتھی احکام الثقہ میں لکھتا ہے کہ ملتانی کے نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ سوائے جماعت انبیاء علیہم السلام کے کوئی موحد نہیں۔ نہ غوث نہ قطب نہ صحابی۔ اور پھر لکھتا ہے کہ ملتانی میرے ساتھ مناظرہ کرے میں اعلان دیتا ہوں کہ ناظرین! واقعی انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ گنہ صغیرہ وکبیرہ سے پاک وصاف ہوتے ہیں اور حقیقت توحید یقینی کے مصداق ہو کر پکے سچے موحد ہوتے ہیں۔ اور باقی غوث قطب جب جب انوار تجلیات الٰہیہ حاصل کرتے ہیں اور مقام بیت الارواح میں پہنچتے ہیں تو وہ بھی توحید یقینی کے مصداق بن جاتے ہیں۔ اور یہ ایک خاص حال اور مقام ہے۔ اور باقی تمام مسلمان اصطلاحاً و شرعاً موحد ہیں۔ اور کافر و منافق و یہودی و عیسائی و آریہ وغیر مذاہب باطلہ

(باقی حاشیہ صفحہ پر)

سے بھی اقرار کرے اور اسکے احکام ادا کرنے میں رائی بھر آنکھ اور دل ادھر اُدھر نہ ہو۔ اور ہر ایک امر میں اسی پر بھروسہ کرے اور سب چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرے۔ اور پاک و صاف ہو۔ یہ کمال توحید کا درجہ ہے۔ چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۴۴۶ میں مذکور ہے وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِالْمُوَحِّدِ مَنْ يَقُوْلُ بِلِسَانِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَطْ وَكَمَالُ التَّوْحِيْدِ الْاِسْتِقَامَةُ عَلٰى فِعْلِ الْمَأْمُوْرَاتِ وَتَرْكُ الْمَنْهِيَاتِ الخ وَيَتْرُكُ الذُّنُوْبَ وَالسَّيِّاٰتِ وَيَجْتَنِبُ صَغِيْرَهَا وَكَبِيْرَهَا وَقَلِيْلَهَا وَكَثِيْرَهَا وَهٰذَا هُوَ الْاِيْمَانُ الْحَقِيْقِيُّ یعنی موحد اسکو نہیں کہتے جو صرف زبان سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہدے بلکہ کمال توحید یہ ہے کہ احکام شریعت کی پابندی اور ممنوعات سے بچنے میں استقامت اختیار کرے اور چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرے۔ اسی کا نام توحید یقینی اور ایمان حقیقی ہے۔

سوال: لفظ حنفیؒ اصل میں کیسا ہے اور اسکے کیا معنی ہیں؟ اور حنیفہ و خلیفہ میں تائے تانیث ہے یا مبالغہ؟

جواب: لفظ حنفی اصل میں حنیفی ہے۔ اور حنفی اسلئے پڑھا جاتا ہے کہ قانون عرب میں ثقالت کلمہ نامنظور ہے اور خفت کلمہ میں منظور اسلئے باسقاطِ یاءِ اوّل حنفی پڑھنا بہتر و انسب ہے۔ اور ہر دو کلمہ حنفی یا حنیفی کہہ لیا جاوے تو کوئی عیب نہیں چنانچہ شرح شافیہ صفحہ ۵۳ و رسالہ حافظ عبدالمجید صفحہ ۳۶۔ اور حنفی کے معنی استقامت و دین سچا اور صحیح تر معنے حنیف کے پاک و صاف از کفر و شرک و کذب و عقائد باطلہ۔ پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء دین حنیف پر تھے۔ اور دین بمعنی ملّت اور ملّت بمعنی مذہب دینیہ اے حنیف دین بمعنی پاک دین و صاف دین۔ اور حنیفہ و خلیفہ میں تاءِ مبالغہ ہے۔ نہ تائے تانیث۔ چنانچہ شرح رضی جلد ثانی صفحہ ۱۳۱ میں مذکور ہے اَقُوْلُ تَاءُ حَنِيْفَةٍ وَخَلِيْفَةٍ لِلْمُبَالَغَةِ وَلَيْسَتْ لِلتَّانِيْثِ الخ اور لفظ خلیفہ قرآن مجید میں کئی جگہ وارد ہے۔ چنانچہ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۔ اِنَّا جَعَلْنٰكَ

لہ: حنیف اور حنفی کہلانا جائز ہے۔ بقولہ تعالےٰ اتبع ملة ابراهيم حنيفا۔ اور تمام کائنات کی آفرینش بھی طریق حنیف پر ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے اِنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ (مشکوٰۃ باب تغیر الناس) احناف جمع حنفی کی اور حنفاء جمع حنیف کی لہذا حنیف کو حنیفی اور حنفی پڑھ لینا جائز ہے۔ جیسا کہ مدینی کو مدنی کہا جاتا ہے۔ خادم شریعت ۱۲

حاشیہ صہ ۵ سے آگے :۔ موحد ذاتی ہیں نہ شرعی اور فرقہ غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ وغیرہ سب کے سب ضال اور مضل گمراہ ہیں توحید ذاتی کے تحت میں ہیں۔ نہ شرعی کے فقط اور خادم شریعت مناظرہ کیلئے تیار ہے لیکن تم جان محمد بن غلام محمد نمبردار میدان مناظرہ میں ہمارے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو سکتے اس لئے کہ قبل ازیں بمقام لسوڑی تم ہمارے مقابلہ میں ذلیل و خوار اور شکست فاش اٹھا چکے ہو اور اس پر تمام موضع لسوڑی کے مسلمان شاہد ہیں۔ فقط خادم شریعت۔

خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ علی ہذا القیاس واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: امام صاحب کا نام تو نعمان بن ثابت تھا۔ ابو حنیفہ کس لئے کہا جاتا ہے؟

جواب: بیشک امام صاحب کا نام تو نعمان بن ثابت ہے لیکن آپکی کُنیت ابو حنیفہ تھی۔ اور کُنیت دو قسم پر ہوتی ہے۔ ابن یا اب سے۔ چنانچہ ابن عباس یا ابو یوسف۔ اور دوسری وصف کے سبب سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابو الحسنات و ابو تراب و ابو حنیفہ۔ چونکہ امام صاحب نے ملت حنیف پر پورا پورا قبضہ کیا۔ اس لئے اس صفت کے ساتھ موصوف ہوئے۔ کُنیت انکی خود بخود ابو حنیفہ ہو گئی اور اصل مذہب وہ ہے کہ جو ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قُلْ بَلْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا پس یہ مذہب حنیف قیامت تک قائم رہے گا۔ اسلئے ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ اس مذہب کی تقلید کرے۔ فقط

سوال: بدعت کس کو کہتے ہیں۔ اور وہ کتنی قسم پر ہے؟

جواب: بدعت وہ چیز ہے جسکی اصل شرع شریف میں نہ لفظاً معلوم ہو نہ اسکے ظاہر و باطن میں پائی جائے۔ چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۱۲۴ میں بایں لفظ مذکور ہے اَلْبِدْعَۃُ السَّیِّئَۃُ الَّتِیْ لَیْسَ لَھَا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ اَصْلٌ وَسَنَدٌ ظَاھِرًا وَّخَفِیٌّ مَلْفُوْظًا وَّمُسْتَنْبَطٌ لَا الْبِدْعَۃُ الْغَیْرُ السَّیِّئَۃُ الَّتِیْ تَکُوْنُ عَلٰی اَصْلٍ وَسَنَدٍ ظَاھِرٍ وَخَفِیٍّ فَاِنَّھَا لَا تَکُوْنُ ضَلَالَۃً بَلْ ھِیَ قَدْ تَکُوْنُ مُبَاحَۃً یعنی بدعت سیئہ وہ ہے جس کی اصل و سند کتاب کتاب و حدیث سے نہ لفظوں میں نہ خفی مضمون میں ملتی ہو۔ اور بدعت حسنہ وہ ہے جسکی اصل و سند ظاہر یا خفی ملتی ہو۔ اور ایسی بدعت گمراہی نہیں بلکہ یہ کبھی مباح و مستحب ہوتی ہے۔ اور اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت حسنہ۔ و بدعت سیئہ۔ بدعت حسنہ مستحب کا حکم رکھتی ہے۔ اور بدعت سیئہ حکم ضلالت کا رکھتی ہے۔ اور بدعت حسنہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب و مندوب و مباح و حرام و مکروہ۔ اور واجب مثل گمراہ فرقوں کا دلائل عقلیہ سے رد کرنا۔ اور مندوب مثل بنانا مسافر خانوں اور مدرسوں کا۔ اور مثل گوناں گوں کھانا پکا کر کھانا۔ اور حرام مثل مذہب جدیدہ باطلہ ایجاد کرنا۔ اور مکروہ مثل مسجد میں نقش و نگار نکالنا۔ اور کتاب نہایہ شرح ہدایہ و فتح القدیر میں لکھا ہے۔ کہ قرآن مجید و مساجد کو زینت دار کرنا مکروہ نہیں۔ وھو بلا مُبَاحَۃٌ کَالْمُصَافَحَۃِ وَزِیْنَۃِ الْمَسَاجِدِ وَالْمَصَاحِفِ اور روایت ابی سلمہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کتاب اللہ و سنت سے کوئی امر نہ ملے تو پھر کیا کیا جاوے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ عابدین مومنین کیطرف دیکھیں۔ جو وہ کریں اسکو قائم کریں کیونکہ انکے افعال خلاف شرع نہ ہوں گے۔ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ اَمْرٍ تَحَدَّثَ لَیْسَ فِیْ کِتَابٍ وَّسُنَّۃٍ فَقَالَ یَنْظُرُ فِیْہِ الْعَابِدُوْنَ

اور علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں یوں لکھتے ہیں اَلْمُرَادُ بِهٖ مَا حَدَثَ وَلَيْسَ لَهٗ اَصْلٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ الشَّرْعُ وَمَا كَانَ لَهٗ اَصْلٌ فَلَيْسَ بِبِدْعَةٍ اور علامہ جزری نے نہایہ میں یوں لکھا ہے اَلْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ بِدْعَةُ هُدًى وَبِدْعَةُ ضَلَالَةٍ۔ اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ تم نے بدعت کی اقسام کی تعریف کس حدیث سے نکالی ہے تو اسکا جواب چند حدیثوں سے دینگے۔ وہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کام کو مسلمانوں کی جماعت پسند کرے اس کام کو اللہ بھی پسند کرتا ہے۔ اور جس کام کو برا سمجھا اللہ تعالےٰ کے نزدیک بھی وہ کام اچھا نہیں ہوتا۔ وَهٰذَا مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ قَبِيْحًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ قَبِيْحٌ نقل از موطا امام محمد بروایت ابن مسعود و مشارق الانوار صفحہ ۲۴۔ اور جو شخص دین میں اچھا کام آغاز کرے اور اس پر لوگ بڑی محبت سے عمل کرنا شروع کریں۔ تو اس شخص کو اجر اُس سے پورا ملتا رہے گا۔ اور اگر کسی نے بُرے کام کی بنیاد ڈالی۔ اور اسپر لوگ قائم ہو گئے تو ان کا بوجھ اسکے ذمہ ہوگا۔ کہ جس نے بنیاد بری باندھی تھی۔ وَهٰذَا وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهَا وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ الخ اور مشکوٰۃ و ترمذی میں بروایت بلال بن حارث مزنی سے یوں مذکور ہے مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسُوْلُهٗ الخ اور کتاب بخاری و مسلم میں بروایت عائشہ بایں الفاظ مذکور ہے مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ اور اگر بدعت کے معنی نئی بات کے لئے جاویں اور یہ کہا جاوے کہ جو حکم آپکی زبان دُرفشاں اور قرآن مجید سے ظاہر نہ ہوا ہو تو وہ بدعت ہے۔ تو یہ کہنے سے معاذ اللہ تمام سلف و خلف و اولیاء اللہ باعتی ٹھہریں گے۔ کیونکہ اس بلا میں مبتلا ہے۔ اور نہ کوئی اس بلا سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً آپ کے زمانہ میں اوّل و آخر تک اسطرح قرآن مجید کے اوراق نہ تھے۔ اور نہ قرآن مجید پر زیر و زبر شد و جزم ایجاد ہوئی تھیں۔ اور نہ کوئی کتاب علم حدیث و اصول و فقہ و تفسیر وغیرہ تصنیف ہوئی تھی۔ اور نہ اشغال صحابہ رضی اللہ عنہم کا بایں طور تھا جیسا کہ آجکل صوفیہ کرام سے معمول ہے۔ فقط۔

سوال : شرک کے کیا معنی ہیں۔ اور مشرک کے لئے نجات ہے یا نہیں؟

جواب : شرک بمعنی ساجھا اور خدا کے سوا دوسرے کو بھی اسکا ہمسر سمجھ کر پوجنا۔ یعنی الوہیت باری میں کسی دوسرے کو بھی اسکے ساتھ شریک کرنا۔ جیسا کہ بت پرست لوگ بتونکو قرار دیتے ہیں یا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ اسکی عبادت میں غیر کو مستحق عبادت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ شرح عقاید نسفی صفحہ ۶۱ میں لکھا ہے۔ اَلْاِشْرَاكُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِيْكِ فِي الْاُلُوْهِيَّةِ بِمَعْنٰى وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ كَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰى اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ

الْاَصْنَامِ۔ اور مشرک جنت میں نہیں جائیگا۔ چنانچہ سورۂ نساء میں مذکور ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۝

سوال: اہل قبلہ کی کیا تعریف ہے۔ اور مبتدع کسکو کہتے ہیں۔ اور مبتدع کتنی قسم پر ہے۔ اور انکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اہل قبلہ وہ گروہ ہے جس میں ایمان ہو۔ اور ایمان کی تعریف فقہائے کرام نے یہ فرمائی ہے اَلْاِیْمَانُ تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ وَاِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ اور ایمان کی حقیقت کا دارومدار ان چھ اصولوں پر ہے۔ چنانچہ ایمان مفصل میں ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی صمدیت عزشانہ کی معرفت فرشتوں کا وجود اور ان کے اقسام اور ان کے مقامات کی معرفت اور کتب منزلہ کی واقفیت اور انبیاء کرام اور رسل عظام عظام کی معرفت حشر ونشر کی معرفت اور نیکی بدی جو کچھ ہو رہا ہے سب اسکی تقدیر میں ہے۔ اور فتاوی معیار الحق صـ۳ میں لکھا ہے کہ اَلتَّصْدِیْقُ بِمَا جَآءَ بِہِ النَّبِیُّ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اور جس میں صرف اقرار زبان کا ہو وہ منافق ہے۔ لقولہ تعالٰی: اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا بِاَلْسِنَتِہِمْ عَلٰی خِلَافِ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ نَشْہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ ہذا لین ولقولہ تعالٰی اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ اور یہودی بیت المقدس یعنی مغرب کی طرف اور نصاریٰ مشرق کیطرف نماز پڑھتے تھے۔ اور اسی کو نیکی سمجھ کر اپنے آپ کو اہل قبلہ کہلاتے تھے۔ تو ان کے وہم وخیال باطلہ کو خداوند کریم نے بایں طور رد فرمایا۔ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْہَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ یعنی فرمایا کہ یہی صرف نیکی کی بات نہیں کہ مشرق یا مغرب کیطرف منہ کر کے نماز ادا کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی پر ایمان لاؤ۔ اور تمام کتب سماویہ وحشر ونشر وفرشتوں ونبیوں پر یقین رکھو۔ اور ان کے ضمن میں بہت چیزیں ہیں جنکے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے اور علامہ فخر الدین رازی صاحب اپنی تفسیر کبیر میں تحت آیۃ کریمہ اہل قبلہ کی تعریف یوں لکھتے ہیں: اِنَّ اِسْتِقْبَالَ الْقِبْلَۃِ لَا یَکُوْنُ بِرًّا اِذَا لَمْ یَکُنْ عَلٰی مَعْرِفَۃِ اللّٰہِ وَاِنَّمَا یَکُوْنُ بِرًّا اِذَا اَتٰی بِہٖ مَعَ الْاِیْمَانِ وَسَائِرِ الشَّرَائِطِ یعنی روبقبلہ استقبال قبلہ ساتھ ایمان اور اسکی تمام شرائط کے نہ ہو کیونکہ دارومدار اعمال صالحہ کا ایمان پر ہے۔ اور اہل قبلہ کی تعریف حضرت ملا علی قاری یوں فرماتے ہیں اِنَّ الْمُرَادَ بِاَہْلِ الْقِبْلَۃِ الَّذِیْنَ اتَّفَقُوْا الخ تحقیق اہل قبلہ وہ ہیں جنہوں نے اتفاق کیا ہے ان چیزوں پر جو ضروریات دین سے ہیں۔ جیسے حادث ہونا عالم کا اور حشر اجساد اور علم الٰہی کا محیط ہونا جزئیات وکلیات کو اور جو مثل اسکے ہے۔ اور اگر کوئی شخص ہمیشہ عبادت کرتا رہے اور ضروریات دین سے انکار کرے تو وہ شخص اہل قبلہ نہیں ہوگا۔ اور کتاب ردالمختار صفحہ ۵۸۹ پر ذیل میں اس عبارت کے لکھا ہے وَکُلُّ مَنْ کَانَ مِنْ اَہْلِ قِبْلَتِنَا لَا یُکَفَّرُ بِہَا اَیْ بِالْبِدْعَۃِ الْمَذْکُوْرَۃِ الْبَیِّنَۃِ حَتّٰی شِبْہَۃٍ اِذْ لَا خِلَافَ فِیْ کُفْرِ الْمُخَالِفِ فِیْ ضَرُوْرِیَّاتِ الْاِسْلَامِ یعنی جو شخص ضروریات

دین کا منکر ہو اسکے کفر میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اگرچہ وہ تمام عمر بندگی میں مصروف رہے۔ ہکذا فی معیار الحق۔ اور فتاویٰ معیار صفحہ ۶ میں لکھا ہے کہ در مختار میں ہے مُبْتَدِع اَیْ صَاحِبُ بِدْعَةٍ وَهِیَ اِعْتِقَادُ خِلَافِ الْمَعْرُوْفِ عَنِ الرَّسُوْلِ لَا بِمُعَانَدَةٍ بَلْ بِنَوْعِ شُبْهَةٍ یہ تعریف اہل بدعت کی ہے یعنی بدعت یہ ہے کہ معتقد ہونا خلاف اسکے جو معروف رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ قال الشامی جیسے پیروں پر مسح کرنا اور مسح خفین سے شیعوں کا انکار کرنا (در المختار) مگر یہ خلاف بہ سبب عناد کے نہ ہو بلکہ بسبب شبہ کے ہو قولہ لَا بِمُعَانَدَةٍ اَمَّا لَوْ کَانَ مُعَانِدًا لِلْاَدِلَّةِ الْقَطْعِیَّةِ الَّتِیْ لَا شُبْهَةَ لَهٗ فِیْهَا اَصْلًا کَاِنْکَارِ الْحَشْرِ اَوْ حُدُوْثِ الْعَالَمِ وَنَحْوِ ذٰلِکَ فَهُوَ کَافِرٌ قَطْعًا (رد المختار) الغرض انکار حشر اور قدم عالم کا قائل کافر ہے کیونکہ نصوص قطعیہ کا انکار ہے۔ اسمیں تاویل اور شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور در مختار میں ہے وَاِنْ اَنْکَرَ بَعْضَ مَا عُلِمَ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَةً کَفَرَ بِهَا کَقَوْلِهٖ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی جِسْمٌ کَالْاَجْسَامِ وَاِنْکَارِهٖ صُحْبَةَ الصِّدِّیْقِ اور صاحب شامی و خلاصہ نے یوں لکھا ہے وَاِنْ اَنْکَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّیْقِ اَوْ عُمَرَ فَهُوَ کَافِرٌ یعنی اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت سے انکار کرے تو بیشک کافر ہے۔ اور صاحب قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اور علم و ذات و احکام میں تنقیص کرے یا عیب لگائے یا حقیر جانے یا کسی کو مانے اور کسی سے انکار کرے یا آپکے لباس مبارک کو برا جانے یا آپکے رتبہ کو گھٹائے تو بیشک ان صورتوں میں کافر ہو جاتا ہے اور کتب عقائد و کتب فقہ میں لکھا ہے کہ جو شخص گناہ کبیرہ یا صغیرہ کو حلال سمجھے یا ہلکا جانے یا کسی حکم شریعت پر استہزاء اور مخول کرے یا جو حکم ثابت اجماع امت سے ظاہر ہو چکا اس سے انکار کرے یا کسی نبی کی شان کو اپنے سے نیچی جانے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک کو بے ادبی سے پکارے یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور علماء عظام کی اہانت کرے یا کسی کافر و مبتدع کے افعال و اقوال بد کو اچھا سمجھے یا شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت سے انکار کرے۔ یا ان پر طعن و تبرّے بکے یا حضرت عثمان ذوالنورین پر طعن کرے۔ اور کہے کہ اس نے قرآن مجید سے چند صورتیں نکالدی ہیں۔ اور قرآن مجید کو موجودہ صورت میں ناقص تصور کرے۔ یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو خاتم النبیین تصور نہ کرے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی اور کو بھی نبی تصور کرے۔ اور انکار معجزات انبیاء علیہم السلام و انکار معراج جسمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کرامات اولیاء کرام کرے۔ یا خداوند کریم کی ذات کے لئے کوئی جہت مقرر کرے۔ یا اسکی ذات کے اوصاف حادث جانے یا قرآن کریم میں لفظی یا معنوی تحریف کرے۔ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انبیاء سے بہتر تصور کرے۔ تو ان تمام صورتوں میں بھی انسان بیدین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تصانیف حضرت احمد رضا خان صاحب مجدد مائۃ حاضرہ و فتاویٰ عالمگیری و در مختار و جوہر نیرہ شرح قدوری اشباہ و النظائر و بحر الرائق و تبیین الحقائق و خزانۃ المفتین و عقود الدریہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۹۲ و ۹۳ حکم المرتدین

میں ملاحظہ فرمائیں۔ اَلرَّوَافِضُ کَفَرَۃٌ جَمَعُوْا بَیْنَ اَصْنَافِ الْکُفْرِ مِنْھَا اِنَّھُمْ یُنْکِرُوْنَ الشَّیْخَیْنِ وَمِنْھَا اَنَّھُمْ یَسُبُّوْنَ الشَّیْخَیْنِ سَوَّدَ اللّٰہُ وُجُوْھَھُمْ فِی الدَّارَیْنِ فَمَنِ انْصَفَ بِوَاحِدٍ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمُوْرِ فَھُوَ کَافِرٌ الخ مُتَلَفِّظًا اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پا سکتا۔ چنانچہ درمختار صفحہ ۲۸۳ میں مذکور ہے مَوَانِعُ الرِّقِّ وَالْقَتْلِ وَاخْتِلَافُ الْمِلَّتَیْنِ اِسْلَامًا وَکُفْرًا۔ اور فتاویٰ عالمگیر جلد ۶ صفحہ ۳۵۸ میں اسطرح پر ہے اَلْمُرْتَدُّ لَا یَرِثُ مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مِنْ مُرْتَدٍّ مِثْلُہٗ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ۔ اور برجندی شرح وقایہ وظہیریہ میں ہے کہ یہ لوگ رافضی ہیں بوجہ عقائد کفریہ کے اسلام سے خارج ہیں۔ فَھٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ خَارِجُوْنَ عَنْ مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ وَاَحْکَامُھُمْ اَحْکَامُ الْمُرْتَدِّیْنَ کَمَا فِی الظَّھِیْرِیَّۃِ اور مجمع الانہر جلد اول صفحہ ۶۸۱ مَنْ شَکَّ فِی کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ یعنی جو میں کفر ہے اسکے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ اور اسی طرح شفا شریف میں ہے۔ اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ جو مبتدع کی بات پر راضی ہو جائے وہ بھی منہم شمار کیا جائے گا۔ مَنْ اَحْسَنَ کَلَامَ اَھْلِ الْاَھْوَاءِ وَقَالَ مَعْنَوِیٌّ اَوْ کَلَامٌ بِہٖ مَعْنًی صَحِیْحٌ اِنْ کَانَ ذٰلِکَ کُفْرًا مِنَ الْقَائِلِ کَفَرَ الْمُحْسِنُ اور بعض لوگ جو بیساختہ کہا کرتے ہیں کہ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ جو ہماری سی نماز پڑھے اور قبلے کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے۔ پس وہ مسلمان ہے تو یہ کہنا ان کا کہاں تک صحیح مانا جائیگا۔ جب کہ کتب عقائد اسلامیہ وکتاب وسنت سے یہ امر متحقق ہو چکا ہے۔ کہ نہ بمجرد استقبال قبلہ کے مسلمان ہو سکتا ہے۔ اور نہ باوجود انکار ضروریات دین کے کلمہ پڑھنا مسلمان ہونے کو کفایت کر سکتا ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو منافق خارج اسلام سے کیوں کہے جاتے۔ باوجودیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز ادا کرتے اور آپ کی معیت میں جہاد کرتے تھے۔ غرضیکہ لزوم کفر سے کفر ہی لازم آتا ہے۔ نقل از معیار۔

سوال: مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ سے کون فرقہ اسلامیہ مراد ہے۔ وہابی ہیں یا نیچری یا مرزائی یا چکڑالوی یا اہلسنت والجماعت؟

جواب: مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ سے مراد فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت ہے۔ اور ناجی فرقہ ہونے کے لئے مختصر طور پر دلائل اور ہر ایک مذہب کے عقائد لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ ناظرین خود انصاف کر لیں اور سمجھ لیں کہ نجات کا کونسا راستہ ہے۔ اور کون ناجی ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی اے ایمان والو تم اللہ سے ڈرو جیسا کہ حق ڈرنے کا ہے اور نہ مرو تم مگر اس حالت میں کہ فرمانبردار مسلمان ہو یعنی ایسی روش اختیار کرو کہ جب مرو تو باایمان ہو کر مرو یہ تب ہو سکتا ہے کہ تمام احکام خداوند کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل وجان سے مان کر ان پر عمل بھی ہو لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اور یقین ہے کہ جو شخص اس رسی کو مضبوط پکڑیگا وہ ضرور ایمان سے مریگا۔ اور حبل سے مراد باختلاف دین اللہ وقرآن مجید واتباع اہلسنت ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مردی ہے۔ کہ ہم لوگ مراد ہیں بسخن حبل اللہ الذی۔ قال اللہ تعالےٰ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ (صواعق محرقہ) اور ترمذی میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ ہے کہ آپ نے بروز حجۃ الوداع ناقہ پر بامیطور خطبہ فرمایا۔ یَاأَیُّهَا النَّاسُ یعنی اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں۔ اگر تم اسکو پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی۔ یعنی کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت اور مسلم و مشکوٰۃ میں بھی اسی مضمون کی حدیث وارد ہے۔ اور خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اتفاق جماعت میں قائم رہو۔ اور غیر راہوں کی طرف مت جاؤ۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ اس سے معلوم ہوا کہ اجماعی طور سے جس نے اس رسی کو پکڑا وہی ایمان پر مرے گا کیونکہ یہی سواد اعظم جماعت ہے۔ چنانچہ اور حدیث میں ہے اِتَّبِعُوْا سَوَادَ الْاَعْظَمِ یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ اسی کی تائید پر ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی صاف صاف اسی طرح ذکر ہے۔ ناجی فرقہ وہ ہے جو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے لوگوں کی اتباع کا خواہشمند ہے۔ وہ لوگ مقدس و برگزیدہ ہیں۔ اور ان کی پیروی کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ لوگ یہ ہیں مِنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ اور انہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آجاتے ہیں اور ان کی اتباع کرنے کا نام مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ ہوا۔ اور جو سبیل المومنین کی پیروی سے منحرف ہوا وہ یقیناً ناری ہوا کما قال اللہ تعالےٰ وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ بہتر فرقے کس لئے ناری ہیں کیا وہ خدا کو نہیں مانتے اور رسول و خدا کو پیشوا نہیں جانتے۔ اور قبلہ و کعبہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے۔ سب کچھ کرتے ہیں لیکن خلاف مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ کے ہو کر طرح طرح کے راستے مطابق نفس دھدا کے نکالتے ہیں۔ اور تقلید شخصی کو حرام و شرک و بدعت قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام ایک دوسرے کی تقلید کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عثمان ذی النورین کو کہا کہ قرآن مجید میں ذکر آچکا ہے فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ یعنی میت کے کم از کم تین بھائی بہنیں ہوں تو ان کی ماں کو چھٹا حصہ ملنا چاہیئے۔ چونکہ اخوۃ جمع کا صیغہ ہے جو زبان عرب میں تین سے کم پر نہیں بولا جا سکتا۔ اور آپ دو بہن بھائی پر بھی بطور رواج ماں کو چھٹا حصہ دلا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسکا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے میں ان کی پیروی نہ چھوڑوں گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی ایک روز عوام الناس کو اسطرح کہا کہ میں ابوبکر صدیق کی رائے کو کبھی نہ چھوڑوں گا کیونکہ وہ ہم سے بہتر ہیں۔ اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے خزانے کو بیت المال کیطرح تقسیم کر دینے کا خیال ظاہر کیا۔ اور ایک اصحابی نے کہا کہ آپ کے دونوں رفیقوں نے یہ کام نہیں کیا ہے۔ تو فرمایا کہ میں ان کی پیروی کو نہ چھوڑوں گا۔ پس ان دلائل مختصرہ سے یہ معلوم ہوا کہ بدون تقلید شخصی آئمہ و مجتہدین کے کسی فرد کا چارہ نہیں۔ اور اس لئے ہمارے بزرگان دین نے لکھدیا ہے کہ جو شخص آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا پیرو ہو کر نہ چلے وہ ناری اور اہل بدعت

ہے چنانچہ طحطاوی حاشیہ درمختار سے نقل کیا ہے مَنْ کَانَ خَارِجًا مِنْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ فِیْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ۔ اور صاحب مجالس الابرار نے صفحہ ۱۳۰ پر لکھا ہے کہ اہل بدعت گناہگار سے بدتر ہے کیونکہ گناہگار اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے۔ اور مبتدع اپنی بدعت سے توبہ و استغفار نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اس کام کو طاعت سمجھ کر ادا کرتا ہے لِاَنَّ الْمُعَاصِیْ یَتَابُ عَنْهَا وَالْبِدْعَةُ لَا یَتَابُ عَنْهَا وَصَاحِبُ الْمَعَاصِیْ یَعْلَمُ بِاَنَّهٗ مُرْتَكِبُ الْمَعَاصِیْ فَیُوْجَی لَهُ التَّوْبَةُ وَالْاِسْتِغْفَارُ وَاَمَّا صَاحِبُ الْبِدْعَةِ یَعْتَقِدُ اَنَّهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَعِبَادَةٍ وَلَا یَتُوْبُ وَلَا یَسْتَغْفِرُ اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ مبتدع کے ساتھ موانست و مجالست نہ کی جائے اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے۔ اور گنہگار کے ساتھ نماز کا ادا کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔ چنانچہ حاشیہ طحطاوی میں لکھا ہے اَمَّا الْفَاسِقُ الْعَالِمُ فَلَا یُقَدَّمُ لِاَنَّ فِیْ تَقْدِیْمِهٖ تَعْظِیْمٌ وَقَدْ وَجَبَ عَلَیْهِمْ اِهَانَتُهٗ شَرْعًا وَمُفَادُ هٰذَا كَرَاهَةُ التَّحْرِیْمِ اور برادران اسلام کو واضح ہو کہ ذرا انصاف سے عقائد فرقہ غیر مقلدین مسمّٰی باہلحدیث ونیچری و مرزائی وغیرہ کے ملاحظہ فرما کر خود انصاف اور وزن کر لیں۔ وسو ہٰذا۔

عقائد غیر مقلدین : خدا پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ اور اسکا عرش پر مکان کرنا۔ کرسی پہ پاؤں رکھنا۔ اور یا رسول اللہ کہنے سے منع کرنا اور ذکر میلاد مبارک کو جنم گھنیا سے مشابہت دینا اور گیارہویں و عرس بزرگان دین کو بدعت کہنا۔ اور آپکی ذات کا علم شیطان سے کم سمجھنا۔ اور علم غیب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مطلقاً انکار کرنا۔ اور آپکے علم غیب کو تشبیہ مجنون و بہائم و جمیع حیوانات سے دینا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم چھوٹے بڑے بھائی جیسی سمجھنی اور تمام انبیاء و اولیاء کرام کو خدا کے سامنے چمار سے ذلیل بیان کرنا اور آپکے تصور کو نماز میں گاؤ و خر سے بدتر سمجھنا اور آئمہ اربعہ اور خاصکر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ہر مسئلہ میں مخالف احادیث سمجھ کر مرجیہ اور رائی اور اپنے سے کم فہم اور لاعلم تصور کرنا۔ اور تمام کتب حنفیہ کو بری نظر سے دیکھنا اور حقارت سے کہدینا کہ ان تمام کتب متداولہ حنفیہ کو جلا دینا چاہیئے۔ کیونکہ ان کے پڑھنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور تمام مقلدین احناف بزرگان خدا کو رافضی پلیدہ اور گدھے اور نالائق اور مشرک و بدعتی و منکر احادیث و مثل منافق و قبر پرست و جہنمی کہنا اور سلسلہ نبوت کا حضور کے بعد جاری سمجھنا اور تقلید شخصی کو شرک و بدعت کہنا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ وقوع طلاق ثلاثہ سے صاف انکار کرنا۔ (از رسالہ اہلحدیث ثناء اللہ) اور استمداد اولیائے کرام سے صاف انکار کرنا۔ بعض معجزات سے انکار اور بعض کا قائل ہونا وغیرہ) اگر کسی صاحب کو شک ہو تو رسالہ اہلحدیث ثناء اللہ و معیار تقلید و تفویۃ الایمان و بیس غسلین و شعار الحق و براہین قاطع و تحذیر الناس و حفظ الایمان و اشتہار فیصلہ اللہ در حق ثناء اللہ و تفسیر ثنائی و اصول زندگی و فتاویٰ رشیدیہ و ظفر المبین وغیرہ وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

محشی عفا اللہ عنہ و عن والدیہ و مشائخہ و اساتذتہ و محبیہ

عقائد مذہب شیعہ : خلافت حقہ اصحاب ثلاثہ سے صاف انکار اور ان پر لعن طعن کرنا اور گالیوں سے ان کو یاد کرنا اور قرآن مجید کو محرف سمجھنا لَيْسَ مِنْ كَلَامِ اللّٰهِ بَلْ هُوَ مُحَرَّفٌ عَنْ مَوْضِعِهٖ (کلینی) اور آدم علیہ السلام پر اصول کفریہ ثابت کرنا (تفسیر صافی و کلینی) اور حضور علیہ السلام و انبیاء کو تبلیغ احکام میں قاصر سمجھنا (روضہ) اور صحابہ پر لعن طعن کرنے کو ثواب سمجھنا (مصائب النواصب) اور خلیفہ اول کو غاصب و خائن اور تمام صحابہ کو بغیر چار پانچ کے مرتد سمجھنا اور مائی صاحبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت سے انکار کرنا (حق الیقین) اور بعض حضرت علی کو خدا بھی کہتے ہیں۔ اور انبیاء تقیہ ساز اور خداوند کریم کے لئے جسم بھی مقرر کر لیتے ہیں۔ باقی عقائد اور مسائل ان کے حقیقت[1] مذہب شیعہ میں مطالعہ کریں۔

اور نیچری صاحب تو ضروریات دین کے صاف صاف منکر ہیں۔ دوزخ جنت بعث و نشر عذاب قبر خیر و شر من اللہ و معجزات کے منکر اور قرآن مجید ان کے ہاں قابل ترمیم ہے۔ وحی مجذوبانہ کلام تاثیر اسماء اور وجود آسمان کوئی چیز نہیں (کمافی تفسیر سید احمد) اور ندوہ تمام کا مجموعہ ہے (نقل از معیار الحقائق)

عقائد قادیانی : اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَانِ قرآن میں ہونا اور مرزا صاحب کا زمین و آسمان نئے سرے بنانا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج جسمی سے انکار کرنا۔ اور قرآن مجید کو اپنے منہ کی باتیں کہنا (اشتہار لیکھرام مارچ ۱۸۹۷ء) اور فرشتے کو اکب کا نام تصور کرنا۔ فرشتوں کا اپنے پر نازل ہونا۔ اور انبیاء کو کاذب سمجھنا (ازالہ صفحہ ۶۲۷) اور آپ کی وحی کو غلط کہنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا فرزند سمجھنا۔ اور اپنے والد کی بنائی ہوئی مسجد کو مسجد حرام سمجھنا۔ اور معجزات کو مسمریزم کہنا۔ اور اپنی کتاب براہین کو خدا کا کلام تصور کرنا (ازالہ صفحہ ۳۳۳) اور اپنے آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھنا (دافع البلا صفحہ ۱۱) اور خداوند کریم کے لئے اولاد کا ثبوت کرنا اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِيْ وَاَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے سے حقیر سمجھنا وہ یہ ہے : ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

علیٰ ہذا القیاس مشتے نمونہ از خروارے چند عقائد[2] لکھدیئے گئے۔

سوال : اسقاط کے کیا معنی اور کیوں کی جاتی ہے۔ اور میت کو اس سے کیا فائدہ ؟ اور اسکا ثبوت کیا ہے ؟

جواب : اسقاط بمعنی گرانیدن چنانچہ کتب لغات کتاب وجیز الصراط میں بایں الفاظ عبارت تحریر ہے۔ کہ اسقاط آن چیز است کہ رد کردہ شود از ذمہ میت بایں قدر کہ میسر شود۔ اور اسقاط اس لئے کی جاتی ہے کہ انسان سے اکثر بوجہ نسیان

---

[1] حقیقت مذہب شیعہ ۴ جلدوں میں ہے قیمت عصر : [2] باقی عقائد و جوابات مرزا کتاب قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی میں ملاحظہ کریں قیمت ح

احکام شرعیہ عمداً یا سہواً رہ جاتے ہیں۔ مثل نماز و روزہ و کفارہ یمین و ظہار و حج و قتال وغیرہ پس وہ امور اسکے ولی کے ادا کرنے پر میت سے گر جاتے ہیں۔ اسلئے ولی کو لازم ہے کہ جسطرح ہو سکے۔ ان کو ادا کرے۔ جیسا کہ کتاب نسائی فی سنۃ الکبریٰ اور عبد الرزاق فی کتاب الوصایا و نصرۃ الحق و شرح برزخ میں مذکور ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلٰکِنْ یُطْعِمُ عَنْہُ مَکَانَ کُلِّ یَوْمٍ مُدَّیْنِ مِنْ حِنْطَۃٍ (رواہ النسائی فی السنۃ الکبریٰ) و نصرۃ الحق) یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نماز نہ پڑھے اور نہ روزہ رکھے کوئی کسیکیطرف سے مگر یہ کہ طعام دیوے اسکے ہر دن کے عوض دو مد گندم اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۶۰ باب القضاء میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بایں الفاظ حدیث مذکور ہے عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَنْ مَاتَ وَعَلَیْہِ صِیَامُ شَہْرِ رَمَضَانَ فَلْیُطْعِمْ عَنْہُ مَکَانَ کُلِّ یَوْمٍ مِسْکِیْنًا رواہ الترمذی وقال الصحیح اِنَّہٗ مَوْقُوْفٌ عَلٰی ابْنِ عُمَرَ یعنی جس کے ذمہ نماز و روزہ اگر رہ جائے تو اسکا ولی ان کے بدلے کسی مسکین کو کھانا کھلاوے اور سر خود ان کو ادا نہ کرے۔ اور اسکی تائید پر یہ حدیث بھی مشکوٰۃ و مؤطا باب مذکور میں بایں الفاظ موجود ہے۔ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یُسْئَلُ ھَلْ یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ اَوْ یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ فَیَقُوْلُ لَا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ (رواہ فی المؤطا) اور کتاب شرح برزخ میں بروایت ابن عباس مذکور ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلٰکِنْ یُطْعَمُ عَنْہُ اور اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ بخاری و مسلم میں بروایت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْہِ صَوْمٌ صَامَ عَنْہُ وَلِیُّہٗ یعنی جس کے ذمہ روزہ رہ جائے تو اس کے عوض میں ولی روزہ رکھے پس ہم اسکا جواب چند وجہ پر دیں گے۔ اول تو یہ حدیث منسوخ ہے۔ چنانچہ کتاب وجیز الصراط میں لکھا ہے وَمَا وَرَدَ مِنْ قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصُوْمِیْ عَنْ اُمِّکِ وَقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْہِ صَوْمٌ صَامَ عَنْہُ وَلِیُّہٗ فَمَنْسُوْخٌ کَذَا فِی الْبُرْھَانِ وَغَیْرِہٖ ھٰکَذَا قَالَ الطَّحَاوِیْ وغیرہ اور دوسرا یہ ہے کہ اسمیں نماز کا ذکر نہیں ہے صرف روزہ کا ذکر ہے جو کہ دوسرا بھی رکھ سکتا ہے۔ علاوہ اسکے غیر مقلد غزنوی امرتسری صاحب نے ترجمہ مشکوٰۃ کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے کہ ہر دو صورت جائز ہے۔ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ نزدیک مذہب حنفیہ و جمہور علما و بقول شافعی رضوان اللہ علیہم اجمعین بعوض ان کے طعام مسکینوں کو دیا جائے وہو ہٰذا۔ وَذَھَبَ الْجُمْھُوْرُ اِلٰی اَنَّہٗ لَا یَصُوْمُ عَنْہُ وَبِہٖ قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ وَمَالِکٌ وَشَافِعِیٌّ فِیْ اَصَحِّ قَوْلَیْہِ عِنْدَ اَصْحَابِہٖ وَقَوْلُ الْحَدِیْثِ بِاَنَّ الْمُرَادَ اِطْعَامُ الْوَلِیِّ عَنْہُ وَتَکْفِیْرُہٗ عَنْہُ فَعِنْدَنَا اَنْ اَوْصٰی فَیُؤْخَذُ مِنْ ثُلُثِہٖ وَعِنْدَنَا الشَّافِعِیُّ اَوْصٰی اَوْ لَمْ یُوْصِ فَیُؤْخَذُ

مِنْ كُلِّ مَالِهٖ نقل از حاشیہ مشکوٰۃ اور قرآن مجید میں مطلقاً فدیہ ادا کرنیکا ذکر ہے۔ بقولہٖ تعالیٰ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ یعنی اوپر ان لوگوں کے جو طاقت رکھتے ہیں کھانا ہے ایک مسکین کا۔ اور شرح وقایہ میں ہے کہ جو شخص رمضان مبارک میں بیمار ہو جائے اور پھر چند روز صحت پاکر مر جاوے تو اسکا ولی اسکی طرف سے روزوں کے قضاء کے بدلے مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔ اور اسی طرح مسافر کیطرف سے وَاِنْ مَاتَ فِيْ سَفَرٍ مَرَضٍ فَاِنْ صَحَّ اَوْ قَامَ ثُمَّ مَاتَ فَدَى عَنْهُ وَلِيُّهٗ بِقَدْرِ مَا فَاتَ عَنْهُ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ثلث مال سے نماز و روزہ کا فدیہ ادا کریں۔ اور فدیہ نماز کا مثل روزوں کے ہے۔ وَتَصِحُّ مِنْ ثُلُثٍ وَفِدْيَةُ كُلِّ صَلٰوةٍ كَصَوْمِ يَوْمٍ وَهُوَ الصَّحِيْحُ اور شرح الیاس میں یوں لکھا ہے وَيَقْتَضِيْ فِدْيَةَ كُلِّ صَلَاةٍ فَاتَتْ كَصَوْمِ يَوْمٍ اَيْ كَفِدْيَةِ صَوْمٍ اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ اگر میت نے وصیت کی تو ولی کو لازم ہے کہ نصف ٹوپہ گندم سے اور دو ٹوپہ جَو اور کھجوروں کے بدلے ہر نماز و روزہ کے ادا کرے۔ وہ عبارت یہ ہے مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ قَضَاءُ رَمَضَانَ فَاَوْصٰى بِهٖ اَطْعَمَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ لِكُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ لِاَنَّهٗ عَجَزَ مِنَ الْاَدَاءِ وَكَذٰلِكَ اِذَا اَوْصٰى بِالْاِطْعَامِ عَنِ الصَّلٰوةِ پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے بھائی غریب مسلمان پر رحم کریں اور خاصکر اسوقت تو نہایت درجہ پر میت عاجز ہوا کرتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے میت کے ولی پر یہ حکم لگا دیا ہے کہ بعوض نماز و روزہ کے کھانا مسکینوں کو کھلائے تاکہ اس سے عذاب کی تخفیف ہو جائے چنانچہ اس حدیث میں ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلٰكِنْ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا تَصَدَّقْتَ عَنْهُ اَوْ اَهْدَيْتَ (رواہ عبدالرزاق فی کتاب الوصایا و نصرۃ الحق) اور صاحب درمختار جلد اول باب القضا الفوایت و غایۃ الاوطار نے لکھا ہے وَلَوْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَوَاتٌ فَائِتَةٌ وَاَوْصٰى بِالْكَفَّارَةِ يُعْطٰى لِكُلِّ صَلٰوةٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ كَالْفِطْرَةِ وَكَذَا حُكْمُ الْوِتْرِ وَالصَّوْمِ وَاِنَّمَا يُعْطٰى مِنْ ثُلُثِ مَالِهٖ وَلَوْ لَمْ يَتْرُكْ مَالًا يَسْتَقْرِضُ وَارِثُهٗ نِصْفَ صَاعٍ مِثْلَ مَا يَدْفَعُهٗ لِفَقِيْرٍ ثُمَّ يَدْفَعُهُ الْفَقِيْرُ لِلْوَارِثِ ثُمَّ وَثُمَّ حَتّٰى يَتِمَّ فقط یعنی اگر شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازیں فوت شدہ ہیں۔ اور وصیت کی کفارہ دینے کی تو دیا جائے ہر نماز کے لئے آدھ صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی ان میں سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کی مانند دینا چاہیئے اور یہ کفارہ میت کے تہائی مال سے دیا جائے۔ اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا یا اتنا ہو کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی نہ ہو تو میت کا وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہوں قرض لے۔ اور اسکو فقیر کے حوالے کرے پھر وہ فقیر ہبہ کرے۔ اور وارث پھر فقیر کو دے اسی طرح بار بار کرے یہاں تک کہ کفارہ تمام ہو جائے۔ درمختار۔ اور اگر کوئی غیر مقلد اس مقام میں اعتراض کرے کہ نماز و روزہ کے عوض صدقہ دینا کس حدیث میں ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بروایت سمرہ بن جندب بایں

مذکور ہے کہ کہا جذب نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جس نے جمعہ کو بے عذر چھوڑا وہ صدقہ دے ایک دینار۔ اور جسکو جمعہ نہ ملا وہ نصف دینار صدقہ دے۔ اور ایک روایت میں ہے آدھا درہم اور دو درہم اور ایک مُدّ اور نصف مُدّ بھی آیا ہے۔ اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک درہم یا ایک صاع یا ایک مُدّ گندم دے دیا جائے۔ اور مُدّ سیر کا ہوتا ہے۔ اور صاع میں چار مُدّ آتے ہیں۔ وہو ہٰذا عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِيْنَارٍ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ فَنِصْفِ دِيْنَارٍ رواہ احمد والبوداؤد وابن ماجہ مشکوٰۃ باب الجمعہ صفحہ ۱۲۳۔ اور علاوہ اسکے دو مد گندم دینے کا ذکر حدیث نمبر اول میں گذر چکا ہے۔ اب غیر مقلد صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض ہے کہ ذرا انصاف اور ایمان سے ایک سال نماز روزوں کا حساب لگا کر بیان کریں کہ کتنا غلہ و نقد فدیہ فی کس کا دینا پڑتا ہے فتدبر۔

سوال: مریض کو پہلے مرنیکے یعنی عند الموت کیا کیا وصیت کرنی چاہیئے۔ اور اسقاط قبل از دفن کی جائے یا اسکے بعد؟

جواب: آدمی کو چاہیئے کہ قبل از موت اپنے عزیزوں اور ہمسایوں سے اور جن لوگوں کے اسپر حق ہیں ان سے بخشالے۔ اور جنکا ادا ہونا بہت مشکل ہو جیسا کہ حقوق اللہ تعالےٰ مثل نماز و روزہ و حج اور ان کے لئے ثلث مال سے وصیت کرے چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۳۰۸ میں مذکور ہے وہو ہٰذا۔ وَيُوْصِيْ بِمَا لَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ اَدَائِهٖ فِي الْحَالِ حَتّٰى لَوْ كَانَ عَلَيْهِ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَغَيْرِهَا يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يُّوْصِيَ لِهٰذِهِ الْحُقُوْقِ بِثُلُثِ مَالِهٖ اَنْ يَّحُجَّ اِلَيْهِ حَقٌّ مِنْ هٰذِهِ الْحُقُوْقِ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْوَصِيَّةُ بَلْ يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى حَالِ الْوَرَثَةِ فَاِنَّهُمْ اِنْ كَانُوْا صِغَارًا فَاَفْضَلُ لَهٗ تَرْكُ الْوَصِيَّةِ یعنی متوفی قبل از انتقال اقرباء و مال باپ و ہمسایہ وغیرہ سے معافی طلب کرے۔ اور جنکا ادا کرنا مشکل ہو جیسا کہ حقوق اللہ تعالےٰ مثل نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج وغیرہ۔ تو ان کے ادا کرنے کے لئے وصیت کرے اور یہ واجب ہے کہ ثلث مال سے وصیت کرے۔ اگر اسکے ذمہ کوئی حق اللہ تعالےٰ کا باقی نہیں رہا تو پھر وصیت کرنا واجب نہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ کہ اگر متوفی نے موافق حکم شریعت کے جس کام کی وصیت کی ہو اسکو ضرور ادا کریں۔ اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ان کے لئے صدقہ دے کر ان کے لئے ثواب بخشیں۔ چنانچہ نسائی میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور سے پوچھا کہ یا حضرت والدہ میری مرگئی ہے اور اس نے وصیت نہیں کی۔ کیا اسکے لئے صدقہ کریں۔ اسکو پہنچے گا۔ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاں بیشک پہنچے گا۔ اور وہ حدیث یہ ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدًا اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَلَمْ تُوْصِ اَفَاَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ اَيْضًا اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّهٗ تُوُفِّيَتْ اَفَيَنْفَعُهَا اَنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ اور صدقہ میت کے

لئے بخشنا اس صورت میں مستحب ہے۔ اور علامہ کرمانی شارح بخاری اور کتاب شرح برزخ میں یوں لکھتے ہیں۔ اگر کوئی تم سے مرجائے تو اس کے لئے ضرور صدقہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ اس دن میں نہایت درجہ پر عاجز ہوا کرتا ہے۔ وہو ہذا۔ قَالَ الْحَسَنُ مَا يَتَصَدَّقُ بِهِ الرَّجُلُ اٰخِرَ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا اَوَّلَ يَوْمٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ اور اسکے آگے یوں لکھا ہے اَیُّ اَحَقُّ زَمَانٍ تَصَدَّقَ فِيْهِ الرِّجَالُ فِيْ اَحْوَالِهٖ اٰخِرَ عُمُرِهٖ اور حدیث شریف میں ہے فَارْحَمُوْا مَوْتَاكُمْ یعنی تم اپنے مُردوں پر رحم کرو۔ اور اسقاط قبل از دفن کرنی چاہیئے۔ چنانچہ شرح الصدور و شرح برزخ صفحہ ۱۲۳ بروایت ابی ابن کعب حدیث تحریر ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ موت مقام خوف ہے پس صدقہ کرو پہلے دفن کرنے سے وہ حدیث یہ ہے اَخْرَجَ اَبِيْ ابْنِ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَوْتُ فَزَعٌ فَتَصَدَّقُوْا لَهٗ قَبْلَ الدَّفْنِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اجْعَلُوْا لَهٗ اور حدیث معلّق واجب العمل ہے مانند حدیث متصل کے۔ اور صاحب شرح برزخ وغیرہ نے لکھا ہے۔ کہ پہلے یہ کام کرنا سنت ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے تحت میں لکھا ہے۔ افاد الحدیث اَنَّ التَّصَدُّقَ لِرُوْحِ الْمَيِّتِ قَبْلَ الدَّفْنِ سُنَّةٌ لَوْ خَتَمَ لَهُ الْقُرْاٰنَ كَانَ جَائِزًا يُرْجٰى بِهٖ نَجَاةُ الْمَيِّتِ وَكَانَ السَّلَفُ عَلٰى ذٰلِكَ یعنی صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور غرمزنی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تم صدقہ کا ثواب دفن کرنے سے پہلے کر دیا کرو۔ اور وہ یہ حدیث بایں الفاظ معلق ہے۔ اَخْرَجَ اٰخَرُ الْمُزَنِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَصَدَّقُوْا مَوْتَاكُمْ قَبْلَ الدَّفْنِ لَعَلَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنْجِيْهِ بِذٰلِكَ نقل از شرح برزخ اور کتاب طحطاوی اور شرح الصدور میں بایں الفاظ حدیث مذکور ہے قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَصَدَّقُوْا لِمَوْتَاكُمْ قَبْلَ الدَّفْنِ لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ فِدْيَةً مِنْ اَيْدِيْ مَلٰٓئِكَةِ الْعَذَابِ یعنی فرمایا آپنے مُردوں کے لئے صدقہ کرو پہلے دفن کرنے سے پس ہوگا یہ فدیہ سامنے فرشتوں کے عذاب سے اور بخاری کتاب بلوغ المرام میں بایں الفاظ حدیث وارد ہے کہ ایک عورت نے قوم جہینہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آکر عرض کی کہ میری ماں مرگئی ہے اور اسنے نذر مانی تھی کہ میں حج کروں گی۔ کیا میں اب اسکی طرف سے حج کروں۔ آپ نے فرمایا بیشک اگر تیری ماں کے ذمہ کسی کا قرضہ رہجاتا تو تو ادا کرتی یا نہ۔ اسنے کہا۔ ہاں یارسول اللہ ضرور ادا کرتی آپنے فرمایا یہ تو خداوند کریم کا اسکے ذمہ قرضہ ہے اسکو ضرور ادا کر۔ پس اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حقوق اللہ اگر میت کے ذمہ ہے تو ولی اسکو ضرور ادا کرے تاکہ میت عذاب الٰہی سے نجات پا جائے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمہ کچھ قرضہ رہ جاتا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکا جنازہ نہ پڑھتے تھے۔ تاوقتیکہ اسکو ادا نہ کر لیتے۔ اور مشکوٰۃ باب النذر میں ہے۔ کہ ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ یا حضرت میری ماں مرگئی ہے اور اسکے ذمہ نذر ہے۔ اب میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا

کہ تو اسکو ادا کر۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی نے نذر ادا نہ کی ہو۔ تو کفارہ قسم کا ادا کرے۔ اگر کوئی غیر مقلد کہے کہ ہم صدقہ دینے سے منع نہیں کرتے بلکہ ہم تو اسقاط کو بدعت کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ کسی اصحابی سے ثابت نہیں ہوئی۔ تو اسکا جواب ہم یہ دیں گے کہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں سستی و غفلت نہیں کی۔ بلکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زبانِ مبارک سے کوئی حکم صادر ہوتا۔ تو فی الفور بلا دریغ اسی وقت اسکو بجا لا کر ادا کر لیتے۔ اگر کسی صحابی سے کسی عذر کے سبب سے کوئی حکم رہ جاتا۔ تو پھر اسکو ادا کرتے۔ ورنہ اسکے عوض میں انکے وارث فدیہ ادا کرتے۔ اگر کوئی حکم فی نفسہٖ کرنے کے قابل ہوتا۔ تو اسکو سر خود ادا کرتے۔ اگر میت کے ذمہ کوئی حکم مثل نماز و روزہ و حج و کفارہ یمین و ظہار و نذر کا نہ رہ جاتا۔ تو پھر بھی میت کے لئے قرآن مجید و صدقہ کا ثواب پڑھکر بخشتے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ قربانی کیا کرتے۔ اور مائی خاتون جنت اور امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے روٹی پکا کر بخشتی۔ اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند ابراہیم کے لئے شیر و طعام و کلام کا ثواب پڑھکر بخشا۔ اور الفاظ اس حدیث شریف کے آگے تحریر کئے جائیں گے۔ اور علاوہ اسکے آثار صحابہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ جس کے ذمہ نماز و روزہ حج زکوٰۃ و کفارہ نذر و کفارہ یمین کا رہجاتا۔ تو آپ ان کے ولیوں پر ان کے ادا کرنے کا حکم لگا دیتے۔ اور وہ جو حکم قابل سر خود کرنیکا ہوتا تو اسکو خود ادا کرتے۔ ورنہ انکے عوض میں فدیہ دیدیتے۔ کیونکہ قبل از دفن الیسا فدیہ ادا کرنے سے میت پر عذاب کی تخفیف ہو جاتی۔ اور اسلئے اس فدیہ کا نام اسقاط رکھا گیا ہے کہ بایں طور ادا کرنے سے وہ امور جو اسکے ذمہ رہ جاتے ہیں وہ گر جاتے ہیں۔ اور زبان عرب میں اسکا نام اسقاط رکھا گیا ہے۔ اور تمام کتبِ فقہ حنفیہ شافعیہ میں لکھا ہے کہ قبل تقسیم ترکہ کے تجہیز و تکفین و قرضہ و فدیہ نماز و روزہ و کفارہ یمین و نذر وغیرہ جو حقوق اسکے ذمہ رہ چکے ہیں ان کو بحساب و انصاف ثلث مال سے ادا کریں۔ اور پھر باقی ماندہ ورثہ موافق شریعت کے آپس میں تقسیم کر لیں۔

سوال: اگر متوفی نے وصیت کی کہ میرے مرنیکے بعد ضرور اسقاط کریں اور وہ شخص مر گیا۔ اور اسکا ورثہ کچھ نہ نکلا یا کچھ نکلا تو اسکے مال کے مالک یتیم ہیں تو اسوقت کسطرح کیا جاوے۔ اگر کچھ بھی نہیں نکلا تو کسقدر قرضہ لے کر اسقاط کرنا جائز ہے۔ اور اسکا مال بہت نکلا اور اسکا وارث کوئی نہیں تو پھر کسطرح کیا جائے۔

جواب: اگر اس صورت میں متوفی کا مال کچھ نکلے یا نہ نکلے تو ہر دو صورت میں ولی پر اسقاط کرنا واجب ہے۔ اگر میت قرضدار ہو تو قریبی رشتہ دار اپنی طرف سے ادا کریں۔ کیونکہ میت کے ذمہ احکام شریعت مثل نماز و روزہ و ظہار کے رہ چکے ہیں اگر ورثہ نکلے تو ثلث مال سے ادا کریں۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے قال فی الطحطاوی وینفذ الوصیۃ من الثلث بشرط ان لا یکون فی الترکۃ دین من دیون العباد حتی لو کان ینفذ ذلک من ثلث الباقی الا

اسقاط کرنا واجب کن حالتوں میں ہے۔

اذکم یکن لہ وارث فحینئذٍ ینفذ من جمیع مابقی اگر کچھ مال کے مالک یتیم ہوں تو اسوقت بدون تقسیم ترکہ کے ان کے حق سے اسقاط نہ کیجائے اور ان کے مال سے ایک درہم نہ پکڑا جائے۔ چنانچہ عالمگیری میں[1] ہے وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کانت فی الورثۃ صغیر الم یتخذ واذلک من الترکۃ کذا فی التاتار خانیہ وان اتخذ واولی المیت طعاماً للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر افلا یتخذ واذلک من الترکۃ اور اگر اس صورت میں ولی قرضہ لے کر اسقاط کرے تو بھی جائز ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

سوال : اسقاط کسطرح کی جاوے۔ اور اگر مال اندک ہو تو پھر کیا حیلہ کیا جاوے۔ اور حیلہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور مال اسقاط کسکا حق ہے؟

جواب : اگر متوفی کے ذمہ روزے رمضان شریف وکفارہ یمین وسجدہ سہو وتلاوت وواجبات میں سے کوئی حکم رہ جائے اور متوفی اسکے ادا کرنے کے لئے وصیت بھی کر جائے تو ثلث مال سے اسقاط کریں۔ اگر متوفی نے وصیت تفسیر امور متروکہ کی نہیں کی اور لوگوں کو بھی معلوم نہیں کہ اسکے ذمہ کون کون حکم باقی ہیں پس اگر وہ ان کو ادا کرنا چاہیں تو اسکی عمر شماری کا حساب کریں اگر مرد ہو تو اسکی عمر سے بارہ سال حساب نکال دیں۔ اگر عورت ہو تو اسکی عمر سے نو سال اور بدلی فی روزہ نیم سیر گندم اور آدھ سیر نماز پنجوقتی اور وتار برائے نماز وتر پس بایں حساب باقیماندہ سالوں کا اندازہ لگا کر مال اسقاط محتاجان و غریباں کو بانٹ دیں اگر علمائے دین غریب ہوں یا ان کے ساتھ بوقت معین کرنے کے وعدہ کیا گیا ہو تو بھی اس صورت میں مال اسقاط انہیں کا حق ہو جاتا ہے چنانچہ فتاویٰ اصول العمادی وجیز الصراط میں ہے اِذَا ھَیَّئُوْھُمْ لِاِمَامِھِمْ شَیْئًا مِنَ الْاَوْقَافِ وَالصَّدَقَاتِ وَالْھَدَایَا وَغَیْرِھَا وَلَزِمَھُمْ اَدَاؤُھَا اور فتاویٰ جواہر صفحہ ۲۳۶ میں لکھا ہے معلّم ومتعلّم کیخدمت اہل اسلام پر واجب ہے مَنِ اشْتَغَلَ بِتَعَلُّمِ الْعِلْمِ وَاجِبٌ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ کِفَایَۃً وَاِذَا کَانَ الْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ فِیْ بَلَدٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ بَیْتِ الْمَالِ وَظِیْفَۃٌ یَجِبُ عَلَی الْاَغْنِیَاءِ تِلْکَ الْبَلْدَۃِ نَفَقَتُہٗ وَکِسْوَتُہٗ ۔ اگر اسقدر ثلث مال نہ ہو اور کوئی چیز قیمتی مثل قرآن مجید یا مروارید لے کر محتاجان وغریباں کو برائے متوفی دیدیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو اسطور پر حیلہ کریں کہ اپنی طرف سے اندک قرضہ لے کر مساکین کو دیدیں۔ پھر وہ مسکین اسکو دیدے اور اسطرح حساب پورا کریں۔ چنانچہ صاحب طحطاوی نے لکھا ہے اگر میت کے ترکہ سے کچھ مال نہ نکلے تو ولی ضرور ان امور کو ادا کرے۔ وھو ھذا وَلَوْ لَمْ یَتْرُکْ مَالًا یَسْتَقْرِضُ وَارِثُ نِصْفِ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ وَیُدْفَعُہُ الْفَقِیْرُ الْوَارِثُ ثُمَّ وَثُمَّ حَتّٰی

---

[1] : یہ عبارت قاضیخاں جلد اول فصل فی مسجد اور دوسری عبارت عالمگیر جلد ۵ باب الہدایا والضیافات میں ملاحظہ کریں ۔: فقط

یتم ھٰکذا فی درّ مختار باب قضاء الفوائت[1]۔ اور قرآن مجید و حدیث صحیحہ سے حیلہ کرنا ثابت ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایوّب علیہ السلام نے حالت بیماری میں غصّہ میں آکر قسم کھائی تھی کہ میں اپنی بیوی کو سَو لکڑی ماروں گا۔ تو جب انکو صحت ہوئی اور متفکر ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے یہ حیلہ بتادیا کہ تم اپنی عورت کو سَو تیلہ جھاڑو کا مارو۔ تو قسم تیرے ذمّہ سے اتر جائیگی۔ اور وہ آیت یہ ہے قال اللہ تعالےٰ۔ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ اور اسی طرح حافظ محمد لکھوی صاحب غیر مقلّد اپنی کتاب زینت الاسلام حصہ دوم صفحہ ۳۴ میں بایں الفاظ ابیات تحریر کرتے ہیں۔

ابیات

وارث اتے فرض جو فدیہ صوم صلوٰۃ تمامی — تریجا حصّہ ترکیاں دیویں مسکیناں انعامی
جے سارا فدیہ طاقت ناہیں حیلہ ایہ کچیوے — کل نمازاں روزے فدیہ کنک حساب گنیوے
فرکنک ساریدی قیمت موجب کرنے جمع روپئے — جے سٹھ روپیہ بنیا مثلاً چیز کوئی پھر لیوے!
قیمت جدی پنج روپئے ملک فقیر کچیوے — مورڈ فقیر وارث نوں بخشے پھر اسنوں بخشیوے
جدیاراں واری اینویں کرسن سٹھ روپیہ تھیوے — ایہ حیلہ شرعی کچیوے میّت شاید اوہ بخشیوے

اور انوار مولوی عبداللہ مطبوعہ لاہوری صفحہ ۳۹ میں یوں لکھا ہے : ؎

ست دیہاں من اٹھ من ست وچوں سیر گھٹا — اے درہے راتیں اسقاط میّت شاہ جہانی آ

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۶۶ میں طریقہ اسقاط یوں تحریر ہے کہ اگر شخصے بمیرد برائے فدیۂ او ہفت چیز جمع کنند قدرے زر و نقرہ و مس و قرآن و پارچہ و جامہ و غلّہ و قند۔ جمع نمودہ وارثِ او بگوید خداوند فلاں ترک فرض و واجب و سنّت کردہ باشد۔ و دریں حالت قضائے آں ممکن نیست و ہر چہ حرام و مکروہ ہست بجا آوردہ باشد۔ از توبہ آں عاجز است اگرچہ عمر او چہل است و زیادہ ہمیں ہفت روز باز گردد۔ ایں ہفت چیز بمقابلہ تقصیراتِ ہفت روز مید ہم۔ و شخص دیگر قبول کند۔ خدا تعالےٰ آں میّت را در اول شب گور در باغ بہشت کند۔ و ہکذا فی جامع الرموز اور قرآن مجید ایک دوسرے کو

---

[1] : درمختار جلد اول باب قضاء الفوایت میں یوں لکھا ہے۔ وَلَوْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَوَاتٌ فَاِيْتَةٌ وَاَوْصٰى بِالْكَفَّارَةِ يُعْطٰى لِكُلِّ صَلٰوةٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ كَالْفِطْرَةِ وَكَذَا حُكْمُ الْوِتْرِ وَالصَّوْمِ وَاِنَّمَا يُعْطٰى مِنْ ثُلُثِ مَالِهٖ وَلَوْ لَمْ يَتْرُكْ مَالًا يُسْتَقْرَضُ وَارِثُهٗ نِصْفَ صَاعٍ مَثَلًا وَيَدْفَعُهٗ لِفَقِيْرٍ ثُمَّ يَدْفَعُهُ الْفَقِيْرُ لِلْوَارِثِ ثُمَّ وَثُمَّ يَتِمُّ۔ اگر کسی صاحب نے زیادہ تحقیقات کرنی ہو تو رسالہ احسان الاموات بالصدقات والاسقاط مولفہ مولوی نبی بخش صاحب حلوائی ملاحظہ کریں۔

بار بار دینا اور لینا چنانچہ موجودہ زمانہ میں اکثر مُلّا کیا کرتے ہیں۔ اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ ہاں اگر صرف قرآن مجید محض لِلّٰہ بروح میّت بایں الفاظ دیدے کہ خداوندا اس شخص سے کچھ احکام تیرے ادا ہوئے اور کچھ ادا نہیں ہوئے۔ اب یہ ادا کرنے سے عاجز ہے۔ اور عوض ان کے یہ قرآن مجید اس درویش کو دیتا ہوں۔ اور لینے والا کہے کہ میں نے قبول کیا۔

سوال: بسم اللہ شریف یا کلمۂ شہادت یا کوئی اور اسم ذاتی یا صفاتی میّت کی پیشانی یا کفنی پر لکھنا خاک یا سیاہی سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بسم اللہ شریف یا کلمہ شہادت و اسم ذاتی یا صفاتی خاک سے پیشانی یا کفنی پر لکھنا مستحب ہے جیسا کہ در مختار باب جنازہ جلد اول میں بایں الفاظ عبارت تحریر ہے۔ وَكُتِبَ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَوْ عَمَامَتِهٖ اَوْ كَفَنِهٖ عَهْدُنَا مَعَكَ يُرْجٰى اَنْ يُغْفَرَ الْمَيِّتُ اور صاحب زاویہ نے روایت کی ہے کہ فاروق گھوڑوں کی رانوں پر جو کہ طبیلہ میں رہتے تھے اسم الٰہی لکھے جاتے تھے رُوِيَ اَنَّهٗ كَانَ مَكْتُوْبًا عَلٰى فَخِذَيْ اَفْرَاسِهٖ فِيْ اَصْطَبْلِ فَارُوْقَ جَيِّدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور کثیر ابن عباس نے اپنے کفن کے اطراف پر یہ کلمہ تحریر کیا جیسا کہ عبدالرزاق اپنی تصنیف میں کثیر ابن عباس کا یہ حال لکھا ہے كَتَبَ فِيْ اَطْرَافِ اَكْفَانِهٖ يَشْهَدُ كَثِيْرُ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ هٰكَذَا فِيْ نصب الرايه اور علامہ شامی و بزازی اور تاتارخانیہ و فتاویٰ عبدالحی جلد ۳ و جیز الصراط وغیرہ اصحاب نے اس امر کو جائز لکھا ہے اور صاحب فتح القدیر نے سورہ یٰسین وغیرہ کو مکروہ لکھا ہے اگر کوئی اسم لکھنا ہو تو خاک سے لکھنا چاہیئے۔ اور میّت کو قبل از جنازہ قدمی دینا سنت ہے۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَنْ حَمَلَ الْجَنَازَةَ بِجَوَانِبِ الْاَرْبَعِ فَقَدْ قَضَى اللّٰهُ عَلَيْهِ اَيْضًا مُحَمَّدُ بْنُ حَنِيْفَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ ثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ مُعْتَمِرٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ حَمْلُ الْجَنَازَةِ بِجَوَانِبِ السَّرِيْرِ الْاَرْبَعِ رواه ابن ماجه

نقل از وجیز الصراط مقالہ ۶ ::

سوال: نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں اور میّت کے پاؤں کے غسل دینے کے وقت کس طرف کرنے بہتر ہیں؟

جواب: جنازہ پڑھنے کے بعد نزدیک علمائے سلف و خلف دعا مانگنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کا جنازہ پڑھا اور سلام پھیر کر یہ دعا اس میت کے لئے مانگی۔ وہ حدیث یہ ہے وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْهُ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ جَنَّتَكَ رواه البيهقي وَقَالَ الْحَاكِمُ هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد اوّل کتاب الجنازہ فصل ثانی میں فرماتے ہیں۔ احتمال دارد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در جنازہ فاتحہ بعد از نماز یا پیش ازاں بقصد تبرک خواندہ باشند چنانچہ آلاں متعارف است۔ اور اسی طرح محدث فتح محمد بریلی

اپنی کتاب مفتاح الصلوٰۃ میں باینظور تحریر کیا ہے کہ چوں از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام با الصانع دیگر فاتحہ بقر تا مفلحون طرف سر جنازہ و فاتحہ بقر یعنی آمن الرسول طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است در بعضے احادیث بعد از دفن واقعہ شدہ ہر دو وقت کہ میسر شود مجوز است و نہر الفائق شرح کنز الدقائق جلد اول باب الجنائز میں ہے وَيَقُوْلُ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ وَاغْفِرْ لَنَا لَهٗ اور ہدایہ جزو ثانی جلد اول باب الجنائز کے ابتداء میں بیہقی سے روایت ہے کہ جب صحابی براء بن معرور رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے انتقال کیا۔ تو حضور نے خود ایسا کیا۔ چنانچہ گذر چکا ہے کہ صاحب قنیہ و زاہدی نے اس بات کو مکروہ لکھا ہے تو یہ ہر دو صاحب معتزلہ ہیں۔ لہذا ان کے اقوال پر کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ان کا یہ قول مخالفِ حدیث صحیح و علماء سلف و خلف رحمۃ اللہ علیہم کے ہے نقل از کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۱۳۔ اور میت کے پاؤں قبلہ کیطرف بوقت نہلانے کے کرنے بہتر ہیں۔ جیسا کہ بوقت بیطاقتی نماز پڑھنے کے لئے کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے وَحَبَّبَ لِيُوْمِيَ اِيْمَاءً مُسْتَلْقِيًا طُوْلًا عَلٰى قَفَاهُ وَرِجْلَاهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ كَمَا يُوْضَعُ فِي الصَّلَاةِ بِالْاِيْمَاءِ وَعَلَيْهِ الْمَشَائِخُ وَاخْتَارَ الْبَعْضُ مِنْ اَصْحَابِنَا اَنْ يُّوْضَعَ مُسْتَلْقِيًا عَلٰى قَفَاهُ عَرْضًا رَاْسُهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ كَمَا يُوْضَعُ فِي الْقَبْرِ وَعَلَيْهِ الْمُتَاَخِّرُوْنَ نقل از مجالس الابرار و شرح برزخ صفحہ ۱۲۰۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جسطرح آسانی سے جگہ تختہ کی ہلتی ہو اسی طرح سے رکھا جائے۔ ہکذا فی ظہیریہ و فتاویٰ عالمگیری۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: قبر پر میت کو تلقین اور دانوں پر فاتحہ خوانی یا قبر پہ چراغ جلانا یا کوئی یوم مقرر کے ہفتہ تک روٹی دینی یا قبر پہ جمع ہو کر قرآن پڑھانا یہ سب امور جائز ہیں یا بدعت!

جواب: بیشک میت کی قبر پر تلقین کرنا اور فاتحہ خوانی اور جمع ہو کر قرآن شریف قبر پر پڑھنا پڑھانا جائز ہے۔ چنانچہ صاحب شامی و در مختار و مضمرات و غرائب و فتاویٰ جواہر نے لکھا ہے قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ عِنْدَ الْقُبُوْرِ مَكْرُوْهٌ عِنْدَ الْحَنِيْفَةِ وَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى مِنَ الْمُضْمَرَاتِ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ لَا يُكْرَهُ یعنی قرآن شریف کا پڑھنا قبر کے پاس امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور نزدیک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی خوف نہیں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ[1] نہیں ہے نقل از فتاویٰ جواہر صفحہ ۴۳۳۔ اور آئمہ دین سلف و خلف اسی بات پر ہیں کہ قاریوں کا

مسئلہ: قبر پر قرآن پڑھنا اور فاتحہ خوانی و دانوں پر کرنا اور چراغ و غیرہ جلانا

---

[1] قرآن مجید کا قبر پر پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے مشکوٰۃ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور امام صاحب کے نزدیک بھی قرآن مجید مسلمانوں کی قبر پر پڑھنا جائز ہے۔ ہاں کافر و منافق و بدمذہب کی قبر پہ قرآن پڑھنا ناجائز ہے۔ اور گلی ہوئی میت پر مکروہ ہے۔

قبر پر بیٹھنا کوئی مکروہ نہیں۔ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۶۳ میں یوں لکھا ہے وَاِذَا دُفِنَ الْمَیِّتُ یَنْبَغِیْ اَنْ تَجْلِسُوْا سَاعَةً عِنْدَ الْقَبْرِ بَعْدَ الْفَرَاغِ وَیَدْعُوْا لِلْمَیِّتِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ عِنْدَ الْقُبُوْرِ لَا یُکْرَهُ هٰکَذَا فِی الْعَالَمْگِیْرِیَّةِ وَ عُمْدَةُ الْقَارِیْ شَرْحُ صَحِیْحِ بُخَارِیْ وَفَتْحُ الْقَدِیْرِ وَتَکْمِیْلُ الْاِیْمَانِ وَاِمَامُ زُرْقَانِیْ مَالِکِیْ شَرْحُ مُوَطَّا اور اس بات پر تمام علماء احناف کا اتفاق ہے کہ قاریوں کا بٹھانا قرآن مجید پڑھنا جائز بلا کراہت ہے اور فتاویٰ نجم الدین وکتاب مجالس الابرار وغیرہ کتب فقہ اور احادیث میں لکھا ہے کہ صاحبِ قبر کو ضرور تلقین کی جائے۔ وھٰذَا قَوْلُہ علیہ السلام لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور علمائے دین اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا یہ تلقین بوقت سکرات الموت کیجاوے اور بعض نے کہا کہ بوقت دفن کی جائے اور فتاویٰ جواہر صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے کہ بعد دفن کے یہ تلقین کی جاوے وھٰذَا لتلقین بعد الدفن فَعَلَهٗ بَعْضُ مَشَائِخِنَا وَهُوَ مُعْتَادٌ فِیْ بَعْضِ الْبِلَادِ اور مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب مدظلہ العالی مجددِ مأتہ حاضرہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ بعد از دفن میت کی قبر پر اذان ضرور کہی جائے کیونکہ خود آپ نے سعد بن معاذ کی قبر پر الفاظ اذان کے باآواز بلند کہے تھے۔ اور اس حدیث کو امام احمد طبرانی و بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کیا ہے۔ کہ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی روز معین فاتحہ خوانی کے لئے کیا جاوے تو اسمیں کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ خود حضرت مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ کے لئے کسی مصلحت کیوجہ سے جمعرات کا روز معین کر لیا تھا اور یہ ذکر مشکوٰۃ و بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اخیر میں جمعہ کے روز کو وعظ کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں وعظ کرنے کے لئے کسی روز اور وقت کی قید نہیں۔ اور شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے مستحب است کہ صدقہ کردہ شود از موت بعد از دفن واز عالم تا ہفت روز اور صاحب سراج المنیر نے یوں لکھا ہے وَیُسْتَحَبُّ اَنْ یَتَصَدَّقَ عَنِ الْمَیِّتِ بَعْدَ مَوْتِهٖ سَبْعَةَ اَیَّامٍ پس اس امر میں دوسرا اور چوتھا اور ساتواں سب داخل ہوئے اور تفسیر درمنثور میں تحت آیۃ کریمہ عُقْبَی الدَّارِ کے لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مع صحابہ احد میں شہدا کی قبروں پر ہر سال بسال ضرور جایا کرتے تھے۔ وھٰذا۔ کَانَ یَاْتِیْ اُحُدًا عَلٰی رَاْسِ کُلِّ عَامٍ وَسَلَّمَ عَلٰی قُبُوْرِ الشُّهَدَآءِ وَیَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ

لہ تیسواں چالیسواں کرنا جائز ہے چنانچہ کتاب برزخ وکتاب عین العلم شرح زین العلم صفحہ ۱۲۶ میں نیز بایں طور لکھا ہے وَیَتَصَدَّقُ الْوَلِیُّ قَبْلَ مَضِیِّ لَیْلَةٍ بِشَیْءٍ اِنْ تَیَسَّرَ وَاِلَّا یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ بِالْفَاتِحَةِ وَاٰیَةِ الْکُرْسِیِّ وَالتَّکَاثُرِ عُشْرًا فِیْ کُلِّ وَیَهَبُهُ الثَّوَابَ وَیَقِفُ مستند بر الْقِبْلَةِ وَیُوَاظِبُ عَلَی الصَّدَقَةِ سَبْعَةَ اَیَّامٍ ۱۲ اور تفسیر عزیزی جلد آخر صفحہ ۱۱۱ سورۃ انشقت تحت آیت والقمر فیصلہ تحریر ہے فقط باقی ذکر مقدمہ سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں ۔: خادم شریعت۔

اور کلمہ طیبہ کی گنتی دانوں اور تسبیحوں پر کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ چنانچہ حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں تسبیح ہزار دانہ کی ایک صندوق میں پڑی ہوئی ہے۔ اور وفات میت پر تیسرے روز یا اول روز یا جس وقت چاہتے ہیں جمع ہو کر ان پڑھکر اسکا ثواب میت کو بخشدیتے ہیں۔ اور در المنظوم فی ترجمہ ملفوظات المخدوم صفحہ ۲۰ و صفحہ ۷۸۴۔ اور حضرت مجدد الف ثانی جلد ثانی میں یوں تحریر کرتے ہیں۔ بیاران و دوستان فرمائیند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ بروحانیت یکے بخشند و ہزار بار دیگر بروحانیت دیگرے از دوستاں دعا فاتحہ مسئول ہست اور اسکی تائید پر یہ حدیث وارد ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِائَةَ اَلْفَ مَرَّةٍ وَجَعَلَ ثَوَابَهٗ لِلْمَيِّتِ غَفَرَ اللّٰهُ لِذٰلِكَ الْمَيِّتِ وَاِنْ كَانَ مُوْجِبًا لِلْعُقُوْبَةِ كَمَا فِيْ زَادِ الْاٰخِرَةِ یعنی جو شخص ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیب کو پڑھکر کسی میت کو اسکا ثواب بخشیگا اور اسکی برکت سے میت کو خداوند کریم بخشدے گا۔ اگرچہ میت مستحق عذاب ہو۔ اور کلمہ شریف کا ذکر تمام ذکروں سے افضل ہے۔ اور جمع ہو کر ذکر کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جو شخص ہمکو مجلس میں یاد کرتا ہے میں اسکو اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ ایک روایت صحیح میں یوں بھی مذکور ہے کہ جس مجلس میں ذکر خداوند کریم ہو رہا ہو وہاں چپ ہو کر مت بیٹھو بلکہ تم بھی ذکر کرو۔ اور اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید اور کلمات طیبات کی اجرت لینی تو حرام ہے یہ علماء و درویش کیوں لیتے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہم کتاب اللہ پر مزدوری لیویں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاں بیشک مزدوری لو۔ کیونکہ قرآن مستحق تر ہے کہ تم اس پر اجر لو اور یہ حدیث بخاری شریف و مشارق الانوار میں بایں الفاظ مذکور ہے فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ فقط اور قبروں پر بیفائدہ چراغ جلانا گناہ ہے۔ ہاں اگر رات کو وہاں جاکر بیٹھتے ہوں یا ذکر اذکار کرتے ہوں یا کوئی خوف ہو تو پھر ان صورتوں میں چراغ اور آگ جلانا جائز ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان تحت آیۃ کریمہ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ کے لکھا ہے وَكَذَا اِيْقَادُ الْقَنَادِيْلِ وَالشَّمْعِ عِنْدَ قُبُوْرِ الْاَوْلِيَاءِ فَالْمَقْصَدُ فِيْهَا مَقْصَدٌ حَسَنٌ وَنَذْرُ الزَّيْتِ وَالشَّمْعِ لِلْاَوْلِيَاءِ يُوْقَدُ عِنْدَ قُبُوْرِهِمْ تَعْظِيْمًا وَحُجَّةٌ فِيْهِمْ جَائِزٌ لَا يَنْبَغِيْ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ اور اسی طرح علامہ محمد حسن سندھی میرپوری اپنی تصنیف مفاتح میں لکھتے ہیں وَاِسْرَاجُ السِّرَاجِ عَلٰى قُبُوْرِ الْاَوْلِيَاءِ لِاسْتِرَاحِ النَّاسِ مُبَاحٌ۔ اور جہاں کہیں قبروں پر چراغ جلانیکی ممانعت کتب فقہ و احادیث میں وارد ہوئی ہے وہاں بیفائدہ قبروں پر چراغ جلانا مراد ہے۔ ہکذا فی مجمع البحار و فتاوی سندیہ فقط۔

سوال: قبروں پر قبہ بنانا اور پھول چڑھانا اور بوسہ لینا اور غلاف قبر پر ڈالنا جائز ہے یا بدعت؟

جواب: نزدیک بعض علماء کے یہ سب افعال مکروہ ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سب افعال مستحسن ہیں۔ چنانچہ شیخ

عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ انداختنِ غلاف بر قبر شریف وافروختن چراغ وغیرہ تکلیفات کہ بر مزار ہائے اولیاء اللہ جملہ از مستحسنات انداالخ اور بدعت کہنا ان امور کو جائز نہیں۔ کیونکہ ان امور کا ثبوت احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سنن ابوداؤد میں قاسم بن محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ یَا اُمَّهْ اکشفی لِیْ عَنْ قبر رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْهِ فکشفت لی ثلثة قبور الحدیث یعنی قاسم بن اکابر تابعین اور فقہائے سبعہ مدینہ طیبہ علی صاحبہ التحیۃ والسلام صحابہ سے ہیں چنانچہ طبقات میں ہے کہ میں حضرت اُمّ المحدّثین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمت میں عرض کی کہ کھولو ہمارے سردار سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار اقدس کو اور آپکے دونوں یاروں کی قبر منور کو پس حضرت ام المومنین نے تینوں قبروں کو کھولا پس ان پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ انکو اٹھا دیا۔ اور طوالع الانوار کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ وذکر بغیر المصحف کقبور الانبیاء وَمَنْ یتبرک بهم فللعلماء فیه کلام کرهه بعضهم واستحسنه بعضهم حتی ان الشافعی اباحه مطلقاً اور فتاوی سندی صفحہ ۱۳۷ میں لکھا ہے کہ علمائے اربعہ کا فتویٰ اسکی عدم کراہت پر ہے۔ اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں ذیل اس حدیث کے یوں لکھا ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمَدِیْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِمْ بِوَجْهِهٖ وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ لَا بَاْسَ بِتَقْبِیْلِ قَبْرِ الْوَالِدَیْنِ اور امام بخاری جامع الصحیح اور امام نووی کے مناسک میں یوں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور جس منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اسجگہ پر ہاتھ مل کر منہ پر ملتے تھے۔ اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ قرآن شریف کو چوم کر چہرہ پر ملتے تھے۔ وان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وضع یده علی مقعد النبی صلی اللہ علیه وسلم من المنبر ثم وضعها علی وجهه نقل از فتاویٰ سندی اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ نعلین مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چومنا بھی جائز ہے۔ اور بزرگان دین کی قبروں پر گنبد بنانا برائے جلالیت انکی کے اور قاریوں کے قرآن مجید پڑھنے اور بیٹھنے کی خاطر اور عوام الناس کی زیارت کے لئے بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ کتاب کشف النور صاحب تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۸۸۹ نے لکھا ہے ان البدعة الحسنة الموافقة المقصود الشرع لیس منه فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلك التعظیم فی عین العامة حتی لا یحتقر واصاحب هذا القبر

مطبوعہ مصر

عہ نہایہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو اپنے والدین کی قبر کو بوسہ دینے کی اجازت دی چونکہ اسنے نذر مانی ہوئی تھی فقط اصل الفاظ حدیث شریف سلطان الفقہ کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت۔

اور صاحب ذوالفقار حیدری سندی اور علامہ ملا علی قاری حنفی شرح مشکوٰۃ اور مشکوٰۃ المصابیح تعلیقات بخاری سے یوں تحریر کیا ہے الحسن بن الحسن بن علی ضربت امراۃ القبۃ علی قبرہ سنۃ الخ یعنی وصال کیا حضرت امام حسن المثنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تو انکی بیوی نے آپکی قبر پر ایک سال تک خیمہ کھڑا کیا تھا۔ اور علامہ قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں بایں الفاظ بیان کیا ہے الظَّاهِرُ اَنَّهٗ لِاجْتِمَاعِ اَحْبَابِ اللّٰهِ وَالْقِرَاءَةِ وَحُضُوْرِ اَصْحَابِ الدُّعَاءِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ اور جو آپ نے قبروں پر مکان وغیرہ بنانیکی ممانعت فرمائی ہے وہاں بھی کراہت پر محمول ہے نہ اسکی حرمت پر۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ لوگ بوجہ تفاخر مال و دولت کو قبروں کی عمارت پر برباد کر دیتے تھے۔ چنانچہ آجکل یہودی و نصاریٰ کی قبروں پر عمارتیں بنی ہوئی جیساکہ ابن الہمام نے اس مسئلہ کی تشریح تخصیص قبور کی شروع میں کر دی ہے۔ هٰذَا الْحَدِيْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَهٗ مِنْ تَعْلِيَةِ الْقُبُوْرِ بِالْبِنَاءِ الْحَسَنِ الْعَالِيْ كَمَا فِيْ حَاشِيَةِ التِّرْمِذِيْ وَحَاشِيَةِ نَسَائِيْ اور مجمع البحار میں ہے پس بزرگان دین کی عظمت و رفعت شان اور برائے رعب اسلام کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنے والوں کی خاطر اور زائرین کے آرام کے لئے قبور اولیاء کرام پر گنبد بنانا کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ علمائے سلف و خلف کا اسی بات پر عمل لگاتار چلا آیا ہے اور بیشک بفائدہ قبور پر قبہ بنانا جائز نہیں۔ اور مجمع البحار جلد ثانی میں لکھا ہے وَقَدْ اَبَاحَ السَّلَفُ اَنْ يُّبْنٰى عَلٰى قُبُوْرِ الْمَشَائِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْمَشَاهِيْرِ لِيَزُوْرَهُمُ النَّاسُ وَلِيَسْتَرِيْحُوْنَ بِالْجُلُوْسِ فِيْهِ الخ اور صاحب درمختار نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے وَلَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ وَقِيْلَ لَا بَأْسَ بِهٖ وَهُوَ الْمُخْتَارُ اور ملا علی قاری نے بھی اسی طرح تحت حدیث ممانعت[1] کے لکھا ہے۔ اور قبر پر بطور نشانہ جھنڈا کھڑا کرنا کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عثمان بن مظعون کی قبر پر خود ایک پتھر نشانہ کے طور پر کھڑا کر دیا۔ وہ حدیث یہ ہے۔ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ اُخْرِجَ بِجَنَازَةٍ فَدُفِنَ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا اَنْ يَّاْتِيَهٗ بِحَجَرٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهَا فَقَامَ اِلَيْهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَاْسِهٖ وَقَالَ اَعْلَمُ بِهَا قَبْرَ اَخِيْ اور اس کے تحت میں ملا علی قاری نے یوں لکھا ہے يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّجْعَلَ عَلٰى قَبْرِهٖ عَلَامَةٌ يُّعْرَفُ بِهَا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْرَ اَخِيْ۔ اور ترمذی[2] و نسائی میں مذکور ہے کہ آپ نے نشان کے طور پر جھنڈا سفید رنگ کا رکھا تھا۔ اور کبھی سیاہ رنگ کا بھی رکھتے تھے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَايَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مسئلہ بنشان کے طور پر قبور پر جھنڈا کھڑا کرنا

---

[1] حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں بھی قبہ بنانا اولیاء اللہ کی قبر پر جائز ہے۔ چنانچہ میزان جلد اول صفحہ ۱۹ اور رحمۃ الامۃ کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے ومن ذٰلك قول الائمة الثلاثة ان القبر لا يبنى اولا يخصص مع قول ابى حنيفة بجواز ذٰلك الخ ولا يبنى القبور ولا يخصص عِنْدَ الثَّلَاثَةِ وجواز ذٰلك اَبُوْحنيفة۔ نقل از رحمۃ الامۃ باقی ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت۔

[2] غرضیکہ نشان کے طور پر قبر پر پتھر یا جھنڈا یا کوئی اور شے لگا دینا بغرض پہچان کے منع نہیں۔ بغرض رسم و رواج بیفائدہ منع ہے۔ خادم شریعت۔

کانت سوداء ولواء ابیض۔ اور قبروں پر پھول چڑھانا مستحب ہے چنانچہ علامہ طحطاوی نے۔ حاشیہ مراقی الفلاح میں تحریر کیا ہے۔ وَ قَدْ وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَقَّ جَرِيْدًا نِصْفَيْنِ وَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ نِصْفًا وَكَانَا قَبْرَيْنِ يُعَذِّبُهُمَا وَقَالَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبَسَا لِاَنَّهُمَا يُسَبِّحَانِ مَادَامَا رَطْبَيْنِ الخ اور فتاویٰ عالمگیری میں یوں مذکور ہے وَضْعُ الْوَرْدِ وَالرَّيَاحِيْنِ عَلَى الْقُبُوْرِ حَسَنٌ هٰكَذَا فِيْ كِتَابِ مَطَالِبِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَفَتَاوٰى غَرَائِبُ۔ اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ قبر پر پھول پڑھانے سے انکو کیا فائدہ ہوتا ہے جبکہ وہ مر چکے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ ولی اللہ زندہ ہیں اور اسبات پر قرآن شریف خود شاہد ہے۔ کیونکہ ان کا مرنا جینا برابر ہے۔ کما قال اللہ تعالےٰ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ۔ اَيْضًا : وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور کتب تواریخ وکتب احادیث میں لکھا ہے کہ مابین زمین وآسمان کے سیر کرتے ہیں۔ اور اپنے یاروں کی مدد کرتے ہیں اور یاروں کے دشمن ہوں تو ان کو تنبیہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری اور رسالہ تذکرۃ الموتی میں بایں طور لکھتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِيْ لِاَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْاَجْسَادِ فَيَذْهَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ بِجَنْبَةٍ وَيَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَآئَهُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ اَعْدَآئَهُمْ اِنْشَآءَ اللّٰهِ اور اسی طرح مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے رُوْحُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنَّهَا تَسِيْرُ فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَ تَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ تَشَآءُ وَتَاْوِيْ اِلٰى قَنَادِيْلَ تَحْتَ الْعَرْشِ وَلَهَا تَعَلُّقٌ بِجَسَدِهٖ اَيْضًا تَعَلُّقًا كُلِّيًّا بِحَيْثُ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ فِيْ قَبْرِهٖ وَيُصَلِّيْ وَيُتِمُّهُمْ وَبِنَامُ كَنَوْمِ الْعُرُوْسِ مسلم نے بروایت انس اخراج کیا کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رات معراج کو میں نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز گذار رہے تھے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔ مَرَرْتُ بِقَبْرِ مُوْسٰى فَاِذَا هُوَ فِيْهِ قَائِمٌ يُصَلِّيْ۔ اور ابوداؤد و بیہقی میں یوں مذکور ہے کہ فرمایا آپ نے کہ بروز جمعہ تم کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی مٹی میں کچھ نہیں رہ جاتا۔ آپنے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ عَلَى الْاَرْضِ اللہ تعالےٰ نے نبیوں کے جسم مٹی پر حرام کئے ہیں۔ انکو نہیں کھاتی اور اخرجہ البیہقی حضرت انس سے یوں حدیث مذکور ہے قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَا يُتْرَكُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ اَرْبَعِيْنَ وَلٰكِنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ حَتّٰى يُنْفَخَ فِي الصُّوْرِ یعنی پیغمبر زندہ ہیں چالیس یوم کے بعد اپنی قبروں میں مکلف کئے جاتے ہیں اور قیامت تک اللہ تعالےٰ کے سامنے نمازیں پڑھتے رہیں گے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مَنْ صَلّٰى عَلٰى قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى غَائِبًا بُلِّغْتُهٗ یعنی جو شخص درود پڑھے نزدیک قبر میری کے میں خود سنتا ہوں۔ اور جو شخص دور سے پڑھے تو وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔ اور ایک روایت

نوٹ: پھول چڑھانا

مومنین زندہ ہیں۔

باینطور مذکور ہے کہ کہا صحابہؓ نے کہ یا حضرت جو شخص آپ کو مخاطب ہو کر دور سے آپ پر درود پڑھے یا آپکے بعد تو پھر کیا آپ سنتے ہیں۔ آپنے فرمایا ہاں عشق والوں کا میں خود درود سنوں گا۔ اور دوسروں کا فرشتہ موکل الصلوٰۃ پہنچا دیگا۔ وہ حدیث دلائل الخیرات میں باینطور مذکور ہے قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ صَلٰوۃَ الْمُصَلِّیْنَ عَلَیْکَ مِمَّنْ غَابَ عَنْکَ وَمَنْ یَاْتِیْ بَعْدَکَ مَا حَالُھُمَا عِنْدَکَ قَالَ اَسْمَعُ صَلَاۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُھُمْ وَتُعْرَضُ عَلَیَّ صَلٰوۃُ غَیْرِھِمْ عَرْضًا اور کتاب شرح برزخ میں باینظور مضمون حدیث شریف میں وارد ہے کہ بزرگان خدا ہفتہ وار اپنے رفیقوں کے اعمالنامے کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اگر انکے اعمالنامے اچھے دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں۔ اور انکے لئے دعا مانگتے ہیں۔ اور اسی طرح ہمارے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام ہمارے اعمالنامے کا مطالعہ کرتے ہیں اور مفصل ذکر اسکا آگے آتا ہے[1]۔

سوال: نذر نیاز بزرگان دین کا دینا اور بوقتِ مصیبت انکو وسیلہ پکڑنا اور لفظ یا رسول اللہ و یا علی و یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ پکارنا اور انکو حاضر سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: بیشک نذر کا پورا کرنا ایمانداروں کا کام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے لقولہ تعالیٰ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا الخ یعنی پورا کرتے ہیں نذر کو اور منت کو۔ اور ڈرتے ہیں اسدن سے کہ اسکی برائی پھیل جانیوالی ہے سب پر۔ نقل از تفسیر مجددی۔ اور یہ آیت کریمہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بارے میں ہے۔ کہ جب انکے فرزند حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیمار ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے نذر مانی۔ اور اسکو پورا کیا۔ اور اسی طرح حدیث صحیح میں ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی تھی کہ میں حضور کے سر پر دف بجاؤں گی۔ اسکو اجازت دی۔ اور اسنے دف بجائی۔ اور یہ حدیث مشکوٰۃ باب النذر فصل ثانی میں بایں الفاظ مذکور ہے۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰی رَاْسِکَ بِالدُّفِّ قَالَ اَوْفِیْ بِنَذْرِکِ رواہ ابوداؤد و زادرزین۔ قَالَتْ وَنَذَرْتُ اَذْبَحُ بِمَکَانِ کَذَا وَکَذَا وَکَذَا اور ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ ایک شخص نے یوں کہا حضرت میں نے نذر مانی تھی کہ جب حضور مکہ فتح کریں گے۔ تو میں دو رکعت نماز بیت المقدس میں ادا کروں گا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو تو ادا کر۔ اور کتاب طوالع انوار شرح درمختار سے صاحب فتاویٰ سندیہ نے یوں لکھا ہے کہ نذر ماننے والا اس طور پر نذر مانے۔ کہ اللہ میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے۔ اگر میرا فلاں عزیز غائب شدہ آجائے۔ یا میری

---

[1] امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے مسئلہ امداد پر خوب بحث کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ اولیاء اللہ اپنے مریدوں کی خوب خبر رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ اور باقی مفصل ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت۔

بحث نذر و نیاز و حاضر و ناظر و یا رسول اللہ کنکر

دلی حاجت پوری ہو جاوے۔ یا میرا بھائی صحت پاوے۔ تو میں فلاں بزرگ کے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا۔ یا ان کی مسجد میں چٹائی ڈالوں گا۔ یا تیل۔ یا ان کے دربار کے فقیروں کو اسقدر روپیہ دونگا کہ ان کو ان سے نفع ہو۔ تو ایسی نذر کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ جیسے ہمارے زمانہ میں لوگ نذر مانتے ہیں۔ یہ حلال طیب ہے۔ ان کا کھانا جائز ہے۔ اور وہ یہ ہے اِنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ كَمَا هُوَ رَسْمٌ فِيْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ۔ اور رسالہ محمد حسین فی النذر میں بایں الفاظ لکھا ہے۔ کہ اگر بنام خدا بسم اللہ اللہ اکبر ذبح کردہ باشند۔ اگرچہ در دل نیت فاسد دارند۔ ظاہر خوردنش حلال باشد۔ اور بوقت مصیبت انبیاء علیہم السلام و صلحاء سے مدد مانگنے میں کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ خود حضرت ابوالبشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوسیلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک سے بخشش طلب کی۔ لَمَّا اقْتَرَفَ الْخَطِيْئَةَ قَالَ يَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ غَفَرْتُ لَكَ اِنْ سَئَلْتَنِيْ بِحَقِّهٖ رواہ مسلم۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص نابینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں آیا اور اسنے عرض کیا کہ یا حضرت میں نابینا ہوں۔ کوئی مجھے دعاء فرمائیے کہ میری آنکھوں میں روشنی ہو جائے۔ تو آپ نے بایں الفاظ تعلیم فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ اَنْ تُقْضٰى لِيْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ الخ یعنی اے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ بوسیلہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کیطرف اس حالت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری ہو۔ الٰہی انکی شفاعت میرے حق میں قبول ہو۔ پس اس حدیث سے تینوں طرح کی استعانت بزبان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت ہوئی۔ یعنی اس طرح کہنا کہ یا خداوند بواسطہ فلاں نبی یا ولی کے میرا کام کر یا اسطرح کہنا کہ یا نبی میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا اسطرح کہنا کہ یا نبی یا ولی میری طرف دیکھو اور مدد کرو۔ اور اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے۔ کیونکہ اکثر صحابہ روم و شام کے جنگوں میں بعض وقت تنگ آکر یا محمد یا محمد کر کے پکارتے تھے۔ اور اسی وقت فتح و نصرت اس اسم مبارک کی برکت سے پاتے تھے۔ اور ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں بیس ہو گیا تھا۔ تو کہا گیا کہ تم بہترین پیارے کو اسوقت یاد کیوں نہیں کرتے ہو۔ پس اسی وقت عبداللہ بن عمر نے یا محمد کہہ کر پکارا تو اچھا ہو گیا۔ وہ حدیث یہ ہے۔ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خُدِرَتْ رِجْلُهٗ فَقِيْلَ اذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَصَاحَ يَا مُحَمَّدَاهُ فَانْتَشَرَتْ نقل از کتاب المفرد صفحہ ۱۹۳۔ تصنیف از بخاری۔ اور امام طبرانی نے اپنے معجم میں بروایت عثمان بن حنیف اسطرح بیان کیا ہے کہ خلافت حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیخدمت میں ایک شخص آیا کرتا تھا۔ لیکن آپ اسکی طرف توجہ نہ فرمایا کرتے تھے۔ آخر الامر اس نے عثمان بن حنیف کے آگے یہ معاملہ بیان کیا۔ اور حضرت عثمان بن حنیف نے اسکو یہ وظیفہ فرمایا کہ وضو کر

بیان مسئلہ نذر اور اسکا طریق۔ مسئلہ ثبوت یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور وسیلہ کرنے کا۔

دو رکعت نماز نفل پڑھ کے اسکے بعد یہ دعا پڑھا کر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَیَقْضِیْ حَاجَتِیْ جب اسنے یہ دعاء پڑھی تو حضرت امیر المومنین نے ایک آدمی بھیجکر اسکو طلب کیا اور اسکو اپنے پاس بٹھایا۔ اور نہایت مہربانی سے پیش آئے۔ اور فرمایا۔ کہ جب تم کو کوئی حاجت ہوا کرے۔ تو میرے پاس آجایا کرو۔ اور وہ شخص اسجگہ سے آکر حضرت عثمان بن حنیف کو جاکر ملا اور کہا کہ حضرت میں آپ کا نہایت مشکور ہوں۔ کہ میری حاجت پوری ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وظیفہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اندھے کو فرمایا تھا نقل از مسلم و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابو القاسم طبرانی و امام نسائی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اعلحضرت مولانا العلامہ مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی اپنے رسالہ انوار الانبیاء صفحہ ۲۶ بحوالہ فتاوی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار سے بایں الفاظ تحریر کرتے ہیں سَئَلْتُ عَمَّنْ یَقُوْلُ فِیْ حَالِ الشَّدَائِدِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْ یَا عَلِیُّ اَوْ یَا شَیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ ھَلْ ھُوَ جَائِزٌ شَرْعًا اَمْ لَا اَجِبْتُ لَھُمُ الْاِسْتِغَاثَۃُ بِاَوْلِیَاءِ وَنِدَائُھُمْ وَتَوَسُّلُھُمْ اَمْرٌ مَشْرُوْعٌ وَشَیْءٌ مَرْغُوْبٌ لَا یُنْکِرُہٗ اِلَّا مُکَابِرٌ اَوْ مُعَانِدٌ وَقَدْ حَرُمَ بَرَکَۃَ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ اور اسی رسالہ میں نقل از بہجۃ الاسرار حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے تحریر کرتے ہیں۔ کہ آپنے فرمایا ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی مہم سخت پیش آجائے۔ تو وہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ پھر گیارہ بار درود شریف پڑھے۔ اور گیارہ قدم عراق شریف کیطرف چلے۔ اور اسوقت یاد کرے نام میرا۔ اور حاجت اپنی کو۔ تو حاجت اسکی روا ہوگی۔ وھٰذا۔ مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْہُ وَمَنْ نَادَیْ بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فَرَّجْتُ عَنْہُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ حَاجَتِہٖ قَضَیْتُ لَہٗ وَمَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ یَقْرَءُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ بَعْدَ الْفَاتِحَۃِ سُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ اِحْدٰی عَشَرَ مَرَّۃً ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ السَّلَامِ وَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ ثُمَّ یَخْطُوْا اِلٰی جِھَۃِ الْعِرَاقِ اِحْدٰی عَشَرَ خَطْوَۃً وَیَذْکُرُ فِیْھَا اِسْمِیْ وَیَذْکُرُ حَاجَتَہٗ فَاِنَّھَا تُقْضٰی الخ اور بائی صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے باینطور فریاد تحریر ہے۔

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتُ رَجَاءَنَا وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَکُ جَافِیًا

اور حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس طور سے توسل کیا :۔

یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ ، مَحْبُوْسَ اَیْدِی الظّٰلِمِیْنَ فِی الْمَرْکَبِ وَالْمُزْدَحَمِ

یعنی رسول خدا دیکھو میری طرف یعنی استعانت کرو کہ زین العابدین کی کہ میں ظالموں کے ہاتھوں میں محبوس ہوں۔ اور بائی زینب بنت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اسی طور پر بوقتِ مصیبت استغاثہ کیا۔

یلجدی من تکلی وطول مصیبتی لمّا اعانیہ اقوم واقعد

یعنی اے میرے دادے ایسی بیماری بیکسی کے وقت کون ہے سوائے تمہارے جو اعانت کرے ہماری۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسطور اپنے قصیدہ میں استغاثہ کیا۔

یَا اَکْرَمَ الثَّقَلَیْنِ یَا کَنْزَ الْوَرٰی خُذْلِیْ بِجُوْدِکَ وَارْضِنِیْ بِرِضَاکَ

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْکَ وَلَمْ یَکُنْ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْاَنَامِ سِوَاکَ

(ترجمہ) یعنی یا اکرم موجودات یا خزانۂ نعمت ہائے الٰہی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپکو بخشا ہے مجھے بھی بخشیئے۔ اور جیسا اللہ تعالیٰ نے آپکو راضی کیا مجھے بھی راضی کیجئے۔ میں دل سے آپکی شفاعت وفیض خاصہ کا امیدوار ہوں۔

اور حضرت قطب الاقطاب محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسطور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا

اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُغْرَقٍ خُذْ یَدِیْ سَھِّلْ لَنَا اَشْقَالَنَا

(ترجمہ) یعنی یا رسولِ خدا سنو احوال ہمارے کو۔ اے حبیب خدا دیکھو حال ہمارے کو۔ تحقیق میں ڈوبا ہوا ہوں دریائے غم میں پکڑو ہاتھ میرا۔ اور آسان کرو مشکلات میری کو۔ الخ

اَیْضًا

اِعْتِصَامِیْ سِوٰی جَنَابِکَ لِیْ لَیْسَ یَا سَیِّدِیْ اِلَی الْاَحَدِیْ

(ترجمہ) میرے دادے میرے سردار آپکے سوا میرا کوئی معین ومددگار اللہ کے نزدیک دونوں جہان میں نہیں ہے۔

اور حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں طور توسّل کیا۔ ؎

اے پیر دستگیر دست مرا بگیر دستم چناں بگیر کہ گویند دستگیر

اور حضرت بندہ نواز گیسو دراز نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اسطرح استغاثہ کیا۔ ؎

غریبم نامرادم یا محی الدین جیلانی زپا افتادہ ام دستم بگیر اے غوث صمدانی

اور حضرت مولانا مولوی نورالدین جامی قدس سرّہٗ نے بایں طور استغاثہ کیا: ؎

غوثِ اعظم مددے یا شہ جیلاں مددے شاہ شاہاں مددے مرشدِ پاکاں مددے

اور کتاب شرح برزخ میں اسطرح حدیث وارد ہے۔ رُوِیَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَھْلِ الْقُبُوْرِ۔ اور اس حدیث کو ملّا علی قاری صاحب نے شرح عین العلم میں بھی تحریر کیا ہے۔ اور علامہ امام مناوی کتاب التیسیر بشرح جامع الصغیر بروایت ابی سعید خدری نے بحث حرف ہمزہ فصل الظاء میں بایں طور حدیث

بیان کی ہے آپنے فرمایا کہ طلب کرو تم اپنی حاجتیں میری امت کے اصحاب رحمت سے یعنی اولیاء بزرگان دین سے کیونکہ ان کے دل نرم ہیں خوفِ الٰہی سے۔ اور اگر تم اُنسے استمداد و اعانت چاہو گے رزق دیئے جاؤ گے۔ یعنی تمہارے دلی مطالب حاصل ہونگے۔ اُطْلُبُوْا حَوَائِجَ اَیْ حَوَائِجَکُمْ اِلٰی ذَوِیْ الرَّحْمَۃِ مِنْ اُمَّتِیْ اَیْ اِلَی الرَّفِیْقَۃِ قُلُوْبُھُمْ السَّھْلَۃُ عَرِیْکَتُھُمْ فَاِنَّکُمْ اِنْ فَعَلْتُمْ ذٰلِکَ یُرْزَقُوْا اَوْ تَنْجَحُوْا اَیْ تُصِیْبُوْا حَوَائِجَکُمْ وَتَظْفَرُوْا بِمَطَالِبِکُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فِی الْحَدِیْثِ الْقُدْسِیْ اور یہ حدیث شرح برزخ صفحہ ۴۲ میں مذکور ہے۔ اور کہا صاحب برزخ نے کہ یہ حدیث امام بیہقی کتاب سُنن کُبریٰ اور طبرانی اور معجم اوسط میں ابی سعید خدری سے نیز مروی ہے اور کتاب قلائد الجواہر و خیرات الحسان ابن حجر مکی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ اور ملا جامی علیہ الرحمۃ نفحات الانس میں اور نیز دیگر کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء و شہداء زندہ ہیں۔ اور ان سے استمداد و استعانت و استغاثہ کرنا جائز ہے۔ اور تفسیر حسینی و روح فی مجددی و روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ اولیاء و انبیاء و صلحاء قبروں میں حیات ہیں۔ اور ان کے اجسام کو خاک نہیں کھاتی۔ نماز ادا کرتے روزہ رکھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور دنیا کے تمام امور انہی پر مفوض ہیں۔ اور مُتوسلین کی حاجات ادا کرتے ہیں۔ اور زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ مدینہ جذب القلوب بروایت سعید بن مسیب تابعی۔ سے ہے کہ جب یزید کے سپہ سالار نے مدینہ طیبہ کو ویران کیا تو اسوقت تین یوم آذان مسجد نبوی میں نہیں ہوئی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک سے پانچوں وقتوں کی آذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی۔ اور حضور کے پیچھے تین روز تک تکبیر تحریمہ سے نماز پڑھتا رہا۔ اور تاریخ ابن عساکر میں منہال ابن عمر سے روایت ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دمشق میں لایا گیا تو ایک شخص نے تلاوتِ قرآن مجید میں یہ آیت باآواز بلند پڑھی اِنَّ اَصْحَابَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔ تو سر مبارک سے فصیح آواز آئی۔ اَعْجَبَ مِنْ اَصْحَابِ الْکَھْفِ قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ یعنی میرا شہید ہونا اور اور اٹھایا جانا اصحاب کہف سے زیادہ عجیب ہے۔ اور آیۃ کریمہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا سے ہر دو قسم کے شہید مراد ہیں۔ اگرچہ بظاہر شہداء احد کے لئے نازل ہوئی ہے کہ مجاہد حقیقی انبیاء و اصحاب تابعین و تبع تابعین و اولیاء بزرگانِ دین ہیں۔ اور ان کا مجاہدہ ہر ساعت اپنے نفس کے ساتھ رہتا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح جلد اوّل کتاب الایمان فصل ثانی بروایت فضلہ کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فَالْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ۔ اور ایک روایت میں اسطور پر ہے کہ جب تم جہاد ظاہری سے فراغت پا چکو۔ تو پھر اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرو۔ کیونکہ یہ جہاد اکبر ہے۔ اور کہا علامہ سیوطی نے کتاب شرح الصدور میں کہ ولی اللہ زندہ رہتے ہیں۔ مرتے نہیں۔ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل فرماتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے اَلْمُرَادُ مِنْ اَھْلِ الْخُلُوْدِ اَھْلُ الْاِیْمَانِ وَالْوِلَایَۃِ

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

كَمَا قِيْلَ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُ اور شرح برزخ صفحہ ۹۶ بروایت صفوان بن مسلم سے مروی ہے کہ فرمایا آپنے کہ اے اہل ایمان تم فنا کے لئے نہیں پیدا کئے گئے۔ بلکہ تم خلود ابدی کے واسطے پیدا کئے گئے ہو۔ اور نقل کئے جاتے ہو ایک گھر سے دوسرے گھر کیطرف وہو ہذا۔ قَالَ يَا اَهْلَ الْاِيْمَانِ اِنَّكُمْ لَمْ تُخْلَقُوْا لِلْفَنَاءِ وَاِنَّمَا خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ وَالْبَقَاءِ وَلٰكِنَّكُمْ تُنْقَلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ اور اسکے تحت میں لکھا ہے۔ اِنَّ الْمُؤْمِنَ بِالْمَوْتِ لَا يَفْنٰى حَقِيْقَةً بَلْ هُوَ حَيٌّ بِالْحَيٰوةِ الْاَبَدِيَّةِ وَلَهٗ مَقَامٌ عِنْدَ اللّٰهِ اَحْسَنُ مَا كَانَ لَهٗ فِى الدُّنْيَا فَلَا يُبْعَدُ مِنْهُ الشَّفَاعَةُ كَمَا كَانَتْ لَهٗ یعنی مومن کامل نہیں مرتا۔ بلکہ وہ حیات ابدی سے زندہ ہے۔ اور اسکو اللہ تعالٰے کے قرب سے رتبہ ملا ہے۔ وہ اپنے غیروں کی شفاعت و امداد کرے گا۔ اور ابی دینار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ابن عمر میرے ساتھ ایک پرانے گورستان میں گئے اور ایک صاحب کا سر مبارک قبر سے نکلا ہوا دیکھا۔ اور فرمایا کہ اسکو دفن کر دو۔ اور فرمایا کہ ان کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی۔ اَلْاَبْدَانُ لَيْسَ يَضُرُّهَا هٰذَا التُّرَابُ شَيْئًا۔ اور درالتنبیہ میں..... نقل ترمذی بروایت ابی سعید خدری تحریر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کو اس طور طوسّل کا طریقہ تعلیم فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لئے مسجد میں جاتے تھے۔ تو اس طور پر دعا مانگتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّتَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ وَبِحَقِّ مَخْرَجِىْ اور یہ حدیث ابن سنی نے باسناد صحیح حضرت بلال سے بیان کی ہے۔ اور امام مالک سے اسطرح مذکور ہے کہ ایک روز منصور نے حج کیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارک کی زیارت سے مشرف ہو کر امام مالک سے پوچھا۔ کہ میں اب کسطرف متوجہ ہو کر دعا مانگوں۔ یعنی قبلہ کیطرف یا حضور کے روضۂ مبارک کیطرف۔ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک کیطرف۔ کیونکہ وہ آپکے اور آپکے دادا حضرت آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں وارد ہے۔ قولہ تعالٰی: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ

حاشیہ صفحہ نمبر ۳۲: ۱؎: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِى الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ : نقل از زاد اللبیب وخزانۃ الجلالی وہدیۃ الحرمین ص۵۰ وعین العلم شرح مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ لاہور ص۱۱۴ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب حیران ہو تم کاموں میں پس مدد چاہو تم اہل قبور سے وقال حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کل من یستمد فی حیوتہ یستمد بعد وفاتہ اور نیز حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں لکھا ہے وَقَالَ اَحَدٌ مِنَ الْمَشَائِخِ الْعِظَامِ رَاَيْتُ اَرْبَعَةً مِنَ الْمَشَائِخِ يَتَصَرَّفُوْنَ فِىْ قُبُوْرِهِمْ كَتَصَرُّفِهِمْ فِىْ حَيَاتِهِمْ مِنْهُمُ الشَّيْخُ الْمَعْرُوْفُ الْكَرْخِىُّ وَالشَّيْخُ عبد القادر جیلانی الخ خادم شریعت عفا عنہ

ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اور بخاری شریف میں بروایت انس بن مالک سے اسی طرح مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسّل واستدعاء بارش کے لئے باینطور کرتے کہ استسقاء کے لئے جب باہر تشریف لے جاتے تو اسطرح کہتے۔ یا اللہ بوسیلہ اس چچا میرے کے تو بارش کر۔ اور یہ ذکر مجالس الابرار میں ہے۔ اور صاحب مواہب اللدنیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو جب ہمارے سردار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح کیا کرتے تھے تو ہم کیوں نہ کریں۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْتَقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ عَلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْقِنَا! درکتاب الجواہر المنتظم مطبوعہ مصر صفحہ ۶۳ میں بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے کہ ایک شخص اعرابی بعد وفات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آپکے مزار شریف پر یوں کہنے لگا کہ یا حبیب اللہ سنا میں نے ..... کہ آپکی دعاء مستجاب ہوتی ہے۔ اور جو آپکے پاس آئے تو آپ اسکے لئے بخشش کی دعاء مانگتے ہیں اور اللہ تعالٰے نے حضور کو اس بات کا حکم دیا ہے۔ اور میں نہایت درجہ بدکار ہوں۔ لہذا میرے لئے اللہ تعالٰے سے دعاء مانگو۔ تو اسی وقت قبر سے آواز آئی تجھکو اللہ تعالٰی نے بخش دیا ہے۔ وَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَوَجَّهْتُكَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لِيْ اِلٰى رَبِّيْ فَنُوْدِيَ مِنَ الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ اَنَّهٗ قَدْ غُفِرَ لَكَ۔ اور اسی کتاب میں طبرانی سے حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ حضور آپ انتقال کے بعد ہمکو سلام کا جواب دیں گے تو آپنے فرمایا۔ ہاں۔ کیونکہ ہمارے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ نقل از مشکوٰۃ کتاب جمعہ۔ اور امام محدّث حافظ ابوبکر بن ابی دینا ابو قلابہ سے باینطور ذکر کرتے ہیں۔ کہ میں ایک روز بصرہ سے شام کو جا رہا تھا۔ رات کو میں نے وضو کر کے دو رکعت نماز خندق میں ادا کر کے پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا۔ اور صبح کو صاحب قبر نے سامنے ہو کر مجھے کہا کہ افسوس ہے۔ کہ تو نے مجھے رات کو آرام کرنے نہیں دیا۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ نیک آدمی صاحب قبر کو برے ہمسایہ سے تکلیف ہوتی ہے اور تمام انبیاء و اولیاء صالحین زندہ ہیں چنانچہ قرآن مجید میں سورہ نمل میں ہے بقولہٖ تعالٰی: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی جو کرے عمل اچھا مرد ہو یا عورت سے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو ضرور ہم اسکو زندگی دینگے پاک اور البتہ بدلہ دیں گے ہم انکو ثواب۔ انکا ساتھ بہتر اس چیز کے کہ عمل کرتے تھے۔ اور اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ قرآن میں صاف صاف حکم ہے کہ سوا اللہ تعالٰے کے کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ سے ثابت ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ جو چیز مانگو۔ اللہ تعالٰے سے مانگو وہ خود دیگا۔ اگر غیر سے مانگو۔ یا اسکے سوا کسی نبی ولی کو متصرف مانو گے تو مشرک ہو جاؤ گے۔

اقول : یہ محض فرقہ وہابیہ نجدیہ کی سراسر جہالت وناسمجھی کی بات ہے کیونکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ حقیقۃً معاون وناصر وولی خداوند کریم کی ذات پاک ہے۔ ہاں اگر کوئی مسلمان مستقل متصرف امور میں کسی غیر کو سمجھے تو بیشک وہ شبہ شرک سے خالی نہیں۔ ہاں اگر مطلق کسی کو ولی یا معاون یا ناصر سمجھے تو مشرک نہیں ہوگا: لِقَوْلِہٖ تَعَالٰے: اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ مَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ وَلِقَوْلِہٖ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ یعنی انعام کیا اللہ نے اسپر اور انعام کیا تو نے اے نبی کریم۔ ولقولہ تعالٰے: یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِقَوْلِہٖ تَعَالٰی۔ وَیُزَکِّیْھِمْ یعنی آپ پاک کرتے ہیں انہیں گناہوں سے۔ ولقولہ تعالٰے۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ سے مددگار تمہارا اور اسکا رسول اور ایمان والے۔ اور حدیث میں دیکھو۔ مَا اَغْنَاہُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ رواہ البخاری عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ یعنی ابن جمیل کو غنی کر دیا اللہ تعالٰے نے اور اسکے رسول نے۔ وایضاً۔ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرَائِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی بیشک اللہ تعالٰے ہے اپنے نبی کا مددگار اور جبرائیل اور نیک مسلمان۔ اور حدیث صحیح میں ہے۔ کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میں خزانہ دیا گیا ہوں۔ اور تقسیم کرتا ہوں۔ اور پہنچاتا ہوں ہر ایک کو حصہ اسکا جو لکھا گیا ہے اسکے لئے اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اَللّٰہُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ وَکَانَ یُوْصِلُ عَلٰی کُلِّ اَحَدٍ نَصِیْبَہُ الَّذِیْ کُتِبَ لَہٗ وَاَنَّہٗ اُعْطِیْ مَفَاتِیْحَ الْخَزَائِنِ۔ اور شرح دلائل الخیرات میں صاحب معیار نے اسطرح لکھا ہے کہ جو کچھ اسباب دنیا وغیرہ کا ملتا ہے یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک[2] سے ہمکو ملتا ہے۔ اور انہی کے دست مبارک میں تمام خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ اور ترمذی وحاکم انس سے اسطرح ذکر کیا ہے۔ اَلْاَبْدَالُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ بِھِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِھِمْ تُمْطَرُوْنَ وَبِھِمْ تُنْصَرُوْنَ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ۔ یعنی میری امت میں تیس ابدال ہیں۔ اور انہی کی برکت سے مینہ برسائے جاتے ہیں اور انہی

---

[1] : یہ آیت امام بخاری نے اپنی حدیث میں بیان کی ہے ۱۲

[2] : کتاب جواہر المنظم مصری صفحہ ۵۲ ومواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ۴۰۰ میں لکھا ہے کہ تمام خزانے مال ودولت وعلم اللہ تعالٰے نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دیدیئے ہیں جنکو چاہیں آپ دیں اور جن کو چاہیں نہ دیں۔ اور آپکے ہاتھ میں تمام خزائن کی کنجیاں ہیں۔ اِنَّہٗ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ جَعَلَ خَزَائِنَ کَرَامِہٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِہٖ طُلُوْعَ یَدَیْہِ وَتَحْتَ اِرَادَتِہٖ یُعْطِیْ مِنْھَا مَنْ یَّشَآءُ وَیَمْنَعُ مِنْھَا مَنْ یَّشَآءُ الْعَالِمُ بِالصَّوَابِ ھُوَ اللّٰہُ نقل از جواہر المنظم۔ اور کتاب بخاری شریف جلد اول کتاب الجنائز باب صلوٰۃ النبی قبل از باب دفن رجلین ومسلم ونووی میں حدیث شریف کے یہ الفاظ ہیں وانی واللہ لانظر الی حوضی الآن وانی اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ الحدیث باقی ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

خادم شریعت عفی عنہ

کی برکت سے تم مدد دیئے جاتے ہو۔ اور انبیاء و اولیاء و صلحاء کو ہر لحظہ میں حاضر و ناظر نہ تصور کیا جاوے۔ کیونکہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونا خداوند کریم کی ذاتِ پاک کا خاصہ ہے۔ اور انبیاء و اولیاء حاضر بحکم[1] خداوند کریم ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کو بندش نہیں۔ جہاں چاہتے ہیں۔ سیر کرتے ہیں۔ کما مرّ۔ اور کتاب فقہ مثل درمختار و نہر الفائق شرح کنز الدقائق و مراقی الفلاح شرح نور الایضاح و شامی و امام غزالی کتاب احیاء العلوم وغیرہ میں اس طرح لکھا ہے کہ بوقت تشہد اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھنے کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات کو حاضر سمجھا جاوے۔ اور کلمہ کو حکایت کے طور پر ہرگز نہ پڑھا جاوے۔ وَقِيْلَ ذٰلِكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اُحْضُرْ شَخْصَهُ الْكَرِيْمَ فِيْ قَلْبِكَ وَيُصَدِّقُ الْمَلَكُ فِيْ اَنَّهٗ يُبَلِّغُهٗ وَيُرَدُّ عَلَيْكَ مَا هُوَ اَدْنٰى مِنْهُ اَيْضًا وَيُقْصَدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيْهَا مُرَادَةً لَّهٗ عَلٰى وَجْهِ الْاِنْشَاءِ كَاَنَّهٗ يُحَيِّي اللّٰهَ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَعَلٰى نَفْسِهٖ وَاَوْلِيَآءِهٖ لَا الْاِخْبَارِ عَنْ ذٰلِكَ وَفِي الشَّامِيَّةِ لَا يُقْصَدُ الْاِخْبَارُ وَالْحِكَايَةُ عَمَّا وَقَعَ فِي الْمِعْرَاجِ مِنْهُ۔ اور قرآن مجید میں صاف صاف حکم ہے کہ جو زبان سے لفظ صادر ہوں۔ دل میں بھی ویسا ہی اعتقاد ہو۔ تب مومن صادق ہوتا ہے۔ لقولہ تعالےٰ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ اور معیار میں ہے اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَكُوْنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى يَكُوْنَ قَلْبُهٗ مَعَ لِسَانِهٖ وَمَعَ قَلْبِهٖ اَوَّلًا اور ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میں ہر مسلمان کی قبر میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور میت کو فرشتے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے

---

[1] ہم اہلسنت وجماعت کے لئے آپکی ذات کے حاضر و ناظر ہونے کے لئے یہ دلائل کافی ہیں۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَهُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذَا نقل از مواہب اللدنیہ جلد صفحہ ۱۹۲ مطبوعہ مصر۔ اور اسی جلد کے صفحہ ۳۸۷ میں نیز یوں طور لکھا ہے کہ اِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ بِنَاتِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر جلد اول پارہ دوم تحت آیت وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کے لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے افعال و اقوال و سکنات کو ہمیشہ ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ذات کا ہر جگہ تصرف ہے اور علاوہ اسکے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تنویر الملک صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں کہ آپکی ذات جسم اطہر کیساتھ اب تک حیات ہیں اور صاحب تصرف ہیں اور آسمان و زمین کی سیر کرتے ہیں اور اس سے کچھ رائی بھر بھی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بِجَسَدِهٖ وَرُوْحِهٖ وَاَنَّهٗ يَتَصَرَّفُ وَيَسِيْرُ حَيْثُ يَشَاءُ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَفِي الْمَلَكُوْتِ وَبِهَيْئَتِهِ الَّتِيْ كَانَ عَلَيْهَا قَبْلَ وَفَاتِهٖ وَلَمْ يَبْدُلْ مِنْهُ شَيْءٌ الخ باقی ذکر مفصل جلد ا میں ملاحظہ کریں۔
(خادم شریعت عفی عنہ)

اور اسکے حق میں تو کیا کہتا ہے۔ تو جواب دیتا ہے کہ یہ بندہ اللہ تعالےٰ کا بھیجا ہوا ہے۔ اور کلمہ پڑھکر سنا دیتا ہے۔ اور الفاظ حدیث کے یہ ہیں۔ فَیَقُوْلَانِ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ ھُوَ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فقط

سوال: اگر کوئی شخص مرغی یا گاؤ یا کسی اور جانور کی اضافت (نسبت) طرف نبی یا ولی کے کرے۔ چنانچہ بکرا پیر عبد الحکیم کا۔ یا مرغی شاہ مدار صاحب کی۔ پھر اس جانور کو اللہ تعالےٰ کے نام سے ذبح کر کے کھانا۔ یا گیارہویں پیر پیران کے نام کی دینی۔ اور میلاد مبارک کرنا اور اسمیں تعظیماً قیام کرنا اور طعام اور اشیاء کو روبرو رکھ کر اس پر سورت پڑھ کر فاتحہ دینا یہ تمام افعال جائز ہیں یا بدعت؟

جواب: یہ تمام افعال جائز ہیں۔ اور مسئلہ حلت و حرمت ذبیحہ میں حال و قول نیت ذابح کا اعتبار ہے۔ نہ مالک کا مثلاً اگر مجوسی یا مشرک نے نیت بتوں کی کسی مسلمان سے بکری ذبح کرائی۔ اور مسلمان نے تکبیر کہہ کر ذبح کی۔ تو اسکا گوشت کھانا بیشک جائز ہے۔ اگرچہ مسلمان کے حق میں یہ بات نہایت مکروہ ہے۔ چنانچہ کتاب سبیل الاصفیاء فی حکم الذبح لِلْاولیاء و فتاویٰ عالمگیری و تاتارخانیہ و جامع الفتاویٰ میں ہے۔ مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاۃَ الْمَجُوْسِیِّ لِبَیْتِ نَارِھِمْ اَوْ لِلْکَافِرِ لِاَصْنَامِھِمْ تَوَکَّلَ لِاَنَّہٗ سَمَّی اللّٰہَ تَعَالٰی وَیُکْرَہُ لِلْمُسْلِمِ اور رد المختار میں ہے اِعْلَمْ اَنَّ الْمُرَادَ عَلٰی قَصْدِ عِنْدَ اِبْتِدَاءِ الذَّبْحِ۔ اور یہ بات ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصل نیت مکارنہ سے اور اضافت بمعنی گبھی عبادت آتے ہی نہیں۔ جیسے کہ فرقہ ظاہریہ غیر مقلد لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ کہ جس شے میں غیر خدا کا نام آجائے اور اسپر اسکا نام مشہور ہو جائے تو وہ حرام ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ حضرات ان اضافتوں سے حرام کیا بلکہ کراہت بھی نہیں آتی۔ چنانچہ نماز ظہر کی۔ نماز جنازہ کی۔ نماز مسافر کی۔ نماز مقتدی کی۔ نماز بیمار کی۔ پیر کا روزہ۔ زکوٰۃ اونٹ کی۔ کعبہ کا حج۔ داؤد کا روزہ۔ والدین کی نماز۔ مہمان کی روٹی۔ اور ولی کا بکرا کہنے سے غیر مقلدین صاحبان کو کیا زہر چڑھ گیا۔ جواب دو اور صاحب در مختار نے لکھا ہے وَلَوْ ذَبَحَ لِلضَّیْفِ لَا یُحَرَّمُ لِاَنَّہٗ سُنَّۃُ الْخَلِیْلِ وَاِکْرَامُ الضَّیْفِ اِکْرَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی اور حدیث میں ہے مَنْ ذَبَحَ لِضَیْفِہٖ ذَبِیْحَۃً کَانَتْ فِدَاءَہٗ مِنَ النَّارِ رواہ الحاکم۔ یعنی جو مہمان کے لئے ذبح کرے۔ وہ ذبیحہ اسکا فدیہ ہو جائیگا آتش دوزخ سے۔ اور درّ المختار میں بزازیہ سے لکھا ہے۔ کہ جو مطلقاً نیت نسبت وغیرہ کو موجب جانے اور وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں تصور کرے تو اسکی جہالت و نادانی ہے۔ وَمَنْ ظَنَّ اَنَّہٗ لَا یَحِلُّ لِاَنَّہٗ ذُبِحَ لِاِکْرَامِ ابْنِ اٰدَمَ فَیَکُوْنُ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَطْ ھٰذَا لِلَفْظِ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِیْثِ وَالْعَقْلِ سبحان اللہ جب نفع دینے میں مخل نہ ہوئی تو فاتحہ و ایصال ثواب میں کیا زہر مل گیا۔ اور وَمَا

یعنی ما اھل بہ لغیر اللہ

اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے معنے یہ ہیں کہ بوقت ذبح اگر غیر خدا کا نام لیکر ذبح کیا جائے تو بیشک حرام ہے چنانچہ تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ کہ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ وحرام کرد آنچہ آواز بر دارند بآں در وقت ذبح بغیر اللہ برائے غیر تعالے بنام بُتاں یا باسم پیغمبراں بکشند۔ اور صاحب تفسیر بیضاوی وتفسیر کشاف ومدارک وجامع البیان وتفسیر درمنثور وصاحب تفسیر احمدی وغیرہ نے بھی یہی معنی لکھے ہیں۔ اَیْ رُفِعَ بِالصَّوْتِ عِنْدَ الذَّبْحِ لِصَنَمٍ مِنْ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمُنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَآءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِيْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ لِاَنَّهٗ لَمْ يُذْكَرْ عَلَيْهَا وَقْتَ الذَّبْحِ وَاِنْ كَانُوْا يَنْذُرُوْنَهٗ اور صاحب معالم التنزیل نے اسطرح لکھا ہے وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَیْ مَا ذُبِحَ لِلْاَصْنَامِ وَالطَّوَاغِيْتِ اور صاحب روحی نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ جو تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے مشہور کیا گیا ہو۔ پھر اسکو اسم اللہ سے ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہو گی۔ اسکا کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ غیر کی تاثیر اسمیں آجاتی ہے۔ سو یہ عبارت کسی دشمن دین نے ملادی ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو تفسیر فوز الکبیر کا مطالعہ کرے۔ اور میلاد مبارک وفاتحہ خوانی نزدیک علمائے اہلسنت والجماعت کار خیر ہے۔ چنانچہ رسالہ تنویر فی مولد البشیر مولفہ علامہ جلال الدین سیوطی ابن عباس سے اس طور حدیث بیان کرتے ہیں اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَائِعَ وِلَادَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمٍ فَيَسْتَبْشِرُوْنَ وَيَحْمَدُوْنَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ فَاِذَا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَلَّتْ شَفَاعَتِيْ۔ یعنی ایک روز حضرت ابن عباس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا حال واقعہ روبرو ایک کے ظاہر کر رہے تھے۔ اور وہ لوگ حاضرین مجلس نہایت خوش ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف بیان کرتے تھے۔ اسی حال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے۔ اور فرمایا حلال ہوئی شفاعت میری واسطے تمہارے۔ اور اسی کتاب میں ابی درداء سے یوں ذکر ہے کہ بروز سوموار مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامر انصاری کے گھر گئے۔ اور عامر انصاری اپنی اولاد وحاضرین مجلس کو میلاد کے بارے میں ترغیب دے رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی مجلس میں رحمت خدا نازل ہوتی ہے اور فرشتے ایسی مجلس کرنے والوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد مبارک کرنا اور اسمیں خوشبو وچراغ روشن کرنے اور حضور کی تعظیم کی خاطر میلاد کے اہتمام پر کھڑے ہو جانا جائز بلکہ اہمیت ہے۔ کیونکہ اجلاس قرآن مجید واحادیث شریف ومیلاد مبارک میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوتے ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نانویں صدی کے مجدد شرح الصدور میں بایں طور لکھتے ہیں۔ فَقَدْ اَخْبَرَنِي الثِّقَاتُ مِنْ اَهْلِ الصَّلَاحِ اَنَّهٗ شَاهَدَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَرْاًى مِنْهُمْ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْمَوْلُوْدِ الشَّرِيْفِ وَعِنْدَ خَتْمِ رَمَضَانَ لِبَعْضِ الْاَحَادِيْثِ اور شرح برزخ صفحہ ۲۹۹ بحوالہ رسالہ ابلغ الکلام لکھا ہے کہ مجلس میلاد میں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک حاضر ہوتی ہے۔ اسوقت قیام کرنا ضروری اور واجب ہے۔ یَحْضُرُہٗ رُوحَانِیَّتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعِنْدَ ذٰلِکَ یَجِبُ التَّعْظِیْمُ وَالْقِیَامُ اور ابوزید علیہ الرحمۃ کے مولود شریف میں مذکور ہے کہ عِنْدَ ذِکْرِ وِلَادَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقِیَامُ وَاجِبٌ لِمَا اَنَّہٗ تَحْتَضِرُ رُوْحَانِیَّتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور ایسا ہی امام شعرانی کتاب الانوار القدسیہ میں لکھتے ہیں۔ مسئلہ مشکوٰۃ باب المعجزات میں لکھا ہے کہ غزوہ تبوک میں صحابہ کو بھوک شدید ہوئی۔ تو کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ یا حضرت ہم لوگوں کا بچا ہوا توشہ منگوالیں۔ پھر ان پر دعا مانگیں تاکہ اس میں برکت ہو۔ فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اچھا پھر دسترخوان چمڑے کا منگوا کر اسپر بچا ہوا توشہ لوگوں کا جو کہ صرف ایک ٹکڑا روٹی اور مٹھی بھر چینا اور ایک مٹھی کھجوروں کی رکھدی۔ پھر اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی اور اس کھانے میں اسقدر برکت ہوگئی کہ تمام لشکر نے برتن اپنے اپنے پُر کر لئے۔ اور یہ حدیث شریف مسلم نے باب الایمان میں اور طریق پر بھی مروی ہے۔ اور کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۰۱ میں لکھا ہے[1] کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو آپکے پاس ابوذر صحابی چند کھجور خشک کے دلنے اور دودھ جس میں جو کی روٹی بھیگی ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں لاکر رکھدیئے۔ اور آپ نے اسپر سورۂ فاتحہ اور تین دفعہ قل شریف پڑھ کر دونوں ہاتھ مبارک کو اٹھا کر دعا مانگی۔ اور ابوذر صحابی کو فرمایا کہ اسکو مجلس میں تقسیم کر دے۔ اور وہ حدیث مبارک یہ ہے۔ وَکَانَ یَوْمُ الثَّالِثِ مِنْ وَفَاتِ اِبْرَاھِیْمَ ابْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ اَبُوْذَرٍ عِنْدَ النَّبِیِّ بِتَمْرَۃٍ یَابِسَۃٍ وَلَبَنٍ فِیْہِ خُبْزٌ مِّنْ شَعِیْرٍ فَوَضَعَھَا عِنْدَ النَّبِیِّ فَقَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْفَاتِحَۃَ وَسُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اِلٰی اَنْ قَالَ رَفَعَ یَدَیْہِ لِدُعَاءٍ وَمَسَحَ بِوَجْھِہٖ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَاذَرٍّ اَنْ یَّقْسِمَھَا بَیْنَ النَّاسِ وَالْیُضَا فِیْہِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(نوٹ) فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱، ۳، و ۷۰ و ۷۱ وفتاویٰ عبدالحی جلد سوم وصراط مستقیم اسمٰعیل وہابی نے لکھا ہے کہ فاتحہ دینا طعام وشیرینی پر مستحسن ہے اور جائز ہے۔ خادم شریعت عفی عنہ ۱۲

[1] کتاب شرح برزخ واقعی کتب احادیث میں سے ہے۔ اور بستان المحدثین میں شاہ صاحب ایک سو نو ۱۰۹ کتابیں علم حدیث کی شمار فرماتے ہیں۔ لیکن فرقہ وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کا پیشوا صدیق حسن صاحب ایک ہزار سے زائد کتابیں احادیث کی شمار کرتے ہیں اور کتاب اتحاف النبلا صفحہ ۹۵ میں بہ نسبت کتاب شرح برزخ ملخصاً یہ عبارت مرقوم ہے کہ شرح برزخ از کتب حدیث است اولش بدالموت است وجملہ ابواب او ہفتاد و یک ابواب است ہمہ متعلق باحوال موتیٰ و برزخ و دروے بعد ذکر حدیث شرح میکند الخ اور صاحب کشف الظنون تو بہت کتب حدیث بیان کرتا ہے اور کتاب شرح برزخ کا مولف امام ابوسعید سلمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ہے فقط، خادم شریعت

وَهَبْتُ ثَوَابَ هٰذِهٖ لِاِبْنِیْ اِبْرَاهِیْمَ ۔ اور ایسا ہی فتاویٰ اوزجندی[1] وکتاب شرح برزخ صفحہ ۳۳۹ میں مذکور ہے۔ کہ عبداللہ بن مسعود اور ابن ابی دنیا نے انس سے روایت کی ہے۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دیتے اور اسکا ثواب میت کو پہنچاتے۔ اور امام نابلسی نے صدیقہ ندیہ میں لکھا ہے کہ روبرو کھانا یا میوہ یا اور کوئی شے ماکولہ کو رکھ کر فاتحہ دینا اور اسکو تناول کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اس پر عمل چلا آتا ہے۔ کہ کتاب در تعظیم فی فضائل القرآن العظیم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام نووی اذکار میں اس طرح لکھتے ہیں روینا عن کتاب السنی عن عبد اللہ بن عمر و ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ عَلَی الطَّعَامِ اِذَا قُرِّبَ عَلَیْہِ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ لَا یَضُرُّہٗ ذٰلِکَ ۔ اور کتاب مائۃ الفوائد میں بایں طور حدیث وارد ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ عِنْدَ اَکْلِ الطَّعَامِ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا مَا رَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ لَمْ یَضُرُّہٗ ذٰلِکَ وَلُوْرِکَ لَہٗ فِیْہِ الغرض روبرو طعام رکھ کر اس پر کوئی سورت پڑھنے کی ممانعت کسی حدیث سے نہیں پائی جاتی اور گیارہویں پیران پیر کی کرنی جائز ہے۔ چنانچہ کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۲۷ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے وہوٰذا۔ ھُوَ الَّذِیْ مَا دَرَکْنَا عَلَیْہِ سَیِّدَنَا الشَّیْخُ الْاِمَامُ الْعَارِفُ الْکَامِلُ الشَّیْخُ عَبْدُ الْوَھَّابِ الْقَادِرِیُّ الْمُتَّقِیُّ الْمَکِّیُّ فَاِنَّہٗ قُدِّسَ سِرُّہٗ کَانَ یُحَافِظُ فِیْ یَوْمِ عُرْسِہٖ ھٰذَا التَّارِیْخَ الخ وَقَدْ اِشْتَھَرَ فِیْ دِیَارِنَا ھٰذَا الْیَوْمُ الْحَادِیْ عَشَرَ وَھُوَ الْمُتَعَارَفُ عِنْدَ مَشَائِخِنَا مِنْ اَھْلِ الْھِنْدِ مِنْ اَوْلَادِہٖ یعنی وہ تاریخ ہے جسپر ہم نے اپنے پیشوا مقتداء خداشناس شیخ کامل عبدالوہاب قادری پرہیزگار مکے والے کو پایا ہے یہ بزرگ اسی تاریخ کو نگاہ رکھتا تھا۔ یا تو اسی روایت کے اعتماد پر یا اس سبب سے کہ اپنے پیر شیخ کبیر علی متقی کو دیکھا ہو اور ہمارے ملک میں آجکل گیارہویں تاریخ مشہور ہو رہی ہے۔ اور یہی متعارف نزدیک ہمارے مشائخوان

---

[1] اوزجندی کتاب واقعی حضرت مولانا محمد بن عبدالعزیز شمس الائمہ کی ہے۔ اور حضرت تلمیذان حضرت شمس الائمہ کردری علیہ الرحمۃ میں سے تھے۔ اور حضرت اوزجندی چھٹی صدی کے امام تھے چنانچہ کتاب صدیق الحنفیہ صفحہ ۲۳۹ میں مسطور ہے۔ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۲۲۷ و صفحہ ۲۵۱ بحوالہ جواہر اخلاطی و فتاویٰ ذبدہ و محیط سے اپنا دعویٰ ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ فتاویٰ اوزجندی بیشک فتاویٰ ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ مولوی عبدالحی وغیرہ کا یہ لکھنا کہ فتاویٰ اوزجندی کوئی کتاب نہیں محض غلط اور کم فہمی پر دال ہے اور جو کسی صاحب نے لکھا ہے قال ملا علی قاری فی الاوزجندی یہ محض کاتب کا سہو ہے۔ فقیر کے نزدیک یوں ہونا چاہیئے تھا قال محمد بن عبدالعزیز فی فتاویٰ اوزجندی فقط العلم عند اللہ ۔:۔ خادم شریعت عفی عنہ ۔:۔

ہند کے اور اولاد ان کی کے ہوئی۔ اور یہ سُنّت بزرگان دین متاخرین سے ظاہر ہوئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: آذان میں بوقت سننے کلمہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت و درود شریف وغیرہ ذکر خیر بلند اور جنازہ کے آگے نعتیں پڑھتے جانا کیسا ہے؟

جواب: بیشک نزدیک اہلسنت والجماعت کے ناخنوں کو چومنا ایسے موقعہ میں سنت ہے۔ چنانچہ شرح برزخ بحوالہ فتاوی المضمرات وحاشیہ درالمختار وکتاب الاذکار المنتخب الابرار وبروایت دیلمی فی الفردوس حدیث مذکور ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مؤذن سے کلمہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنا۔ تو دونوں نر انگشت کو چوم کر آنکھوں پر ملا۔ اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شخص میرے پیارے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کرے گا۔ اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گی۔ اور یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ اور محدثین کے نزدیک حدیث ضعیف بھی فضائل اعمال وترہیب وترغیب میں معتبر ہوا کرتی ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔ ذَكَرَ الدَّيْلَمِيُّ فِي الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ هٰذَا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَقَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمُلَتَيْنِ السَّبَّاتَيْنِ وَمَسَحَ عَيْنَهٗ فَقَالَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ فِعْلِ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ۔ فقط اور جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت و درود شریف وغیرہ کا ذکر جہر کرنا باتفاق حنفیہ وشافعیہ جائز بلا کراہت ہے۔ چنانچہ فتاوی حیدریہ بحوالہ کتاب وسیلۃ النجات صفحہ ۲۵۶ میں حدیث بروایت ابن عمر بایں طور مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازہ کے پیچھے چلتے ہوئے ہمیشہ ذکر کیا کرتے تھے۔ وہو ہذا۔ روی ابن ابی شیبۃ عن ابن عمر رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَمْ يَكُنْ يُسْمَعُ مِنْ رَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَمْشِيْ خَلْفَ الْجَنَازَةِ اِلَّا قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور جامع الصغیر من احادیث البشیر امام جلال الدین وعلامہ دیلمی اپنی سند میں بروایت انس لکھتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازہ کے ہمراہ کثرت سے کلمہ طیّب کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ اَكْثِرُوْا فِي الْجَنَازَةِ قَوْلَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور طریقہ ندیہ شرح محمدیہ وامام شعرانی عہود المحمدیہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ جنازہ کے آگے اور پیچھے باواز بلند ذکر کرنا جائز ہے۔ اور اس سے میّت و دیگر اموات کی تلقین ہوتی ہے۔ اور غافلوں کے دل اسکی برکت سے روشن ہو جاتے ہیں اور ان کے دل سے غفلت دور ہو جاتی ہے۔ اور اس سے انکار محض جہالت۔ لکن بعض المشائخ روی ذکر الجہری

ناخنوں کو چومنا اذان میں اور چوم کر آنکھوں پر رکھنا

جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت وغیرہ ذکر کرنا

ورفع الصّوت بالتعظیم بغیر تغیر بادخال حرف فی الحلالۃ قدام الجنازۃ وخلفھا التلقین، المیّت والاموات والاحیاء۔ اور قرآن مجید سورۂ رعد میں ہے کہ ذکر الٰہی سے مومنوں کے دل آرام پکڑتے ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اور خرائطی فی کتاب القبور میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب انصار رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کی یہی عادت تھی کہ جنازہ کے ساتھ سورۂ بقرہ پڑھا کرتے تھے۔ قَالَ سُنَّۃٌ فِی الْاَنْصَارِ اِذَا حَمَلُوا الْمَیِّتَ اَنْ یَّقْرَءُوْا مَعَھَا سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ وَیَقُوْلُ الْفَقِیْرُ فِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی سُنِّیَّۃِ الذِّکْرِ عِنْدَ حَمْلِ الْجَنَازَۃِ لِاَنَّ الذِّکْرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ الخ اور جو بعض علماء نے ذکر جہر کو جنازہ کے ساتھ مکروہ لکھا ہے۔ وہ باعتبار زمانہ سلف کے ہے اور مکروہ سے مکروہ تنزیہ مراد ہے۔ نہ تحریمہ اور نہ اسکے منع کرنے پر کوئی حدیث وارد ہے۔

سوال: نماز میں انگشتِ شہادت[1] سے اشارہ کرنا بوقتِ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کیسا ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے جائز کہا ہے بعض نے ناجائز۔ اور جو حدیثیں اسکے جواز پر آئی ہیں ان میں نہایت درجہ کا اضطراب ہے۔ اور جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت وارد ہوئی کہ آپ ایسا کرتے تھے اور ہم بھی ایسا کرتے ہیں اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے۔ سو یہ روایت بھی از قبیل نوادر ہے۔ جو کہ نزدیک محققین احناف کے قابل عمل نہیں ہوا کرتی۔ اور حاشیہ برجندی وفتاویٰ عتابیہ وغیاثیہ وصلوٰۃ مسعودی وفتاویٰ نادر الجواہر ونفع المفتی وصاحب درالمختار وغیرہ نے لکھا ہے کہ اشارہ نہ کیا جاوے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ وَلَا یُشِیْرُ بِسَبَّابَتِہٖ عِنْدَ الشَّھَادَۃِ وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی اور صاحب خزانۃ الروایات سے تاتارخانیہ نے لکھا ہے وَاَمَّا قَوْلُ الصَّحِیْحِ عَدَمُ الْجَوَازِ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات ۳۱۲ جلد اول صفحہ ۴۴۸ پر عدم جواز رفع سبابہ کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔ وھو ھذا۔ احادیث نبوی علی مصدرھا الصلوٰۃ والسلام در باب جواز اشارت بسبابہ بسیار وارد شدہ اند وبعض از روایات فقہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ صفحہ ۴۴۹ وغیرہ ظاہر مذہب است آنچہ امام محمد شیبانی گفتہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُشِیْرُ وَتَصْنَعُ کَمَا یَصْنَعُ النَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ثُمَّ قَالَ ھٰذَا قَوْلِیْ وَقَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا از روایات نادر است نہ از روات اُصول وفی المحیط اختلاف المشائخ فیہ مِنْھُمْ مَنْ قَالَ یُشِیْرُ وَقَدْ قِیْلَ سُنَّۃٌ وَقِیْلَ مُسْتَحَبٌّ وَالصَّحِیْحُ حَرَامٌ ہر گاہ در روایات معتبرہ حرمتِ اشارت واقع شدہ باشد وبر کراہت اشارت فتویٰ دادہ باشند ما مقلداں را نمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت بر اشارت نمائیم مرتکب ایں امر از حنفیہ یا علمائے مجتہدین را علم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات نہ نماید۔ یا انکار رد۔ کہ اینہا بمقتضائے آرائے خود بر خلاف

---

[1] شرح وقایہ میں جو جاءَ علمائنا کا لفظ وارد ہے اس سے مراد امام صاحب اور ان کے شاگرد نہیں مؤلف کے گرد و نواح کے علماء مراد ہیں۔ (ابو المنظور عفی عنہ)

احادیث حکم کردہ اند بر دو شق فاسد است تجویز نکنند آنرا مگر سفیہ یا معاند ظاہر اصول اصحاب با عدم اشارت است پس عدمِ اشارت سُنّت علماء ماتقدم شدہ ؛

سوال : کیا کوئی علم ایسا بھی ہے جسکی خبر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے مفصّل طور پر بیان نہیں فرمائی؟

جواب : بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر ایک علم کو مفصّل بیان کر دیا ہے۔ لیکن علمِ باطن کا اظہار مفصّل نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر میں اسکو ظاہر کر دونگا تو میرا گلا کاٹا جائیگا۔ اور کتاب مرقاۃ بروایت حضرت حسن رضی اللہ تعالٰے عنہ ہے عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ بِالْقَلْبِ فَذٰلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذٰلِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى اِبْنِ اٰدَمَ۔ رواہ الدارمی۔ یعنی علم دو قسم پر ہے۔ ایک علم قلبی ہے اسکو علم مکاشفہ بھی کہتے ہیں چنانچہ عین العلم میں ہے قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا دَخَلَ النُّوْرُ فِي الْقَلْبِ انْشَرَحَ یعنی عبادت کرتے ہوئے جب دل انسان کا منور ہو جاتا ہے تو اس سے ایسی باتیں اور طرح طرح کے اسرار ظاہر ہونے لگتے ہیں قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ هَيْئَةٌ الْمَكْنُوْنِ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اَهْلُ الْمَعْرِفَةِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ ایک علم جسکی ہیئت تو ہے لیکن اسکو بدوں اہل اللہ کوئی پہچان نہیں سکتا۔ نقل از نور مکمل تفسیر سورۂ مزمّل صفحہ ۳۲۸ و دارمی و شرح عین العلم[1] ؛

سوال : نماز تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب : نماز تراویح نزدیک محققین مذہب حنفیہ کے بیس[۲۰] رکعتیں ہیں اور امام مالک و شافعی و امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک بیس[۲۰] رکعت سے زائد ہیں چھتیس اڑتالیس و اکتالیس چنانچہ ترمذی میں ہے اِخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ فَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنْ يُّصَلِّيَ اِحْدٰى وَاَرْبَعِيْنَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا۔ اور روایت ہے حضرت علی و عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رمضان میں بیس[۲۰] رکعتیں ہیں اور یہی قول ہے سفیان ثوری و ابن مبارک کا اور کہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے هٰكَذَا اَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً

---

[1] تفسیر روح البیان جلد ۳ و مدارج النبوۃ و انسان العیون سے صاحب کلمۃ العلیا صفحہ ۱۰۴ میں بایں طور لکھا ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ مجھے علم الاوّلین و آخرین دیئے گئے ہیں۔ اور کئی قسم کے علوم اللہ تعالٰے نے تعلیم فرمائے۔ ایک علم ایسا ہے جسکے چھپانیکا مجھ سے عہد لیا گیا ہے۔ کہ میں کسی سے نہ کہوں اور میرے سوا اسکے برداشت کرنیکی کسی کو طاقت نہیں۔ اور ایک ایسا علم ہے جسکے چھپانے اور سکھانیکا مجھ کو اختیار دیا گیا ہے۔ اور ایک ایسا علم ہے جسکے سکھانیکا ہر خاص و عام اُمتی کی نسبت حکم فرمایا۔ اور جن و انسان و فرشتے یہ سب آپکی امّت ہیں اور ایسا ہی مناہج النبوۃ کے صفحہ ۳۴۲ جلد اوّل اور صاحب تفسیر حسینی علّامہ کاشفی متوفّی سنہ ۹۱۰ ارقام فرماتے ہیں ایک ہزار خداوند کی طرف سے آپ کی ذات والا صفات کو خطاب ہوئے۔ یعنی آپ سے کلام ہوئی۔ العلم عند اللہ فقط خادم شریعت محمد نظام الدین عفی عنہ

یعنی میں نے شہر مکہ والوں کو بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے دیکھا۔ اور علامہ عینی شرح بخاری نے جمہور علماء بیس رکعت تراویح پڑھنے پر قائم کیا ہے۔ وَقَالَ بْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ وَالْعُلَمَاءِ اور امام بیہقی نے بایں طور حدیث بیان کی ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ بِغَيْرِ جَمَاعَةٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں بیس ۲۰ رکعت بغیر جماعت پڑھتے تھے۔ اور امام سیوطی نے اپنے مجموعہ میں لکھا ہے کہ بیس رکعت کا پڑھنا بہت بہتر ہے وسنن البیہقی وغیرہ باسناد صحیح عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ الصَّحَابِیْ قَالَ كَانَ يَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَفِیْ عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلِیٍّ مِثْلَهٗ مجموعہ امام سیوطی صفحہ ۴۲ میں یعنی خلافت اصحاب ثلاثہ میں بیس ۲۰ رکعت تراویح لوگ پڑھتے تھے۔ اور یہی سنت ہے خلفاء الراشدین کی جنکی اتباع کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بایں طور حکم فرمایا ہے۔ اِتَّبِعُوْا مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ اور جو شخص اتباعِ سنت خلفاء الراشدین کا منکر ہے وہ دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کا منکر ہے اور وہ ناری ہے۔ اور جو حدیث عائشہ صدیقہ سے مسلم وبخاری میں بایں طور مروی ہے سُئِلْتُ عَلٰی قِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَيْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَ رَكْعَةً الخ یعنی سائل نے مائی صاحبہ سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں کسقدر قیام کرتے تھے کہا مائی صاحبہ نے کہ رمضان ہو یا غیر ہو آپ کی ذات گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ صاحبان ذرا غور سے دیکھو کہ اس حدیث میں کہیں تراویح کا نام ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو مراد آٹھ رکعت نماز تہجد اور تین رکعت نماز وتر ہیں۔ اور علاوہ اسکے صحاح ستہ میں اس حدیث کے مخالف کئی احادیث ہیں چنانچہ مسلم وبخاری ومشکوٰۃ میں ابن عباس سے روایت ہے صَلٰوتُهٗ ثَلٰثَ عَشْرَ رَكْعَةً یعنی آپ نے تیرہ رکعت سے قیام تمام کیا۔ اور سات اور نو رکعت سے بھی آپ قیام فرمایا کرتے تھے اب غیر مقلدین فرمائیں کہ مائی صاحبہ کا کہنا مَا كَانَ يَزِيْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَيْرِهٖ کہاں تک بنا اسکی صحیح تراویح پر تصور کی جائے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے رسالہ تراویح میں اسکی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ آں روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بود در روایات زیادت محمول بر نماز تراویح است کہ در عرف آنوقت بقیام رمضان مسمی بود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ الحدیث الخ فقط

سوال: تصور کسکو کہتے ہیں۔ اور کس لئے کیا جاتا ہے۔ اور تصویر شیخ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تصور اس چیز کو کہتے ہیں جو ذہن میں پیدا ہو کر سامنے آتی ہے۔ اور اسکی پہچان سے دوسری چیز کا علم بھی حاصل ہو۔ اور تصور شیخ صوفیائے کرام اسلئے کراتے ہیں تاکہ طالب المولیٰ اسکے ذریعہ سے افعال قبیحہ وذمیمہ اور شیطان کے مکر

مسئلہ تصور شیخ

وفریب سے ہر ساعت و ہر لحظہ بچتا رہے۔ اور یہ بات بھی تجربہ سے معلوم ہو چکی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا تصور آنکھ میں جما لیتا ہے۔ تو اس تصورِ بصری کے اثر سے اس چیز کا عامل ہو جاتا ہے۔ اور قوت جاذبہ بھی بڑھ جاتی ہے جس کے ذریعہ سے رابطۂ قلب و مطلوب کا مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور ان کے درمیان کشش محبت مقناطیسی ایسی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کی جان ہو جاتے ہیں۔ اسکا ثبوت متواتر صوفیائے کرام سے لگاتار چلا آتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ مولوی عبدالحی جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ بحوالہ کتاب قول جمیل تصنیف شاہ ولی اللہ اور کتاب شفاء العلیل مولوی احمد رضا خاں صاحب مجدد مائۃ حاضرہ نے بایں طور نقل کی ہے۔ جب مرشد اس کے پاس نہ ہو تو اسکی صورت اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے بطریق محبت و تعظیم کے۔ تو اسکی خیالی صورت وہ فائدہ دیگی جو اسکی صحبت فائدہ دیتی ہے۔ الخ اور جو اشیاء و نشانات خداوند کریم نے درمیان آسمان و زمین کے ظاہر کئے ہیں ان میں تفکر و تدبر کرنا ہر ایک انسان کو ضروری ہے۔ کیونکہ اسی تفکر و تدبر کرنے سے دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ لہذا تصور شیخ میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ اور ہمارے فاضلان قادری سروری تو تصور اسم ذات کے قائل ہیں اور اپنے پیشوا کے افعال و فضائل و سیر اپنے دل میں نقش کرتے ہیں۔ اور یہ افعال اپنے وجود میں لا کر فنا فی الشیخ کے مرتبہ کو طے کرتے ہوئے بذریعہ تصور اسم ذات فنا فی اللہ ہو کر مراتب بقا باللہ پر پہنچتے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ اَلْصَنًا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ فقط

سوال: سنتیں صبح کی بوقتِ اقامت نماز یا قبل از طلوعِ آفتاب پڑھنی جائز ہیں یا نہ؟

جواب: بیشک جماعت سے علیحدہ ہو کر پڑھنا جائز ہے اور اگر کسی وجہ سے رہ جائیں تو طلوع آفتاب کے بعد ادا کر لیں۔ چنانچہ طحاوی و نصرۃ المجتہدین صفحہ ۶۲ میں حدیث مذکور ہے۔ دَخَلْتُ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْاِمَامُ يُصَلِّيْ فَاَمَّا ابْنُ عُمَرَ فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ وَاَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ الخ وَعَنْ عَلِيٍّ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْاِقَامَةِ یعنی کہا حضرت علی نے کہ آپ کی ذات بابرکات بوقت اقامت دو رکعت ادا کر لیا کرتے تھے۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ کی ذات میمونہ کے گھر میں دو رکعت نماز سنت بوقت اقامت پڑھ لیا کرتے تھے نقل از عینی شرح بخاری بروایت ابوہریرہ بایں طور حدیث ترمذی میں مذکور ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جس نے نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس پڑھے انکو بعد طلوع آفتاب اور بخاری و مسلم میں بروایت ابوسعید خدری حدیث مذکور ہے کہ بعد صبح قبل از طلوع آفتاب کوئی نماز نہ پڑھی جاوے

مسئلہ دربارہ سنتہائے صبح

لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ اور جو غیر مقلد حدیث قبل از طلوع پیش کرتے ہیں بالکل ضعیف ہے نقل از ترمذی باقی حال جلد ۵ میں مذکور ہے۔

سوال: وتر میں تین رکعتیں ہیں یا ایک؟

جواب: تین رکعت وتر ہیں چنانچہ مستدرک حاکم وسنن نسائی وموطا امام محمد وآثار امام محمد میں بہت احادیث وارد ہیں۔ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ وَھٰذَا اِیْتَارُ النَّھَارِ یعنی کہا ابو العالیہ نے کہ ہم کو تعلیم دی وتروں کی مثل نماز مغرب کی اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ یعنی آپ کی ذات تین وتر پڑھتے تھے۔ اور نہیں سلام پھیرتے تھے مگر تیسری رکعت پر اور کہا حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اَلْوِتْرُ ثَلَاثُ رَکَعَاتٍ یعنی وتر تین رکعتیں ہیں۔ اور علاوہ اس کے بخاری ومسلم نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

سوال: جمعہ باشرائط فرض ہے۔ یا بدول شرائط۔ اور وہ شرائط قرآن شریف واحادیث صحیحہ سے ثابت ہیں یا کہ صرف علمائے دین کے قیاس سے؟

جواب: بیشک فرض عین باشرائط اور وہ بارہ شرطیں ہیں۔ چھ اسکے وجوب کی اور چھ اسکے ادا کے لئے۔ چنانچہ کتب معتبرہ حنفیہ میں لکھا ہے ؎

حُرٌّ صَحِیْحٌ بَالِغٌ مُذَکَّرٌ ۔۔۔ مُقِیْمٌ وَذُوْ عَقْلٍ لِشَرْطِ وُجُوْبِھَا

مِصْرٌ وَسُلْطَانٌ وَوَقْتٌ وَخُطْبَۃٌ ۔۔۔ وَاَذْنٌ کَذَا جَمْعٌ لِشَرْطِ اَدَائِھَا

یعنی آزاد ہونا غلام پر واجب نہیں دوم تندرست ہونا بیمار پر واجب نہیں۔ سوم بالغ ہونا۔ نابالغ پر فرض نہیں چہارم مرد ہونا۔ عورت پر جمعہ فرض نہیں پنجم مقیم پر فرض ہے مسافر پر نہیں۔ ششم عقلمند پر فرض ہے۔ دیوانہ پر نہیں۔ اور باقی شرائط اسکی ادا کی ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو اس دن کی ظہر اسکے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی۔ بلکہ ظہر پڑھنی پڑے گی۔ وہ یہ ہیں مصر ہونا۔ بستیوں میں[1] جمعہ فرض نہیں۔ دوم سلطان یا نائب بدول اذن ان کے جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ سوم وقت ظہر چہارم خطبہ۔ پنجم اذن عام ششم جماعت۔ اور یہ تمام شرائط قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایماندارو جب آذان ہو نماز کے لئے جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کی طرف اور چھوڑ دو بیچنا الخ

---

[1] اگر گاؤں میں لوگوں نے جمعہ قائم کر دیا ہو تو اسکو بند نہ کیا جاوے لیکن ان لوگوں کو چاہیے جمعہ کے بعد اپنی ظہر نماز ادا کر لیں۔ اور مسئلہ کا ثبوت تین سو ساٹھ کتب معتبرہ میں ہے۔ فقط خادم شریعت عفی عنہ۔

پس معلوم ہوا کہ اس آیت کا حکم مقید مخصوص منہ البعض ہے نہ عام ہے۔ چنانچہ کتب تفاسیر و کتب اصول فقہ میں لکھا ہے وَلَا شَكَّ اِنَّ اِطْلَاقَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاسْعَوْا مُقَيَّدٌ اِلخ خُصُوْصِ الْمَكَانِ وَمَخْصُوْصٌ مِنْهُ كَثِيْرًا كَالْعَبِيْدِ وَالْمُسَافِرِيْنَ اِلخ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ کا حکم فَاسْعَوْا کا اطلاق خاص کسی مکان کے ساتھ مقید ہے اور اس سے اور بھی بہت خاص کئے گئے ہیں۔ اور صاحب فتح القدیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ جمعہ جنگلوں اور گاؤں میں بھی درست نہیں۔ چنانچہ قولہ تعالےٰ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ لَيْسَ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ اِلَّهَا تَجِبُ عَلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ اِذْ لَا يَجُوْزُ اِقَامَتُهَا فِي الْبَرَارِيِّ اِجْمَاعًا وَلَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ لَا عِنْدَ الشَّافِعِيِّ اِلخ اور دوسری بات یہ ہے کہ کلمہ ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے اور خطبہ کے لئے قاضی ہوا کرتا ہے۔ جو کہ بادشاہ مسلمان کیطرف سے لوگوں کی صلاحیت کی خاطر متعین کیا جاتا ہے اور اسکو پورے طور اختیار حدود شرعیہ کے جاری کرنیکا بھی ہوتا ہے۔ اور یہ بات کسی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں اور علاوہ اسکے کلمہ وَذَرُوا الْبَيْعَ جسکے معنی بیچنا و خریدنا ہے۔ اس سے بھی مراد قصبہ اور شہر ہے۔ جو آباد ہو۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے۔ حدیث نمبر اول جو کہ وجوب جمعہ پر دال ہے عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ اِلَّا مَرِيْضٍ اَوْ مُسَافِرٍ اَوْ اِمْرَاَةٍ اَوْ صَبِيٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ اِلخ دار قطنی یعنی جابر سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ پڑھنا ایماندار پر فرض ہے۔ مگر مریض اور مسافر اور عورت اور لڑکے پر اور غلام پر فرض نہیں۔ اور اسکے علاوہ جو ادا کی شرطیں ان پر یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔ حدیث رَوَى ابْنُ شَيْبَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ وَلَا صَلٰوةَ فِطْرٍ وَلَا اَضْحٰى اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْ مَدِيْنَةٍ عَظِيْمَةٍ ابْنِ حَزْمٍ فِي الْمُحَلّٰى وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ اِلخ یعنی روایت کی ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا حضرت علی نے کہ نہ نماز جمعہ نہ عید فطر اور نہ عید قربانی جائز ہے مگر شہر میں جو جامع ہو یا شہر بڑا ہو۔ اور صحیح بیان کیا اسکو ابن حزم نے اور عبدالرزاق نے بھی عبدالرحمٰن سے اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔ اور صاحب فتح الباری نے بھی اس حدیث کو باسناد صحیح لکھا ہے۔ اور فتح الباری جلد دوم صفحہ ۳۱۶ میں بروایت حضرت حذیفہ یوں لکھا ہے قَالَ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ الْقُرٰى جُمُعَةٌ اِنَّمَا الْجُمُعَةُ عَلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ مِثْلُ الْمَدَائِنِ کہا حذیفہ نے کہ جمعہ شہر والوں پر فرض ہے بستی والوں پر فرض نہیں۔ اور بخاری میں بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے کہ لوگ باری باری جمعہ پڑھنے کے لئے اپنے گھروں سے اور چھوٹے گاؤں سے آیا کرتے تھے۔ كَانَ النَّاسُ يَتَنَاوَبُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ بخاری۔ اور کتاب بخاری میں مِنْ اَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ بروایت حضرت بایں طور مروی ہے قَالَ اِذَا كُنْتَ فِيْ قَرْيَةٍ نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ یعنی کہا عطا نے کہ جب تو قریہ جامع میں ہو۔ اور وہاں آذان

دیجاوے جمعہ کی نماز کے لئے تو تجھ پر فرض ہوا جمعہ پڑھنا اگرچہ تو نے آذان سنی ہو یا نہ سنی ہو اور قریہ جامع حکم شہر کا رکھتا ہے اور شرطِ دوم آپ نے فرمایا ہے کہ اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ الخ یعنی آپنے فرمایا کہ جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے جماعت میں چار شخصوں پر فرض نہیں۔ شرطِ سوم بخاری میں بروایت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ بایں طور وارد ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی الْجُمُعَةَ حِیْنَ تَمِیْلُ الشَّمْسُ الخ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ اور شرطِ چہارم خطبہ۔ کہا ابن عمر نے کہ حضور نے خطبہ پڑھا۔ تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ اور لٹکے ہوئے تھے دو لو کنارے دستار مبارک کے پشت مبارک کی طرف۔ نقل کیا اسکو مسلم نے اور ابو داؤد نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بایں طور حدیث بیان کی کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ خُطْبَتَیْنِ کَانَ یَجْلِسُ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی یَفْرُغَ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَخْطُبُ ثُمَّ یَجْلِسُ وَلَا یَتَکَلَّمُ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَخْطُبُ رواہ ابو دَاؤدَ یعنی کہا ابن عمر نے کہ آپ دو خطبہ پڑھتے تھے جب منبر پر چڑھتے یہاں تک کہ مؤذن آذان سے فارغ ہو جاتا۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے الخ اور ششم شرط جمعہ کے ادا کرنے کی بادشاہ مسلمان ہونا ہے یا اسکا نائب قَالَ ابْنُ مُنْذِرٍ مَضَتِ السُّنَّةُ بِاَنَّ الَّذِیْ یُقِیْمُ الْجُمُعَةَ السُّلْطَانُ اَوْ مَنْ قَامَ بِھَا اَمَرَہٗ فَاِذَا لَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ صَلٰوۃُ الظُّھْرِ اس حدیث کو صاحب نہر اس نے عینی شرح سے نقل کیا ہے یعنی کہا ابن منذر نے کہ یہ سنت قدیم سے جاری ہے کہ جمعہ کا قائم کرنا بادشاہ کا حق ہو۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ تو لوگ اپنی ظہر کی نماز ادا کریں۔ جمعہ کی نماز نہ پڑھیں اور بخاری میں مذکور ہے کہ جمعہ قائم کرنا حق بادشاہ مسلمان کا ہے۔ حدیث ابن عمر کو مطالعہ کریں جس میں یہ کلمہ تحریر ہے یَقُوْلُ کُلُّکُمْ رَاعٍ الخ اور ابن ماجہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ وَلَہٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ فَلَا جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَہٗ یعنی فرمایا آپ نے جو شخص ترک کرے جمعہ باوجودیکہ واسطے اسکے بادشاہ عادل یا ظالم ہو۔ پس نہ دور کرے اللہ تعالےٰ پریشانی اسکی۔ وَقَالَ حَبِیْبُ ابْنِ ثَابِتٍ لَا یَکُوْنُ الْجُمُعَةُ اِلَّا بِاَمِیْرٍ وَخُطْبَةٍ وَھُوَ قَوْلُ اَوْزَاعِیْ وَمُحَمَّدِ بْنِ مسلمۃ ویحی بن عمر المالکی وعن مَالِکٍ اِذَا تَقَدَّمَ رَجُلٌ بِغَیْرِ اِذْنِ الْاِمَامِ لَمْ یُجْزِھِمُ الخ یعنی کہا حضرت حبیب بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ جمعہ بدون خطبہ کے و حکم بادشاہ کے جائز نہیں ہوتا۔ اور یہی قول امام اوزاعی و محمد بن مسلمہ و یحی بن عمر مالکی کا ہے۔ اور کہا امام مالک نے کہ اگر کوئی شخص بدون اذن حاکم آگے ہو کر جمعہ پڑھا دیوے تو تمام لوگوں کی نماز جائز نہ ہوگی۔ اور صاحب البیان نے قول قدیمانہ امام شافعی کا نقل کیا ہے کہ جمعہ نہیں جائز ہوتا مگر پیچھے بادشاہ یا جس کے واسطے اذن دیا گیا ہو۔ اور کہا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ بادشاہ پر چار حق ہیں۔ ان میں سے ایک جمعہ کا قائم کرنا ہے۔ اور کتاب بیہقی و جواہر النقی جلد اول

صفحہ ۲۲۸ میں لکھا ہے۔ عَنْ اُمِّ عَبْدِ اللّٰہِ الدَّوسیہ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجُمُعَۃُ وَاجِبَۃٌ عَلٰی اَھْلِ الْقَرْیَۃِ فِیْھَا اِمَامٌ الخ لِاَنَّ الْقَرْیَۃَ اِذَا کَانَ فِیْھَا نَائِبٌ مِنْ جِھَۃِ الْاِمَامِ وَیُقِیْمُ الْحُدُوْدَ یَکُوْنُ حُکْمُہٗ حُکْمَ الْاَمْصَارِ نقل از عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری یعنی کہا ام عبداللہ دوسیہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جمعہ واجب ہے اہل قریہ پر جس میں امام ہو یعنی بادشاہ اور کہا عمدۃ القاری نے کہ جس گاؤں میں نائب بادشاہ اسلام نے مقرر کیا ہو اور وہاں حدود شرعی بھی جاری ہو جائیں۔ تو اس گاؤں کا حکم مثل شہر کے ہو جائے گا۔ اور صاحب مراقی الفلاح نے صفحہ ۹۹ میں لکھا ہے اَلْمِصْرُ کُلُّ مَوْضِعٍ لَّہٗ اَمِیْرٌ قَاضٍ یَنْفِذُ الْاَحْکَامَ وَیُقِیْمُ الْحُدُوْدَ وَھٰذَا فِیْ ظَاھِرِ الرِّوَایَۃِ قَالَ قَاضِیْخَانْ وَعَلَیْہِ الْاِعْتِمَادُ یعنی مصر وہ جگہ ہے جہاں قاضی ہو یا امیر جو جاری کرے احکام اور قائم کرے حدود شرعیہ کو۔ اور یہی ظاہر روایت ہے۔ اور کہا قاضی خاں نے کہ اسی پر اعتماد ہے۔ اور صاحب نہر اس نے لکھا ہے کہ مسجد بڑی ہو یا بازار وغیرہ جو شرائط فقہاء نے لکھے ہیں وہ سب لوازم شہر کے ہیں ان شرائط کی چنداں ضرورت نہیں ۔:۔

سوال : بعض علمائے دین کہتے ہیں کہ جمعہ ولایت کفار میں پڑھنا جائز ہے اور یہ ملک ہندوستان دارالسلام ہے۔

جواب : بیشک ولایت کفار میں جمعہ پڑھنا بایں صورت جائز ہے۔ کہ اگر ولایت مسلمانوں میں کفار نے غلبہ پالیا ہو۔ اور مسلمان جمع ہو کر بادشاہ کافر کو درخواست دیں اور وہ ان کو اجازت دیدے اور کہدے کہ بیشک تم لوگ اپنی شریعت کے احکام جاری کرنے کے لئے کوئی والی مقرر کر لو اور وہ والی کوئی امام مقرر کر دے۔ اور اس صورت میں مسلمان جمع ہو کر جمعہ پڑھیں تو جائز ہو گا۔ چنانچہ صاحب ردالمختار باب القضا میں اس عبارت کی شرح کرتے ہیں۔ بِلَادٌ عَلَیْھَا وَلَاۃٌ کُفَّارٌ یَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِیْنَ اِقَامَۃُ الْجُمُعَۃِ وَلَیْسَ لِلْقَاضِیْ الَّذِیْ قَاضِیْ بِتَرَاضِ الْمُسْلِمِیْنَ یَجِبُ عَلَیْھِمْ یَلْتَمِسُوْا وَالِیًا مُسْلِمًا مِنْھُمْ الخ یعنی وہ شہر جس میں حاکم کافر ہیں جائز ہے وہاں کے مسلمانوں کو قائم کرنا جمعہ کا اور ہو جائے کوئی والی ساتھ رضا مسلمانوں کے اور واجب ہے ان پر کہ ٹٹولیں حاکم مسلمان اپنا پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب تک حاکم مسلمان نہ ہو جمعہ جائز نہیں ہو سکتا ہے۔ اور بعض علمائے فرقہ غیر مقلدین کی بھی چالاکی ہے کہ جلدی سے یہ عبارت معراج الدرایہ و جامع الفصولین کی سنا کر عوام الناس کو دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں اور کلمہ یَلْتَمِسُوْا وَالِیًا مُسْلِمًا مِنْھُمْ کے معنی بھی نہیں کرتے چنانچہ مولوی عبدالجبار غیر مقلد نے اپنے فتاویٰ میں عبارت لکھ کر مسئلہ احتیاط الظہر کو اڑا دیا ہے۔ اور اس ملک ہندوستان کو فی الحال نہ دارالسلام کہہ سکتے ہیں۔ نہ دارالحرب چونکہ اس میں نہ تو پورے شرائط دارالسلام کے پائے جاتے ہیں نہ دارالحرب

ولایت کفار میں جمعہ کا ہونا کیسا ہے

کے۔ اور نہ ہی ہم مسلمانوں کو اس ملک میں قدرت تنفیذ احکام کی ہے۔ لیکن اور ملک والوں کو طاقت تنفیذ احکام کی تو ہے۔ اگرچہ کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں کرتے۔ اور ہم لوگ تو مسائل حقہ بیان کرنے سے بھی مجبور ہیں۔ تنفیذ احکام تو درکنار اگر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کرنی ہو تو فتاویٰ شاہ عبدالعزیز جلد اول کا مطالعہ کرو۔

سوال: جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کیوں پڑھی جاتی ہے۔ اور اسکا ثبوت کیا ہے۔ اور جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں پڑھی جاویں۔ اور دو فرض تو ایک وقت میں جمع ہو ہی نہیں سکتے۔

جواب: احتیاط الظہر دفع شک کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ اس ملک ہندوستان میں جمعہ کے ادا کے شرائط جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکے ہیں۔ کچھ اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ اور کچھ نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ بادشاہ مسلم یا اسکا نائب اور حدود شرعیہ کا جاری ہونا اور مصر ظاہر روایت میں اس شہر کو کہتے ہیں جس میں بادشاہ یا نائب بادشاہ حدود شرعیہ کے جاری کرے۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ متعدد جگہ ایک شہر میں جمعہ پڑھنا نزدیک اکثر علمائے دین کے ناجائز ہے۔ کیونکہ شہر مکہ و مدینہ طیبہ میں ایک ہی جگہ جمعہ پڑھا گیا ہے۔ اس لئے بعض علمائے دین نے کہا ہے کہ اگر کسی جگہ شہر میں جمعہ پڑھا جاوے تو جنہوں نے پہلے پڑھ لیا ہوگا ان کا جمعہ ادا ہو جائے گا باقی تمام ظہر کی نماز ادا کریں۔ اگر سب شک کریں کہ پہلے کونسی جگہ ہوا۔ تو اس صورت میں تمام ظہر کی نماز دوبارہ ادا کریں۔ چنانچہ میزان الشعرانی میں ہے وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ لَا يَجُوْزُ تَعَدُّدُ الْجُمُعَةِ فِيْ بَلَدٍ الخ یعنی اس مسئلہ میں چاروں اماموں کا قول ہے کہ کئی جگہ میں ایک شہر میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ مگر جب ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو۔ اور کہا امام مالک نے کہ جنہوں نے پہلے پڑھا ہے ان کا ہوگا۔ اور احتیاط الظہر کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت حسن بن زیاد جو شاگرد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ہم پایہ صاحبین کے ہیں۔ اس سے اور صحابہ تابعین سے ہے۔ چنانچہ کتاب رد المختار و عینی شرح ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ میں لکھا ہے لَمَّا ابْتُلِيَ اَهْلُ الْمِصْرِ بِاِقَامَةِ الْجُمُعَتَيْنِ بِهَا مَعَ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِيْ جَوَازِهَا اُمِرُوْا بِاِقَامَتِهِمْ بِاَدَاءِ الْاَرْبَعَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ اِحْتِيَاطًا وَاخْتَلَفُوْا فِيْ نِيَّتِهَا قِيْلَ يَنْوِيْ الظُّهْرَ بِوَمِيْهِ وَقِيْلَ اٰخِرَ ظُهْرٍ عَلَيْهِ وَهُوَ الْاَحْسَنُ وَقِيْلَ الْاَحْوَطُ اَنْ يَّقُوْلَ نَوَيْتُ اٰخِرَ ظُهْرٍ اَدْرَكْتُ وَقْتَهٗ وَلَمْ اُصَلِّهٖ بَعْدُ وَقَالَ الْحَسَنُ اِخْتِيَارِيْ اَنْ يُّصَلِّيَ الظُّهْرَ بِهٰذِهِ النِّيَّةِ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا بِنِيَّةِ السُّنَّةِ یعنی جب مرد میں لوگ دو جگہ جمعہ پڑھنے میں مبتلا ہوئے حالانکہ اس مسئلہ میں علماء کا بہت اختلاف تھا۔ اور حکم دیا گیا کہ تم لوگ جمعہ کو پڑھو۔ لیکن اس کے بعد چار رکعت ظہر احتیاطاً ادا کر لیا کرو۔ اور اسکی نیت میں بھی اختلاف ہوا بعض نے کہا اس روز کی ظہر پڑھے۔ بعض نے کہا کہ یوں کہے کہ آخر ظہر کی نیت جسکا میں نے وقت پالیا۔ اور ابھی اسکو پڑھا

ثبوت احتیاط الظہر

نہیں۔ اور امام حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بہت پسندیدہ امر ہے کہ ظہر اسی طور سے پڑھے پھر چار رکعت سُنّت پڑھے الخ گویا یہ روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ کیونکہ جو روایات ان کے شاگردوں سے حاصل ہوتے ہیں وہ سب امام صاحب سے مروی ہیں دیکھو درالمختار صفحہ ۴۶ اور نورالشمعہ اور صاحب بحرالرائق و ردالمختار و فتح القدیر و میزان الشعرانی نے بوجہ مفقود ہونے شرائط کے دوبارہ احتیاط الظہر کو پڑھنا واجب لکھا ہے۔ اور فتاویٰ خانیہ اور صاحب بحرالرائق نے بھی لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر جو صحابی تابعین سے ہیں جب دیکھتے اپنے امیروں کو ظالم یا کوئی شرط مفقود تو جمعہ کے اول یا اسکے پیچھے بطور خفیہ ظہر کو ادا کرتے وَلِذٰلِكَ تَاوِيْلَانِ وَحُكِيَ فِي الظَّهِيْرِيَّةِ وَالْخَانِيَةِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ وَاِبْرَاهِيْمَ ابْنِ مُهَاجِرٍ اَنَّهُمَا كَانَا يَتَكَلَّفَانِ وَقْتَ الْخُطْبَةِ فَقِيْلَ لِاِبْرَاهِيْمَ نَخْعِيٍّ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ فِيْ دَارِيْ ثُمَّ رُحْتُ اِلَى الْجُمُعَةِ نَفْيَةً وَلِذٰلِكَ تَاوِيْلَانِ اَحَدُهُمَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ فَرِيْقَيْنِ مِنْهُمْ لَا يُصَلِّي الْجُمُعَةَ لِاَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى الْجَائِرَ سُلْطَانًا وَسُلْطَانُهُمْ يَوْمَئِذٍ كَانَ جَائِرًا فَاِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَصِلُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ وَكَانَ فَرِيْقٌ مِنْهُمْ يَتْرُكُ الْجُمُعَةَ لِاَنَّ السُّلْطَانَ كَانَ يُؤَخِّرُ الْجُمُعَةَ عَنْ وَقْتِهَا فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ فَكَانُوْا يَاْتُوْنَ الظُّهْرَ فِيْ دَارِهِمْ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ مَعَ الْاِمَامِ وَيَجْعَلُوْنَهَا سُبْحَةً اَيْ نَافِلَةً پس اس عبارت[1] سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اصحاب تابعین میں سے بھی سلطان جائر ہونیکی وجہ سے جمعہ کو ترک کر دیا کرتے تھے اور بعض ظہر کو خفیہ طور پر ادا کر لیتے اور جمعہ کو نفلی طور پر پڑھتے۔ اور علاوہ اسکے کتب فقہ معتبرہ مثل فتح القدیر و شامی و عالمگیری و غرائب ظہیریہ و قنیہ و عینی شرح ہدایہ و شرح سفر السعادت و نہر الفائق و فتاویٰ رحمانیہ و مجمع البحار وغیرہ میں لکھا ہے اِنْ وَقَعَ الشَّكُّ فِي الْمِصْرِ فَلْيُصَلُّوْا اَرْبَعًا فَرْضَ الْوَقْتِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ وَاخْتَلَفُوْا فِي النِّيَّةِ وَالصَّحِيْحُ اَنْ يَقُوْلَ اُصَلِّيْ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ صَلٰوةَ الظُّهْرِ الَّتِيْ اَدْرَكْتُ فَلَمْ اُصَلِّهَا بَعْدُ الخ یعنی جب شک پڑ جائے مصر میں تو لوگ چار رکعتیں پڑھیں فرضی وقت کے پیچھے نماز جمعہ کے اور اختلاف کیا انہوں نے نیت میں۔ اور صحیح یہ ہے کہ کہے نماز پڑھتا ہوں واسطے اللہ کے چار رکعت نماز ظہر جو پائی ہے میں نے اور نہیں پڑھا اسکو اور علاوہ ان دلائل کے فقیر نے ۳۶۰ کتاب فقہ معتبرہ میں دیکھا ہے ہر ایک صاحب نے اسکو جائز ہی لکھا ہے اور رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی ۱۲۹۷ھ میں اسکے جواز پر فتویٰ دیا تھا۔ جسکا جی چاہے آکر دیکھ لے۔ وھٰذا۔ و ہر گاہ در بعض شروط ابہامے پیدا آید اگر بنظر احتیاط چہار رکعت بگذارد درواست و دریں کسے از کلام نیست واللہ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی۔ اور علاوہ اسکے جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں دو فرض پڑھنے جائز نہیں سو یہ کہنا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ حدیث

---

[1] یہ عبارت فتاویٰ قاضیخاں کے باب الجمعہ کے خاتمہ پر بھی مسطور ہے۔ خادم شریعت عفی عنہ ۱۲

شریف میں اسکی کہیں ممانعت ظاہراً نہیں پائی جاتی۔ حدیث میں صرف یہ الفاظ ہیں لَا یُصَلِّیْ بَعْدَ صَلٰوۃٍ مِثْلُھَا۔ یعنی نماز پڑھنے کے بعد ویسی ہیئت پر نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔ اور حالانکہ اسکی تفسیر میں علمائے دین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نہایت درجہ اختلاف ہے۔ اور کہا صاحب عینی شرح کنز الدقائق نے جس نے یہ تاویل کی ہے کہ اس سے تکرار جماعت مسجد محلہ مراد ہے سو یہ بہت بہتر ہے۔ اور صاحب رد المختار نے لکھا ہے کہ اگر ہیئتِ اولیٰ بدل جائے تو نماز جماعت بلا کراہت جائز ہوگی۔ اور اہل علم پر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ اصحاب کرام اگر تنہا نماز کو ادا کر لیتے تو پھر اگر جماعت ملجاتی تو اسی نماز کو دوبارہ امام کے ساتھ پڑھ لیتے۔ اور اسی امر کی تعلیم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو دیتے۔ اور علاوہ ازیں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز میں کسی طرح کا شک پڑ جاتا۔ تو اس نماز کو دوبارہ ادا کر لیتے۔ چنانچہ دارمی ونسائی ومشکوٰۃ میں بروایت ابوسعید خدری مروی ہے کہ دو صحابی سفر میں نکلے۔ اور ان کو پانی نہ ملا۔ دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی بعد نماز ادا کرنے کے انکو اسی وقت پانی ملا۔ اور ایک نے وضو کر کے نماز کو دوبارہ پڑھ لیا۔ اور دوسرے نے ایسا نہ کیا۔ اور دونوں نے حضور کی خدمت عالیہ میں یہ ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا جس نے دوبارہ نماز کو پڑھ لیا ہے اسکو دوہرا ثواب ملا۔ اور دوسرے کی نماز بھی ہوگئی۔ لیکن یہ ثواب نہ ملا۔ اور جمعہ کے بعد آپ دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے۔ اور کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے بعد چار رکعت ادا کیا کرو۔ اور ابن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم چھ رکعت کا حکم دیا کرتے تھے۔ نقل از ترمذی اور علاوہ اسکے عینی شرح بخاری سے صاحب نور الشمعہ نے لکھا ہے بایں طور حدیث نقل کر کے دس رکعت بعد نماز جمعہ کے ثبوت کی ہیں۔ وفی سنن سعید بن مسعود عن ابی عبد الرحمٰن السلمی قَالَ عَلَّمَنَا بْنُ مَسْعُوْدٍ اَنْ نُصَلِّیَ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ اَرْبَعًا فَلَمَّا قَدِمَ عَلَیْنَا عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَّمَنَا اَنْ نُصَلِّیَ سِتًّا یعنی سعد ابن مسعود کی سنن میں عبد الرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ ہمکو ابن مسعود نے سکھایا کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھیں۔ پھر جب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہمارے شہر میں تشریف لائے۔ تو انہوں نے ہمکو سکھایا کہ ہم چھ رکعت پڑھیں الخ پس اس سے معلوم ہوا کہ چھ چار پر زائد ہیں۔ اور امر زائد مثبت پر ہوا کرتا ہے اور قاعدہ ہے کہ اَلْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَی النَّافِیْ یعنی مثبت نفی کرنے والے پر مقدم ہوا کرتا ہے۔ پس بعد جمعہ کے چھ رکعت کا پڑھنا مختار رہا۔ اور یہ چار رکعت احتیاطی ملا کر دس رکعت ہوئیں۔ چنانچہ کتب فقہ حنفیہ میں بھی ان کا ذکر ہے اَنَّہٗ یُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ عَشْرَ رَکَعَاتٍ الخ نقل از در المختار یعنی حاصل کلام کا یہ ہے کہ جمعہ کے بعد دس رکعت پڑھے واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: بسم اللہ شریف، سورۂ فاتحہ کے اول یا آخر بآواز بلند پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہر دو جگہ آواز بلند سے بسم اللہ کا پڑھنا جائز ہے. چنانچہ مسلم و برہان شرح مواہب الرحمٰن باب صفۃ الصلوٰۃ حضرت انس سے روایت ہے قالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَ عُثْمَانَ فَکَانُوْا یَسْتَفْتِحُوْنَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا یَذْکُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِیْ اَوَّلِ قِرَاءَۃٍ وَلَا فِیْ اٰخِرِھَا الخ کہا حضرت انس نے کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اصحاب ثلثہ کے پس وہ شروع کیا کرتے تھے الحمد سے اور نہ ذکر کرتے تھے اول اور آخر اسکے بسم اللہ شریف کو اور نہ ہی کبھی ان سے سنا ہے۔

سوال: پڑھنا فاتحہ کا امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فاتحہ کا پڑھنا امام کے پیچھے مقتدی کو نا جائز ہے کیونکہ اسمیں خلاف قرآن مجید و آثار جمہور صحابہ کے لازم آتا ہے چنانچہ تفسیر مدارک و حسینی ۲۳۱ سورہ اعراف رکوع آخر میں مذکور ہے وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ الخ در اسباب نزول آوردہ کہ جوانے از انصار در عقبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میگذارد و ہر چہ آنحضرت قرأۃ میفرمود میخواند آیت اِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ چوں قرآن خواندہ شود در نماز فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ بشنوید مر آنرا وَاَنْصِتُوْا و خاموش باشید و با امام تلاوت نکنید لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ شاید کہ رحم کردہ شوید ؛ اور مدارک میں یوں ہے وَظَاھِرُہٗ وُجُوْبُ الْاِسْتِمَاعِ وَالْاِنْصَاتِ وَقْتَ قِرْءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوۃِ وَجُمْھُوْرُ الصَّحَابَۃِ عَلٰی اَنَّہٗ فِیْ اِسْتِمَاعِ الْمُؤْتَمِّ الخ اور تفسیر عماد بن کثیر علی بن طلح و ابن عباس سے اسطرح مذکور ہے قَالَ عَلِیُّ بْنُ طَلْحَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قولہ وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ یعنی فِیْ صَلٰوۃِ الْمَغْرُوْضَۃِ اور عبد اللہ بن عبد الحمید اور صاحب بیہقی اور امام سیوطی نے تفسیر در منثور میں ابی العالیہ میں بایں طور حدیث بیان کی ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا صَلّٰی بِاَصْحَابِہٖ فَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ فَسَکَتَ الْقَوْمُ فَقَرَءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی روایت کی ابن حمید نے اور بیہقی نے ابو العالیہ سے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھتے صحابہ کے ساتھ قرأت فرماتے تھے تو اصحاب بھی قرأت کرتے تھے. پھر یہ آیت اتری اور اصحاب پڑھنے سے چپ ہو رہے ۔ اور پڑھتے رہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور مشکوٰۃ و موطا و ابن ماجہ و ابو قتادہ و ابو ہریرہ و ابو موسیٰ اشعری نے بایں طور روایت کی ہے اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا یعنی کہا ابو ہریرہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تم اسکی پیروی کرو کہ جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھے تم چپ رہو۔ اور کتب معتبرہ و حاشیہ مشکوٰۃ و موطا امام محمد میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عمر زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ سے سوال کیا گیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لیا جاوے یا نہ۔ انہوں نے فرمایا

لَا یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الصَّلٰوۃِ اور صاحب ہدایہ نے اسپر اجماع صحابہ ثابت کیا ہے اور ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ بایں طور حدیث بیان کی ہے مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَءَۃٌ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پڑھنا امام کا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ اور مقتدی کو قرأت پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور موطا امام محمد میں ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا۔ تو اسکی رکعت ہو جائے گی مَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً لَمْ یَقْرَءْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ ۔ اور اگر مقتدی بھی قرأت کرے تو دو قرأتیں جمع ہو جائیں گی تو یہ امر غیر مشروع ہو جائیگا۔ اور جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اِقْرَاْ بِھَا فِیْ نَفْسِکَ تو اس سے مراد تدبر و تفکر ہے اسکے معانی کا دل میں خیال کرنا چنانچہ حاشیہ مشکوٰۃ میں تحریر ہے۔ اور جو حدیث عبادۃ بن صامت سے مروی ہے جسکو غیر مقلدین بحث میں پیش کرتا ہے۔ وہ چند وجوہ سے ضعیف اور قابل عمل نہیں۔ دیکھو فتح المبین صفحہ ۴۱۲ و فتاویٰ صابریہ۔ تمام دلائل فرقہ نجدیہ وہابیہ کو جلد گیارہ[1] میں لکھ کر مع اسناد ان کا ضعف بیان کر دیا گیا ہے۔

سوال: رفع یدین اور آمین بالجہر نماز میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: رفع یدین کرنا نزدیک امام صاحب کے صحیح نہیں۔ اور جو حدیثیں رفع یدین قبل از رکوع اور اسکے بعد کے کرنے کے بارہ میں وارد ہیں وہ تمام منسوخ ہیں اور قابل عمل نہیں اور نہ صحیح ہیں۔ چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ و فتح القدیر میں مذکور ہے کہ امام صاحب اور امام اوزاعی کا مناظرہ اس بات پر مکہ معظمہ کے بیچ ہوا تو امام صاحب غالب آئے اور امام اوزاعی لاجواب ہو گئے۔ اور امام طحاوی نے سند صحیح کیساتھ حدیث بیان کی ہے۔ کہ ابن عمر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے مگر اول تکبیر میں حالانکہ یہ وہی ابن عمر ہیں جو حضور علیہ السلام کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے پھر ترک کر دیا۔ وھٰذا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ حَدَّثَنَا نُعَیْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ ثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ یعنی تمام آئمہ دین رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ آپ کی ذات پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ اور جو حدیثیں رفع یدین کرنے کے بارہ میں عبداللہ بن عمر سے بخاری و مسلم میں درج ہیں وہ تمام منسوخ ہیں چنانچہ عینی شرح بخاری میں لکھا ہے۔ اَنَّہٗ کَانَ بَدْءُ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ اور اس کے نسخ پر یہ دلیل ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو

---

[1] اس بارہ میں ایک مستقل رسالہ عدم جواز فاتحہ خلف الامام شائع کر دیا گیا ہے جس میں تمام صحاح ستہ کی روایات پر جرح کر دی گئی جنکو وہابی لوگ جواز فاتحہ خلف الامام میں پیش کیا کرتے ہیں اور ان کی اچھی طرح سے تردید کر دی گئی ہے۔ مناظرین ہمارے رسالہ کو منگا کر طلب کریں۔ اب یہ ذکر جلد گیارہ میں نہیں ہے۔ خادم شریعت۔

رفع یدین رکوع و قومہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اور فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کام کیا پھر ترک کر دیا۔ اور دوسری دلیل تنسیخ کی یہ ہے جو کہ امام جعفر طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کی ہے۔ وہوہٰذا۔ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ قَالَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عبد اللّٰہ بن یونس قَالَ اخبرنا ابوبکر بن عیاش بن حصین بن مجاھد قَالَ صَلَّیْتُ خلف ابن عُمَرَ فَلَمْ یکن یرفع یدیہ اِلَّا فی تکبیرۃ الْاُوْلٰی الخ یعنی کہا حصین بن مجاہد نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے ابن عمر کے وہ بدوں پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور ابی شیبہ جو کہ امام بخاری و مسلم کے استاذ ہیں اپنے مصنفہ میں بایں طور لکھا ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلَّیْتُ خلف النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وابی بکر وعمر فلم یکن یرفع ایدیھم اِلَّا عِنْدَ افتتاح الصَّلٰوۃ یعنی کہا ابن مسعود نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابا بکر اور عمر کے تو وہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔ مگر پہلی تکبیر میں۔ اور اگر کسی نے زیادہ تحقیق کرنی ہو تو شرح سفر السعادت و فتح المبین و فتاویٰ صابریہ جلد سوم کا مطالعہ کریں۔

دربارہ آمین بالجہر۔ آمین بالجہر بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اور علاوہ اسکے وہ حدیثیں معلولہ و مرجوحہ ہیں چنانچہ شرح سفر السعادت باب نماز میں مذکور ہے اور جس حدیث میں مَدَّ بِھَا صَوْتَہٗ وارد ہے۔ اس سے بھی آمین بالجہر ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسکے معنی شارحین نے یہ لکھے ہیں۔ یعنی مَدَّ بِاَلِفِہٖ وَخَفَّتِہٖ مِیْمَہٗ یعنی الف کو کھینچ کر پڑھتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں ہے اٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ اور حدیث صحیح ابن مسعود و عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ یہ صاحب چار چیزوں میں اخفاء کا حکم امام کے لئے دیا کرتے تھے۔ وہوہٰذا۔ اَرْبَعٌ یُخْفِیْھِنَّ الْاِمَامُ التَّعَوُّذُ وَالثَّنَاءُ وَالتَّسْمِیَۃُ وَالتَّامِیْنُ کَمَا نَقَلَہٗ فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ وَفَتْحِ الْمُبِیْنِ وَفَتَاوٰی صَابِرِیَہ اور قرآن مجید میں ہے کہ آہستہ دعا مانگنا چاہیئے اور یہی بہتر و انسب ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً اور احادیث صحیح اسی بات پر شاہد ہیں چنانچہ مسند امام احمد و مسند ابوداؤد و ترمذی و تہذیب و آثار و دار قطنی و معجم طبرانی وغیرہ نے بسند صحیح یہ حدیث بیان کی ہے عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّہٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ واخفٰی بِھَا صَوْتَہٗ یعنی کہا ابن حجر نے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو جب آپ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پر پہنچے تو آمین آہستہ کہی۔

سوال: سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مذہب حنفیہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز نہیں۔ چنانچہ کتاب آثار امام محمد و سنن ابوداؤد میں آثار صحابہ موجود ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ زیر ناف ہاتھ باندھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ سنت نبی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلا

آمین بالجہر خلف الامام

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت

کی ہے۔ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ السُّنَّۃُ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ اور اصول حدیث میں لکھا ہے کہ جس جگہ السنۃ کذا او ان من السنۃ کذا کا کلمہ واقع ہو تو وہاں سنت رسول علیہ السلام مراد ہوا کرتی ہے اور اگر کسی نے بہت دلائل اس بارے میں دیکھنے ہوں تو معانی الآثار و فتح المبین کا مطالعہ کرے[1]۔

سوال: کنوئیں میں بلی یا چوہا گر کر مر جائے تو کسقدر پانی اس سے نکالا جائے۔ اور فرقہ غیر مقلدین جو یہ کہتا ہے کہ کنوئیں کا پانی بالکل پلید نہیں ہو سکتا اور اپنے دعویٰ میں حدیث بیر بضاعۃ پیش کرتے ہیں کہ اسمیں لتے حیض کے اور مردار و گوشت کتوں کے ڈالے جاتے تھے تو حضور نے فرمایا کہ پانی پاک ہے اسکو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔ اور حضور نے بھی اسکو پیا۔ نقل از ابوداؤد و ترمذی وغیرہ۔

جواب: معانی الآثار میں ہے کہ کہا حضرت شعبی نے حَدَّثَنَا ابوبکر قال ثنا ابو عامر العقدی قال ثنا سفیان عن نکویہ عن الشعبی فی الطیر والسنور ونحوھما یقع فی البیئر قال ینزع منھا اربعون دلواً الخ یعنی پرندے اور بلی وغیرہ کے لئے کنوئیں سے چالیس ڈول سے کم پانی نہ نکالا جاوے اور ایک روایت ابی سعید خدری سے بایں طور دار قطنی و طحاوی میں مذکور ہے حَدَّثَنَا فھر بن سلیمان قال ثنا محمد بن سعید بن الاصبھانی قال ثنا حفص بن غیاث النخعی عن عبد اللّٰہ بن سیرۃ الھمدانی عن شعبی وعن ابی سعید خدری فی الدجاجۃ فی البیئر فتموت فیھا قال یُنزع منھا سبعون دلواً۔ یعنی مرغی اگر گر کر مر جائے کنوئیں میں تو ستر ڈول اس سے پانی نکالا جاوے اور علاوہ اسکے محمد بن حزیمہ و حجاج و ابوعوانہ و مغیرہ بن شعبہ و ابراہیم وغیرہ صحابہ نے کہا کہ اگر کنوئیں میں چوہا گر کر مر جاوے تو چالیس ڈول پانی اس سے نکالا جاوے اور ایک روایت میں بیس اور دس بھی ہے چنانچہ طحاوی و دار قطنی میں بروایت حضرت انس حدیث منقول ہے عَنْ اَنَسٍ اَنَّہٗ قال فی الفارۃ دار قطنی و تقویم اذا ماتت فی البیئر واخرجت من ساعتھا ینزع منھا عشرون دلواً یعنی جب کنوئیں میں چوہا مرے اور اسی گھڑی نکالا جائے اس سے بیس ڈول پانی نکالا جاوے اور دار قطنی و بیہقی و عبد الرزاق و طحاوی نے حدیث بایں طور نقل کی ہے۔ حدثنا ابو عبد اللّٰہ ابن القوام عن سعید بن محزمۃ عن ابن عباس ان زنجیا وقع فی زمزم فمات فانزل الیہ رجلاً ثم قال انزعوا ما فیھا من الماء الخ ایضاً عن ابن عباس وابن زبیر انھما افتیا ینزع البیئر کلھا حین مات زنجی فی بیر زمزم اخرجہ الدارمی یعنی حضرت ابن عباس و ابن زبیر سے

---

[1] ان تمام مسائل کی تشریح و تفسیر واضح طور پر بدلائل جلد سوم میں مسطور ہے۔ اور فرقہ غیر مقلدین کے اس بارہ میں جسقدر دلائل ہیں وہ سب کے سب ضعیف اور متروک و منسوخ ہیں۔ فقط: خادم شریعت عفی عنہ۔

روایت ہے کہ ایک زنگی چاہِ زمزم میں گر کر مرگیا۔ پس اتارا ایک آدمی کو اسکی طرف پھر فرمایا پانی نکالو اس سے الخ پس جب فتویٰ دیا حضرت ابن عباس وابن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے تو اسوقت کسی اصحابی نے انکار نہ کیا۔ اور نہ ہی کسی نے اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ حدیث پیش کی. باوجودیکہ کثرت جماعتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی موجود تھی۔ اور علاوہ اسکے نہ تو کسی تابعین وتبع تابعین وجمہور صحابہ سے اسکا انکار ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ ابن مدینی استاذ امام بخاری صاحب نے کہا ہے۔ فامر ابن عباس وابن زبیر ینزع الماء کلہ بحضور الصحابۃ ولم ینکر منھم احد فیکون حدیث القلتین مخالفاً للاجماع یعنی حدیث قلتین کی مخالف اجماع صحابہ کے اس لئے ہوئی کہ روبرو صحابہ کے ابن عباس وابن زبیر نے فتویٰ دیا تھا پھر کسی اصحابی نے انکار نہ کیا۔ لہٰذا یہ حدیث مخالف اجماعِ صحابہ کے ہوئی اور علاوہ ازیں اس حدیث میں اضطراب بھی ہے۔ اور کہا ابن حزم نے لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيْ حَدِيْثِ الْقُلَّتَيْنِ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَدِّدْ مقدار القلتین یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقدار قلتین کی بیان نہیں کی۔ اور بعض روایتوں میں دو قُلّہ تین قُلّہ چالیس قلہ اور کوئی چالیس قرب بھی روایت کرتا ہے۔ اڑھائی مشک قلتین کا اندازہ کسی حدیثِ صحیح کو چھوڑ کر بلکہ ضعیف سے بھی ثابت نہ ہوگا۔ اور حدیث اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ یعنی پانی کو کوئی شے ناپاک نہیں کرتی الخ اگر اس سے خاص بیر بضاعہ مراد لیا جائے تو وہ ایک کنواں جاری پرنالہ تھا جس سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا۔ اگر اس سے عموم مراد لیا جاوے تو صحیحین کی حدیثوں سے منسوخ ہے۔ جس میں پیشاب کی ممانعت اور ہاتھ ڈالنے کی نہی وارد ہے وہو ہٰذا۔ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِيْ لَا يَجْرِيْ الخ ثُمَّ لَا يَتَوَضَّاُ مِنْهُ اَوْ يَشْرَبُ اور ایک روایت میں لَا يَغْتَسِلُ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ یعنی پانی کھڑے میں نہ پیشاب کرنا چاہیے اور نہ اس سے وضو کرنا چاہیئے۔ اور اگر جنبی نے غسل کرنا ہو تو پانی اس سے لے کر الگ بیٹھ کر نہائے۔ ایضاً لَا يَغْمِسَنَّ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا یعنی جو شخص تم سے بیدار ہوا پھر ہرگز نہ ڈالے ہاتھ اپنا برتن میں یہاں تک کہ دھولے ان کو تین بار کیونکہ اسکو معلوم نہیں۔ کہ رہا کہاں ہاتھ اسکا رات کو۔ اور بعض علمائے دین نے یہ بھی کہا ہے کہ جب اس کنوئیں کی کیفیت صحابہ نے بیان کی تھی تو اسوقت بالکل صاف تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ راوی کا کہنا کہ اسمیں گوشت کتوں کا اور لتے حیض کے ڈالے جاتے تھے یہ بالکل خلاف عادت انسانی کے ہے۔ کیونکہ مسلمان اور منافق اور کافر بھی اس بات کو ناپسند کرتا ہے۔ پھر اصحاب کبار تابعین ایسا کام کب کر سکتے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ نشیب جگہ پر تھا اسمیں خود پلیدی واقعہ ہوکر دوسری طرف سے خارج ہوجاتی تھی۔ غرضکہ اس حدیث پر جمہور صحابہ نے عمل نہیں کیا۔ اور حدیث میں ہے اِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ ایضاً اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَنْجُسُ یعنی آدمی جنبی مسلمان نجس

نہیں ہوتا اور زمین نجس نہیں ہوتی۔ پس اس حدیث کے معنی ہیں وہی اَلْمَآءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ کے معنی ہوئے باقی حال شرح طحاوی و فتح المبین میں دیکھو۔ فقط

QAMRIA RAHIMA MADRASSA KADIYALA (AK) Ibne Qasim Sanoi

بحث شیعہ

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ امابعد خاکسار ابوالمنظور نظام الدین ملتانی قادری سروری مسلمان بھائیوں کی خدمت بابرکت میں گذارش کرتا ہے کہ شیعہ صاحبان کا دلی مقصود ہمیشہ سے یہی چلا آیا ہے۔ کہ وہ اصحاب ثلاثہ کے فضائل حقہ اور انکی خلافت راشدہ کے انکار میں ہزارہا اوراق سیاہ کریں۔ اور اپنے اباطیل پر طرح طرح کے ملمعے چڑھا کر حق کی جانب جانیوالوں کی سدّ راہ بنیں۔ اور اپنی من گھڑت خلافت بلا فصل پر جھوٹی خوشی کے نقارے بجائیں۔ مگر ان کو اب تک اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ ذرا اپنے مذہب کی کتابوں کی اوراق گردانی تو کرتی ہوتی۔ پھر ان کو پتہ چل جاتا کہ راستی پر کون ہے۔ اور کذب وافتراء پر کون۔ من گھڑت خلافت پر بلا فصل اڑے رہنا اور اپنی کتابوں کو طاق پر رکھے رہنا انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ بعض ان کا گوشہ نشین بن کر دیواروں پر جا بجا آہنی تختیاں لک سے سیاہ کرکے ان پر سفید حروف سے خلافت بلا فصل کی خود ساختہ روایت کو کندہ کرتا پھرتا ہے اور کلمہ شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام نامی کو شامل کرکے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ تاکہ دل کے کچے دام میں پھنس جائیں اور ان کو اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا کر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سب و شتم سے کام لیں اور اپنے سینوں کو جو اصحاب ثلاثہ کے ساتھ حسد اور بغض کی آگ سے جلے بھنے رہتے ہیں۔ ٹھنڈے کریں اور خود تراش کردہ روایت غدیر[1] پر سرتاپا زور دے کر اسکی صداقت کا گیت گائیں اور اپنی من گھڑتوں پر اڑے بیٹھے رہیں۔ یہ ہے ماہیت حضرات شیعان پاک کے مذہب کی۔ ہم یہاں پر شیعوں کی کتابوں سے مختصر طور پر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اور

---

[1] فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ مَرَضِهٖ وَلَقِيَ عِنْدَهُ الْعَبَّاسُ الْفَضْلَ وَعَلِيًّا وَاَهْلَ بَيْتِهٖ خَاصَّةً فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَكُنْ هٰذَا الْاَمْرُ فِيْنَا مُسْتَقِرًّا مِنْ بَعْدِكَ فَبَشِّرْنَا وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّا تَغْلِبُ عَلَيْهِ فَاَوْصِ بِنَا فَقَالَ اَنْتُمُ الْمُسْتَضْعَفُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ ترجمہ: یعنی آپکی مرض الموت میں تمام حاضرین پوچھنے کیلئے حاضر ہو کر نکلے اور باقی حضرت عباس و فضل و علی و اہلبیت رہے۔ اور عباس بولے کہ امر خلافت بعد آپ کے ہمکو ملے تو آپ اسکی بشارت دیں اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم باز رہیں گے۔ تو پھر ہمکو وصیت فرمائیے۔ تو آپنے فرمایا کہ تم بوجھ اٹھانے سے میرے بعد عاجز ہو۔ کیا حضرت عباس کو واقعہ خم غدیر کا یاد نہ تھا کہ حضور کے سامنے خلافت کے بارہ میں سوال کیا ؛

خلافت حقہ کا ثبوت دیتے ہیں وہو ہذا۔ چنانچہ کتاب نہج البلاغت مطبوعہ مصر الجزو الثانی صفحہ ۸ پر خط امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کا بنام حضرت امیر معاویہ بایں طور تحریر ہے۔ وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمُّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى فَاِنْ خَرَجَ عَنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلٰى اِتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى وَالْعُمْرِيْ يَا مُعَاوِيَةُ لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُوْنَ هَوَاكَ لَتَجِدُنِّيْ اَبْرَءَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَلَتَعْلَمَنَّ اَنِّيْ كُنْتُ فِيْ عُزْلَةٍ عَنْهُ اِلَّا اَنْ تَتَجَنَّ فَتَجْنَ مَا بَدَا لَكَ وَالسَّلَامُ یعنی بیشک میری اس قوم نے بیعت کی ہے کہ جس نے ابابکر الصدیق و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے کی تھی۔ اب کسی شخص حاضر اور غائب کو اختیار نہیں کہ اسکی تردید کرے۔ کیونکہ یہ کام اجماع مہاجرین و انصار کے حکم سے مضبوط ہو چکا ہے جس شخص کو انہوں نے کمیٹی سے نامزد کر دیا ہو۔ وہ اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے۔ پس اگر نکلا کوئی شخص اس معاملہ سے طعن یا جدائی کر کے پھر لاؤ اسکو جس امر سے بھاگا۔ پس اگر انکار کیا اس نے تو مار ڈالو اسکو مومنوں کے راستے کی پیروی نہ کرنے کے جرم میں۔ پھر پہنچا دیگا اسکو اللہ پسندیدہ بات پر اور قسم ہے مجھے عمر بخشنے والے کی اے معاویہ اگر تو نظر غور سے بیان کرے تو پائیگا تو مجھے بڑے تمام آدمیوں سے خون عثمان کے سے اور ضرور جانتا کہ تھا میں اسوقت گوشہ میں اس سے اگر تو بدلہ لینا ہے تو اس سے لے جس پر ثبوت پا دے۔ والسلام فقط۔

دوسرا خط امیر المومنین کا جو حضرت امیر معاویہؓ کے دو خطوں کے جواب میں لکھا تھا وہ یہ ہے۔ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مَنَازِلَ الْخُلَفَاءِ وَفَضَائِلَهُمْ فَنَقُوْلُ نَحْنُ وَجَدْنَا اَفْضَلَهُمْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَبَابَكْرٍ الْعَتِيْقَ وَالصِّدِّيْقَ ثُمَّ عُمَرَ الْفَارُوْقَ الَّذِيْ لَا يَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ ثُمَّ ذِي النُّوْرَيْنِ عُثْمَانَ الَّذِيْ يَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلٰئِكَةُ وَلِعُمْرِيْ اِنَّ مَكَانَهُمْ فِي الْاِسْلَامِ لَعَظِيْمٌ فَرَحِمَهُمُ اللّٰهُ الخ اصفہانی شرح نہج البلاغت جلد اول جزو ۱۱ مولوی سلطان المحمود شیعہ یعنی اے معاویہ تو مجھے مراتب و فضائل خلفاء کے یاد دلاتا ہے ہم کے دین کے جاری کرنے میں جملہ خلفاء سے افضل حضرت ابابکر عتیق و صدیق کو پایا ہے پھر حضرت عمر میں جو جاری کرنے احکام دین میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان ذوالنورین ہیں جن سے ملائکہ مقربین بھی حیاء کرتے تھے مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ اسلام میں خلفائے مذکورین کا بڑا مرتبہ ہے۔ ان پر اللہ تعالٰے کی رحمت ہو۔ اور اچھے اجران کو ملیں۔ آمین۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں یاد دلانا تیرا پس خدا کی قسم ہے اصل قاتلین تو دار عثمان

شیعہ کی خلافت اصحاب ثلاثہ

میں ہی قتل کئے گئے تھے۔ اور وہ دو نو کنیزہ و سودان ہیں۔ اور ماسوا ان کے محاصرین وغیرہ نے توبہ کرلی ہے اور تو میری بیعت سے انکار مت کر۔ اور تحفۃ الشعریہ مطبع یوسفی مقصد اول صفحہ ۷۴ بروایت کشف الغمہ نقل از مجمع الاحناف سنی سُئِلَ الْاِمَامُ اَبُوْجَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِن حِلیہ السَّیْفِ ھَلْ یَجُوْزُ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ حَلّٰی اَبَابَکْرِ الصِّدِّیْقُ سَیْفَہٗ فَقَالَ الرَّاوِیْ اَتَقُوْلُ ھٰکَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَلٰی مَکَانِہٖ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ فَمَنْ لَمْ یَکُنْ لَہُ الصِّدِّیْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ قَوْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ حضرت امام ابوجعفر یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آیا تلوار کو زیور سے آراستہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا آپ نے ہاں ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو آراستہ کیا تھا زیور سے۔ پس کہا راوی نے آیا تم کہتے ہو ایسا یعنی کہ آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں پس اچھل پڑے امام اپنی جگہ سے۔ پس آپ نے تین دفعہ کہا ہاں میں کہتا ہوں صدیق۔ پس جو کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق نہ کہے اور نہ جانے۔ نہ سچا کیجو اسکے قول کو دنیا و آخرت میں۔ یعنی ان کی صدیقیت کا منکر دونوں جہان میں جھوٹا ہے۔ اور جھوٹے کی سزا خدا کے نزدیک لعنت[1] ہے

فیصلہ باغ فدک

کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ مال انبیاء کا صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ چنانچہ کافی کلینی کتاب شیعہ الفصل والجہل باب صفت العلم اصول کافی صفحہ ۱۷ بروایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور اسکی شرح شافی میں ہے۔ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْھَمًا وَلَا دِیْنَارًا وَاِنَّمَا یُوَرِّثُوْا مِنْ اَحَادِیْثِھِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّنْھَا فَقَدْ اَخَذَ حَظًّا۔ یعنی از انبیا ہر چہ باقی ماندہ اگرچہ ترکہ است دراں ترکہ حکم نیست۔ اور کتب فریقین میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے خلیفہ اول کو بذریعہ قاصد طلب کر کے روبرو اپنے زوج وابن عباس کے دربارۂ باغ فدک گفتگو کی اور خلیفہ اول نے ان کے جواب میں یہ حدیث بیان کی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ وَلَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ الحدیث حاضرین کو کہا کہ تم نے یہ حدیث حضور سے بھی سنی ہے یا نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک ہم نے سنی ہے۔ تب خاتونِ جنت نے سکوت اختیار کیا اور کتاب شیعہ نہج الکرامۃ شیخ ابن مظہر علی نے لکھا ہے کہ خاتون جنت کے وعظ پر خلیفہ اول نے باغ لکھ کر واپس کر دیا۔ وھٰذا لَمَّا وَعَظَتْ فَاطِمَۃُ اَبَابَکْرٍ فِیْ فَدَکَ کَتَبَ لَھَا

---

[1] مفصل ذکر خلافت اصحاب ثلاثہ کا حقیقت مذہب شیعہ اور جلد چہارم سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت عفی عنہ

کِتَابًا اور کتاب شرح نہج البلاغت جلد اول جزو ۲ میں لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خلیفہ اول سے روایت کی وہو ہٰذا۔ وَغَضَبَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ بَیْعَتِ اَبِیْ بَکْرٍ وَقَالَ مَا غَضِبْتُ اِلَّا فِی الْمَشُوْرَۃِ وَاَنَا الْمَرْئِیُّ اَنَّ بَکْرٍ اَحَقَّ النَّاسِ لَھَا اَمْ لِصَاحِبِ الْغَارِ وَاَنَا نَعْرِفُ لَہٗ سُنَّۃً وَلَقَدْ اَمَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوۃِ وَھُوَ حَیٌّ الخ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت میں اظہار ناراضگی فرمائی۔ اور کہا یہ اسواسطے ہے کہ میں مشورہ میں نہیں بلایا گیا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق سب لوگوں سے بڑھکر اسکے حقدار ہیں یا واسطے صاحب ہونے غار کے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ عمر میں بڑے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی مبارک میں انکو لوگوں میں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اصحابِ ثلاثہ کا باایمان ہوکر داخلِ خلد ہونا

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ اِ وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ کریگا انکو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے۔ اور البتہ ثابت کر دیگا واسطے ان کے دین انکا۔

اور علاوہ اسکے یہ طعن جو شیعہ کا ہے کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم (معاذ اللہ) منافق ہوکر فوت ہوئے اسکے جواب میں یہی ایک آیت کافی ہے اور وہ یہ ہے لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُ فِی الْمَدِیْنَۃِ لَنُغْرِیَنَّکَ بِھِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا۔ یعنی البتہ اگر باز نہ رہیں گے منافق اپنی شرارت سے اور وہ لوگ جو بیچ دل ان کے لئے بیماری ہے اور بدخبر اڑانے والے بیچ شہر مدینہ کے البتہ پیچھے لگا دیں گے تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے تیرے بیچ اس کے مگر تھوڑے دنوں لعنت مارے جہاں پائے جاویں اور قتل کئے جاویں خوب قتل کرنا۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا شیخین رضی اللہ عنہما کے ایمان کامل اور باایمان فوت ہونے پر یہ قول ہے۔ ھُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَی الْحَقِّ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (ابوبکر صدیق و عمر فاروق) صاحب انصاف دونوں حق پر تھے۔ اور دونو حق پر مرے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مہربانی سے رحمت کرے قیامت کے دن تک۔

سوال : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کسقدر تھی۔ کتبِ شیعہ سے جواب دو۔

ارکان اسلام عادل ہیں یعنی وہ دونوں امام عادل تھے شیعہ کی کتب احتقاق امامت

جواب : تین بیٹے اور چار بیٹیاں ۔ چنانچہ اصول کافی مطبوعہ مطبع نولکشور باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۷۸ تصنیف امام محمد بن یعقوب کلینی میں بایں طور لکھے ہیں ۔ وَتَزَوَّجَ خَدِيْجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَعِشْرِيْنَ سَنَةً فَوَلَدَ لَهٗ مِنْهَا قَبْلَ الْمَبْعَثِ الْقَاسِمَ وَرُقَيَّةَ وَزَيْنَبَ وَاُمَّ كُلْثُوْمٍ وَوُلِدَ لَهٗ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح کیا خدیجہ سے جب آپکی عمر مبارک قریبًا ۲۵ سال کی تھی ۔ اور آپ کی اولاد پہلے نبوت کے خدیجہ سے قاسم و رقیہ زینب و ام کلثوم ہوئی ۔ اور بعد از نبوت حضرت طیب و طاہر و فاطمہ پیدا ہوئی اور حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے ۔ اور اسی طرح کتاب نخبۃ الاخبار صفحہ ۳۶ مطبع عین الفیوض اور کتاب جد تحقیق صفحہ ۸ میں بعینہٖ اسی طور لکھا ہے ۔ شرف داما دی میں حضرت عثمان اور حضرت علی شریک ہیں ۔ کیونکہ ان کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں ۔ کہ وہ دونوں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پیٹ سے تھیں ۔ الخ نقل از اعتساف صفحہ ۱۵۹ [1]

غیر مقلدوں کے خیالات کی تردید

افسوس اس ملکِ ہندوستان میں غیر مقلدین فرقہ محدثہ نے اسقدر احناف کی مخالفت میں کتابیں طبع فرمائی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے ہر ایک ایماندار ذی شعور کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ اور الاماں کہنا پڑتا ہے ۔ چنانچہ ان میں سے ایک آدھ رسالہ بطور نمونہ آپ دیکھ سکتے ہیں ۔ (۱) بوئے غسلین از قطرات عشرین ۔ اور دوسرا بوئے سرگین ۔ ان تمام میں آئمہ دین مجتہدین متقدمین و متاخرین سلف صالحین پر طعن و تشنیع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا ۔ اور اپنے زعم میں عالم و فاضل و اہلحدیث ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا خدا کی پناہ ایسے الحدیثوں سے ۔ اور جو کچھ کہ ان کی زبان سے نکلا ۔ چند جملات ان کے بطور مشتے نمونہ از خروارے درج کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے اور وہ یہ ہیں ۔ اول فقہ حنفیہ کو جلا دینا چاہیئے ۔ دوم کتب اصول فقہ حنفیہ وغیرہ کو خندق کھود کر دفن کر دینا چاہیئے ۔ سوم حضرت عمر فاروق کی طرح متداولہ کتب کو جلانا چاہیئے ۔ چہارم کتب متداولہ من الناس کے پڑھنے سے ایمان بالکل خارج ہو جاتا ہے ۔ پنجم حنفی لوگ صحابہ کرام کی اتنی عزت بھی نہیں کرتے جسقدر راجپوت کے مجاوروں

---

[1] : شیعہ لوگوں کا مفصّل ذکر حقیقت مذہب شیعہ و بم کا گولہ بر رافضی ٹولہ میں مطالعہ کریں ۔

خادم شریعت ابو المنظور عفی عنہ

کیجاتی ہے۔ ششم امام صاحب کے نزدیک مشت زنی واجب اور سود لینا غلام سے مولا کو جائز اور سؤر کے بال پاک اور محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کر کے وطی کرنے سے حد لازم نہیں آتی۔ اور ان کے نزدیک شراب حلال۔ کتے کے چمڑے پر نماز پڑھنا جائز۔ امام صاحب لاعلم تھے۔ چند حدیثیں جانتے تھے۔ اور امام صاحب مرجیہ تھے! الخ علے ہذا القیاس کسی بزرگ نے کیا سچ فرمایا ہے ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ، میلش اندر طعنۂ پاکاں دہد

بندہ نے بفضل خدا تعالےٰ در جواب دبوئے غسلین از قطرات عشرین) کتاب جرعہ غسلین در حق غیر مقلدین تیار کی ہے۔ اور اسجگہ صرف فرقہ محدثہ کی خدمت میں ادب سے عرض کرتا ہوں کہ تم جو کہتے ہو کہ تمام کتب فقہ کو جلا دینا چاہیئے۔ ان میں ضعیف اور بناوٹی باتیں ہیں۔ اور بہت سے مسائل امام صاحب نے برخلاف قرآن و حدیث بیان کئے ہیں اور امام صاحب بھی مرجیہ تھے۔ تو اس بارے میں عرض ہے کہ بالفرض آپ کی بے ثبات باتوں کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر فرمایئے کہ آسمانی کتاب کے علاوہ کونسی کتاب ہے کہ جسپر عمل کیا جائے۔ اگر کہو کہ سب صحاح ستہ صحیح ہیں کہ ان پر اجماع مومنین ہو چکا ہے۔ تو میں[1] کہتا ہوں کہ یہ بات بھی من گھڑت ہے۔ اور بے دلیل۔ کیونکہ اول تو اجماع مسلمین سے آپ پہلے ہی دست بردار ہو چکے ہیں اور کوئی حدیث بھی ان کے صحیح ہونے پر شاہد نہیں اور نہ ہی ان پر اجماع مومنین کا ہوا ہے۔ اور نہ ہی کتب صحاح ستہ ضعف سے خالی ہیں۔ شرح نخبۃ الفکر مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے اِنَّ الرِّجَالَ الَّذِیْنَ تُکُلِّمَ فِیْهِمْ مِنَ الرِّجَالِ مُسْلِمٌ اَکْثَرُ عَدَدًا مِنَ الرِّجَالِ الَّذِیْنَ تُکُلِّمَ فِیْهِمْ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِیِّ الخ یعنی وہ رجال بخاری کے جن میں کلام کی گئی ہے وہ مسلم کے رجال سے زیادہ ہیں اور علامہ ملا علی قاری نے اس مقام پر یوں تشریح فرمائی ہے۔ فَاِنَّ الَّذِیْنَ اِنْفَرَدَ الْبُخَارِیُّ بِهِمْ اَرْبَعُ مِائَةٍ وَخَمْسَةٌ وَثَلٰثُوْنَ رَجُلًا وَالْمُتَکَلَّمُ فِیْهِمْ بِالضُّعْفِ نَحْوُ مِنْ ثَمَانِیْنَ رَجُلًا وَالَّذِیْنَ اِنْفَرَدَ بِهِمْ مُسْلِمٌ سِتُّ مِائَةٍ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا وَالْمُتَکَلَّمُ فِیْهِ مِنْهُمْ مِائَةٌ وَسِتُّوْنَ رَجُلًا عَلَی الضُّعْفِ کَذَا ذَکَرَهُ الْبُخَارِیُّ فِیْ شَرْحِ اَلْفِیَّةِ الْعِرَاقِیِّ نقل از فتح المبین یعنی جن سے امام بخاری نے روایت کی ہے وہ چار سو پینتیس (۴۳۵) آدمی ہیں۔ جن میں قریباً اسّی (۸۰) آدمی ضعیف ہیں۔ اور جن سے مسلم نے روایت کی ہے۔ وہ چھ سو بیس (۶۲۰) آدمی ہیں

[1] اور مسلم الثبوت مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۱۱۴ میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم کی صحت پر اجماع نہیں چونکہ اسمیں راوی قدریہ و مرجیہ رافضی، و خارجی اور لامذہب اور بدعتی لوگ ہیں جن کی بات پر اعتماد رکھنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ اور یہی فیصلہ ابن الہمام صاحب فتح القدیر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور اگر کسی صاحب نے بخاری و مسلم کا پورا حال دیکھنا ہو تو جرح علی البخاری کا مطالعہ کرے۔ خادم شریعت

جنمیں سے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ آدمی ضعیف ہیں۔ اور علاوہ ان کے ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہا کتبِ احادیث کا تو ذکر ہی کیا صرف بخاری و مسلم شریف کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ ان میں ایسی ایسی حدیثیں ہیں کہ جن کے ذکر کرنے سے انسان کو شرم آتی ہے۔ چنانچہ کہانی بندر کی اور بدوں انزال صحبت کرنے سے عورت کے غسل کا لازم نہ ہونا اور صحابہ کا متعہ کرنا اور اصحابِ ثلاثہ کا باہمی جھگڑا اور حضور پرنور امّ المومنین کا ناراض ہونا۔ اور حضور کا پانی نجس کو استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ فرمائیے کہ کیا یہ تمام باتیں بناوٹی نہیں یا خلاف قرآن مجید نہیں؟ اور ان کے سوا بخاری و مسلم میں ایک بڑی جماعت فرقہ شیعہ و قدریہ و جہمیہ و خارجیہ و مرجیہ کی بھی ہے۔ جن سے انہوں نے روایت کی ہے۔ کیا اب معترضین کفال کے مطابق ان تمام صحاح ستہ کو جلا دینا چاہیئے۔ یا خندق کھود کر دفن کر دینا چاہیئے۔ کیا ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک ایسا تو کسی مسلمان کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ اور نہ ہی کوئی مسلمان کرتب فقہ کے بارہ ایسا خیال کر سکتا ہے۔ ؎

نباشد نکتہ گیری آدمیت کہ کارِ سگ بود آہو گرفتن

اور اگر کہو کہ ان میں کوئی حدیث ضعیف وغیرہ نہیں بلکہ تمام صحیح اور قابلِ عمل ہیں تو اگلی پچھلی باتیں سب کھل جائیں گی۔ پس ہمارا منہ نہ کھولو۔ لو صرف اسجگہ اظہار حق نہ بطور سوئے ظن چند راوی بخاری و مسلم کے نقل کر دیتا ہوں۔ اور ایک ایک حدیث بھی نقل کر دیتا ہوں۔ تاکہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔ نقلِ کفر کفر نباشد۔ بخاری شریف کے شیعہ راوی اسمٰعیل ۱ بن ابان شیعہ دیکھو کتاب تہذیب التہذیب جزو اول ۲ خالد بن مخلد القلوانی شیعہ کتاب ایضاً جزو ثالث ۳ سعید بن عمرو جزو رابعہ کتاب ایضاً ۴ جریر بن عبدالحمید جزو ثانی کتاب ایضاً ۵ سعید بن فیروز جزو رابعہ کتاب ایضاً بخاری شریف کے قدریہ راوی ۱ ثور بن یزید ثقہ تو ہے لیکن اسکے قدریہ ہونے میں کسی کو شک نہیں۔ تہذیب التہذیب جزو ثانی ۲ حسان بن عطیۃ المحاربی قدریہ تھا و زکریا بن اسحٰق قدریہ تھا۔ کتاب ایضاً جزو ثالث ۳ حسن بن عمرو قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ثانی ۴ سعید بن عبدالعزیز قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ثالث ۵ عبداللہ بن عمرو قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ۵ + بخاری شریف کے جہمیہ راوی ۱ البشیر بن فسری جہمیہ تھا۔ کتاب میزان الاعتدال صفحہ ۴۸۔ ۲ قطر بن خلیفہ کتاب تہذیب التہذیب جزو ۵۔ ۳ یحی بن صالح الوحاظی جہمی تھا کتاب ایضاً و علی بن الجعد جہمی تھا کتاب ایضاً۔ بخاری شریف کے راوی جو حضرت علیؓ کے دشمن تھے۔ اسحاق بن سوید العدوی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا کرتا تھا۔ کتاب ایضاً جزو ثانی ۳ حصین بن الواطی کتاب ایضاً جزو ۲ ۴ قیس بن ابی حازم کا بھی یہی حال تھا۔ کتاب ایضاً جزو ۸۔ بخاری شریف کے خارجی راوی ۱ عکرمہ مولیٰ بن عباس خارجی تھا۔ تہذیب التہذیب جزو سابع۔

۱؎ ولید بن کثیر خارجی تھا۔ کتاب الیضاً جزو ۱۱۔ ۲؎ عمران بن حطان خارجی تھا کتاب الیضاً جزو ۸۔ ۳؎ داؤد بن الحصین شراۃ کا مذہب رکھتا تھا۔ کتاب الیضاً جزو ثالث + بخاری شریف کے مرجیہ راوی ۱؎ شبابہ بن سوار انفزاری مرجیہ تھا۔ تہذیب التہذیب جزو رابع ۲؎ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی مرجیہ تھا۔ کتاب الیضاً جزو ۶۔ ۳؎ عثمان بن غیاث البصری مرجیہ تھا۔ کتاب الیضاً جزو ۷۔ ۴؎ عمر بن ذر الہمدانی مرجیہ تھا کتاب الیضاً جزو ۷۔ ۵؎ محمد بن خازم ابومعاویہ الضریری مرجیہ تھا کتاب الیضاً جزو ۱۱۔ ۶؎ یونس بن ابی بکر مرجیہ تھا۔ کتاب الیضاً جزو ۱۱۔ ۷؎ ابراہیم تیمی مرجیہ تھا و سالم بن عجلان و قیس بن المسلم الجدلی و خالد بن یحییٰ بن صفوان و بشیر بن محمد السختیانی و ابراہیم بن طہمان تقریب التہذیب جزو اول۔ ایوب بن عائذ الطائی کتاب الضعفاء الصغیر البخاری ص۵۔ اور امام بخاری کے استاذ سلیمان بن مہران اور ابراہیم نخعی بھی دونوں مرجیہ مذہب کے تھے جن کے ذکر سے بخاری وغیرہ کتب حدیث بھری ہوئی ہیں دیکھو بخاری باب ظلم دون ظلم۔ حدثنا بشیر بن خالد قال حدثنا محمد عن شعبۃ عن سلیمان عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ لما نزلت الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم الخ پس اس میں سلیمان بن مہران و ابراہیم نخعی دونوں کا ذکر موجود ہے۔ حدثنا احمد بن ابی جریج قال حدثنا شبابۃ الخ (باب الصلوٰۃ علی نفساء) حدثنا محمد بن خلف ابی بکر قال حدثنا ابی یحییٰ الحمانی (بخاری حسن الصوت بالقراۃ) وحدثنا ابو نعیم قال حدثنا عمر بن ذر۳؎ الخ (بخاری اذا دعی الرجل فجاء ھل یستاذن) حدثنا عبدان قال اخبرنی ابی عن شعبۃ عن عمرو بن مرۃ (بخاری علامۃ الحب فی اللہ) ومن محمد بن یوسف حدثنا ورقاء عن ابی نجیح الخ (بخاری الشک شاہ ۔۔ مسلم شریف کے ضعیف راوی ۱؎ احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب کا حافظہ اخیر میں خراب ہوگیا تھا۔ تقریب صفحہ ۲۔ ابان بن تغلب یہ شیعہ ہونے کی وجہ سے کلام کیا گیا۔ تقریب صفحہ ۱۱۔ ۳؎ ابراہیم بن مہاجر بن جابر کا حافظہ خراب تھا۔ تقریب صفحہ ۱۶۔ ۴؎ ابراہیم بن یوسف ابن اسحٰق نہایت وہمی تھا۔ تقریب صفحہ ۱۷۔ اسحاق بن منصور السلولی اس میں شیعہ ہونے کا کلام ہے۔ تقریب صفحہ ۲۳ اسمٰعیل بن رافع کا حافظہ ضعیف تھا۔ تقریب صفحہ ۲۴۔ اسمٰعیل بن زیاح مجہول۔ تقریب صفحہ ۲۴۔ اسمٰعیل بن عبداللہ زبانی بیان کرنے سے خطا کیا کرتا تھا۔ تقریب صفحہ ۲۵۔ اسمٰعیل بن ابی کرابۃ شیعہ اور وہمی تھا۔ تقریب صفحہ ۳۵، اشعث بن سوار الکندی ضعیف۔ تقریب صفحہ ۲۷، الغرض جب بخاری و مسلم کا یہ حال ہے تو پھر کس لئے ان کو پایۂ اعتبار سے ساقط تصور نہ کیا جائے گا۔ جواب دو۔ اور باقی صحاح ستہ کا حال دوسرے جلد میں واضح کر دیا گیا ہے۔ اور اگر کسی کو مفصل حال دیکھنا منظور ہو تو کتاب الجرح البخاری و اقوال الصحیحہ و اخبار اہل فقہ ۶ ذی قعدہ ۱۳۲۷ھ صفحہ ۶ کو بھی

مطالعہ کرے۔

مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد

(منقول صفحہ ۲۷ کالم ۲۔ اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۹/۱۶ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء سنہ ۱۳۲۸ھ رمضان المبارک ۴/۱۱)

س ۲۵۱ : ایک شخص نے اپنی جدّ کی زوجہ سے نکاح کیا۔ اور عورت منکوحہ سے ہمبستر ہوکر مجامعت کی۔ اور بعد چند روز کے اس منکوحہ کو حمل رہا۔ اسی حمل سے لڑکا پیدا ہو۔ اب علمائے شریعت اس بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں نکاح ہوا یا نہ۔ لڑکا کس کی جانب قرار دیا جائے گا۔ اسکے شوہر پر نان ونفقہ واجب ہوگا یا نہ۔

ج ۲۵۱ : (بحکم لاتنکحوا ما نکح اٰباءکم) حقیقی والد کی منکوحہ سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع ہے مگر جد (دادا) کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں۔ اس لئے نکاح مذکور صحیح ہوگا بچہ بھی صحیح النسب فقط ۔ صاحبان یہ ہے اعتقاد مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اور دیگر اعتقادات غیر مقلدوں کے ہر چہار جلد فتاویٰ نظامیہ یعنی سلطان الفقہ میں درج ہیں

غیر مقلدوں سے خیر خواہی

(مکہ شریف کے جیل میں مولوی نذیر حسین غیر مقلد کی توبہ جسکی نقل بعینہ یہاں تحریر کی جاتی ہے۔)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حامداً ومصلیاً۔ اما بعد بندہ عاجز سید محمد نذیر حسین تبع سنت والجماعت عقیدۃً وفعلاً اور اسکے سوا جتنے مذاہب ہیں خواہ رافضی خواہ خارجی خواہ وہابی سب کو برا سمجھتا ہوں۔ اور موافق مذہب حنفی کے فتویٰ دیتا ہوں۔ اور حنفی المذہب ہوں۔ وَتُبْتُ مَا اَخْطَأْتُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

راقم سید نذیر حسین بقلم خود ۲۶ ذوالحج سنہ ۱۳۰۰ھ

ختم شد

حصّہ پنجم از فتاویٰ مناظر اسلام علّامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال : قرآن مجید میں کتنے فیصلے اور کتنے احکام ہیں ؟ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث شریف سے کتنے مسائل استنباط کئے ہیں؟

جواب : قرآن مجید میں صرف تیرہ[۱۳] فیصلے ہیں۔ جو خداوند عالم نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں کے دریافت کرنے پر معلوم کرائے جیسے وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ وغیرہ اور قرآن مجید میں صرف پانچسو احکام ہیں۔ اور احادیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار مسائل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند مسائل نکالے اسی طرح سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چند مسائل۔ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند مسائل نکالے اور اجماع صحابہ وتابعین وغیرہ سے چند مسائل ثابت ہیں۔ یہ کل مسائل چار ہزار کے اندر ہیں۔ غور کرو کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان مسائل کے سوائے پانچ لاکھ مسائل قرآن اور حدیث اور اجماع اور اپنے قیاس سے استخراج کئے۔ جن کے تراسی ہزار قواعد کلیہ ہیں۔ ان تمام مسائل کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر الروایت میں جمع کیا۔ اور پانچ لاکھ مسائل ہدایہ و وقایہ وکنز الدقائق وغیرہ کتب فقہ میں درج ہیں۔ (نقل از کتاب تفریح الاوثق صفحہ ۳۶۲)

سوال : قرآن مجید وحدیث شریف وفقہ میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں ؟

جواب : کتاب فتح المبین کے صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ ماٰخذ فقہ کا قرآن مجید وحدیث شریف ہے۔ پس فقہ وحدیث میں فقط تغائر اسمی ہے۔ مسمی ایک ہے یا فرق اجمال وتفصیل کا ہے۔ حاصل دونو کا ایک ہی ہے یا کلیات اور جزئیات کا فرق ہے۔ مدعا ایک ہے۔ غرض اس قسم کی مغایرت حقیقت مغایرت سے نہیں۔ علی ہذا القیاس۔

فقہ شافعی و مالکی وحنبلی بھی ہرگز قرآن وحدیث کے مخالف نہیں۔ بیشک حنفیہ کے نزدیک اس حدیث پر چلنا جائز نہیں جو مؤول اور منسوخ ہو گو وہ بخاری ومسلم میں کیوں نہ ہو۔

سوال : دین اسلام میں اصول کتنے ہیں؟ اور منکر اجماع امت وقیاس مجتہد کس گروہ میں شمار کیا جاتا ہے ؟

جواب : دین اسلام میں چار اصول ہیں (۱) قرآن مجید (۲) حدیث شریف (۳) اجماعِ اُمّت (۴) قیاس مجتہد

جیساکہ توضیح تلویح وغیرہ کتب دینیہ میں مذکور ہے اَلْاَدِلَّۃُ الشَّرْعِیَّۃِ عَلٰی اَرْبَعَۃِ اَرْکَانِ الْکِتَابُ ثُمَّ السُّنَّۃُ ثُمَّ الْاِجْمَاعُ ثُمَّ الْقِیَاسُ (ترجمہ) اَدِلّہ شرعیت چار ہیں۔ (۱) کتاب (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔ اور اجماع و قیاسِ مجتہد کا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں ہے۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (سورۃ النساء پارہ پنجم) ترجمہ: اور جو مخالفت کرے رسول کی اسکے بعد کہ اسپر ہدایت کھل چکی۔ اور چلے مسلمانوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستہ۔ تو ہم اسکو چلائے جائیں گے اسی راستہ پر جس پر وہ چلا۔ اور اسکو دوزخ میں جھونک دیں گے اور وہ بُری جگہ ہے ؛

اور مشکوٰۃ جلد اول کتاب العلم فصل ثانی بروایت عبداللہ ابن عمر بایں الفاظ حدیث مذکور ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعِلْمُ ثَلٰثَۃٌ اٰیَۃٌ مُحْکَمَۃٌ اَوْ سُنَّۃٌ قَائِمَۃٌ اَوْ فَرِیْضَۃٌ عَادِلَۃٌ؛ ترجمہ: یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ علم تین ہیں جنکا ماننا ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے۔ اوّل آیت مضبوط۔ دوم سنت یعنی حدیثیں۔ سوم فریضہ عادلہ یعنی اجماع امت و قیاس مجتہد۔ اور اسی حدیث کے حاشیہ پر غیر مقلد صاحب مہداۃ صفحہ ۲۶ میں بایں طور لکھتے ہیں۔ اور وہ بعینہٖ عبارت یہ ہے یعنی فریضہ عادلہ اشارہ ہے جو اجماع اور قیاس جو کتاب اور سنت سے نکلا ہو۔ فریضہ اسکو اسلئے کہا کہ اس پر عمل واجب ہے۔ جیسے کتاب اور سنت پر۔ اور معنی عادل کے بھی یہی ہیں۔ اور اس حدیث کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ اصول دین کے چار ہیں۔ کتاب و سنت و اجماع جوان کے سوا وہ زائد ہیں۔ انتہٰی اور کتاب ترمذی ابن عمر سے مروی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْ قَالَ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی ضَلَالَۃٍ یعنی فرمایا آپ نے میری امت نہ اکٹھی ہوگی گمراہی پر۔ اور امام بخاری کتاب الاعتصام السنۃ فضائل حرمین جلد ثانی میں بھی بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں باب ما ذکر النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رخص علی الاتفاق اھل العلم وما اجمع علیہ الحرمان مکۃ والمدینۃ الخ یعنی ذکر کیا نبی علیہ السلام نے اور ترغیب دی اہل علم پر کہ جسپر اجماع کیا حرمین مکہ اور مدینہ والوں نے اور اسکے حاشیہ پر علامہ کرمانی نے اسطرح لکھا ہے وقال مالکٌ اجماع اھل المدینۃ حجۃ یعنی کہا امام مالک نے کہ اجماع اہل مدینہ والوں کا دلیل شرعی ہے اور اسکا انکار کرنا محض جہالت ہے۔ اور قیاس مجتہد کا ثبوت بھی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے۔ وھو ہٰذا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار یعنی بعد ذکر کرنے قصہ کفار کے فرمایا اللہ تعالےٰ نے پس عبرت حاصل کرو اے عقل والو اور اسکے تحت میں بڑے بڑے علمائے دین و مفسرین مانند فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اور صاحب

مدارک ومعالم بایں طور تفسیر بیان کرتے ہیں۔ فاتعظوا یاکھم فلا تعذروا ولا تعتمدوا علی غیر اللہ سبحانہ واستدل بہ علی ان القیاس حجۃ یعنی نصیحت پکڑو حال ان کے سے اگر تم بھی ایسا کروگے تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا اور نہ عذر کرو اور نہ بھروسہ کرو اللہ تعالےٰ کی ذات کے سوا کسی پر اور یہی دلیل ہے قیاس مجتہدین پر۔ اور سورہ انبیاء میں ارشاد ہے وداؤد وسلیمان اِذ یحکمٰن فی الحرثِ اذ نفشت فیہِ غنم القومِ وکنا لحکمھم شھدین ففھمناھا سلیمن وکلًّا اٰتینا حکمًا وعلمًا۔ اور یاد کرو تم داؤد اور سلیمان کو جب دونوں فیصلہ کرنے لگے ایک کھیت کے بارے میں جب شب کے وقت اسمیں چر گئیں کچھ لوگوں کی بکریاں ہمارے روبرو تھا اور ہم نے فیصلہ سمجھا دیا سلیمان کو۔ اور ہر ایک کو عطا کیا تھا ہم نے حکم یعنی پیغمبری اور علم۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک قوم کی بکریاں رات کے وقت آکر ایک قوم کی کھیتی کو کھا گئیں اور یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پیش ہوا۔ آپ نے کھیتی والوں کو بکریاں دلوادیں۔ اور جب یہ امر حضرت سلیمان علیہ السلام پر واضح ہوا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ کھیتی والے بکریوں کے دودھ سے اسوقت تک نفع اٹھائیں جب تک کہ کھیتی اپنی اصلی حالت پر نہ آجائے ۔:۔ اور حدیث صحاح ومعالم میں بایں طور مسطور ہے کہ دو عورتوں کے ہمراہ ان کے دو بیٹے تھے۔ اتفاقاً ایک عورت کے لڑکے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ بعد میں انہوں نے سخت جھگڑا شروع کر دیا۔ آپس میں ایک دوسرے کو کہتی تھیں کہ تیرے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا ہے۔ تب حضرت داؤد علیہ السلام نے لڑکا دونوں میں سے بڑی عورت کو دلوا دیا۔ فیصلہ کے بعد جب ان ہر دو عورتوں کا گذر حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہوا۔ تو آپ نے فرمایا چھری لاؤ تاکہ میں تمہارے درمیان اس بچہ کو برابر دو حصہ میں تقسیم کر دوں تب دوسری چھوٹی عورت پکار اٹھی کہ خدا آپ پر رحم کرے۔ ایسا نہ کریں۔ یہ اصل میں لڑکا بڑی کا ہے۔ یہ سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے لڑکا چھوٹی کو دلوا دیا۔ الخ پس اے منکرین قیاس اب فرمائیے کہ یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے۔ اور حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر حاکم یا قاضی نے مقدمہ میں کوشش کی اور اچھا انجام پالیا تو اسکو دو اجر ملیں گے۔ اگر کوشش کی اور ٹھیک بات نہ نکلی۔ تو اسکو صرف محنت کا ایک ثواب ملے گا۔ اور علامہ قصوری کتاب توضیح الدلائل صفحہ ۲۵ بحوالہ دارمی ونسائی کے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے کوئی مسئلہ پوچھتا، تو آپ قرآن مجید سے جواب دیتے۔ اگر قرآن میں نہ پاتے تو حدیث شریف سے۔ اگر حدیث میں سے نہ پاتے تو اجماع سے۔ اگر اجماع میں بھی نہ پاتے تو اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیا کرتے۔ اور خود مولوی محمد اسمٰعیل نے رسالہ اصول فقہ میں لکھا ہے۔ اَلْاَدِلَّۃ الشریعۃ اربعۃ الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس۔ یعنی اَدِلّہ شریعت چار ہیں۔ قرآن مجید وحدیث واجماع وقیاس الخ اور صاحب نبراس نے بحوالہ کتاب عقد الجید لکھا ہے کہ جو شخص اجماع

قیاس کا منکر ہے وہ خارجی اور شیعہ ہے۔ وہو ہذا۔ مَنْ لا یقبل شھادتہ من المبتدعین لا یصح تقلید القضاء وکذا تقلید من لا یقول بالاجماع کالخوارج او بالاخبار الاحاد کالقدریۃ او بالقیاس کالشیعۃ یعنی جو شخص اہل بدعت سے ہے اسکی شہادت اور اسکو قاضی بنانا بھی درست نہیں اور اسی طرح جو اجماع کا قائل نہیں اسکو بھی قاضی بنانا جائز نہیں۔ کیونکہ اجماع کا منکر مثل خارجیوں کے ہے اور جو اخبار احاد کا قائل نہیں وہ مانند شیعہ کے ہے۔ انتہیٰ۔ اور کتاب نبراس صفحہ ۴ بحوالہ کتاب مشکوٰۃ الانوار لکھا ہے کہ جو شخص ظاہر روایت پر عمل کرتا ہے۔ وہ فرقہ باطل سے ہے۔ اور فتح المبین صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ جو شخص قیاس مجتہد کا منکر ہے اسکو علمائے دین سے شمار نہ کیا جائے۔ اور تہذیب الاسماء میں لکھا ہے وہ گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔ غرضیکہ فرقہ اہلسنت وجماعت کو چاہیئے کہ اس فرقہ ضالہ سے اجتناب کرے۔

سوال: رتبہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بڑے تھے یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ اور غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ امام صاحب کو حدیث کا علم نہ تھا صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے صحیح ہے یا غلط ؟

جواب: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کئی وجوہات سے امام بخاری پر فضیلت رکھتے ہیں۔ امام بخاری نہ تو تابعی اور نہ تبع تابعین سے ہیں۔ کیونکہ ان کی پیدائش ۱۹۴ ہجری میں ہوئی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ۶۱ یا ۸۰ ہجری (علیٰ اختلاف الاقوال) میں پیدا ہوئے۔ جو زمانہ خیر القرون تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ الخ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دیکھنے والے اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ کے ملنے جلنے والے لوگ بہتر ہیں۔ اور امام صاحب درجہ تابعی اور تبع تابعین ہونے کا رکھتے تھے۔ کیونکہ آپکا انتقال سنہ ۱۵۰ھ میں ہوا۔ سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ درجہ کہاں ؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیس ۲۰ صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا۔ اور تابعی بھی اسی کو کہتے ہیں کہ جس نے بحالت اسلام کسی صحابی کا خواہ ایک لحظہ ہی زمانہ پایا ہو۔ خواہ اس سے حدیث سنی ہو یا نہ سنی ہو۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو چھ صحابہ اور ایک صحابیہ سے حدیثیں سنیں۔ اور بعض صحابہ امام صاحب کے شروع جوانی تک زندہ رہے۔ اور آپ نے ان کی زیارت کی اور جو آپ کی جوانی تک زندہ رہے وہ تین ہیں (۱) حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی وفات سنہ ۹۳ھ میں ہوئی۔ (۲) سہل بن سعد جنکا انتقال سنہ ۹۱ھ میں ہوا (۳) ابو الطفیل بن واثلہ جنکا انتقال سنہ ۱۰۰ھ میں ہوا۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تو کوئی صحابی زندہ نہ تھا پس آپکو کسی صحابی کی زیارت کہاں نصیب ہو سکتی۔ وجہ فضیلت کی یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس شہر کوفہ کے رہنے والے تھے جو دار الحدیث تھا۔ اور جس میں

ڈیڑھ ہزار صحابہ جلیل القدر نے سکونت اختیار کی۔ اور جس میں ستر اصحاب اہل بدر میں سے داخل ہوئے۔ اور یہ کوفہ وہ شہر ہے جسکے بارے میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا رُمِحَ اللّٰہِ وسیفُ اللّٰہِ وکَنزُ الاِیمَانِ وَجُمجُمَۃُ العَرَبِ وَرَاسُ الاِسلَامِ وَوَجُوہُ النَّاسِ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس شہر بخارا کے رہنے والے تھے جس میں کسی اصحابی کا قدم بھی نہیں پہنچا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پرورش وتعلیم امام جعفر صادق ابن امام باقر رضی اللہ عنہما کی گود اور مجلس سے حاصل کی۔ اور یہ رتبہ امام بخاری کو کہاں حاصل ہوا۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار ہزار شیوخ (استاد) تھے۔ جن سے آپنے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کا اور ان کے شاگردوں کا مفصل ذکر انشاء اللہ تیسری جلد میں ہوگا ∴ تعجب ہے کہ جو شخص ۸۰ھ میں پیدا ہو اور ۱۵۰ھ میں اسکا انتقال ہو اور بڑے بڑے صحابہ عادل وثقہ مثل حضرت اسود اور علقمہ عطا وعکرمہ مجاہد مکحول وحسن بصری سے روایت کی ہو۔ اور خاندان اہلبیت سے فیض ظاہری اور باطنی حاصل کیا ہو۔ کیا ایسے شخص کو صرف سترہ حدیثیں ملیں۔ اور ایک شخص جو ۲۰۰ھ میں ایک معمولی شہر بخارا میں پیدا ہوا۔ اور جس نے کسی صحابی کو بھی نہ دیکھا ہو۔ اور نہ ہی خاندان اہلبیت میں سے کسی کی صحبت میں سے کچھ فیض لیا۔ اور گھر میں بیٹھے بٹھائے چھ لاکھ حدیثیں جمع کرلیں۔ اس بات کو کون صاحب عقل سلیم تسلیم کرسکتا ہے۔ اور اب ناظرین خود تصفیہ فرمالیں کہ کس کو وسائل وذرائع ومواقع حدیثوں کے جمع کرنے کا امورات مذکورہ بالا میں زیادہ تر دستیاب ہوا۔ اہل انصاف خود انصاف فرمالیں۔ کہ امام صاحب کو جن کے صرف حدیث کے چار ہزار استاد ہیں کسقدر بیشمار حدیثیں یاد ہوں گی۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کا حافظہ بہت خراب تھا نہ مجتہد نہ امام نہ عالم۔ صرف زاہد اور عابد تھے اور امام صاحب ثقہ نہیں ہیں۔ بلکہ ضعیف ہیں۔ اور مذہب ان کا مرجیہ تھا۔ چنانچہ کتاب الانصاف مصنفہ غیر مقلد عبد الکریم صفحہ ۴۲ میں مذکور ہے:۔

جواب: متعصبین ودشمنان آئمہ دین ومجتہدین کا یہ دستور ہے کہ حق بات کو چھپانا اور آگے پیچھے کی عبارت اڑا کر عوام الناس کو دھوکہ دینا اور نکتہ چینی بزرگان دین کی کرتے رہنا ؎

بنا شد نکتہ گیری آدمیت ، کہ کار سگ بود آہو گرفتن

دیکھو بڑے بڑے علمائے دین ومحدثین نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب تیار کئے۔ اور آپ سے روایات لے کر کتابیں بنائیں۔ اور آپ کے فیض ظاہری وباطنی سے معمور ہوئے۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مجتہد مطلق اور فقیہ زماں اور حافظہ میں حافظ۔ اور ثقاہت میں سب سے اعلیٰ ان کے ہمعصر محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھ

ہے۔ وھٰذا۔ وقال علی بن مدینی ابوحنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وھشیم ووکیع بن الجراح وعباد بن العوام وجعفر بن عون وھو ثقۃ یعنی کہا علی بن مدینی نے کہ ابو حنیفہ ثقہ تھے۔ ان سے روایت کیا ہے سفیان ثوری وعبداللہ بن مبارک وحماد بن زید ووکیع بن جراح وعباد بن عوام وجعفر بن عون وغیرہ نے۔ خیرات الحسان صفحہ ۶۸ :۔ اور کتاب خیرات الحسان ابن حجر مکی صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے قال شعبۃ واللہ کان ابوحنیفہ حسن الفھم جید الحفظ یعنی کہا امام شعبہ محدث علامہ نے کہ خدا کی قسم کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فہم میں بہت اچھے اور حافظہ میں بہت جید ہیں۔ اور صاحب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۱۸۸ میں بایں طور لکھا ہے۔ قال وقیل لیحیی ابن معین یا ابا بکر ابوحنیفۃ کان یصدق فی الحدیث قال نعم صدوق۔ کہا موصلی نے کہ سوال کیا ایک شخص نے یحیی بن معین سے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ روایات میں سچے تھے یا نہیں۔ کہا ہاں وہ صدوق تھے۔ اور ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں لکھتے ہیں مرانہ اخذ عن اربعۃ الاف شیخ من ائمۃ التابعین وغیرھم ومن ثم ذکرہ الذھبی وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین الخ یعنی یہ بات گذر چکی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چار ہزار صحابہ تابعین وغیرہ سے حدیث اخذ کی ہے اس لئے امام ذہبی وغیرہ نے ان کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں گنا ہے۔ اور جو شخص قلت حدیث ان سے روایت ہونے کا بیان کرتا ہے وہ محض حسد کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ چند حدیثیں حاصل کرنے کے سبب سے اسقدر بیشمار مسائل استنباط نہیں کر سکتا الخ۔ اور کتاب تقریب التہذیب صفحہ ۳۷۴ میں لکھا ہے اَلنُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ الْكُوْفِيُّ اَبُوْحَنِيْفَةَ الْاِمَامُ يُقَالُ اَصْلُهٗ مِنْ فَارِسٍ وَيُقَالُ مَوْلٰى بْنِ تَيْمٍ فَقِيْهٌ مَشْهُوْرٌ مِنَ السَّادِسَةِ مَاتَ سَنَةَ خَمْسِيْنَ عَلَى الصَّحِيْحِ اور امام شیخ محی الدین نووی شارح صحیح مسلم نے روضۃ الطالبین میں، بایں طور لکھا ہے اَمَّا الْاِجْتِهَادُ الْمُطْلَقُ فَقَالُوْا اِخْتُتِمَ بِالْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ حَتّٰى اَوْجَبُوْا تَقْلِيْدَ وَاحِدٍ مِنْ هٰؤُلَاءِ عَلٰى اُمَّتِهٖ ونقل امام الحرمین الاجماع عَلَيْهِ یعنی کہا علمائے دین نے کہ اجتہاد مطلق ختم ہو چکا ہے۔ ساتھ ائمہ اربعہ کے یعنی امام اعظم وامام شافعی وامام مالک وامام احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قیامت تک ان چار کے سوا مجتہد مطلق کوئی ہونیوالا نہیں پس واجب ہے کہ تقلید ان چار میں سے ایک کی کرے۔ اور حرمین شریفین نے اس پر اجماع قائم کیا ہے۔ اور جو غیر مقلدین فرقہ ظاہریہ وہابیہ نے بحوالہ غنیۃ الطالبین وتاریخ بخاری لکھا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرجیہ مذہب تھے اس لئے بخاری نے ان سے روایت نہیں لی افسوس معترض کے دل میں اتنا خیال بھی نہیں گذرا کہ میری اس چرپرہ اور بے معنی بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں

؎ شیوۂ جور و ستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو ، دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

اگر امام بخاری وغیرہ نے اس لئے حدیثیں امام صاحب سے نہیں لیں کہ وہ مرجیہ مذہب تھے تو یہ کہنا محض غلط ہے کیونکہ امام بخاری وغیرہ نے تمام مذاہب باطلہ کے لوگوں سے حدیثیں لی ہیں جنکا ذکر جلد اول کے ضمیمہ میں گذر چکا ہے اور خود امام بخاری کے استاذ کے استاذ مرجیہ تھے. جنکے نام معترضین کو مختصر طور پر بتلا دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو یقین آجاوے. ابن تیمی مرجیہ تھا. کتاب بخاری باب ظلم دون الظلم عمرو بن مرّہ مرجیہ تھا کتاب بخاری باب علامات حب اللہ عزوجل. زرّ ہمدانی مرجیہ تھا کتاب بخاری باب المتیمم ہل ینفخ فیہا. اور ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کا حال بھی عنقریب لکھا جائے گا. اور اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دار قطنی و بخاری نے مرجیہ لکھدیا تو آپ کے اور ان کے کہنے میں ان کی شان مبارک میں رائی کے دانہ برابر بھی کمی نہیں آسکتی. کیونکہ یہ اعتراض اور اتہام تو حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما پر بھی متعصبین نے لگا دیا تھا. دیکھو کتاب اقوال الصحیحہ صفحہ ۱۹۰. و میزان الاعتدال صفحہ ۹ جلد اول. اور امام صاحب اس اتہام سے تو بالکل بری ہیں کیونکہ خود اپنی کتاب فقہ اکبر مترجم صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ ہم نہیں کہتے کہ مسلمان کو گناہ ضرر نہیں کرتا. اور نا ہی ہم کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں نہیں جائیگا. اور نا ہی ہم کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا. اگرچہ بدکار ہو پھر گیا دنیا سے مسلمان اور نا ہی ہم کہتے ہیں کہ نیکیاں ہماری خواہ مخواہ مقبول اور گناہ ہمارے معاف ہیں. کقول المرجیۃ الخ یعنی جیسا کہ مرجیہ لوگ کہتے ہیں الخ اور کتاب عقود الجواہر المنیفہ جزو اول صفحہ ۱۱ علامہ سید محمد مرتضیٰ لکھتے ہیں کہ یہ بات بالکل خلاف رائے اور بے اصل ہے. اگر امام صاحب مرجی یا رائی ہوتے تو آپ کے اصحاب بیشک آپ کی رائے کے برخلاف ہوتے. حالانکہ تمام متفق ہیں. اور ایک دو شخص کی بات اتنی مخلوقات کے مقابلہ میں کب تسلیم ہو سکتی ہے. وَلَمْ یصدّق فی دعواہ حتی ان الصلوٰۃ عند ابی حنیفہ خلف المرجیۃ لا تجوز الخ یعنی اسکو اپنے دعویٰ میں سچا نہ تصور کیا جاویگا یہاں تک کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرجیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں اور امت کا اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ امام اعظم آئمہ اربعہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہو چکا ہے. پس یہ اتہام امام صاحب پر متعصبین کا ہے. اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر امام بخاری و دار قطنی وغیرہ نے امام صاحب کو مرجیہ مذہب میں گنا ہے تو یہ کہنا ان کا چند وجہ سے قابل تسلیم نہیں کیونکہ یہ لوگ ان کے ہم زمانہ و ہم طبقہ نہیں ہیں کوئی تیسری صدی اور کوئی چوتھی صدی کا ہے. اور یہ محض ان کی سنی سنائی باتیں ہیں جنکی کوئی اصل نہیں چنانچہ کتاب الاقوال الصحیحہ صفحہ ۱۹۲ بحوالہ کتاب شرح مواقف و کتاب ملل نحل میں لکھا ہے کہ یہ اتہام فرقہ خارجیہ و معتزلہ وغیرہ دشمنان نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر لگا دیا ہے جیسے کہ عستان کوفی و ابن زبو

وابن قتیبہ وجابر جعفی وخطیب بغدادی اور حالانکہ جابر جعفی وغیرہ کاذب ومتعصب ہیں۔ چنانچہ کتاب حیوٰت الحیوان جلد اول صفحہ ۲۸۰ اور کتاب اقوال الصحیحہ صفحہ ۵۶ اور ابن حجر مکی نے کتاب خیرات الحسان صفحہ ۶۶ و ۶۷ میں لکھا ہے کہ یہ محض بے اصل اور افتراء امام صاحب پر ہے۔ امام صاحب مرجی نہ تھے۔ اور علاوہ اسکے جو معترض نے غنیۃ الطالبین کا حوالہ دیا ہے۔ کہ پیر صاحب نے امام اعظم کو فی کو مرجیہ لکھا ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ بڑے بڑے علمائے دین ومورخین نے لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت سیّد عبد القادر جیلانی کی نہیں یہ کوئی اور عبد القادر ہے۔ چنانچہ مولوی عبد العزیز ملتانی نے کتاب کوثر النبی اور مولوی غلام قادر بھیروی نے کتاب نور ربانی کے اختتام پر لکھا ہے کہ یہ کتاب غنیۃ الطالبین جو مشہور ہے پیر صاحب کی نہیں۔ اور بڑے بڑے بزرگان دین کی زبانی سنا گیا ہے کہ یہ کتاب پیر محی الدین سیّد عبد القادر کی نہیں انکی کتاب واقعی فتوح الغیب ہے۔ اور مولوی عبد الحکیم فاضل سیالکوٹی اسی کے ترجمہ فارسی میں لکھتے ہیں کہ یہ عبارت کسی مبتدع نے ملا دی ہے۔ اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہ عبارت کسی متعصب دشمن مذہب حنفی نے اسمیں درج کر دی ہے۔ کیونکہ اسی کتاب غنیۃ الطالبین مترجم ترجمہ شیخ محی الدین مطبوعہ اسلامیہ صفحہ ۱۲۰ فصل وَالَّذِیْ یُؤْمَرُ بِہٖ وَیُنْکَرُ عَلٰی خَمْسَۃِ بَیْنٍ میں لکھا ہے کہ نہیں جائز واسطے فقیہ اور واعظ کے کہ تردید اور انکار کرنا مسائل اختلافیہ میں جنکو آئمہ اربعہ نے اجتہاد سے اخذ کیا ہے۔ اور نہیں جائز واسطے شافعی اور حنبلی کے کہ تردید کرے مسائل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اور نہیں جائز کسی کو کہ اٹھاوے دل کسی شخص کا مذہب شافعی اور حنبلی سے کیونکہ اٹھانا انکا جماعت میں تفرقہ ڈالنا ہے الخ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پیر صاحب کے نزدیک بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب حق اور سچے مذہب والے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جو اتہام امام صاحب کے مذہب پر مرجیہ ہونے کا اسمیں درج ہے کسی متعصب ضدی حسدی وہابی نجدی کا بن بنایا ہے۔ پیر صاحب کا یہ خیال ہرگز نہیں تھا ورنہ اس مذہب کی تردید کرتے اور کتب تواریخ وتصوف میں لکھا ہے کہ پیر صاحب مذہب حنفی کو اعلیٰ جانتے تھے اور آخری عمر کے حصّہ کو اسی مذہب پر پورا کیا۔ اور علاوہ اسکے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ عبارت پیر صاحب کی ہے تو بھی اس سے امام صاحب کا مرجیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ وھٰذا واما الحنفیۃ فھم اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الخ یعنی اپر حنفیہ وہ یار ابو حنیفہ بن ثابت کے ہیں۔ انہوں نے یہ زعم کیا کہ تحقیق ایمان ومعرفت خدا کی اور اقرار کرنا ساتھ خدا اور اسکے رسول کے اور ساتھ اس چیز کے جو آئی ہے خدا کے پاس سے اجمالی طور پر جیسے کہ ذکر کیا اسکو بربوتی نے کتاب شجرہ میں۔ انتہی پس اب ناظرین احناف فرمائیں کہ اسمیں کہاں لکھا ہے کہ امام صاحب مرجی تھے۔ فقط اِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

سوال : کتاب بخاری میں کوئی حدیث ضعیف ہے یا نہیں۔ اگر اسمیں ضعیف ہیں تو پھر ان کو اصح کتاب بعد کتاب اللہ کس لئے کہا جاتا ہے؟ اور ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابوداؤد کا کیا حال ہے؟

جواب : کتاب بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ترمذی و نسائی و ابوداؤد و مسند امام احمد حنبل کے بارہ میں علمائے دین محدثین نے لکھا ہے کہ یہ کتابیں ضعف سے خالی نہیں مانند دیگر کتابوں کے ہیں۔ اور یہ کتابیں جو صحاح ستہ کہاتی ہیں مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں بہت اعلیٰ اور صحیح ہیں۔ کیونکہ ان کے مؤلف شافعی المذہب تھے۔ اور بخاری شریف کو اصحہ بوجہ تغلیب کے کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان میں اکثر حدیثیں صحیح ہیں۔ اور اسمیں بہت کم ضعیف۔ چنانچہ نصرۃ المجتہدین و شرح نخبہ ملا علی قاری و ابن حجر مکی و تذکرہ محمد طاہر پٹنی اور الاجوبۃ الفاضلہ عن الاسئلۃ العشرۃ الکاملہ مولانا مولوی عبدالحی وغیرہ میں دیکھو اور اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد اول کتاب سلطان الفقہ کے ضمیمہ میں اصل عبارتیں اور صفحہ نوٹ دیکھ لے۔ اور مرد میدان ہو کر صحاح ستہ کے صحیح ہونے پر دلائل بیان کرے۔

سوال : بخاری شریف کی تمام حدیثیں موافق و مطابق قرآن مجید کے ہیں یا نہیں؟

جواب : بخاری شریف کی بہت سی حدیثیں کتاب اللہ کے برخلاف ہیں چنانچہ کتاب بخاری جلد دوم کتاب خصومات باب اذا ظلم المسلم یھودیا میں حدیث مذکور ہے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُخَیِّرُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ یعنی کہا ابوسعید نے کہ فرمایا آپ نے کہ بعض پیغمبر کو بعض سے بہتر مت کہو تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یعنی دی اللہ نے فضیلت بعض کو بعض پر۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ بیشک ہم نے بزرگی دی بعض پیغمبروں کو بعض پر۔ پس ان ہر دو آیت کے برخلاف حدیث مذکور ہے۔ اور یہ کوئی بھی فرد تسلیم نہیں کر سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خلاف قرآن مجید کے حکم فرمایا ہوگا۔ اور اسکے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں اسمیں درج ہیں جنکا ذکر تیسری جلد میں انشاء اللہ ہوگا ؟

سوال : کیا بخاری میں حدیثیں ایک دوسرے کی مخالفت میں بھی وارد ہیں یا نہیں ؟

جواب : بیشک بخاری میں ایک دوسرے کے خلاف بھی بہت حدیثیں درج ہیں چنانچہ کتاب الصوم باب الحجامت میں لکھا ہے ویروی عن الحسن عن غیر واحد الخ مرفوعًا افطر الحاجم والمحجوم الخ یعنی روایت کی جاتی ہے حسن سے وہ کئی ایک سے مرفوع کر کے کہ روزہ کھولا سنگی لگانے والے اور لگوانے والے نے۔ عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وھو محرم واحتجم وھو صائمٌ یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے سنگی لگوائی باوجودیکہ آپ روزہ دار تھے۔ یہ دونو حدیثیں بالکل ایک دوسرے کی مخالف ہیں۔ پہلی حدیث سے

تو یہ ثابت ہوا کہ خون نکالنے والے اور نکلوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسری سے ثابت ہوا کہ آپنے حالت روزہ میں خون نکلوایا۔ پس اگر پہلی حدیث کو صحیح مانا جاوے تو دوسری غلط۔ اور اگر دوسری کو صحیح تصور کیا جاوے تو پہلی غلط۔

سوال: بخاری میں کوئی حدیث ضعیف بھی ہے یا نہیں؟

جواب: بخاری میں بہت حدیثیں ضعیف ہیں لیکن ناظرین کے واسطے صرف ایک ہی حدیث لکھدیتا ہوں دیکھ لینا۔ ویروی عن ابن عباس وجرھد ومحمد بن جحش عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفخذ عورۃ و قال انس حسر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن فخذہ الخ کتاب بخاری سپارہ ۳ باب مایذکر فی الفخذ یعنی روایت کی جاتی ہے ابن عباس اور جرہد اور محمد جحش سے وہ روایت کرتے ہیں حضور سے کہ ران ستر ہے کہا انس نے کہ کپڑا اٹھایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ران اپنی سے الخ اس حدیث کو علمائے محدثین نے ضعیف لکھا ہے اور اسی طرح مولوی عبدالجبار غزنوی صاحب نے اسی حدیث کے حاشیہ پر بایں طور لکھا ہے۔ اور وہ عبارت بعینہٖ یہ ہے۔ ۲ ابن عباس کی روایت کو ترمذی موصولاً لایا ہے۔ مگر اسکی اسناد میں ابو یحییٰ قتات ضعیف ہے۔ اور جرہد کی روایت کو مالک موطا میں الخ اور خود امام بخاری اپنی تاریخ میں بسبب اضطراب اسکو ضعیف لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲

سوال: چار مذہب کس نے بنائے جبکہ دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہے تو یہ کیوں ایک نہیں؟

جواب: ان چار مذاہب کا ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی سے ثابت ہے چنانچہ کتاب بحر الاسرار صفحہ ۱۶۰ میں لکھا ہے۔ وھو ہذا۔ وقد ذکر الشعرانی فی المیزان سند الائمۃ الاربعۃ وقدم الامام فقال الامام ابوحنیفۃ عن عطاء عن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرائیل عن اللہ عزوجل ثم اعقبہ بالامام مالک فقال الامام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرائیل عن اللہ عزوجل ثم اعقبہ بالامام الشافعی فقال الشافعی عن مالک الیٰ اٰخر السند ثم اعقبہ بالامام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الیٰ اٰخر السند رضی اللہ تعالےٰ عنھم الخ یعنی تحقیق ذکر کیا شعرانی نے میزان میں سند چاروں اماموں کی اور مقدم کیا ابو حنیفہ کو اور کہا امام ابوحنیفہ نے روایت ہے عطا سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے حضرت سے انہوں نے جبرائیل اور انہوں نے عزوجل سے پھر پیچھے لایا اسکے امام مالک کو پس کہا امام مالک نے روایت ہے نافع بن عمر سے انہوں نے حضرت سے انہوں نے جبرائیل سے انہوں نے اللہ عزوجل سے اور پھر اسکے پیچھے لے آیا امام شافعی کو پھر کہا شافعی نے مالک سے یعنی روایت کی آخر سند تک۔ پھر اسکے پیچھے لایا امام احمد بن حنبل کو۔ روایت ہے شافعیؒ سے انہوں نے مالک سے آخر سند

تک راضی رہے اللہ تعالےٰ ان سب سے۔ اور ایک روایت ابوہریرہ سے باینطور مذکور ہے کہ فرمایا آپ نے ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابوحنیفۃ وھو سراج امتی یعنی آدم علیہ السلام نے فخر کیا ساتھ میرے اور میں فخر کرتا ہوں ایک مرد سے اپنی امت میں سے نام جسکا نعمان اور کنیت جسکی ابوحنیفہ ہے۔ اور وہ میری امت کا چراغ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آپ نے کہ تمام فخر کرتے ہیں مجھ سے اور ہم فخر کرتے ہیں ابوحنیفہ سے جو شخص اسکو دوست رکھے اس نے مجھے دوست رکھا۔ اور جس نے اسکو دشمن رکھا اس نے مجھے دشمن رکھا۔ ہکذا فی تقدمۃ ابی اللیث۔ اور تقلید شخصی برائے دفع فساد اور باعث مصلحت دین معین ہے۔ چنانچہ کتاب عقد الجید ۲۴ میں محدث دہلوی نے تحریر کیا ہے اعلم فی اخذ بھذہ المذھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ الخ یعنی تقلید آئمہ اربعہ دین اسلام میں بہت بڑی مصلحت ہے۔ اور اسکے چھوڑ دینے میں بہت خرابی ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانہ میں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ دیکھا دیکھی عوام الناس جنکو نہ علم عربی نہ فارسی نہ مشکلات فقہ سے آگاہی بیدھڑک تقلید شخصی کو بدعت اور شرک کہنے لگے۔ اور اپنے آپ کو میاں مٹھو طوطا کہلوایا۔ باقی ذکر اسکا تیسرے جلد میں مفصل بادلائل قاطعہ کیا جاویگا۔

سوال: محدث کسکو کہتے ہیں۔ اور یہ جو ہمارے زمانہ میں فرقہ غیر مقلدین صرف صحاح ستہ یا مشارق الانوار و مشکوٰۃ پڑھے ہوئے کو محدث کہدیتے ہیں۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: محدث وہ ہوتا ہے جسکے دل پر خداوند کریم کی طرف سے القاء ہو اور الہام۔ اور فرشتے اس سے کلام کریں۔ چنانچہ کتاب تفریح الاحباب صفحہ ۱۲۷ کے حاشیہ پر حدیث ابوہریرہ مسطور ہے اور وہ حدیث یہ ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم محدثون وان یکن فی امتی احد فکان عمر رواہ بخاری۔ یعنی فرمایا آپ نے کہ پہلے نبیوں کی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں۔ اگر میری امت میں محدث ہے تو عمرؓ ہے۔ اور محدث ہونے کے لئے بہت حدود مقرر ہیں۔ چنانچہ نبراس میں لکھا ہے کہ جب کوئی طالب علم امام بخاری کے پاس حدیث سیکھنے کے لئے آتا تو فرماتے یا ابنی لا تدخل فی امر الا بعد معرفۃ حدودہ الوقوف علی مقادیرہ یعنی اے بیٹے میرے مت داخل ہو کسی امر میں مگر بعد پہچاننے حدود اور واقف ہونے اس کے اندازوں کے۔ اور کہا اعلم ان الرجل لا یصیر محدثا کاملا فی حدیثہ الا بعد ان یکتب اربعا مع اربع کاربع مثل اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع لاربع عن اربع لاربع الخ یعنی جان لو تحقیق آدمی نہیں محدث کامل ہوتا اپنی حدیث میں مگر بعد اسکے کہ لکھے چار کو ساتھ چار کے مشابہ چار کے مثل چار کے پھر

چار کے نزدیک چار کے ساتھ چار کے اوپر چار کے واسطے چار کے واسطے چار کے الخ اور یہ تمام رباعیات نہیں پورے ہوتے مگر بسبب چار کے ساتھ چار کے۔ پس جبکہ پوری ہوجاویں واسطے اسکے تمام آسان ہونگے اوپر اسکے الخ نقل از نبراس علامہ ابن ملا جیون صفحہ ۶۶۔ انشاء اللہ اسکا ذکر جلد چہارم میں کیا جائے گا۔ کتاب حط باب ۳ فصل ۴ میں لکھا ہے۔ واما فی زماننا ھذا فلا یولد فیہ حافظ الحدیث الصنا بل المحدث الکامل بل شیخ الفاضل بل عدم فیہ الطالب الصادق والمبتدی الراغب لکذا فی نبراس صفحہ ۴۳ یعنی ہمارے اس زمانہ میں کوئی محدث نہیں ہوتا۔ اور نا ہی حافظ حدیث۔ بلکہ شیخ کامل اور طالبِ صادق اور مبتدی راغب بھی معدوم ہے۔ اور صدیق حسن قنوجی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے فالحدیث فی ھذہ الزمان قرأۃ الصبیان دون اصحاب الایقان وھم فی غفلتھم یعمھون الخ یعنی حدیث اس زمانہ میں بچوں کے پڑھنے کے لئے ہے نہ واسطے اصحاب یقین کے اور وہ اپنی غفلت میں حیران ہیں۔ پس ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں محدث کامل چھوڑنا قص بھی نہیں رہا۔ لہذا صاحبان کو چاہیئے اسقدر پڑھے ہوئے کو محدث نہ کہیں ورنہ مستوجب سزا کے ہونگے۔ چنانچہ حدیث میں ہے احثوا التراب فی وجوہ المداحین یعنی فرمایا آپ نے کہ خاک ڈالو ان کے مونہوں میں جو بیجا مدح کرتے ہیں الخ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: مناظرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور مناظر کو بوقت مناظرہ کیا کیا کام کرنا چاہیئے؟

جواب: بیشک مناظرہ کرنا بغرض طلب حق و بانیتِ خیر جائز ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ یعنی جبکہ حضور نے مذاہب باطلہ کو اسلام کی طرف دعوت کی تو ان میں سے اہل علم مذاہب باطلہ و عقائد فاسدہ نے کہا کہ ہم تمہاری دعوت کو نہیں مانتے اور نا ہی ہم تجھکو صادق سمجھتے ہیں۔ تب کہا اللہ تعالے نے کہ اے میرے حبیب کہو انکو کہ اگر تمکو شک ہے اسچیز میں جو اتاری اللہ نے بندے اپنے پر۔ پس لے آؤ اسکو مانند اسکے اور پکارو شاہدوں اپنوں کو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے۔ غرضیکہ تاریخ مقیدہ پر مناظرہ ہوا اور وہ تمام عاجز ہو گئے اور آئمہ سلف و خلف سے اسکا ثبوت کتب تواریخ میں موجود ہے۔ اور مناظر کو بوقتِ مناظرہ مضبوط اور پختہ بات کہنی چاہیئے۔ اور بے معنی اور کلمہ مہملہ اور ہنسی اور مذاق اور لچر و بیہودہ بات سے اجتناب کرے۔ اور فریق ثانی کی بات کو غور سے سنے اور اپنے وقتِ معینہ کا خیال رکھے۔ اور غضب و زبان درازی کو روک رکھے چنانچہ کتب مناظرہ میں لکھا ہے وَيَجِبُ عَلَى الْمُنَاظِرِ أَنْ يَتَحَرَّزَ عَمَّا لَا مَدْخَلَ لَهُ فِي الْمَقْصُودِ وَلِئَلَّا يَخْرُجَ الْكَلَامُ عَنِ الضَّبْطِ وَلِئَلَّا يَلْزَمَ الْبُعْدُ عَنِ الْمَطْلُوبِ

یعنی واجب ہے مناظر کو کہ بچے اس سے جسکو دخل نہیں مقصود میں تاکہ نکل نہ جاوے کلام ضبط سے اور نہ لازم آوے دوری مطلوب سے :-

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم لوگ امام صاحب کے پیرو ہیں کیونکہ امام صاحب نے کہا کہ جب میرا قول حدیث صحیح کے برخلاف ہو تو اسکو چھوڑ دو ۔ اور حدیث صحیح کو مان لو تو ہم لوگ ایسا ہی کرتے ہیں ۔ کیا ایسا کرنے میں فی الواقع وہ امام صاحب کے پیرو ہیں ؟

جواب : ان لوگوں کا یہ کہنا کون صاحب عقل سلیم مان سکتا ہے ۔ ؎

کی بناوٹ بہت سی باتوں میں ، پھر کہیں چھپتی ہے بنائی بات

خدا تعالےٰ ان کے دھوکے سے مسلمانوں کو بچاوے ۔ اور یہ ہر ایک فرد اہلسنت وجماعت اس بات کا واقف ہے کہ یہ لوگ ہر وقت ہر مسئلہ میں امام صاحب پر اعتراض کرتے رہتے ہیں ۔ اور کتب فقہ حنفیہ کو گندگی اور گوبر سے تعبیر کرتے ہیں اور امام صاحب کو مرجیہ اور لا علم اور کم عقل اور بے سمجھ اور ضدی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں دیکھو کتاب بوئے غسلین از عبدالجلیل سامرودی اور بوئے سرگین غلام یٰسین دہلوی اور الانصاف از عبدالکریم وغیرہ وغیرہ ۔ اور یہ جو بعض غیر مقلدین ہر دلعزیز وعظ ہیں عوام الناس کے سامنے مناقب اور تعریف امام صاحب کی کرتے ہیں یہ انکی محض دھوکہ بازی ہے ورنہ کسی مسئلہ میں تو امام کی پیروی کرتے ۔ اور یہ جو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اترکوا قولی بخبر الرسول اللہ اذا اصح الخ یعنی جبکہ میرے قول کو مخالف حدیث صحیح کے پاؤ ۔ تو اسوقت اسکو چھوڑ دو ۔ معترض صاحب پہلے تو امام صاحب کا ایسا کوئی مسئلہ ہی نہیں جو کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے برخلاف ہو اور جسکے ثبوت پر فقیر نے قلم اٹھایا ہے ۔ لیکن پھر بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا انکے کمال تقویٰ ودیانت واحتیاط عمل بصحۃ الروایات پر دلالت کرتا ہے ۔ کہ امام صاحب نے باوجود تحقیق مسائل شرعیہ وتحقیق ودلائل اصلیہ وفرعیہ وقوت توفیق احادیث تناقضہ وبلکہ ترجیح مسلک مختار صحابہ وتنقید رجال وتصحیح اسانید علی درجہ کمال اپنے شاگردوں کو یعنی امام محمد وابو یوسف وغیرہ جنکو یہ طاقت وقوت اجتہاد واستنباط کی تھی کہ بلا کسی غرض وطرفداری کے فرمایا اترکوا قولی بخبر الرسول اذا اصح نقل از فضل الموہبی صفحہ ۲ اور فتح المبین صفحہ ۳۸۸ یعنی جبکہ قول میرے کو حدیث صحیح کے برخلاف پاؤ تو اسکو چھوڑ دو ۔ اور صاحب موہبی نے بحوالہ رد المختار وميزان الشعرانی کے لکھا ہے وَلَا يَخْفٰى اَنَّ ذٰلِكَ لِمَنْ كَانَ اَهْلًا لِلنَّظَرِ فِي النُّصُوْصِ وَمَعْرِفَةِ مُحْكَمِهَا مِنْ مَنْسُوْخِهَا فَاِذَا نَظَرَ اَهْلُ الْمَذْهَبِ فِيْ دَلِيْلٍ وَعَمِلَ بِهٖ صَحَّ نِسْبَتُهٗ اِلٰى مَذْهَبِ الخ یعنی ظاہر ہے کہ یہ اشارہ امام کا اس شخص کے حق میں ہے جو نصوص شرع میں نظر اور انکے

حکم و منسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو۔ تو جب صاحب مذہب دلیل ہی میں نظر فرما کر اسپر عمل کرے تو اسوقت اسکی نسبت مذہب کیطرف صحیح ہے اور بیشک جو شخص چار منازل جو کہ مجتہد فی المذہب کے لئے مقرر ہیں انکو طے کیا جائے۔ جیساکہ کہ امام محمد و امام ابو یوسف ہیں تو ایسے شخص کو یہ منصب حاصل ہے نہ کہ صحاح ستہ و توضیح تلویح وغیرہ کتب عبور کنندہ کیلئے

؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور صاحب فتح المبین علامہ شعرانی نے لکھا ہے وھو محمول علیٰ من اُعطِیَ قوۃ الاجتھاد الخ یعنی یہ امر اسکے لئے کہ جو شخص طاقت اجتہاد کی رکھتا ہو۔ صاحبان فرقہ وہابیہ کے فریبوں سے بچنا اور انکے ظاہری معنوں پر مت چلنا فقط

سوال: امام صاحب کے کئی مسائل میں صاحبین کس لئے مخالف ہوئے۔ اور ہم مولویوں کو بھی ان پر اعتراض کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: اوپر کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے۔ کہ وہ صاحب مجتہد فی المذہب تھے۔ اور ان کو اجازت تھی۔ اور امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب کے کسی مسئلہ میں کبھی مخالفت نہیں کی۔ دیکھو الفضل الموہبی صفحہ ۱۳ بحوالہ تذکرۃ الخفاء ما خالفتہ فی شیٔ قط فتدبر تہ الا رایت مذھب الذی ذھب الیہ انجی فی الاخرۃ وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان ھو ابصر بالحدیث الصحیح منی۔ یعنی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام صاحب کے خلاف کر کے غور کیا ہو۔ مگر یہ کہ انہیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ سبب نجات کا پایا۔ اور بارہا ہوتا کہ میں حدیث کیطرف جھکتا۔ پھر تحقیق کرتا تو امام صاحب مجھ سے زیادہ حدیث کی نگاہ رکھتے تھے اگر صاحبین اور امام صاحب کے درمیان کہیں اختلاف مسائل میں واقع ہوا ہے تو وہاں مسائل فروع میں ہے نہ اصول مذہب میں اور علامہ شیخ الاسلام فصایں طور لکھا ہے کہ خبردار کہ کسی مجتہد کے قول پر انکار یا اسکو خطا کی طرف مت نسبت کرنا جب تک کہ تمام شریعت مطہرہ کی دلیلوں پر احاطہ نہ کر لو اور جب تک تمام لغات جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو جب تک کہ ان کے معانی اور رستے جان نہ لو الخ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی عالم فاضل اجل کو بھی یہ حق نہیں کہ ان بزرگان پر اعتراض کرے یا ان کے مخالف ہو کر چلے۔ فتدبروا۔

سوال: بدون لیاقت و طاقت اجتہاد و استنباط یعنی فقہ کے علم حدیث پڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟

جواب: امام سفین ابن عیینہ محدث جو کہ امام بخاری و مسلم و شافعی و احمد کے استاذ ہیں فرماتے ہیں الحدیث مضلۃ الا الفقھاء نقل از موہبی صفحہ ۱۰ یعنی حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدوں کو یعنی جسکو قوت اجتہاد کی ہے

اسکو نہیں گمراہ کرتی۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم حدیث نہ تھا۔ صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں کیا ان کا یہ کہنا درست ہے یا غلط؟

جواب: یہ محض ان کا تعصب ہے۔ دیکھو کتاب خیرات الحسان میں ابن حجر مکیؒ نے کیا لکھا ہے۔ ایک روز امام اعمش محدث نے امام صاحب سے چند مسائل دریافت کئے۔ آپ نے انکو ہر مسئلہ کا جواب باصواب دیا۔ امام اعمش نے کہا کہ یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے۔ آپ نے کہا جو آپ نے حدیثیں سنی ہیں۔ پھر امام صاحب نے وہ حدیثیں سنا بھی دیں۔ پھر امام اعمش نے کہا حَسْبُکَ مَا حَدَّثْتُکَ بِہٖ فِی مِائَۃِ یَوْمٍ تُحَدِّثُنِیْ بِہٖ فِی سَاعَۃٍ وَاحِدَۃٍ مَا عَلِمْتُ اَنَّکَ تَعْلَمُ بِھٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ یَا مَعْشَرَ الْفُقَھَاءِ اَنْتُمُ اَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّیَادِلَۃُ وَاَنْتَ اَیُّھَا الرَّجُلُ اَخَذْتَ بِکِلَا الطَّرَفَیْنِ الخ یعنی بس کیجئے جو حدیثیں میں نے آپکو سو دن میں سنائی تھیں۔ وہ آپ ایک ساعت میں سنا دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو تم لوگ طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں۔ یعنی دوائیں پاس ہیں لیکن ان کے استعمال کرنے کا طریقہ یاد نہیں۔ اور تم لوگ مجتہد اچھی طرح جانتے ہو۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ سبحان اللہ جب کہ بڑے بڑے محدث مثلاً امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ و امام موفق رحمۃ اللہ علیہ و امام کردری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مناقب میں کتابیں تیار فرمائیں تو ان متعصبین کی بات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ فافہم۔

سوال: کوئی شخص صرف کتب صحاح ستہ و ترجمہ قرآن مجید اور قدرے علم معقول بھی جانتا ہو کیا ایسے شخص کو کسی مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرنا چاہیئے۔ یا صرف قرآن مجید و احادیث کے ظاہری معنوں پر عمل اور فتویٰ دینا چاہیئے؟

جواب: ایسے شخص کو ظاہر معنی قرآن مجید و حدیث شریف پر عمل کرنا اور فتویٰ دینا نہ چاہیئے۔ چنانچہ فاضل سندھی کتاب ذوالفقار صفحہ ۸۴ بحوالہ کتاب نضرۃ الحنفیہ علامہ ملا علی قاری میں لکھا ہے۔ اَمَّا الْعَمَلُ بِظَوَاھِرِ الْقُرْاٰنِ وَالْاَحَادِیْثِ فَلَیْسَ شَاْنَ الْمُحَقِّقِیْنَ وَلَا بُرْھَانَ الْمُدَقِّقِیْنَ مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَاِنَّمَا ھُوَ طَرِیْقُ دَاوٗدَ الظَّاھِرِیِّ وَاَمْثَالِہٖ مِنْ اَھْلِ الْبِدْعَۃِ یعنی قرآن اور احادیث کے ظاہر معنی پر عمل کرنا شان محققین فقہاء کرام کی نہیں۔ کیونکہ یہ طریقہ داؤد ظاہری اور مانند اسکے اور اہل بدعت کا تھا:

غرضیکہ جب تک علم قرآن مجید اور حدیث شریف کی واقفیت پورے طور پر نہ کرے۔ اور علم معانی و لغات عرب ناسخ و منسوخ صحیح اور غیر صحیح اور طاقت اجتہاد پیدا نہ کرے اسکو قرآن مجید اور حدیث شریف کے ظاہری معنوں پر

فتویٰ نہ دینا چاہیئے۔ اور نہ ہی ظاہر معنوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ کتاب عقد الجید صفحہ ۳۳ میں مذکور ہے وَفِی الْمَسْئَلَةِ قَوْلٌ اٰخَرُ وَهُوَ اَنَّهٗ اِذَا لَمْ یَجْتَمِعُ الْاٰلَاتُ الْاِجْتِهَادِ لَا یَجُوْزُ لَهٗ الْعَمَلُ الْحَدِیْثِ بِخِلَافِ مَذْهَبِهٖ لِاَنَّهٗ لَا یَدْرِیْ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ اَوْ مَاوَّلٌ اَوْ مُحْکَمٌ مَحْمُوْلٌ عَلٰی ظَاهِرِهٖ وَمَالَ اِلٰی هٰذَا الْقَوْلِ ابْنُ الْحَاجِبِ فِیْ مُخْتَصَرِهٖ وَتَابِعُوْهُ اس مسئلہ میں ایک اور قول ہے وہ یہ ہے کہ جب تک سامان اجتہاد کے نہ ہوں تو مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا اسکی کوئی اور تاویل کی گئی ہے یا یہ حدیث محکم اپنے ظاہر پر ہے۔ اور ابن حاجب مع اپنے تابعین اپنی کتاب مختصر میں اس قول کیطرف مائل ہے۔ (نصرۃ المجتہدین) فتدبروا۔ واللہ اعلم۔

سوال: کوئی شخص قرآن مجید و حدیث شریف پر کب فتویٰ دے سکتا ہے اور وعظ کر سکتا ہے؟

جواب: جبکہ تمام احکام قرآن مجید و احادیث شریف کے یاد رکھتا ہو جیسے احکام خاص و عام و مطلق و مقید و مجمل و مبین اور ناسخ و منسوخ اور احادیث متواتر و احاد و مرسل و منقطع و متصل وغیرہ کی خوب پہچان رکھتا ہو۔ اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے اقوال و افعال سے خوب ماہر ہو اور قیاس جلی و خفی و قیاس صحیح اور فاسد اور زبان عرب باعتبار لغات و اصطلاح کے خوب معنے جانتا ہو۔ اور راویوں کا حال بھی اسکو معلوم ہو اور چار منازل بھی طے کر چکا ہو۔ اگر اسمیں یہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں تو بیشک قرآن مجید و حدیث شریف پر اسکو فتویٰ دینا جائز ہے۔ ورنہ اسکو قول مجتہد پر فتویٰ دینا اور عمل کرنا لازم ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی پس اگر تم نہیں جانتے تو صاحبِ ذکر سے پوچھو۔

سوال: قرآن مجید و حدیث سمجھنے کے لئے کسقدر علم ہونا چاہیئے؟

جواب: علم صرف و نحو لغت و معانی وغیرہ قواعد سے ضرور واقف اور ماہر ہونا چاہیئے۔ تاکہ دھوکا میں نہ پڑ جاوے چنانچہ کتاب نبراس بحوالہ کتاب حط فصل و باب اول سے لکھا ہے لَا بُدَّ اَنْ یَتَقَدَّمَهٗ الْعَرَبِیَّةُ لِاَنَّهٗ مَتَوَقِّفٌ عَلَیْهَا وَهِیَ عِلْمُ اللُّغَةِ وَالنَّحْوِ وَالْبَیَانِ وَنَحْوُ ذٰلِكَ الخ یعنی ضروری ہے کہ سیکھے پہلے علم عربی اسلئے کہ علم قرآن مجید و حدیث شریف اسپر موقوف ہے۔ اور وہ علم لغت و نحو و بیان وغیرہ ہے فَمَنْ لَّمْ یَعْرِفِ الْکَلَامَ الْعَرَبِیَّ بِمَعْزِلٍ نَحْوٍ بِجَهَالَةٍ عَنْ هٰذَا الْعِلْمِ وَهِیَ کَوْنُهٗ حَقِیْقَةً وَمَجَازًا وَکِنَایَةً وَصَرِیْحًا وَعَامًّا وَخَاصًّا وَمُطْلَقًا وَمُقَیَّدًا وَمَحْذُوْفًا وَمُضْمَرًا وَمَنْطُوْقًا وَمَفْهُوْمًا وَاقْتِضَاءً وَاِشَارَةً وَعِبَارَةً دَلَالَةً تَنْبِیْهًا وَاِیْمَاءً وَنَحْوُ ذٰلِكَ مَعَ کَوْنِهٖ عَلٰی فَنِّ الْعَرَبِیَّةِ الَّذِیْ بَنَیْنَاهُ بِتَفَاصِیْلِهٖ وَعَلٰی قَوَاعِدِ الْاِسْتِعْمَالِ

العرب وھو المعبر عنہ بعلم اللغۃ یعنی جو شخص نہ جانے زبان عربی ساتھ اقسام اسکے کے وہ ایک طرف ہے اسکے سمجھنے سے۔ اور ہونا اس کلام کا حقیقت و مجاز و کنایہ و صریح و عام و خاص مطلق و مقید و محذوف و مضمرات و منطوق و مفہوم و اقتضاء و اشارت عبارت و تنبیہ و ایماء اور مانند اسکے اور تقاریر ہوا اوپر قاعدہ کے جو بیان کیا اسکو نحویوں نے اوپر استعمال کرنے قاعدہ عرب کے جس سے تعبیر کرتے ہیں ساتھ علم لغت کے الخ پس جسکو اسقدر علم نہیں اسکو قرآن مجید کی تفسیر کرنا جائز نہیں ؛

سوال : علم فقہ کا کیا ثبوت ہے؟ اسکو کس نے رواج دیا؟ قرآن مجید اور حدیث شریف سے جواب دو ؛

جواب : علم فقہ کا ثبوت قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے ہے۔ و ہو ہذا لقولہ تعالٰے وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ط فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ یعنی مومنوں کو یہ بات جائز نہیں کہ تمام وہ غزا میں جائیں۔ کیوں ہر فرقہ سے باہر نہیں گیا اور باقی لوگ فقاہت حاصل کریں۔ یعنی سمجھ دین میں حاصل کریں۔ لقولہ تعالٰے وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا یعنی جسکو سمجھ دین کی ملی اسکو بہت بھلائی حاصل ہوگی الخ اور فقہ کے معنی سمجھنے اور جاننے کے ہیں۔ اور اسکا پڑھنا ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے اور اسکی فضیلت پر کتب علم حدیث مالا مال ہیں۔ چنانچہ بخاری و ترمذی و سنن دارمی وغیرہ میں یہ حدیث مذکور ہے مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ یعنی فرمایا آپ نے کہ جسکے ساتھ اللہ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اسکو دین میں سمجھ اور شریعت کا بھید اسپر کھولدیتا ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف میں ابن عباسؓ سے مروی ہے فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ یعنی فرمایا آپ نے کہ ایک فقیہ ہزار عابد سے بڑھکر شیطان پر سخت تر ہے اور ترمذی اور ابو داؤد میں ہے کہ آپ نے معاذ بن جبل کو قاضی بنا کر یمن کو بھیجا۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی مقدمہ تیرے پاس آئیگا تو اسکا کسطرح فیصلہ کرے گا۔ اسنے کہا کتاب اللہ سے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس سے نہ پائے تو پھر کیا کرے گا اس نے کہا سنت رسول اللہ سے۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بھی نہ پائے تو پھر کیا کرے گا۔ اس نے کہا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے اسکے سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور اس نے شکریہ ادا کیا۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ کی ذات ایک دو صحابہ کے گروہ پر گذری۔ تو فرمایا کہ یہ ایک گروہ دوسرے سے افضل ہے۔ ایک تو رغبت اور عاجزی کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔ چاہے اللہ تعالٰے انکا مقصود دے یا نہ دے۔ اور دوسرا گروہ فقہ سیکھتا ہے۔ اور جاہلوں کو سکھاتا ہے۔ لیکن یہ ان سے افضل و اکمل ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ فرمایا آپنے آویں گے آدمی تمہاری طرف اقطار زمین کے سے سمجھ لینے کے لئے پس جب آویں تو تم ان کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور ان کو قبول کرو ۔ اور صاحب شامی نے لکھا ہے

کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود نے بویا۔ اور علقمہ بن قیس نے اسکو سینچا۔ اور ابراہیم نخعی نے اسکو کاٹا۔ اور حماد بن مسلم نے اسکو مانڈا یعنی بھوسے سے اناج کو جدا کیا۔ اور ابو حنیفہ نے اسکو پیسا۔ اور ابو یوسف نے اسکو گوندھا۔ اور محمد بن حسن نے اسکی روٹیاں پکائیں اور باقی اسکے کھانے والے ہیں۔ غرضیکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو کمال پر پہنچایا۔ اور بابوں پر کتابیں مرتب کیں۔ اور امام مالک نے بھی انہی کی پیروی کتاب موطا میں کی۔ یہاں تک کہ علم فقہ کی ترقی ہوتی گئی۔ ہکذا فی کتاب الحنیفہ صفحہ ۱۵۔

سوال: مسائل مذہب حنیفہ کے کتنی قسم پر ہیں؟

جواب: تین قسم پر ہیں پہلی قسم ظاہر الروایۃ۔ جو کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و صاحبین سے مروی ہو۔ اور ظاہر الروایۃ کی چھ کتابیں ہیں اور انہی کو اصول ستہ بھی کہا جاتا ہے وہو ہٰذا۔ (۱) مبسوط (۲) جامع الصغیر (۳) جامع الکبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سیر کبیر۔ اور یہ سب کتابیں امام محمد کی تصنیف ہیں۔ اور ان کتابوں کے سوا جو امام محمد و امام ابو یوسف و حسن بن زیاد کی تصانیف ہیں وہ نادر الروایت کہلاتی ہیں۔ اور جو کتابیں ان کے شاگردوں نے تصنیف فرمائی ہیں ان کا نام واقعات رکھا گیا ہے۔ اور بوقت تعارض فتویٰ ظاہر الروایت پر دیا جاتا ہے نہ نادر و واقعات پر۔ اور مولانا مولوی حاجی نور بخش صاحب فاضل صوفی لاہور نے لکھا ہے کہ افسوس کہ بجز کتاب جامع الصغیر کے یہ سب ابتک غیر مطبوع ہیں اور ان کا یک جا ملنا بھی دشوار ہے۔ پس مفتی کو چاہیئے کہ ان امور کو یاد رکھے۔

سوال: اگر کسی عورت کا خاوند عرصہ چھ سال سے گم ہو گیا ہو۔ اگر وہ عورت کسی عالم حنفی سے فتویٰ لے کر دوسری جگہ نکاح کرلے تو جائز ہے یا نہیں۔ اگر عالم حنفی المذہب کو اس صورت میں جواز نکاح کا فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر عالم حنفی نے یہ نکاح پڑھا دیا تو اسپر کچھ تعزیر ہے یا نہیں۔ جواب دو۔ بقلم خود مسمی محمد الدین حکیم حجام از کلاسکے ۱۲

جواب: عورت مذکورہ جسکا خاوند عرصہ چھ سال سے مفقود الخبر ہے۔ وہ نکاح دوسری جگہ بدوں خبر پانے موت یا طلاق ثلاثہ اپنے خاوند کی سے نکاح نہیں کرسکتی۔ اور شارع علیہم السلام نے اسکی علت کے دو سبب بیان کئے ایک تو طلاق دوسرا موت۔ اور شک سے کبھی نکاح ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور اسکے نکاح منعقد ہونے پر یقین ہے۔ اسلئے اسکا نکاح دوسری جگہ کرنا حرام ہے۔ قال اللہ تعالےٰ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ یعنی منکوحہ عورتیں تم پر حرام ہیں یعنی ان سے نکاح کرنے کا قصد مت کرو۔ اور اسی پر فتویٰ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و اصحاب تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ وہو ہٰذا۔ عَنِ الْمُغِیرَۃِ بن شعبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امراۃ امراءۃ المفقود امراتہ حتی یاتیھا البیان اخرجہ دارقطنی و تقویم صفحہ ۳۳ یعنی روایت ہے

ابن شعبہ سے فرمایا آپ نے کہ عورت گم شدہ مرد کی زوجہ ہے۔ یہاں تک کہ آوے اسکے پاس کوئی واضح خبر۔ اور حضرت
علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بانیطور مذکور ہے ان علیاً رضی اللہ عنہ قال فی امراۃ المفقود ھی امراۃ تـ
ابتلیت فلتصبر حتی تاتیھا موت او طلاق اخرجہ عبد الرزاق کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیچ
گم شدہ مرد کے کہ وہ عورت مبتلا ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ صبر کرے۔ یہاں تک کہ آوے اسکے پاس خبر موت یا طلاق
اور کتب معتبرہ میں لکھا ہے روی نحوہ عن عثمان وعلی تیل واجمع الصحابۃ علیہ ولم یعلم مخالف فی
عصرھم وعلیہ جماعتہ من التابعین الخ عبدالحی جلد اول صفحہ ۱۴۷ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بعد اختلا
کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اسبات پر متفق ہوئے کہ وہ عورت مفقود الخبر کی ہے یہاں تک کہ آوے اس
خبر موت یا طلاق کی۔ اور عالم حنفی المذہب کو فتویٰ اس امر میں امام مالک وغیرہ کے مذہب پر نہ دینا چاہیئے۔ در
اس پر تعزیر ہوگی۔ چنانچہ ردالمختار شرح درالمختار جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۹۲ میں مذکور ہے حنفی ارتحل الی مذھب
الشافعی یعزر۔ ای اذا کان ابتحالاً لا لغرضٍ محمودٍ شرعاً کما فی التاتارخانیہ اور صفحہ ۱۹۱ میں
کہ اما انتقال غیرہ من غیر دلیل بل لم یرغب من غرض الدنیا او شھوتھا نھو المذموم الاثـ
المستوجب التادیب والتعزیر لارتکابہ المنکر فی الدین واستخفافہ بدینہ ومذھبہ
یعنی حنفی شافعی مذہب کیطرف پھر گیا تو تعزیر دی جاوے جبوقت کہ اسکی غرض نیک نہ ہو۔ چنانچہ تاتارخانیہ
ہے۔ اگر وہ صاحب اجتہاد کا نہیں۔ اور غرض دنیا اور شہوت پرستی کے لئے یہ کام کیا تو اس پر تعزیر ہونی چاہیئے۔ کیونکہ
اس نے اپنے مذہب اور دین کو حقیر سمجھا۔ اور بدکار اور گناہگار ہوا۔ اور ردالمختار باب القضاء میں لکھا ہے وامـ
المقلد المحض فلا یقتضی الا بما علیہ العمل والفتوی فلیس الحکم الا بالتصحیح المفتی بہ فی
مذھبہ۔ یعنی قاضی مقلد کو چاہیئے کہ فتوی نہ دے اور اسطرح تفسیر احمدی میں ہے اور کتاب نورالہدایہ صفحہ ۱۱۱
لکھا ہے لاخیر فی ان یکون حنفیاً فی بعض المسائل وشافعیاً فی بعض اخر الخ یعنی نہیں بہتر کہ حنفی ہو بعـ
مسائل میں اور شافعی ہو بعض میں۔ اور شرح عین العلم میں ہے کہ چاہے شافعی ہو یا حنفی ہو اسکو اسی مذہب پر
چاہیئے۔ اور اگر عالم حنفی المذہب ہو کر ایک دو مسئلہ میں ایک دو وقت دوسرے مذہب پر عمل کرے گا۔ تو ایسے
کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ایسا شخص مذہب معین کا مقلد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب مقلد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب
مذہب پر چاہا فتویٰ دیدیا۔ اور عمل کر لیا۔ تو اسمیں تلفیق ہے اور وہ باطل ہے۔ ایسا شخص مرتکب حرام کا ہوتا ہے
کیونکہ موصل الی الحرام ہوا کرتا ہے۔ لہذا ایسے عالم سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال : موطا امام مالک بروایت حضرت عمر فاروق ہے کہ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جس عورت کا خاوند برس سے گم ہو جاوے تو وہ عورت چار ماہ عدت گذار کر بیشک دوسری جگہ نکاح کرلے۔ اور اسی پر فرقہ غیر مقلدین جیسا مولوی ثناء اللہ امرتسری و میاں عمر الدین وزیر آبادی وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے۔ اور بعضے ملا حنفی بھی اس پر فتویٰ دیتے ہیں پانچہ مولوی نادر شاہ سمبڑیالی و مولوی عبداللہ ٹونکی فاضل اجل گنگوہی صاحب وغیرہ وغیرہ یہ کیونکر ہے؟

جواب : بیشک یہ حدیث موطا امام مالک میں ہے لیکن ہم لوگ حنفی چند وجہ سے اسکا جواب دیتے ہیں۔ اول تو یہ مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید و حدیث مرفوع اور فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و صحابہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے برخلاف ہے۔ اور جسکو خود فرقہ غیر مقلدین خاصکر مولوی ثناء اللہ امرتسری رسالہ اہلحدیث صفحہ ۱۰ وقوع طلاق سے انکار کرتے ہیں، وہ عبارت یہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عمر کا یہ حکم شرعی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ شرعی نہیں۔ یعنی ایسا نہیں کہ یہ حکم شریعت کا مسئلہ قرار دیا جائے الخ سبحان اللہ جب کہ یہ حضرت عمر فاروق کے فیصلہ معتبر بیان کرتے ہیں تو پھر ہم حنفی لوگ بدل افسوس کے ان کو کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فتویٰ اس شخص کے بارہ میں دیا تھا جسکو جن اٹھا کر لے گئے تھے۔ پھر اسکے بعد حضرت فاروق نے خود حضرت علی کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ چنانچہ کتاب عینی شرح کنز و فتاویٰ عبدالحی جلد ۳ و غایۃ الاوطار ۵۵۱ و ہدایہ جلد ۲ میں مذکور ہے وکان النکاح معروف ثبوتہ والغیبۃ لا توجب الفرقۃ والموت فی الاحتمال فلا یزال النکاح بالشک وھم رضوا اللہ عنہ رجع الی قول علی رضی اللہ عنہ یعنی ثبوت نکاح معلوم است و غائب شدن شوہر موجب فرقت نیست و موت آن متحمل است پس نکاح آن زوال نخواہد شد۔ سبب شک و جواب مالک اینست کہ عمر رجوع نمودہ بسوئے قول علی رضی اللہ عنہ۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ زوجہ مفقود الخبر کا دوسری جگہ نکاح جائز نہیں۔ کیونکہ نکاح اسکا معروف ہو چکا ہے اور موت احتمال شک ہے۔ اور شک سے یہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رجوع کر لیا تھا۔ لہذا معترض کو فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ کا پیش کرنا کچھ مفید نہیں۔ اور مولوی نادر شاہ سمبڑیالی و مولوی رشید گنگوہی کو علمائے احناف نے فرقہ غیر مقلدین میں گنا ہے۔ اور مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ یہ فتویٰ نہیں بلکہ یہ غیر مقلد متعصب نے ان کے فتاویٰ میں یہ عبارت ملادی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ کئی اور مسائل میں بھی ایسا ہی کیا ہے جو کتاب تعزیر المفتری اور علمائے احناف کو چاہیئے کہ فتاویٰ عبدالحی مرحوم پر سوچکر فتویٰ دیا کریں۔ اور مولانا مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی کا حال تو ناگفتہ بہ ہے۔ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بحالت غضب اپنی منکوحہ موطوء کو ایک جلسہ میں یکبارگی تین طلاق دیدے تو ایک ہی واقعہ ہوگی۔ چنانچہ کتب صحاح ستہ وغیرہ میں ہے اور علمائے حنفی غلطی پر ہیں۔ یہ کیونکر ہے جواب دو۔

جواب : علمائے احناف سلف وخلف وآئمہ اربعہ وغیرہ کے نزدیک ایک دفعہ ایک جلسہ میں تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوجاتی ہیں۔ اسمیں کسی اہلسنت وجماعت کو شک واختلاف نہیں۔ صرف اختلاف تو اس امر میں ہے کہ یہ امر مشروع ہے یا نہیں۔ امام شافعی وثوری واحمد بن حنبل اسکو مشروع کہتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اسکی اجازت دی ہے۔ اور امام مالک وابو حنیفہ واوزاعی ولیث وغیرہ اسطور پر طلاق دینا حرام وممنوع سمجھتے ہیں۔ بقولہ تعالےٰ : اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيحٌ بِاِحْسَانٍ یعنی طلاق دوبارہ ہے پھر یا تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے (یعنی رجوع کرلینا) یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ اور اگر کوئی اس مقام پر اعتراض کرے کہ جب یہ امر جائز نہیں تو نفاذ کیا معنی۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ کسی امر کا ممنوع ہونا اور چیز ہے۔ اور نافذ ہونا دوسری چیز ہے۔ چنانچہ باپ کو اولاد میں کم وبیش جائیداد سے حصہ کردینا ممنوع اور حرام ہے۔ اگر کسی نے ایسا کر بھی دیا تو اسکا نافذ ضرور ہوگا۔ دیکھو تاریخ شبلی اور ایسا ہی اگر کسی نے اپنی زوجہ کو یکدفعہ تین طلاق دیدی تو تین ہی واقعہ ہوجائیں گی۔ لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔ چنانچہ سورہ طلاق میں مذکور ہے ومن یتعدّ حدود اللّٰہ فقد ظلم نفسہ یعنی جس نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا (یعنی خلاف سنت کے تین طلاق دیدیا) بیشک اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۶ پر حدیث بایں طور مذکور ہے عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اِنِّيْ طَلَّقْتُ اِمْرَاَتِيْ مِائَةَ تَطْلِيْقَةٍ فَمَاذَا تَرٰى عَلَيَّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلَّقْتُ مِنْكَ بِثَلٰثَةٍ وَسَبْعٌ وَتِسْعُوْنَ اتَّخَذْتَ بِهَا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا رواہ فی الموطا۔ یعنی ایک شخص نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ میں نے اپنی عورت کو سو طلاق دیدی ہے۔ پس میرے لئے اب کیا حکم ہے پس کہا ابن عباس نے کہ تین طلاق سے تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی۔ اور باقی ستانوے رہیں۔ سو پکڑا تو نے ساتھ ان کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا۔ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ ثَلٰثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهُ اخ رواہ النسائی یعنی کسی نے حضور کو خبر دی کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں۔ پس آپ غصہ میں کھڑے ہوئے اور کہا کیا کھیلا جاتا ہے ساتھ کتاب اللہ کے۔ اور باوجودیکہ میں تمہارے درمیان ہوں۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوا ایک شخص۔ اور کہا یا رسول کیا میں اسے قتل نہ کردوں۔ اور بخاری ومسلم میں ہے کہ عورت رفاعہ قرظی کیطرف سے۔ اور کہا کہ مجھ کو رفاعہ نے تین طلاق

دیدی ہیں۔ اور بعد اسکے میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کیا ہے۔ اور اسکو مانند سر کپڑے کی پایا یعنی جماع کے قابل نہیں۔ پس فرمایا آپ نے کہ تو چاہتی ہے کہ میں رفاعہ کے پاس لوٹ جاؤں۔ اسنے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تو نہیں جا سکتی یہاں تک کہ تو اس سے لذت نہ چکھے اور وہ تیرے سے ۞ وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ اِنِّيْ طَلَّقْتُ اِمْرَاَتِيْ اَلْفًا قَالَ عَلِيٌّ يُحَرِّمُهَا عَلَيْكَ ثَلَاثٌ وَسَائِرُهُنَّ اقْسِمْهُنَّ بَيْنَ نِسَائِكَ (رواہ الدارقطنی) یعنی ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو ہزار طلاق دیدی ہیں۔ تو فرمایا حضرت علی نے کہ تین طلاقوں نے تجھ پر عورت کو حرام کر دیا۔ اور باقی کو اپنی عورتوں پر تقسیم کر دے ۞ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ فِيْمَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا قَبْلَ الدُّخُوْلِ قَالَ لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ رواہ البیہقی والبخاری یعنی ابن لیلے نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس شخص کے حق میں کہ جس نے اپنی زوجہ کو پہلے دخول کے تین طلاقیں دیں۔ فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ وہ پہلے پر حلال نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ ومحمد قال اخبرنا ابوحنیفۃ عن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی حسین عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابن عباس قال اتاہ رجل فقال انی طلقت امرأتی ثلاثا قال یذھب احدکم فیتلطخ بالنتن ثم یأتینا اذھب فقد عصیت ربک وقد حرمت علیک امراتک لا تحل لک حتی تنکح زوجا غیرک وقال محمد وبہ نأخذ وھو قول ابی حنیفۃ و قول العامۃ لا اختلاف فیہ یعنی ابن عباس کا یہ فتویٰ ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق یکدفعہ دی اور پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ کہا ابن عباس نے کہ تم لوگ گندگی میں آلودہ ہو کر پھر مسئلہ پوچھتے ہو پس چلا جا۔ تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی۔ اور تو نے خدا کی نافرمانی کی اور تجھ پر حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرا نکاح نہ کرے۔ اور کہا امام محمد نے ہم بھی اسی کو لیتے ہیں۔ اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے۔ اور اسمیں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اور عینی شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۳۷ میں لکھا ہے کہ یکبار تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہو جاتی ہیں۔ اسمیں کسی اہلسنت وجماعت کو اختلاف نہیں۔ لیکن اہل ہوا کو وہو ہذا۔ ومذھب جماھیر العلماء من التابعین ومن بعدھم منھم الاوزاعی والنخعی والثوری وابوحنیفۃ واصحابہ ومالک واصحابہ والشافعی واحمد واصحابہ واسحاق وابوثور وابوعبید وآخرون کثیرون علی ان من طلق امرأتہ ثلاثا وقعن لکنہ یاثم وقالوا من خلف فیہ فھو شاذ مخالف لاھل السنۃ وانما تعلق بہ اھل البدع یعنی تمام علمائے دین اہلسنت وقوع سہ طلاق فی کلمۃ واحدۃ کے قائل ہیں۔ لیکن مخالف اسکے شاذ لوگ ہیں جنکا

تعلق اہل بدعت سے ہے۔ اور مولوی عبدالجبار غیر مقلد غزنوی حاشیہ مہندی میں لکھتے ہیں کہ جمہور علمائے دین کے نزدیک یکبار تین طلاق دینے سے واقعہ ہو جاتی ہیں۔ اور جو غیر مقلد حدیث مسلم وغیرہ کی پیش کرتے ہیں اسکا چند وجہ جواب دیا جا سکتا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ اخباری و تاریخی طور پر حال واقعہ ہے جسپر چند وجہ محدثین نے بیان کی ہیں اور ان روایات کو ضعیف قرار دے کر بالکل رد کر دیا ہے۔ اگر اسکا کسی صاحب نے مفصل حال دیکھنا ہو تو الاجابۃ کا مطالعہ کرے۔ اور میں کہتا ہوں کہ جب یہ امر قرآن مجید و احادیث صحیحہ و آثار صحابہ و آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بالکل خلاف واقعہ ہے تو پھر کسطور قابل تسلیم ہے۔ اور صاحبان کو لازم ہے کہ اس فرقہ ظاہریہ وہابیہ سے ہرگز کوئی مسئلہ دریافت نہ کریں۔ اور اپنے مذہب پر قائم رہیں۔

سوال: جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ تین طلاق یکدفعہ ایک جلسہ میں کہنے سے طلاق رجعی واقعہ ہوتی ہے۔ ایسے شخص کو کس مذہب میں گنا جاوے۔

جواب: ایسے شخص کو رافضی اور مبتدع گنا جاوے چنانچہ کتاب غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ ۲۵ مطبوعہ اسلامیہ لاہور میں مذکور ہے وکذلک الروافض والیھود لا تری علی النساء عدۃ وکذلک الرافضۃ والیھود لا تری فی طلاق الثلث شیئاً الخ یعنی اسی طرح رافضی اور یہودی نہیں دیکھتے عورتوں پر کچھ عدت۔ اور اسیطرح رافضی اور یہودی نہیں دیکھتے تین طلاق میں کچھ چیز یعنی تین طلاق یکدفعہ دینے سے حرام نہیں سمجھتے ہکذا فی عینی شرح بخاری و طحاوی میں ہے عن مالک بن الحارث قال جاء رجل الی ابن عباس فقال ان عمی طلق امرأتہ ثلاثۃ فقال ان عملک عصی اللہ فاثمہ واطاع الشیطان فلم یجعل لہ مخرجا فقلت کیف تری فی رجل یحلھا لہ فقال من یخادع اللہ یخادعہ رواہ الطحاوی۔ یعنی مالک بن حارث سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے مسئلہ پوچھا کہ میرے چچا نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدی ہیں آپ نے کہا کہ چچا نے نافرمانی کی اللہ کی اور گناہ کیا۔ اور شیطان کا حکم مانا۔ اب اسکے نکلنے کی اللہ نے کوئی تدبیر نہیں اور ابن حارث نے کہا جو شخص اس عورت کو اس پر حلال کر دے اسکے حق میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کو فریب دے گا اللہ اسکے فریب کی اسکو خوب سزا دے گا۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے شخص کے ساتھ موانست و مجالست نہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: خلع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور خلع طلاق ہے یا فسخ اور اسکی عدت کیا ہے؟

جواب: بیشک خلع کرنا جائز ہے جب کہ عورت اور خاوند کے درمیان ایسی کوئی نزاع پیدا ہو گئی ہے کہ

بالکل مٹ نہیں سکتی۔ پس اس صورت میں عورت مباح ہے کہ خلع کرالے۔ چنانچہ آیت کریمہ میں ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ الخ یعنی اگر خوف کرو تم کہ نہ قائم رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو۔ تو نہیں گناہ ان دونوں پر اسچیز میں کہ بدلہ دیوے عورت ساتھ اسکے۔ اور خلع طلاق ہے نہ فسخ۔ اور اسکی عدت بھی مانند عورت مطلقہ کے ہے۔ چنانچہ کتاب تقویم صفحہ ۲۸۷ و دار قطنی و ابن عدی و مسند امام اعظمؒ و موطا امام مالک میں ہے وہو ہٰذا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخُلْعُ تَطْلِیْقَۃٌ بَائِنَۃٌ اَخْرَجَہُ الدَّارُقُطْنِیُّ یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ خلع کرنا طلاق بائنہ ہے۔ اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۴ میں بایں طور حدیث مذکور ہے لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْخُلْعُ تَطْلِیْقَۃٌ بَائِنَۃٌ وَلِاَنَّہٗ یَحْتَمِلُ الطَّلَاقَ الخ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ عِدَّۃُ الْمُخْتَلِعَۃِ عِدَّۃُ الْمُطَلَّقَۃِ اَخْرَجَہٗ مَالِکٌ فِی الْمُوَطَّا یعنی فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ بیشک عِدّت خلع والی عورت کی مانند عدت طلاق والی کی ہے۔ پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ یہی فیصلہ آپ کی ذات اور صحابہ کرام و آئمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ اور ان کے برخلاف فتویٰ دینے والا گمراہ اور مبتدع ہے۔ فقط

سوال: نماز جنازہ فرض کفایہ ہونے کی کیا دلیل ہے۔ اور غائب میت پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور کئی مرتبہ ایک میت پر مختلف گاؤں میں جنازہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ بقلم خود مولوی حبیب اللہ کمالیہ

جواب: نماز جنازہ کے فرض ہونے پر یہ دلیل ہے وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ یعنی اے نبی ان پر نماز پڑھو کیونکہ نماز تمہاری ان کے واسطے آرام ہے۔ اور فرض کفایہ پر یہ دلیل شاہد ہے کہ آپنے ایک مُردے پر خود نماز نہ پڑھی۔ اور اصحابوں کو کہا کہ تم اپنے صاحب پر نماز پڑھو۔ پس اگر فرض ہوتی تو آپ ترک نہ کرتے اور خود پڑھتے۔ اور نزدیک علمائے محققین اہلسنت وجماعت کے غائب پر نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں۔ اور جو حدیث بخاری و طحاوی شریف میں مذکور ہے کہ آپنے ایک نجاشی بادشاہ حبش کے رہنے والے پر نماز جنازہ جماعت سے پڑھائی۔ اور چار تکبیریں کہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ خاصہ آپ کی ذات کا تھا۔ اور خصوصیت محض اس کے لئے تھی۔ چونکہ اسکا تخت سامنے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رکھا گیا تھا۔ اور مولوی عبدالجبار غزنوی بخاری شریف پارہ پانچ صفحہ ۴۷ باب الصفوف علی الجنازہ حدیث ابوہریرہ کے حاشیہ پر بعینہ بایں طور لکھا ہے "اس حدیث سے جنازہ غائب پڑھنے کے جواز پر سند پکڑتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث ہر ایک صورت میں دلیل نہیں ہو سکتی اسوجہ سے کہ نجاشی پر حبش میں جنازہ نہیں ہوا تھا کیونکہ وہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ سو اگر کسی میت پر ایک شہر والے

جنازہ پڑھ چکے ہیں تو دوسرے شہر میں اسکا جنازہ پڑھنے پر کوئی دلیل اس حدیث میں نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس صورت کا جنازہ اگر مسنون یا مستحب ہوتا تو سلف صالحین سے اسکی کوئی نہ کوئی نظیر ضرور پائی جاتی۔ باوجودیکہ ایسے ہزارہا واقعہ ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں۔ اور سلف صالحین سے جو ہر طرح خبر پر حریص تھے اسکی کوئی نظیر نہیں پائی گئی الخ اور جو معاویہ بن معاویہ مزنی اور زید بن حارثہ اور جعفر طیار پر آپ نے جنازہ پڑھا تھا جیساکہ واقدی اور طبرانی نے بیان کیا ہے تو اسکا جواب شرح وقایہ مترجم جلد اول صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے کہ یہ تمام روایات ضعیف ہیں قابل تسلیم نہیں۔ اگر بالفرض یہ بات مان لی جائے تو آپ کے زمانہ میں کئی آدمی غیر ملکوں میں جاکر مرے تو پھر آپنے ان کا جنازہ کیلئے نہ پڑھا۔ جواب دو اور میت پر دوبارہ جنازہ پڑھنا جائز نہیں جبکہ اسکا وارث ادا کر چکا ہو۔ چنانچہ شرح ہدایہ صفحہ ۱۶۱ میں ہے وَاِنْ صَلّٰی الْوَلِیُّ لَمْ یَجُزْ لِاَحَدٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بَعْدَہٗ لِاَنَّ الْفَرْضَ یَتَاَدّٰی بِالْاَوَّلِ وَالنَّفْلُ بِهَا غَیْرُ مَشْرُوْعٍ وَلِذَا رَاَیْنَا النَّاسَ تَرَکُوْا عَنْ اٰخِرِهِمُ الصَّلٰوۃَ عَلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الْیَوْمَ کَمَا وَضَعَ یعنی اگر ولی میت نماز جنازہ گذارد و دیگرے را نمی رسد کہ اعادۂ آں نمائد زیرا کہ بسبب گذاردن ولی نماز جنازہ فرض ادا میشود۔ و بعد ازاں اگر کسے دیگر بار بگذارد پس ایں نفل خواہد بود۔ و نماز جنازہ بطریق نفل مشروع نیست۔ لہذا مردمان نماز جنازہ نمیگذارند بر قبر بغیر صلحم و حالانکہ جسدِ مبارک آں حضرت موجود است در قبر الآن کما کان۔ اور اگر کوئی کہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ چھ مرتبہ کیلئے پڑھایا گیا حب کہ جائز نہ تھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ چھ مرتبہ عوام الناس نے پڑھا تھا اور پھر جب ان کے فرزند حماد نے ادا کیا تو پھر کسی نے نہیں پڑھا۔ چنانچہ کتاب خیرات الحسان صفحہ ۶۲ میں مذکور ہے وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ فَقِیْلَ بَلَغُوْا خَمْسِیْنَ اَلْفًا وَقِیْلَ اَکْثَرُوْا عیدت الصلوٰۃ عَلَیْہِ سِتَّ مَرَّاتٍ اٰخِرُهَا ابْنُہٗ حَمَّادٌ الخ

سوال: نماز جنازہ عورت یا مرد کا کس جگہ کھڑے ہو کر امام ادا کرے؟

جواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ لیکن صحیح تر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے وسط میں امام کو کھڑے ہونا چاہیئے۔ اور مرد کے سینہ کے برابر۔ چنانچہ طحاوی صفحہ ۴۲۸ باسناد صحیح حدیث ابراہیم سے مذکور ہے عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ یَقُوْمُ الرَّجُلُ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَی الْجَنَازَۃِ عِنْدَ صَدْرِهَا یعنی مرد کے جنازہ میں سینہ کے برابر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور بخاری پارہ ۵ میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک عورت کے جنازہ کی نماز پڑھی اور وسط میں کھڑے ہوئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بایں طور مذکور ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْمُ عِنْدَ رَاْسِ الرَّجُلِ وَعَجِیْزَۃِ الْمَرْاَۃِ الخ یعنی آپ مرد کے سر کے قریب کھڑے ہوا کرتے اور عورت کے جنازہ میں وسط۔ اور ایک روایت صاحبین و امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بایں طور مذکور ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ

عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ قَالَ یَقُوْمُ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ بِحِذَاءِ الصَّدْرِ۔ اور شرح ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۶۲ میں اسطرح لکھا ہے۔ یَقُوْمُ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَی الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ بِحِذَاءِ الصَّدْرِ لِاَنَّہٗ مَوْضَعُ الْقَلْبِ وَفِیْہِ نُوْرُ الْاِیْمَانِ فَیَکُوْنُ الْقِیَامُ عِنْدَہٗ اِشَارَۃً فِی الشَّفَاعَۃِ الْاِیْمَانِ۔ وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اِنَّہٗ یَقُوْمُ مِنَ الرَّجُلِ بِحَذَاءِ رَاْسِہٖ وَمِنَ الْمَرْاَۃِ بِحَذَاءِ وَسْطِھَا یعنی زیرا آنچہ سینہ موضع دل است ودرآں نور ایمان است وپس استادن بمحاذی آں اشارت است بسوئے اینکہ شفاعت درحق میّت بجہت ایمان ولیست واز ابی حنیفہ مرولیست کہ ایستادہ شود امام برجنازۂ مرد بمحاذی سراو وبرجنازۂ زن بمحاذی کمر وزیرا آنچہ النس چنیں کردو گفت کہ ایں سنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم است فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہنی چاہییں یا پانچ؟

جواب: نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ چنانچہ کتاب بخاری جلد اول میں حدیث مذکور ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَی النَّجَاشِیَّ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ وَخَرَجَ بِھِمْ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِھِمْ وَکَبَّرَ عَلَیْہِ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ یعنی حضور نے نجاشی کی موت کی خبر سنائی کہ جسدن وہ فوت ہوا۔ اور نکال لے گئے اصحابوں کو نماز جنازہ کی جگہ میں۔ پھر صفیں بنوائیں۔ اور کہیں اوپر اسکے چار تکبیریں الخ اور جو آپ سے مختلف جنازوں پر پانچ چھ سات آٹھ تکبیریں کہنی ثابت ہیں وہ تمام حدیثیں منسوخ ہیں۔ چنانچہ شرح مسلم جلد اول صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے۔ ھٰذَا الْحَدِیْثُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ مَنْسُوْخٌ دَلَّ الْاِجْمَاعُ عَلٰی نَسْخِہٖ الخ یعنی یہ حدیث نزدیک علمائے دین کے منسوخ ہے اور دلالت کرتا ہے اجماع امت اسکے نسخ پر۔ اور عبد البر وغیرہ نے اجماع ثابت کیا ہے کہ چار تکبیروں سے زائد نہ کہی جائیں۔ اور صحیح تر بھی یہی ہے۔ اور صاحب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۴۰ بروایت ابن عباس سند صحیح سے بایں طور مذکور ہے آخِرُ مَا کَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْجَنَائِزِ اَرْبَعًا وَکَبَّرَ عُمَرُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اَرْبَعًا وَکَبَّرَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَرْبَعًا وَکَبَّرَ الْحَسَنُ عَلٰی عَلِیٍّ اَرْبَعًا وَکَبَّرَ الْحُسَیْنُ عَلَی الْحَسَنِ اَرْبَعًا وَکَبَّرَتِ الْمَلٰئِکَۃُ عَلٰی اٰدَمَ اَرْبَعًا یعنی آخر فعل آپ کا چار تکبیریں کہنا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اور عبد اللہ بن عمر نے جنازہ عمر پر اور امام حسن نے جنازہ علی پر اور حضرت حسین نے جنازہ حسن پر اور ملائکہ نے حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں۔ اور فتح المبین صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ کی نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں اور حضرت علی اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور براء بن عازب اور ابن عمر اور ابوہریرہ اور عقبہ بن عامر وغیرہ

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چار تکبیریں کہیں۔ اور اسپر اتفاق کیا۔ اور سنن ابی حنیفہ کے حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے کہ آئمہ اربعہ کا بھی چار تکبیریں کہنے پر اتفاق ہے۔ وہو ہذا۔ اِعْلَمْ اَنَّ تَکْبِیْرَاتِ الْجَنَازَۃِ بِاتِّفَاقِ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ اَرْبَعٌ الخ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: نماز میں رفع یدین و آمین بالجہر و فاتحہ خلف الامام و نماز جمعہ کے بعد احتیاطاً الظہر کا اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: ان تمام سوالات کا جواب جلد اول میں گذر چکا ہے۔ ہاں اسجگہ صرف اتنا واضح کر دینا کافی ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا آئمہ اربعہ میں سے کسی نے اسکو اختیار کیا ہے یا نہیں؟ سو امام ترمذی نے لکھا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا صحابہ تابعین و آئمہ اربعہ و کسی اہل علم سے ثابت نہیں ہوا۔ وہو ہذا وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَھُمْ یَرَوْنَ اَنْ یَضَعَ الرَّجُلُ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ وَرَاٰی بَعْضُھُمْ اَنْ یَضَعَھُمَا فَوْقَ السُّرَّۃِ وَرَاٰی بَعْضُھُمْ اَنْ یَضَعَھُمَا تَحْتَ السُّرَّۃِ وَکُلُّ ذٰلِکَ وَاسِعٌ عِنْدَھُمْ۔ صفحہ ۶۴ یعنی عمل اس حدیث پر اہل علم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے نزدیک ہے کہتے ہیں کہ رکھے مرد اپنا ہاتھ داہنا بائیں ہاتھ پر نماز میں۔ کہا بعض نے ناف کے اوپر۔ کہا بعض نے نیچے ناف کے اور یہ ہر دو امر انکے نزدیک جائز ہیں۔ اور صاحب ترمذی نے دو گروہ بیان کئے ہیں۔ لیکن سینے پر ہاتھ باندھنا تو کسی کا مذہب بیان نہیں کیا۔ اور شرح مسلم صفحہ ۱۷۳ میں امام نووی نے بایں طور لکھا ہے یَجْعَلُھُمَا تَحْتَ صَدْرِہٖ فَوْقَ السُّرَّۃِ ھٰذَا مَذْھَبُنَا الْمَشْھُوْرُ بِہٖ قَالَ الْجُمْھُوْرُ مِنْ عُلَمَائِنَا وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ وَسُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ رَاھَوَیْہِ وَھُوَ اَجَلُّ شُیُوْخِ الْبُخَارِیِّ وَاَبُوْ اِسْحٰقَ الخ یعنی رکھے دونوں ہاتھوں کو سینے کے نیچے ناف کے اوپر یہ ہمارا مذہب مشہور ہے اور یہی جمہور ہمارے علماء سے کہتے ہیں۔ اور کہا امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری اور اسحٰق بن راہویہ بڑے استاذ امام بخاری میں سے ہیں۔ اور ابو اسحاق ہمارے اصحاب سے یعنی شافعیہ سے کہ رکھے دونوں ہاتھ نیچے ناف کے الخ غرضیکہ مردوں کو سینے پر ہاتھ باندھنے کسی صاحب مذہب و محدث کے نزدیک جائز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور صاحب مسلم و بخاری و ترمذی و امام نووی شافعی بیان کرتے اور حدیث خزیمہ کو لاتے۔ اور جو بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ شافعی مذہب میں ہاتھ سینہ پر باندھنا سنت ہے۔ تو اسکا جواب علمائے دین نے بایں طور دیا ہے کہ یہ روایت غیر مشہور ہے جو قابل تسلیم نہیں۔ ورنہ امام نووی وغیرہ محدث جو شافعی مذہب تھے کیں لئے اس سے انکار کرتے۔ اور حدیث خزیمہ کی تاویل کرتے اور تحت الصدر کا حکم لگاتے؛ نقل ان

نصرۃ المقلدین صفحہ ۵۰

سوال: نماز جنازہ مسجدوں میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: مسجدوں میں جنازہ کی نماز بدوں کسی عذر شدید و خوف و فتنہ کے پڑھنی جائز نہیں۔ چنانچہ ابوداؤد نے ابو ہریرہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا شَیْءَ لَہٗ یعنی فرمایا آپنے جس نے نماز پڑھی میت پر مسجد میں نہیں اسکو کچھ ثواب۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا یُصَلِّیْ عَلٰی جَنَازَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ یعنی نہ نماز پڑھی جاوے میت پر مسجد میں۔ اور اگر نماز جنازہ مسجد میں جائز ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نجاشی کا جنازہ مسجد سے باہر لیجا کر کس لئے ادا کرتے۔ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَعَی النَّجَاشِیَّ خَرَجَ یُصَلِّیْ عَلَیْہِ فِی الْمُصَلّٰی وَلَوْ کَانَ یَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ فِی الْمَسْجِدِ لَمْ یَکُنْ لِلْخُرُوْجِ مَعْنًی یعنی جب کہ نجاشی کی موت کی خبر آپنے دی اور اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور واسطے ادا کرنے نماز کے باہر گئے۔ اگر جائز ہوتی نماز جنازہ مسجد میں تو نہ نکلتے۔ بلکہ مسجد میں ادا کر لیتے۔ اور شرح مسلم جلد اول صفحہ ۳۱۲ امام نووی نے لکھا ہے کہ اصحاب مسجد میں جنازہ پڑھنے کو عیب سمجھتے تھے۔ وہو ہٰذا۔ فَبَلَغَھُنَّ اَنَّ النَّاسَ عَابُوْا ذٰلِکَ وَقَالُوْا مَا کَانَتِ الْجَنَائِزُ یُدْخَلُ بِھَا الْمَسْجِدَ الخ یعنی خبر پہنچی ازواج مطہرات کو کہ صحابہ نے عیب جانا اسکو اور کہا نہیں جائز کہ جنازے داخل کئے جائیں مسجد میں۔ اور جو حدیثیں مسجد کے بیچ جنازہ کے جواز پر آئی ہیں وہ تمام منسوخ ہیں۔ اگر شک ہو تو کتاب معانی الآثار صفحہ ۴۳۰ اور فتح المبین صفحہ ۱۱۲ میں مطالعہ کریں ؛

سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا۔ اور اس سے حاجت طلب کرنا اور آپکی ذات کو غیب داں سمجھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب بیشک بخاطر زیارت روضۂ مدینہ منورہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر کرنا قرآن مجید و احادیث صحیحہ و اجماع امت سے ثابت ہے وہو ہٰذا۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ یعنی اگر یہ لوگ ظلم کریں اپنی جانوں پہ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ؛ اور آپ کے پاس حاضر ہو کر بخشش چاہیں اور آپ بھی ان کے لئے بخشش طلب کریں تو وہ ضرور اللہ تعالےٰ کو توبہ قبول کرنے اور رحم کرنے والا پائیں گے۔ ایضاً بقولہ تعالےٰ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ یعنی جو شخص اللہ اور رسول کی محبت میں اپنے گھر سے بارادہ ہجرت نکلا اور راستہ میں وہ فوت ہو گیا تو اسکا اجر اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہوگا۔ پس ان ہر دو آیت سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے روضہ مبارک پر جانے میں بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور آپ اور آپ کی ذات مہاجرین اور سائلین اور فاجرین کے لئے اللہ تعالےٰ سے طلبِ مغفرت کرتی ہے۔ اور آپ کی ذات کا طلب مغفرت کرنا صرف زمانہ حیات میں مقید نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے چنانچہ کتاب جوہر منظم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعد وفات چند روز ایک شخص آپکی قبر مقدس پر آکر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدکردار گنہگار آپ کے در پر طلب بخشش کے لئے آیا ہوں اب میرے لئے خداوند کریم سے مغفرت طلب کریں کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ جو بدکردار آپکے دربار میں آوے تو آپ اسکے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ تب قبر منورہ سے آواز آئی کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے بخش دیا ہے۔ اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ کی ذات اہل بقیع اور شہداء احد پر تشریف لے جاتی۔ اور علامہ ابن حجر مکی کتاب الجواہر منظم صفحہ ۱ میں لکھتے ہیں مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي یعنی فرمایا آپ نے جو شخص حج کرے کعبہ کا اور نہ زیارت کرے میری پس اس نے مجھ پر جفا کیا۔ بقولہ علیہ السلام مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔ یعنی فرمایا آپنے جو شخص زیارت کرے مزار میرے کی پس اسکے لئے شفاعت میری واجب ہے۔ وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي یعنی جو شخص بعد وفات میری زیارت کریگا وہ گویا میری حیاتی میں زیارت کرے گا۔ نقل از کتاب طبرانی و جوہر منظم و بیہقی و در السنیہ۔ پس ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ آپکے روضہ منورہ پر جانا ضروری ہے۔ جو شخص بدوں کسی عذر کے آپکے روضہ مقدس پر نہ گیا اسنے حضور کی ذات پر ظلم کیا۔ ان ظالموں کے لئے مطلق یہ فرمان خداوند کریم کا ظاہر ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ یعنی ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ اور یہ حدیث غیر مقلد پیش کرتے ہیں۔ کہ فرمایا آپنے لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِيْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى تو اسکے یہ معنی مراد ہیں کہ خیال نماز و تعظیم کی خاطر سفر کرنا سوا ان تینوں کے نہ چاہیئے یعنی کعبہ و مسجد نبوی و بیت المقدس کے کیونکہ ان طرف تعظیم و نماز کیخاطر ضرور سفر کیا جاتا ہے۔ اسلئے محدثین نے لکھا ہے کہ اس عبارت کا مقدر کرنا لازمی ہے ورنہ تمام سفر ناجائز ٹھہریگے۔ حالانکہ ان کا کوئی منکر نہیں۔ اور دوسری حدیث جو مانعین اپنے دعویٰ باطل پر بیان کرتے ہیں۔ کہ فرمایا آپنے لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ تو اسکا جواب بایں طور محدثین نے دیا ہے۔ کہ اول تو یہ حدیث چند وجہ سے قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ اسکے سلسلۂ اسناد میں بہت اختلاف ہے۔ ایک روایت میں لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وارد ہے اور ایک میں لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ وَثَنًا۔ اب خدا معلوم کہ عید کا لفظ صحیح ہے یا وثنا کا۔ اور علاوہ اسکے یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے طرق میں عبداللہ بن نافع ہے جو کہ مجرح ہے۔ اور دوسرے طرق میں جعفر وہ مجہول الحال ہے۔ دیکھو رسالہ مولوی علاؤ الدین صفحہ ۴۹۔ اور وسیلہ پکڑنا بوقت مصیبت

آنحضور کے مزارِ اقدس کا جائز ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الکرامۃ ابی جوزا سے بایں مضمون حدیث مذکور ہے کہا انہوں نے کہ قحط زدہ ہوئے اہل مدینہ قحط سخت میں۔ پس شکایت کی لوگوں نے پاس حضرت عائشہ کے۔ پس فرمایا حضرت عائشہ نے کہ دیکھو قبر پیغمبر کو۔ اور کرو قبر شریف سے چند سوراخ طرف آسمان کی تاکہ نہ حائل رہے درمیان قبر اور آسمان کے چھت۔ پس لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پس برسا پانی بہت۔ یہانتک کہ پیدا ہوئی گھاس۔ اور فربہ ہوئے اونٹ یہاں تک کہ پھٹ گئے چربی سے یعنی کہ خوب تیار ہو گئے الخ پس اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوا کہ زمانہ خیر القرون میں بھی لوگوں نے مزار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجت طلب کی اور پائی۔ اور اگر لوگ بزرگانِ دین کے مزاروں پر حاجات بوقتِ مصیبت جاکر مانگیں اور فیض حاصل کریں تو اسمیں کوئی گناہ نہیں۔ اور ثبوت اسکا جلد اول میں مفصل گذر چکا ہے۔ اور انوار الانتبا بحوالہ کتاب مواہب و مدخل ابن حاج مکی میں لکھا ہے قَدْ قَالَ عُلَمَاءُ نَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَ خَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ جَلِيٌّ عِنْدَهٗ لَا خَفَاءَ بِهٖ۔ یعنی کہا ہمارے علماء دین نے کہ نہیں فرق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور استحالت میں کچھ اور دیکھتے ہیں اپنی امت کے تمام حال اور پہچانتے ہیں احوال اور نیات انکی۔ اور سب حال ان پر روشن ہیں۔ کوئی ان پر پوشیدہ امر نہیں۔ اور اسی طرح ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں لَا فَرْقَ بَيْنَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ وَلِذَا قِيْلَ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ الخ اولیاء کی دونوں حالت حیات و ممات میں کچھ فرق نہیں۔ اور ہر دو حال میں اپنے مریدوں کو مدد دیتے ہیں۔ کما مرّ۔

سوال ۲ کا جواب : بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق علم غیب و غیر استقلالی و بالعرضی تھا۔ اور اس سے انکار کرنا کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے۔ وھو ہذا۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى سورہ جن۔ یعنی وہ جاننے والا ہے غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جسکو پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے۔ ولقولہ تعالٰی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ پ ۴ یعنی نہیں اللہ خبردار کرتا تمکو اوپر غیب کے لیکن اللہ تعالٰی پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے سے جس کو چاہے۔ لقولہ تعالٰی وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ سورہ تکویر یعنی وہ نہیں اوپر غیب کے بخیل۔ یعنی وہ غیب کی خبر بتانے پر بخیلی نہیں کرتا۔ اور کتاب مواہب لدنیہ باب اخبار الغیوب روایت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بایں طور مذکور ہے اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذَا یعنی فرمایا آپنے کہ خداوند تعالٰی نے تمام دنیا کو میرے سامنے کیا اور میں اسکو دیکھ رہا ہوں

جو کچھ اسمیں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا۔ اور دنیا کے تمام اطراف وجوانب میرے سامنے اسطرح ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپنے میدان بدر میں کہا کہ فلاں صحابی کے فلاں بیٹے کی یہاں اور یہاں قبر ہوگی سو ویسا ہی ہوا۔ اور عینی شرح بخاری صفحہ ۶۸ جلد ۸ اور قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۱۸۵ میں مذکور ہے کہ آپکے سامنے ایک صحابی نے قصیدہ پڑھا جس میں یہ شعر تھا۔ اور آپ سن کر خوش ہوئے اور دعا دی۔ وہ شعر یہ ہے ؎

وَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَاِنَّكَ مَامُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَيْبٍ

یعنی گواہی دیتا ہوں کہ سوا خدا کے کوئی معبود نہیں۔ اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ آپکی ذات تو ہر غیب پر مامون ہے۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپکی ذات کو علم غیب مطلق و بالعرض تھا۔ اور اس سے انکار کرنا صریح کفر ہے۔ اور جہاں کہیں نفی علم غیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے۔ وہاں مراد علم غیب استقلالی و بالذاتی ہے۔ جو خاصہ خداوند کریم کا ہے۔ نہ علم غیب مطلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ط

سوال: اپنے آپ کو مذہبِ محمدی کہلانا کیسا ہے؟

جواب: اپنے آپکو محمدی مذہب سے مشہور کرنا محض جہالت اور بے وقوفی ہے۔ چنانچہ کتاب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۷۵ ردِ سوال شیعہ میں لکھا ہے کہ امام نائب نبی است۔ و نائبِ نبی صاحبِ شریعت است نہ صاحبِ مذہب زیرا کہ مذہب نام رائے است کہ بعض امتیاں را فہم شریعت کشادہ شود و بعقلِ خود چند قاعدہ قرار دہد کہ موافق آں قواعد استنباط مسائل شرعیہ از ماخذ آں نماید لہذا متحمل صواب و خطا میباشد۔ و چوں امام معصوم از خطا است (بزعم شیعہ) و حکم نبی وارد لسبت مذہب باؤ نمودن ہیچ معقول نیست۔ لہذا مذہب را بسوئے خداوند و جبرائیل و دیگر ملائکہ و انبیاء نسبت کردن کمال بیخردی است چنانچہ لامذہبان خود را بمذہب محمدی مشہور میکنند۔ پس اینہم کمال بیخردی شد انتہی واللہ اعلم بالصواب ؞

سوال: بوقتِ ملاقات مصافحہ اور بعد نماز عید وغیرہ کے معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک بوقتِ ملاقات مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا اور معانقہ بعد نماز عید وغیرہ کے بنیت اظہار محبت اور کپڑوں کے جائز بالاجماع ہے۔ اور بخاری میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ کہا انہوں نے عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَفِّيْ بَيْنَ كَفَّيْهِ اَلتَّشَهُّدَ الخ یعنی حضور علیہ السلام نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے تحیات تعلیم فرمائی۔ اور نیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بایں طور حدیث بیان کی ہے حَدَّثَنِيْ

اَصْحَابُنَا یَحْیٰی وَغَیْرُہٗ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ اِبْنِ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ رَاَیْتُ حَمَّادِبْنِ زَیْدٍ وَجَاءَہٗ ابن الْمُبَارَکَ بِمَکَّۃَ بِکِلْتَا یَدَیْہِ یعنی مجھسے میرے اصحاب یحیٰی ابوجعفر بیکندری وغیرہ نے اسمٰعیل بن ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے زید بن حماد کو دیکھا۔ اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے۔ تو انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ اور کُتبِ فقہ معتبرہ میں ہے۔ یَجُوْزُ الْمُصَافَحَۃُ وَالسُّنَّۃُ فِیْھَا اَنْ یَّضَعَ یَدَیْہِ مِنْ غَیْرِ حَائِلٍ مِنْ ثَوْبٍ اَوْغَیْرِہٖ کَذَا فِیْ خَزَانَۃِ الْفَتَاوٰی اور قنیہ وشرح تنویر سے علامہ مجدد دیانۃ حاظر نے لکھا ہے اَلسُّنَّۃُ فِی الْمُصَافَحَۃِ بِکِلْتَا یَدَیْہِ۔ اور شرح مشکوٰۃ فارسی محدث دہلوی نے بایں طور لکھا ہے مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ ہر دو دست بود۔ اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اور جن حدیثوں میں لکھا ہے کہ اصحاب ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ وہ تمام حدیثیں ضعیف ہیں۔ اور قابل عمل نہیں۔ اگر غیر مقلد کسی حدیث صحیح سے دکھادیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں ہاتھوں سے مسافحہ کرنے کو منع فرمایا یا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا حکم فرمایا تو دنیٰ روپیہ انعام لیں۔ اور معانقہ کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ کتاب خانیہ و مجمع الانہر میں لکھا ہے اِنْ کَانَتِ الْمُعَانَقَۃُ مِنْ فَوْقِ قَمِیْصٍ اَوْ جُبَّۃٍ جَازَ عِنْدَ الْکُلِّ الخ اِنْ کَانَ عَلَیْھِمَا قَمِیْصٌ اَوْ جُبَّۃٌ جَازَ بِالْاِجْمَاعِ وَھُوَ الصَّحِیْحُ ھٰکَذَا فِیْ در مختار و شرح وقایہ۔ اور صاحب ابی دینا نے دیلمی سند الفردوس ابوجعفر سے حدیث بیان کی ہے۔ قَالَ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُعَانَقَۃِ فَقَالَ تَحِیَّۃُ الْاُمَمِ وَصَالِحِ الخ یعنی فرمایا آپنے معانقہ تحیت امتوں کی اور ان کی اچھی دوستی بیشک پہلے معانقہ کرنے والا ابراہیم خلیل اللہ ہے۔ اور بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ خاتون جنت کے گھر میں تشریف لے گئے اور حسنین کو طلب کیا۔ اور اسوقت خاتون جنت نہلا رہی تھیں۔ اسلئے دیری ہوئی۔ اور حسنین جب نہا چکے تو دوڑتے ہوئے آئے۔ اور ان کے گلے میں ہار تھا۔ اور آپ نے انکو گلے سے لگالیا۔ اور وہ آپ سے لپٹ گئے۔ اور ام المومنین سے مروی ہے۔ قَالَتْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلْتَزَمَ عَلِیًّا وَقَبَّلَہٗ الخ یعنی کہا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ دیکھا میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ آپنے مولا علی کو گلے سے لگالیا اور بوسہ دیا۔ اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حدیث بیان کی ہے کہ حضرت حسین وہ اپنے والد سے بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَانَقَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَقَالَ قَدْ عَانَقْتُ اَخِیْ عُثْمَانَ فَمَنْ کَانَ لَہٗ اَخٌ فَلْیُعَانِقْہُ الخ یعنی آپنے عثمان بن عفان سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے بھائی سے معانقہ کیا اور جسکا کوئی بھائی ہو وہ بھی چاہیے تو اپنے بھائی سے معانقہ کرے۔ اور سنن ابوداؤد میں ام المومنین سے بایں طور مروی ہے کَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَیْہِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَیْہَا فَاَخَذَ بِیَدِہَا فَتَقَبَّلَہَا وَاَجْلَسَہَا فِیْ مَجْلِسِہٖ وَکَانَ اِذَا دَخَلَ عَلَیْہَا قَامَتْ عَلَیْہِ فَاَخَذَتْ بِیَدِہٖ فَقَبَّلَتْہُ وَاَجْلَسَتْہُ فِیْ مَجْلِسِہَا الخ یعنی جب حضرتِ خاتون جنت رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور پُرنور قیام فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے۔ اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اور جبکہ آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ حضور کے لئے قیام فرماتیں۔ اور ہاتھ مبارک پکڑ کر بوسہ دیتیں۔ اور حضور والا کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ اور سید احمد طحطاوی حاشیہ انوار الایضاء میں لکھا ہے کذا تَطْلُبُ الْمُصَافَحَۃَ فَھِیَ سُنَّۃٌ عَقِبَ الصَّلٰوۃِ اور حاشیہ درمختار میں ہے۔ تُسْتَحَبُّ الْمُصَافَحَۃُ بَلْ ھِیَ سُنَّۃٌ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ کُلِّھَا وَعِنْدَ کُلِّ لَقِیٍّ یعنی سنّت ہے بعد ہر نماز کے مصافحہ کرنا۔ اور بوقتِ ہر باری ملاقات کے۔ اور اگر کسی صاحب نے مفصّل حال دیکھنا ہو تو الجین نامہ حاضر کو مطالعہ کرے۔ فقط

سوال: ضاد کو ظ یا ز یا ذ پڑھنا قرآن مجید میں جائز ہے یا نہیں۔ اور ض کو مشابہ ظ کے پڑھے جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں جواب دو۔

جواب: ضاد کو مشابہ ظ یا ز یا ذ کے پڑھنا سخت حرام و گناہ عظیم ہے۔ کیونکہ ان کے تبدّل ہونے سے معنوں میں بھی تغیّر آجاتا ہے۔ اور یہ صریح مفسدِ نماز ہے جیسے کہ عظیم و عذیم و ضالین و ظالین و مغضوبِ و معظوب و مغذوب میں کسقدر معنوں میں تبدیلی ہوگئی ہے۔ اسلئے علّامہ امام برہان الدین محمود نے محیط برہانی میں لکھا ہے کہ جو شخص قصداً ض کو ظ پڑھتا ہے کافر ہے وہو ہٰذا۔ سُئِلَ الْاِمَامُ الْفَضْلِیُّ عَمَّنْ یَّقْرَءُ الظَّاءَ الْمُعْجَمَۃَ مَکَانَ الضَّادِ الْمُعْجَمَۃِ اَوْ عَلٰی عَکْسٍ فَقَالَ لَا تَجُوْزُ اِمَامَتُہٗ وَتعمد یَکْفُرُ اور قاضی خاں میں لکھا ہے اِنْ قَرَءَ غَیْرَ الْمَغْضُوْبِ بِالظَّاءِ وَبِالذَّالِ تَفْسُدُ صَلٰوتُہٗ یعنی جو غیر المغضوبِ کی جگہ مغظوب یا مغذوب پڑھے تو نماز فاسد ہو گئی۔ اور ایسے شخص کی امامت بھی جائز نہیں۔ اور فتاوی محمدی بحوالہ فتاوی حمادی میں لکھا ہے ؎

اگر ظا سے پڑھے گا ضالین — وہ نماز اسکی ہے فاسد بالیقین
اور امامت فاسد ہے اسکی تمام — یاد رکھ یہ مسئلہ اے ذی احترام

نقل از ضیاء الرشاد صفحہ ۱۳۔

اور حدیث شریف میں ہے قَرَءَ الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِھَا رواہ البیھقی یعنی فرمایا آپ نے کہ قرآن کو لہجہ عرب و آواز عرب سے پڑھے۔ کیونکہ وہ بہت فصیح ہے۔ بنسبت تمام عجمی کے۔ اور مولوی عبد الجبار غزنوی امرتسری غیر مقلّد صاحب اپنے فتاوی صفحہ ۲۲۷ میں بایں طور لکھا ہے کہ ضالین کو ظالین اور مشابہ ض

کو ظ پڑھنا شعار روافض ہے۔ اور یہ تمام علمائے حرمین شریفین اور قراءِ عرب وجمہور آئمہ دین کے خلاف ہے اور میں اسکا بالکل قائل نہیں ہوں۔

سوال: جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر فرقہ غیر مقلدین ومرزائی اسکے قائل ہیں۔ اور اسپر حدیثیں بھی بیان کرتے ہیں۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: اگر جرابیں مجلدین ومنعلین۔ اور چلنے پھرنے اور دوڑنے سے اپنی جگہ پر قائم رہیں اور نہ گریں تو بیشک ان صورتوں میں ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ ورنہ ناجائز۔ چنانچہ ہدایہ جلد اول صفحہ ۳۸ میں ہے وَلَا یَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَی الْجُوْرَبَیْنِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاِلَّا اَنْ یَکُوْنَا مُجَلَّدَیْنِ اَوْ مُنَعَّلَیْنِ وَقَالَا یَجُوْزُ اِذَا کَانَا ثَخِیْنَیْنِ لَا یَشِفَّانِ + وَلَوْ کَانَ الْخُفُّ مُوْقًا مِنْ کِرْبَاسٍ لَا یَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَیْہِ الخ اور جو حدیثیں جرابوں کی مسح کے جواز ترمذی وابوداؤد میں آئی ہیں وہ نزدیک محدثین کے ضعیف ہیں۔ قابل عمل نہیں۔ چنانچہ بیہقی نے لکھا ہے کہ کہا سفیان ثوری وعبدالرحمٰن بن مہدی واحمد بن حنبل ویحییٰ بن معین نے کہ حدیث مغیرہ جو ترمذی میں ہے وہ ضعیف ہے۔ اِتَّفَقَ عَلَی الْحُفَّاظِ عَلٰی تَضْعِیْفِہٖ وَلَا یُقْبَلُ قَوْلُ التِّرْمِذِیْ اِنَّہٗ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ اور جو حدیث ابوداؤد میں موسیٰ سے مروی ہے لَیْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِیِّ۔ اور علاوہ اسکے خود مولوی عبدالجبار غزنوی نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے کہ جرابوں پر مسح بالکل جائز نہیں۔ اور نا ہی اس بارے میں کوئی حدیث صحیح اسکے جواز پر وارد ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وہ جراب جس پر مسح کیا گیا تھا۔ وہ چمڑے کی تھی یا سوت کی یا اون کی۔ کیونکہ جراب کا اطلاق چمڑے کی جراب پر بھی آتا ہے۔ لہذا ان جرابوں پر مسح کرنا نہیں چاہیئے۔

اِستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرح متین ان مسائل میں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب سند صحیح سے دیا جائے۔

سوال اوّل: یہ قدم جو پتھر پر لگا ہوا اکثر گداگر لوگ لے کر گلی کوچوں میں چلتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آیا صحیح ہے؟

سوال دوم: نکاح کی اجرت نکاح خواں کو لینی جائز ہے یا نہیں۔ اور باکرہ اور ثیبہ کی اجرت میں فرق ہے یا نہیں؟ اور کتنی اجرت لینی چاہیئے؟

سوال سوم : یہ عام لوگ جو زراعت پیشہ فی کھلیان (خلواڑہ) ٹوپہ غلّہ ملّا کو دیتے ہیں۔ جسکا نام رسول واہی ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟

سوال چہارم : یہ جو غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک جلسہ میں ہزار طلاق دیدے تو ایک ہی واقعہ ہوتی ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے ؟

سوال پنجم : اگر کوئی شخص مشرف باسلام ہو۔ اور اسکے والدین کفر پہی مرے ہو تو اسکو نماز میں انکے لئے بخشش کی دعا مانگنی جائز ہے یا نہیں جیسے کہ نماز میں آتا ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وغیرہ۔ فقط بقلم خود خاکسار غلام رسول امام مسجد جامع دنیکے تارڑ۔ جنوری مورخہ ۱۵ ۱۹۱۹ء۔

جواب سوال اوّل : کتب حدیث و تواریخ میں لکھا ہے کہ یہ قدم جو ہندوستان میں پتھر پر لگا ہوا ہے اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ صرف بعض مدّاحوں نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف منسوب کر دیا ہے چنانچہ کتاب قُرّۃ العیون جلد ۶ صفحہ ۳۶ میں شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے لکھا ہے۔ ذَکَرَ کَثِیْرٌ مِنَ الْمُدَّاحِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا مَشٰی عَلَی الصَّخْرَۃِ غَاصَتْ قَدَمَاہُ فِیْہِ وَلَا وُجُوْدَ لِذَالِکَ فِیْ کُتُبِ الْحَدِیْثِ الخ وَقَدْ اَنْکَرَہٗ امام برہان الدین الناجی ومشقی الخ وَقَالَ اِنَّہٗ لَمْ تَکُفْ لَہٗ عَلٰی اَصْلٍ وَلَا سَنَدٌ وَلَا رَاٰی مِنْ خَرَّاجِہٖ فِیْ شَیْءٍ مِنْ کُتُبِ الْحَدِیْثِ لَا یُوجَدُ فِیْ کُتُبِ الْحَدِیْثِ وَالتَّوَارِیْخِ کَیْفَ یَسُوْغُ نِسْبَۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الخ یعنی ذکر کیا بہت مدّاحوں نے کہ جب چلتے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو گھس جاتے تھے دونوں قدم ان کے پتھر میں۔ اور حالانکہ نہیں وجود اسکا کُتب حدیث میں۔ اور انکار کیا اسکا امام برہان الدین ناجی ومشقی نے۔ اور کہا انہوں نے نہیں پائی جاتی اصل اور سند اسکی۔ اور نہ دیکھا کسی کو سلف معتبرین سے کہ اسکا کچھ اصل بیان کرتے۔ اور کہا صاحب شافی نے کہ جسکا ثبوت کتب حدیث اور تواریخ میں نہ پایا گیا ہو پھر کب جائز ہو گا نسبت کرنا اسکا طرف آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ اور بال مبارک اور پارچہ جات وغیرہ اشیاء آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت کتبِ حدیث و تواریخ میں موجود ہے۔ اور ان کی زیارت کرنا غایت درجہ کا ثواب اور برکت ہے۔ چنانچہ قرۃ العیون جلد ۶ صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے کہ داہنی طرف کے بال آپ نے سب ابو طلحہ کو دیئے۔ اور بائیں طرف کے بالوں کو لوگوں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اصحاب آپکے بالوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اور یہ اسلئے کیا تاکہ لوگوں کے پاس باقی رہے اور یادگیری ہو۔

مرا از الفِ تو موئے پسند است فضولی میکنم بوئے پسند است

جواب سوال دوم : اجرت نکاح کی نکاح خواں کو لینی جائز ہے۔ کیونکہ اس ملک اور زمانہ میں دستور ہے کہ جب لوگ امام مسجد مقرر کرتے ہیں تو اس سے پہلے یہ وعدہ کر لیتے ہیں کہ اس قریہ یا محلّہ میں جو کچھ آمدنی ہوگی وہ سب مِلک تیرا ہوگا۔ جیساکہ قربانی کی کھالیں۔ اور ٹوپہ غلہ فی کھلیان (خلواڑہ) اور فی نکاح پانچ روپیہ و روپیہ بالنگ وغیرہ جو ہوگا وہ سب تجھ کو مِلے گا۔ تو اس صورت میں ضرور ان کو دینا واجب ہوگا۔ ورنہ سخت گنہگار ہوں گے کیونکہ قرآن مجید و حدیث شریف میں ہے کہ ایماندار لوگ جو کسی سے وعدہ کرتے ہیں اسکو پورا کرتے ہیں۔ لیکن منافق پورا نہیں کرتے۔ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهٖ اِذَا عٰهَدُوْا اور حدیث شریف میں ہے لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ رواہ البیہقی۔ یعنی جو امانت میں خیانت کرے یا وعدہ کو پورا نہ کرے وہ منافق اور بیدین ہے۔ اور فتاوی الفصول العمادی میں ہے اِذَا عینوا لِاِمَامِهِمْ شَیْءٌ مِنَ الْاَوْقَافِ وَالصَّدَقَاتِ وَالْهَدَایَا وَغَیْرِهَا لِدِیْمِهِمْ اَدَاءُهَا الخ اور علّامہ ابن جیون نے اپنی کتاب وجیز صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے واگر بظاہر نگفتہ اند وقت نصب مقرر بطریقہ رسم و عادت و رواجِ بلاد خود و اورا امام کردند پس دریں صورت ہم حصہ مرسومہ آں بلاد بریشاں ادا کردن پس امام خود واجب است لِاَنَّ الْمَعْرُوْفَ کَالْمَشْرُوْطِ الخ اور فتاویٰ نوادر صفحہ ۲۳۶ بحوالہ فتاویٰ جامع میں لکھا ہے عن المشتغل بتعلّم العلم وجب علی المسلمین کِفَایَةً۔ الخ فقط

جواب سوال سوم : رسول واہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ رسول اروہی ہے۔ اور رسول واہی بھی درست ہے۔ کیونکہ رسول لفظ عربی ہے اور واہی ہندی ہے جسکے معنے پہنچے ہوئے کھیت کے ہیں۔ یعنی کھیتی انجام پر پہنچ گئی۔ اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ اصحاب انصار جو زمینداری کا کام کرتے تھے جب انکی کھیتی پکنے لگتی تو ان سے عمدہ اور اعلیٰ میوہ اور غلّہ چن کر مسجد نبوی کے کونے میں جاکر رکھدیتے تاکہ مہاجرین محتاج اور مفلس کھائیں۔ اور دعا کریں۔ اور ایک روز ایک زمیندار نے اس مال میں دوسو صاع کھجوریں ناقص لاکر ڈالدیں۔ یہ فعل اسکا خداوند کریم کو ناپسند آیا۔ اور فرمایا۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ الخ یعنی اے ایماندارو خرچ کرو راہِ خدا میں اس چیز سے جو کمایا تم نے اور اس چیز سے جو نکالا ہم نے واسطے تمہارے زمین سے اور نہ قصد کرو بُری چیز دینے کا۔ اور سیپارہ ربع اول میں ہے اِذَا اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ الخ یعنی ہر ایک کھیت اور میووں سے جسوقت پھل لائے اگرچہ کچا ہو اور دو حق میرے کا

یعنی صدقہ کرو جسدن کھیت کاٹو اور درخت گراو اور میوے چنو یہ اہتمام سے صدقہ دینے اور دیر نہ کرنے کے لئے ہے تفسیر حسینی وغیرہ۔ اور مولوی عبداللہ نے انوار جلد دوم صفحہ ۱۶۶ میں بحوالہ فتاویٰ عالمگیری لکھا ہے کہ ضرور جب غلہ مانڈا جائے اور بھوسہ سے غلّہ صاف ہو جائے تو اس غلواڑہ سے پہلے گنتی ٹوپہ کے صدقہ کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جواب سوالِ چہارم: اسوال کا جواب نہایت توضیح سے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸ سے شروع ہوتا ہے مطالعہ فرمائیں۔

جواب سوالِ پنجم: دعاء طلبِ مغفرت کی مسلمان شخص کو اپنے والدین کیلئے جو بحالت کفر مرے ہیں نماز وغیرہ میں نہیں مانگنی چاہیئے۔ لقولہ تعالےٰ وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى یعنی نہیں لائق واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں یہ کہ بخشش مانگیں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ صاحبِ قرابت ہی کیوں نہ ہوں۔ اور ایسے شخص کو چاہیئے کہ اور دعائیں پڑھے جیساکہ بخاری وغیرہ میں الفاظ وارد ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ

سوال: بعض لوگ نیچری خیال کے کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔ اور نا ہی میّت کو زندہ کیا جاتا ہے۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: عذابِ قبر برحق ہے اسکا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف و اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور اس سے انکار کرنا کفر و ضلالت ہے۔ لقولہ تعالےٰ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ پارہ ۱۱ یعنی قریب عذاب کریں گے ہم ان کو دو بار پھر پھیرے جائیں گے بڑے عذاب کیطرف۔ آیت دوم وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ یعنی گھیر لیا فرعون والوں کو عذاب کی برائی نے وہ آگ کہ حاضر کئے جاتے اوپر اسکے صبح و شام اور جب ہوگی قیامت کہا جائے گا داخل کرو فرعون والوں کو سخت عذاب میں۔ پس ان ہر دو آیت سے عذابِ قبر اور عذاب قیامت ثابت ہوا۔ اور بخاری شریف سیپارہ ۵ میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کہ جب بٹھلایا جاتا ہے مومن کو منہیج قبر کے پھر آتے ہیں آنے والے۔ (ملائکہ) اور پھر گواہی دیتا ہے کہ نہیں کوئی لائق بندگی کے مگر اللہ اور پیغمبر اسکا رسول ہے۔ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ پس قول اللہ تعالےٰ جسکے معنے یہ ہیں کہ ثابت رکھا ہے اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ساتھ بات محکم کے منہیج زندگانی دنیا کے اور آخرت میں۔ اور کہا صحابہ نے یہ آیت نازل ہوئی ہے منہیج عذاب

قبر کے۔ اور بخاری میں ہے کہ سوال کیا حضرت عائشہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عذاب قبر سے۔ فرمایا آپنے عذابِ قبر برحق ہے اور سعید بن عاص سے مروی ہے کہ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَتَعَوَّذُ مِنْ عذابِ الْقَبْرِ یعنی سنا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ پناہ مانگتے ہیں عذاب قبر سے:۔ اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ صَلّٰی صَلٰوۃً اِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ یعنی کہ نہیں دیکھا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد اسکے کہ پڑھی ہو کوئی نماز مگر پناہ مانگی آپ نے عذابِ قبر سے۔ اور کتاب بخاری باب الجنائز میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ الخ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب بندہ رکھا جاتا ہے قبر میں اور پلٹ پھرتے ہیں ساتھی اسکے تحقیق وہ البتہ سنتا ہے آواز جوتیوں انکی کی۔ اور آتے ہیں اسکے پاس دو فرشتے۔ پس بٹھلاتے ہیں اسکو۔ اور کہتے ہیں کیا کہتا تھا تو بیچ حق اس شخص کے پس کہتا ہے مومن میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ بندہ اللہ کا ہے اور پیغمبر اسکا ہے۔ اَنَّہٗ یُفْتَحُ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ۔ یعنی پھر اسکو جنت کی بشارت دی جاتی ہے اور قبر اس کے لئے فراخ کی جاتی ہے۔ اور کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ کافر سے بھی ایسا ہی سوال ہوتا ہے پس کہتا ہے لَا اَدْرِیْ کُنْتُ اَقُوْلُ مَا یَقُوْلُ النَّاسُ فَیُقَالُ لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ وَیُضْرَبُ مِنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَۃً فَیَصِیْحُ صَیْحَۃً پس کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ اور میں کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ پس کہا جاتا ہے نہ سمجھا تو نے اور نہ پڑھا تو نے قرآن اور مارا جاتا ہے لوہے کی گرزوں سے یکبارگی مارا جانا پس نہایت چیختا چلاتا ہے۔ اور سوائے جنوں اور آدمیوں کے سب آس پاس والے اسکی آواز کو سنتے ہیں الخ ان دلائل کے سوا ہزارہا اور بھی دلائل اس پر شاہد ہیں اور تمام کا اس بات پر اتفاق ہے۔ اور عقل بھی اس سے مانع نہیں کہ خدا تعالےٰ اسکے تمام بدن یا اسکے کچھ حصہ میں روح ڈالدے اور اسکو دکھ یا سکھ پہنچائے۔ اور اگر کہو کہ انسان قبر میں ایک ساعت بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ وہاں ہوا بالکل بند ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ خدا قادر ہے۔ جیسا چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اسکے لئے کچھ مشکل نہیں۔ چنانچہ اصحاب کہف کا قصہ اسپر شاہد ہے۔ وھو ہٰذا۔ وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔ یعنی رہے وہ بیچ غار اپنی کے تین سو برس اور زیادہ رہے نو برس اور وہ پس سوتے تھے اور کروٹیں بدلتے ہیں ہم ان کی داہنی طرف اور بائیں طرف اور کتا انکا پھیلا رہا ہے دونو ہاتھ اپنے الخ پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ انکو وہاں کچھ پہنچتی ہے۔ اور نہ انکو کچھ خبر ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ہے قَالَ قَائِلٌ مِّنْھُمْ کَمْ

لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ الخ کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے کتنا رہے تم. کہا انہوں نے ایک دن یا تھوڑا حصہ دن سے الخ غرضیکہ خداوند کریم جس جگہ کسی بشر وغیرہ کو رکھنا چاہتا ہے اسی جگہ کے موافق اسکی مزاج کر دیتا ہے.: علاوہ ازیں معترضین کو جنین کی حالت پر غور کرنا چاہیئے. کہ باوجودیکہ کئی پردوں میں رحم کے اندر جہاں اسکو کسی طرف سے بھی ہوا نہیں ملتی. کسطرح زندہ رہتا. پرورش پاتا اور پیٹ کے اندر حرکت کرتا ہے. اسمیں خدائے قادر کی کس قدر حکمت پائی جاتی ہے. اسیطرح خدا تعالےٰ قبر کے اندر بھی مردہ میں روح ڈال کر زندہ کر دیتا ہے. فقط

سوالات از جانب چوہدری غلام یٰسین از فیض پور چک نمبر ۴۴ علاقہ سمندری

سوال: جو اشیاء خوردنی ہندو یا عیسائی یا اور کسی غیر مذہب کے ہاتھوں کی بنی ہوئی ہوں ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک ہندو و عیسائی وغیرہ بدمذہب کی دستی اشیاء ماکولہ بنی ہوئی سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ یہ لوگ ناپاک و پلید پانی استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے اور ان سے عیدوں میں ہدیہ نہ لیا جائے. چنانچہ خزانۃ الروایات و محیط وذخیرہ میں مذکور ہے لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَقْبَلَ هَدِيَّةَ الْكَافِرِ فِيْ يَوْمِ عِيْدِهِمْ وَلَوْ قَبْلَ لَا يُرْسِلُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا. اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۱۷ میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کیساتھ نہ کھانا مل کر کھایا جائے اور نہ ہی ان کے برتنوں میں کھانا کھایا جائے. کیونکہ یہ لوگ مشرک ہیں. اور شراب و خنزیر و حرام اشیاء کو حلال تصور کرتے ہیں. لیکن اگر کسی خاکروب کو کوئی مسلمان لاٹھی سے یا کھاری میں روٹی باندھیار کھ کر دیوے اور خاکروب اسی طرح اٹھا کر دوسرے مسلمان کو جا دیوے تو اسمیں کوئی قباحت نہیں آتی. جیسا کہ فتاویٰ عبدالحیّ میں ہے. فقط.

سوال: کفار کی نوکری کرنی جائز ہے یا نہیں. اگر جائز ہے تو کونسی نوکری جائز ہے؟

جواب: نوکری کفاران در بعض امور جائز و در بعض ناجائز. چنانچہ در فتاویٰ شاہ عبدالعزیز جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ مذکور ہے اگر نوکری ارتکاب معصیت کبیرہ متوقع باشد مانندِ محاربہ با مسلمین در پلٹنہا و مانند آں شراب و گوشتِ مردار و خنزیر وغیرہ خدمتگاران را ایں قسم روزگار ممنوع است و دیگر روزگار کہ در آں ایں چنیں منہیات نباشد مانند نوشتن امور عدالت و مانند منشی گری و مانند قافلہ رسانی و نگہبانی پولیس و مانندِ آں ممنوع نیست. فقط.

سوال: کتبِ فقہ کو تہمت لگانیوالا اور منکر فقہ کون ہوتا ہے؟

جواب: کتبِ فقہ معتبرہ سے انکار کرنے والا محقق علماء کے نزدیک دائرۂ اسلام سے خارج ہوتا ہے بالعکس شافع

وحنبلیہ وغیرہ کے۔ چنانچہ فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے کہ اگر منکر شود بجہت آنکہ ایں کتاب از علوم دینیہ است پس ایں خود کفر است۔ اور اسی طرح فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے لِاَنَّہٗ اَھَانَ الَّذِیْنَ وَمَنْ اَھَانَ الدِّیْنَ فَقَدْ کَفَرَ۔ اور فتاویٰ بزازی میں ہے اِذَا لُقِّیَ الْفَتْوٰی عَلَی الْاَرْضِ اَوْ قَالَ عِنْدَ رُؤْیَتِہٖ اَلْفَتْوٰی رَدِّیْ اَوْ قَالَ ایں چہ شرح است یَکْفُرُ لِاَنَّہٗ رَدَّ حُکْمَ الشَّرْعِ فقط واللہ اعلم۔

سوال: جو عورت حیض سے پاک ہو۔ اور غسل نہ کیا ہو اس سے وطی کرنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک اگر عورت ایام معینہ حیض سے پاک ہو جاوے اور اس پر وقت نماز کا بھی گذر جائے تو پھر قبل از غسل اس سے وطی کرنا جائز ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ غسل کے بعد وطی کرے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیر و جامع الفوائد و شرح وقایہ و برجندی میں مذکور ہے وَحَلَّ وَطِیُٔ مَنْ قَطَعَ دَمُھَا لَا اَکْثَرَ الْحَیْضِ اَوِ النِّفَاسِ قَبْلَ الْغُسْلِ دُوْنَ مَنْ قَطَعَ الْاَقَلَّ مِنْہُ اِلَّا اِذَا مَضٰی وَقْتُ یَسَعُ الْغُسْلَ وَالتَّحْرِیْمَۃُ اور انوار مولوی عبداللہ دفتر اول صفحہ ۱۷ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ بمجرد پاک شدن وطی او حلال گردد۔ ولیکن مستحب است کہ بعد از غسل وطی کند۔ امّا زینکہ پیش از عادتِ خود پاک شود وطی حلال نبود اگرچہ غسل کند تا وقتیکہ ایام عادت او تمام نگذرد۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال: نماز کی ہر رکعت میں بسم اللہ شریف پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک سورۂ فاتحہ کے قبل ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ ہکذا فی کتبِ الفقہ۔

سوال: بڑا بھائی یا کوئی اور ولی نکاح بالغہ کا جبراً کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک لڑکی عاقلہ بالغہ کا نکاح بر صیغۂ جبر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہدایہ و شرح وقایہ و قدوری میں ہے۔ وَلَا یَجُوْزُ لِوَلِیٍّ اِجْبَارُ الْبِکْرِ الْبَالِغَۃِ عَلَی النِّکَاحِ یعنی نہیں جائز ولی کو جبر کرنا کنواری بالغہ کو نکاح پر (ہاں) اکراہ سے نکاح جائز ہے۔ والبکر البالغۃ لا تجبر عندنا۔ نقل از شرح وقایہ چلپی صفحہ ۹۳۔

سوال: ورثہ جو کہ شرعی حساب سے لڑکیوں کو ملتا ہے اس ملک میں چونکہ رواج نہیں ہے پھر مومن ورثہ اپنا لڑکیوں کو دیتا ہے۔ کیا اس ملک میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ضروری دینا چاہیئے کیونکہ رواج زمانہ بمقابلہ نص ربانی معتبر نہیں بلکہ مردود و متروک ہوا کرتا ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ یعنی اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے حق میں۔ مردوں کے لئے ہے مانند حصہ دو عورتوں کے الخ اور ترکہ لڑکیوں کو بوجہ رفتار زمانہ کے نہ دینا سخت گناہ ہے۔ اور منکر اسکا کافر ہے۔ ہکذا فی کتب الفقہ۔ فقط

سوال : بیع فاسد کون کونسی ناجائز ہے۔ اور کون کون سی جائز ہے؟

جواب : ہر ایک اشیاء بن بیع فاسد ناجائز ہے۔ اور وہ مثل مردار و خون و شراب و خنزیر و حر و بیع ام ولد مدبر مطلق و کاتب اور اسباب عوض شراب وغیرہ کے ہے۔ اور بیع باطل بھی جائز نہیں۔ اور ان کی مثالیں بہت ہیں۔ فقط۔

سوال : اگر نفاس کی حد کے اندر خون بند ہو جاوے تو نماز روزہ تلاوت وطی جائز ہے یا نہیں؟

جواب : بیشک اگر عورت نفاس سے ہمیشہ چالیس یوم کے اندر پاک ہو جاتی ہے۔ اور خون پھر بالکل اسکو چالیس یوم کے اندر کبھی نہ آتا ہو تو اس عورت سے وطی وغیرہ جائز ہے۔ ؎

بہتی مدت حیض دی دہ چالی نفاس تھوڑی مدت نہ کجہ جتھے رہے تتھے پاک (فتاویٰ عزیزی)

سوال : بیعت کسی بزرگ سے کرنی فرض ہے یا واجب یا سنّت ؟

جواب : بیعتِ بزرگان سنّت ہے۔ خواجہ کائنات علیہ السلام اور آل و اصحاب کرام و مشائخ عظام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے یہ محمول ہے۔ چنانچہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں مذکور ہے آیت شریف فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ آیت شریف وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ یعنی جو شخص میری طرف رجوع ہوا۔ اسکے رستے کی پیروی کرو۔ اور فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے کہ یہ طریق سنت ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ۔

سوال : جس شخص کو مرض سلسل البول کی ہو وہ کپڑا کتنی مدت کے بعد دھوے اور اسکے وضو کی حد کتنی ہے؟

جواب : وضوء کی مدت وقتِ نماز تک ہے۔ کپڑا بار بار دھونے اور بدلانے کی چنداں ضرورت نہیں تاوقتیکہ عذر دور نہ ہو۔ فقط۔

سوال : محبت کفار و شیعہ و نیچری و مرزائی وغیرہ سے کرنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب : بیشک ان کے ساتھ موانست و مجالست و مواکلت کرنا حرام ہے۔ چنانچہ تفسیر عزیزی و غنیہ و صواعق محرقہ میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِيْ وَاخْتَارَ لِيْ اَصْحَابًا وَّاَنْصَارًا وَّسَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَسُبُّوْنَهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ والخ باقی حال سلطان الفقہ حصہ اول و سیف النعمان میں دیکھیں ؛

سوال : مونچھوں کا بڑھانا اور داڑھی کا منڈوانا اسلام میں کیسا ہے؟

جواب : بیشک داڑھی کا منڈوانا اور مونچھوں کا بڑھانا گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الترجل و ترمذی میں ہے

کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قَالَ مَنْ لَمْ یَاْخُذْ مِنْ شَارِبِہٖ فَلَیْسَ مِنَّا یعنی جو شخص لبوں یعنی اپنی مونچھوں کو نہیں لیتا یعنی کترتا وہ ہم سے نہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتراؤ یہ حدیث مسلم و بخاری میں ہے۔ خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ اَوْفِرُوا اللِّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ۔ اور قرآن مجید میں ہے لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ۔ یعنی حضرت ہارون نے اپنے بھائی کو کہا کہ میری داڑھی نہ پکڑ۔ اور کتاب شیعہ اطواق الحمایت میں لکھا ہے ثُمَّ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ وَھِیَ بَیْضَاءُ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ قَطَعَ اللِّحْیَۃَ قَبْلَ الْقَبْضِ اَسْوَدَ وَجْھَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَمْ یَنَلْ شَفَاعَتِیْ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو داڑھی قبل مشت ہونے کے کٹاتا ہے اسکا منہ قیامت کے دن سیاہ ہوگا۔ اور میری شفاعت سے محروم ہوگا۔ نقل از فتاوی برخوردار محمد قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنِ الْھَاشِمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یَقْبِضُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ ثُمَّ یَقُصُّ مَا تَحْتَ الْقَبْضَۃِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِہٖ نَاْخُذُ وَھُوَ فِعْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ نقل از آثار امام محمد صفحہ ۳۳۳۔ رَوَی الْاِمَامُ الطَّحَاوِیُّ اَنَّہٗ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ شَعْرَۃً مِنْ لِحْیَتِہٖ اَوْ مِنْ تَحْتِ لِحْیَتِہٖ لَا یُسْتَجَابُ دُعَاؤُہٗ وَلَا تَنْزِلُ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَلَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلَیْہِ نَظْرَ رَحْمَۃٍ وَتُسَمِّیْہِ الْمَلٰٓئِکَۃُ مَلْعُوْنًا وَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ بِمَنْزِلَۃِ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی۔ یعنی فرمایا آپ نے جو شخص کٹاوے بال داہڑھی اپنی سے نہیں قبول کی جاتی دعاء اسکی اور نہیں اترتی اسپر رحمت اللہ کی اور نہ نظر کرے گا اللہ طرف اسکی رحمت کی اور فرشتے اسکا نام ملعون رکھتے ہیں اور نزدیک اللہ تعالے کے ہوتا ہے بمنزلہ یہود و نصاریٰ کے۔ اور شرح نقایہ میں ہے اَنَّ مَنْ حَلَقَ اَوْ قَصَّرَ لِحْیَتَہٗ لَا تَجُوْزُ اِمَامَتُہٗ وَفِیْ صَلٰوۃٍ نَفْسُہٗ کَرَاھَۃٌ۔ یعنی جس نے داڑھی منڈائی یا کترائی اسکی امامت جائز نہیں اور فی نفسہ بھی اس کی نماز مکروہ ہے۔

سوال: گلے میں زنجیر اور سونے کی انگوٹھی مرد کو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: دستِ چپ انگشتِ خنصر چاندی بقدر سہ ماشہ کی انگشتری اگر بادشاہ یا قاضی یا نمبردار یا متولی وغیرہ کو جسے مُہر لگانے کی ضرورت ہو جائز ہے۔ سوائے ان کے اوروں کو اس سے ترک افضل ہے۔ اور سونے کی انگشتری مردوں کو بالاتفاق حرام ہے۔ وَہر کسے راکہ حاجتِ مہر کردن باشد مثل متولی وغیرہ نیز حکمِ قاضی دارد کذانی در المختار اور مالا بدمنہ میں ہے بادشاہ و قاضی را انگشتری برائے مُہر داشتن سنت است و دیگراں را ترک افضل است و زنجیر سونے اور چاندی کی مردوں کے لئے حرام ہے۔ اور لڑکوں کو زیور پہنانا بھی ناجائز ہے۔

سوال: رشوت کس کو کہتے ہیں؟

جواب: کسیکہ مے آید میرود میاں راشی ومرتشی وزیادہ میکند برائے یکے زیادہ میکند برائے دیگر آنرا بلغتِ عرب رائش میگویند رشوت دادن وگرفتن حرام است ومرتکب ومستحق حرام نار است۔ چنانچہ ترمذی وابن ماجہ از عبداللہ بن عمر روایت میکند لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ یعنی لعنت کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رشوت دہندہ ورشوت گیرندہ را۔ اور علامہ بدمنہ میں لکھا ہے۔ مگر آنکہ دادن رشوت برائے دفع ظلم جائز است۔ اور میرے خیال میں ہرگز دینا جائز نہیں۔ اور ڈراوا دے کر لینا بھی مسلمان کو حرام ہے۔ اور رشوت یہ ہے کہ زید اور عمر کے درمیان بکر کوئی امر خوف کا ڈال کر کچھ لے لیوے یا ایک طرف سے کمی کرنا اور دوسری طرف ناحق زیادتی کرنا اور ان سے کچھ لے لینا رشوت ہے جیسا کہ اکثر اوقات محکوم لوگوں سے سرکاری آدمی کچھ لے کر چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ ہاں کسی کا کام اگر محض برصیغۂ اخوت کیا۔ اور اس کچھ بطور ہدیہ خود بخود دے کر اپنی رضامندی سے روانہ کر دیا تو یہ لے لینا جائز ہے۔ یا اگر کسی نے کہا تو میرے ساتھ فلاں جگہ چل اور میرا کام کر دے تو میں اسقدر دوں گا یا اس نے کہا کہ تو اسقدر روپیہ دے تب میں یہ کام کروں گا۔ تو اس صورت میں یہ اجرت جائز ہے ؛

سوال: سود خوار کی امداد اور سود دلوانا اور گواہی سود والے کی اگر سچی ہو تو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: بیشک از روئے شرح شریف امداد سود خوار اور سود دلوانا اور گواہی سود خوار کی عدالت میں جا کر دینا حرام ہے۔ چنانچہ بخاری شریف پارہ ۶ میں ہے اٰکِلُ الرِّبٰوا وَشَاهِدُهٗ وَكَاتِبُهٗ یعنی ہر تینوں پر خداوند کریم کی لعنت ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی برے کاموں پر امداد مت دو کیونکہ برے کاموں میں کسی کو امداد دیتا ہے وہ منہم ہی شمار ہوتا ہے لقولہ تعالےٰ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ رواہ مسلم۔ یعنی جابر سے مروی ہے کہ لعنت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے کو اور سود کھلانیوالے کو اور کاغذ لکھنے والے کو اور اسکے گواہوں کو روایت کیا اسکو مسلم نے۔ اللہ تعالےٰ ایسے بُرے افعال سے ہر مومن کو بچاوے

آمین ثم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل فتویٰ اعلیٰحضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم غیر مقلد جو کہ اس دار فانی سے

عالم جاہل دانی کو رحلت کر جاوے اور اسکی نماز جنازہ ایک غیر مقلد پڑھاوے۔ اور اس غیر مقلد کے پیچھے ایک عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد متوفی کے اعمال کو اور غیر مقلد کے اقتداء کو جائز سمجھ کر نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے پڑھے۔ حالانکہ خود عالم حنفی المذہب قبل ازیں لوگوں کو عقائد غیر مقلدین سے منع کرتا ہو پس اس حالت میں جبکہ عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد کی نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے جائز تصور کر کے ادا کی ہو تو اس پر از روئے شرع محمدی کیا تعزیر ہوتی ہے۔ اور کیا بلا توبہ و استغفار ایسے عالم حنفی کی اقتدا جائز۔ عقائد و عملیات عالم غیر مقلد متوفی و امام غیر مقلد و ائمہ اربعہ مجتہدین کے مسائل استنباط و اجتہادیہ کہ خلافِ حدیث سمجھنا۔ اور ان کے برعکس فتویٰ دینا اور عمل کرنا مثلاً (۱) نماز تراویح ۲۰ رکعت سے کم ہرگز کسی امام کے نزدیک نہیں۔ وہ آٹھ رکعت کا حکم دیتا اور عمل کرتا (۲) مسئلہ طلاق ثلاثہ جو کہ فی کلمۃٍ واحدۃٍ اَوْ جَلْسَۃٍ وَاحِدَۃٍ کے کہی گئی ہوں اس طلاق ثلاثہ کو حکم رجعی طلاق کا دے کر بدوں نکاح شوہر ثانی اسکے ساتھ نکاح کرا دیتا ہو۔ اور تقلید شخصی سے بالکل انکار کرتا رہا ہو۔ علاوہ ازیں آمین بالجہر کہنا امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہاتھ سینہ پر باندھنا۔ سورۂ فاتحہ وغیرہ میں ض کی جگہ ظ پڑھنا وغیرہ وغیرہ جائز سمجھنا اور اس پر مداومت کرنا۔ بینوا توجروا۔

خاکسار محمد ظہیر الدین خان ثمن برج وزیر آباد

جواب: سائل نے جو فہرست گنی ہے وہ غیر مقلدین کے بعض فروعی مسائل باطلہ و اعمال فاسدہ کی ہے ان کے عقائد اور ہیں جنمیں بکثرت کفریات ہیں ان میں بعض کی تفصیل رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے۔ جس میں ستر وجہ سے ان پر اور انکے پیشوا پر بحکم فقہاء کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے۔ کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہوتا کہ وہ ان کے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں۔ ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتداء کر لی اور نماز جنازہ پڑھ لی۔ مگر جسے عالم ہونے کا دعویٰ ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو۔ اور لوگوں کو ان سے منع کرتا رہا ہو پھر انہیں اچھا جان کر انکے جنازہ کی نماز پڑھے اور انکی اقتداء کرے تو ضرور اسکے عقیدہ میں فساد اور اسکے ایمان میں خلل آیا۔ اور وہ بھی منہم شمار ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ۔ اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں۔ اور اسپر توبہ و تجدید اسلام لازم ہے۔ اور اگر عورت رکھتا ہو تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ۔ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ۔ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ نَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ مُہر مدرسہ اہل سنت والجماعت بریلی۔ (مُہر محمد اسمٰعیل ابو مطہر بریلوی) (مُہر محمد امجد علی رضوی بریلوی) (مُہر مصطفےٰ رضا خاں آل الرحمٰن ابو البرکات محی الدین جیلانی)

(مُہر محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی) (مُہر عبد المصطفٰے احمد رضا خاں حنفی قادری) الجواب صحیح واقعی فرقہ وہابیہ نجدیہ کے پیچھے نماز عالم حنفی کی جائز نہیں ہوتی کیونکہ ان کی نوبت کفر تک پہنچ گئی۔ احقر المسکین امام الدین کھوکھر حنفی سکنہ جلالپور جٹاں

نقل فتویٰ مولوی اصغر علی صاحب روحی :۔ اول وبالذات فریق غیر مقلدین جو وہابیہ نجدیہ کے طریق پر چلتے ہیں۔ بوجہ چند عقائد باطلہ کے اہل السنت والجماعت سے خارج ہیں۔ لہذا وہ لوگ طریق حضرات سلف یعنی صحابہ وتابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ اجمعین کے برخلاف ہیں کیونکہ قرون ثلاثہ مشہود لہا میں فرقہ وہابیہ جن کے عقائد مشہور ومعروف ہیں۔ اہل السنت کا فرقہ نہیں کہلا سکتا بلکہ اہل بدعت وہوا ہیں۔ اور مبتدع از روئے احادیث صحیحہ ہرگز قابل حرمت نہیں۔ بلکہ ان کے احترام پر وعید وارد ہوئی ہے۔ امامت منصب احترام ہے۔ لہذا ایسے مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور جو حنفی انکے عقائد کو جائز سمجھ کر پڑھے وہ بھی بدعتی ہے اسکی امامت بھی جائز نہیں فقط۔ خاکسار اصغر روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور۔

نقل مختصر از فتویٰ مولوی نور اللہ شاہ صاحب فاضل اجل چک ۱۶ چک بانگا علاقہ لائلپور :۔ بیشک فرقہ غیر مقلدین ضال اور مضلہ ہے انکے پیچھے ہرگز نماز حنفی مذہب کی جائز نہیں۔ اور جو ان کے پیچھے جائز سمجھ کر پڑھے اسکو اعلانیہ توبہ کرنی چاہیئے۔ اور تعزیر۔ فقط۔

نقل فتوائے علمائے نعمانیہ لاہور :۔ ان تینوں فتووں کے ساتھ ہم کو اتفاق ہے۔ یقیناً غیر مقلدین فرقہ ضالہ ہے اور قابل امامت نہیں۔ بیشک غیر مقلدین کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اور جو شخص دیدہ دانستہ ان کی اقتدا کرے مبتدع ہے۔ فقط نور محمد کیمبلپوری۔

واقعی غیر مقلدین قابل امامت مقتدین کے نہیں ہیں۔ مقتدین اہلسنت والجماعت کو ان سے من کل الوجوہ احتراز لازمی ہے ۱۲ غلام محمد خاں ساکن جنڈیال ضلع کیمبلپور۔

فرقہ وہابیہ کا اعتقاد ہے کہ انبیاؤ واولیاء خدا تعالےٰ کے نزدیک مثل چمار کے رتبہ رکھتے ہیں نقل از تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل پیشوائے ایں فرقہ اور اپنا نام موحد رکھا ہوا ہے۔ اور حنفیہ کرام کو یہ لوگ مشرک کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے جو مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہوتا ہے۔ مولانا مولوی شیخ احمد کاشمیری رسالہ رجوم الشہابیہ فی رد وہابیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بیت

کہ بلاشک ایں خبیثاں کافر مطلق اند ، کہ مہین انبیاء و مکفر اہل حق اند

پس جب ایسے اجل علماء کے ان کے کفر پر فتوے ہیں تو پھر ان کی نماز جنازہ اور ان کی اقتداء کسطرح جائز ہو سکتی ہے۔ الغرض غیر مقلدوں کی اقتداء ہرگز جائز نہیں۔ کتبہ محمد عالم امام مسجد گمٹی بازار لاہور۔

غیر مقلدین کے پیچھے نماز مقلدین کی چند وجوہات سے نا جائز ہے۔ محمد امین امام مسجد متصل برودخانہ لاہور۔

از جانب مولوی معنوی ابراہیم چک گاگر ضلع ملتان۔

سوال: حقہ پینا نزدیک علمائے دین شرع متین کے جائز ہے۔ یا حرام؟

جواب: اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک حرام۔ اور فقیر کہتا ہے کہ بہر حال اسکو ترک کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ مکروہ پر دوام عمل کرنا بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور کتاب درالثمین مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی صفحہ ۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص نے صرف حقہ مہمانوں کے لئے اپنے گھر میں بنا رکھا تھا۔ اور اس سبب سے وہ آپ کی زیارت سے محروم رہا۔ وہو ہذا۔ اَخْبِرْنِیْ سَیِّدُ الْوَالِدِ قَالَ کَانَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِنَا لَا یَشْرَبُ التُّنْبَاکَ وَلٰکِنَّہٗ کَانَ قَدْ هَیَّاَ الْقِدْرَۃَ لِاَضْیَافِہٖ فَرَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ اَوِ الْیَقْظَۃِ لَا اَدْرِیْ اَیُّ ذٰلِکَ مُقْبِلًا اِلَیْہِ ثُمَّ اَعْرَضَ وَخَرَجَ ذٰلِکَ الْمَکَانِ قَالَ فَشَدَّ نَشَذَ ذُتُ اِلَیْہِ وَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ذَنْبِیْ فَقَالَ فِیْ بَیْتِکَ الْقِدْرَۃُ نَحْنُ نَکْرَھُھَا الخ جناب کے والد کا بیان ہے کہ ہمارے یاروں میں سے ایک شخص خود تو حقہ نہ پیتا تھا لیکن اسنے مہمانوں کے واسطے بنا رکھا تھا تو اسنے دیکھا نبی علیہ السلام کو نیند یا بیداری میں (یہ دریافت نہیں) کہ آپ تشریف لائے اس کی طرف اور منہ پھیر لیا اور اس مکان سے باہر تشریف لے گئے اور کہا اسنے آپ گریزاں ہوئے۔ میں آپ کے پیچھے دوڑا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ فرمایا تیرے گھر میں حقہ ہے جو ہمیں برا معلوم ہوتا ہے فقط پس اس سے معلوم ہوا کہ جب اسکا بزرگان خدا کے نزدیک گھر میں رکھنا اسقدر برا ہے تو پھر اسکا استعمال کرنا کسطرح جائز ہوگا اور بخاری شریف میں حدیث بدیں مضمون وارد ہے کہ آپ کی ذات خوشبودار چیز کو بہت محبوب رکھتی تھی۔ نہ بدبو کو۔ اور فرمایا کہ تم اپنے منہ کو مسواک سے صاف اور پاک رکھو اور مسجد میں تھوم و بصل خام کھا کر مت داخل ہو۔ کیونکہ ان کے کھانے سے منہ سے بدبو آتی ہے اور فرشتوں کو ایذاء پہنچتی ہے اور یہ حرام ہے اور فتویٰ جامع الفوائد صفحہ ۲۴ بحوالہ علام الرحمٰن فی نفی حل شرب الدخان لکھا ہے۔

شعر

یہ حقہ بڑبڑ کرتا ہے ایہ شیطون کا خایہ ہے ، ایہ لمبا کانا ایسا ہے جیسا شیطون ذکر چھپایا ہے!
کتنے پیر پیغمبر گندے کیسے نہ دھوال کھایا ہے ، ہُن مُلّاں قاضی پیون لگے انہاں بھی دین منجایا ہے

پس برادران اسلام وصوفیائے کرام کو چاہیئے کہ اس سے اجتناب کریں اور راہ مستقیم پر چلیں۔ اور باقی مفصل ذکر اسکا انشاء اللہ جلد نمبر ۳ میں آئیگا۔

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ کتب صحاح ستہ میں یعنی بخاری ومسلم وابن ماجہ وترمذی وابوداؤد میں کہیں امام صاحب کا نام نہیں۔ اگر وہ محدث ہوتے تو ضرور ان کا نام اور ان سے روایات مسطور ہوتیں؟

جواب : کتاب الحنفاء صفحہ ۴۱ میں محدث جونپوری نے بایں طور اسکا جواب تحریر کیا ہے کہ فرقہ وہابیہ نجدیہ کو ابتداء سے امام اعظم کوفی حامیٔ سنت سے عداوت تھی۔ ممکن ہے کہ انہوں نے امام صاحب کا نام تمام صحاح ستہ سے بوجہ عداوت نکالدیا ہو۔ کیونکہ اول یہ کتابیں قلمی تھیں اور ان میں امام صاحب موصوف کا نام تھا اور جو ہندوستان میں چھپی ہیں ان میں کہیں نام ونشان امام صاحب کا نظر نہیں آتا چنانچہ کتاب ترمذی کے آخر کتاب العلل میں اس عبارت کو خاص اڑوایا ہے۔ وہو ہذا۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ بن غَيْلَانَ ثَنَا اَبُوْ يَحْيٰى الْحِمَّانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ اَكْذَبَ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ وَلَا اَفْضَلَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ یہ عبارت مصر کی چھپی ہوئی ترمذی میں موجود ہے اور اسی پر ناظرین کو قیاس کر لینا چاہیئے۔ اور علاوہ اسکے انہی کتابوں میں امام صاحب کے شاگردوں کے شاگردوں کے اسماء سے جب یہ کتابیں بھری ہوئی ہیں پھر امام صاحب لاعلم اور ضعیف کہلائیں۔ سبحان اللہ یہ کونسی عقل اور ایمانداری کی بات ہے۔ دیکھو بخاری کی سندوں میں عبدالرزاق حفص بن غیاث حفص بن عمر حفص بن غیاث عبدالرحمٰن بن مہدی ابونعیم ابن ابی زائدہ یونس ابن ابی مریم۔ عثمان ابن ابی شیبہ وکیع وابن المبارک علی بن المدینی علی بن الجعد وغیرہ یہ سب امام صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور خود امام بخاری امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اور کوئی محدث امام صاحب کے بعد نہیں گذرا۔ جس نے امام صاحب موصوف سے کسی نہ کسی واسطہ سے علم حاصل نہ کیا ہو اور فقیر انشاء اللہ تعالےٰ تیسرے اور چوتھے جلد میں بطور شجرہ دکھادیگا اور اسجگہ بھی بخاری کے شاگرد ہونیکا نقشہ لکھدیتا ہے۔ نقل از کتاب الحنفاء صفحہ ۲۸۔

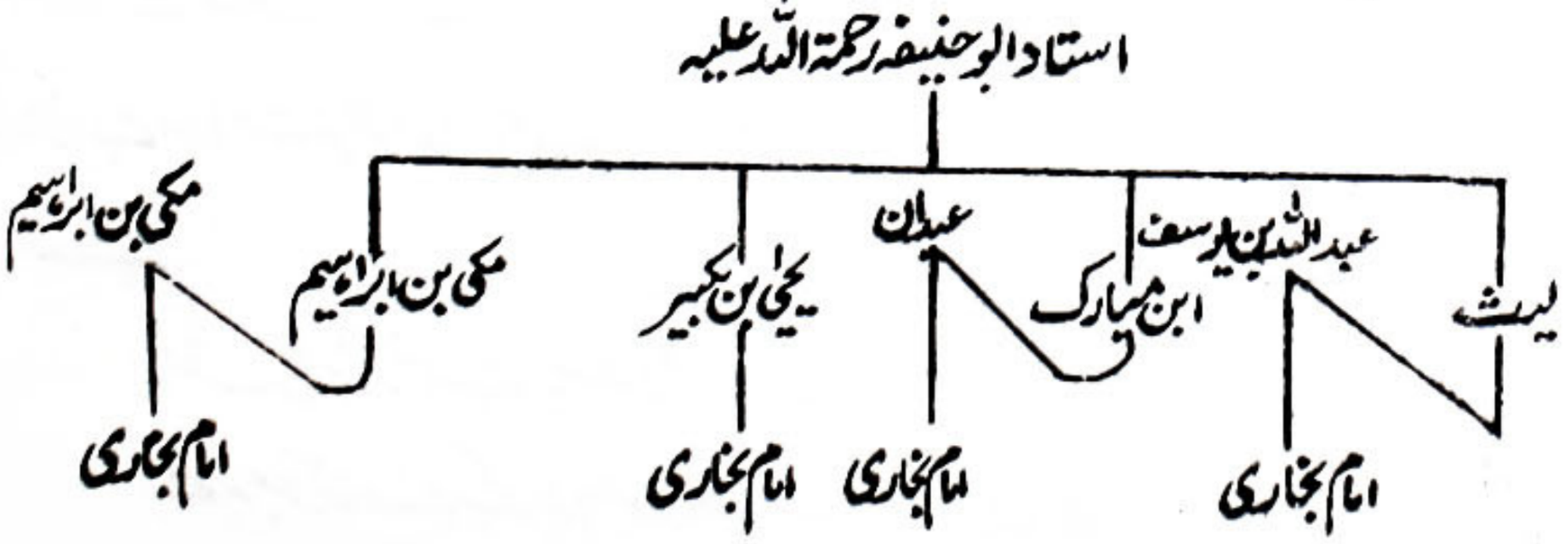

پس اگر امام صاحب ضعیف ہیں تو یہ سب کے سب ان کے نزدیک ضعیف ٹھہریں گے۔ اور تمام صحاح ستہ قابل عمل نہ رہا۔

سوال: ازجانب میاں حسن محمد صاحب ٹھیکیدار ڈھونیکے :۔ ابراہیم غیر مقلد کہتا ہے کہ مذہب حنفی میں کتے کی کھال پر نماز پڑھنی جائز ہے۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: یہ محض انکی دھوکہ بازی اور ناسمجھی ہے۔ کیونکہ اب تک کسی عالم حنفی نے نہ یہ فعل کیا ہے اور نا ہی اسپر فتویٰ دیا ہے اور علاوہ اسکے ابوالمکارم نے لکھا ہے کہ کتا نجس العین اور صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں کیونکہ اسکا شکار پکڑا ہوا کھانا جائز ہے۔ چنانچہ قاضی خاں میں ہے اور جو بعض کتب فقہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ اگر چمڑہ کتے کا دباغت دیا گیا ہو تو اسمیں نماز پڑھنا جائز ہے تو اسکا جواب چند وجہ پر دیا جاتا ہے۔ اول تو یہ روایت مرجوح اور ضعیف ہے۔ جو کہ قابل عمل نہیں۔ چنانچہ کتاب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۲۴۳ میں مذکور ہے۔ مَا وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ الضَّعِیْفَۃِ الْمَرْجُوْحَۃِ مِنْ جَوَازِ لُبْسِ جُلُوْدِ السِّبَاعِ فَذٰلِکَ اِنَّمَا هُوَ لِضَرُوْرَۃٍ وَدَفْعِ الْحَرَجِ عَمَّنْ لَا یَجِدُ غَیْرَهَا وَاَمَّا مَعَ وُجُوْدِ الثِّیَابِ فَلَمْ یَقُلْ بِجَوَازِ لُبْسِهَا اَحَدٌ وَلَمْ یَذْکُرْ فِیْ کُتُبِنَا الخ یعنی جو بعض روایات ضعیفہ مرجوحہ میں ہے کہ درندوں کا چمڑہ پہننا درست ہے پس وہ حکم بوقت ضرورت ہے۔ اس شخص کے حق میں جسکو اور کوئی چیز ستر چھپانے کے واسطے نہ ملے اور بوقت کپڑوں کے ملنے کے کسی حنفی نے اسکے جواز کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ کسی کتب حنفیہ میں اسکا ذکر ہے الخ اور بوقت اشد ضرورت تو مردار و لحم خنزیر بھی مباح ہے خود قرآن مجید شاہد ہے۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اَیُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ یعنی جس قسم کا چمڑہ دباغت دیا جاوے گا وہ بیشک پاک ہو جائیگا۔ الخ۔ اب حضرات غیر مقلدین کو چاہیئے کہ آئندہ کسی ضعیف اور مرجوحہ روایت پر فقہ حنفیہ میں جو درج ہے اعتراض نہ کریں اور نہ اپنے مذہب کی کتابوں کو بھی دیکھیں اور جواب دیں وہو ہٰذا اَیُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ۔ شَعْرُ الْاِنْسَانِ وَالْمَیْتَۃِ وَالْخِنْزِیْرِ طَاهِرٌ۔ کنز الحقائق صفحہ ۱۲۔ یعنی کہا وحید الزمان نے کہ دباغت سے آدمی کے بال و چمڑا مردار و سوئر کا بھی پاک ہو جاتا ہے۔ اور اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ لعاب و پسینہ کتے کا بھی ایک قول میں پاک ہے۔ اور طریقہ محمدیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اگر پانی قلیل ہو تو نجاست پڑنے سے پلید نہیں ہوتا۔ اور فتح المغیث صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے کہ اگر بلی یا کتا یا سوئر کنوئیں میں گر کر مر جائے یا ایک لوٹا یا پیالہ یا گھڑے میں اسقدر گوبر یا مُوت یا شراب یا کوئی نجس شئے پڑ جائے جس سے اسکا رنگ اور بو اور مزہ نہ بدلنے پائے یا اس میں کتا یا سوئر منہ ڈالے تو وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ وضوء نماز اس سے درست اور پینا اسکا جائز اور طریقہ محمدیہ صفحہ ۷ سے

صاحب فتح المبین صفحہ ۴۵۶ میں بایں طور لکھا ہے۔ وہو ہذا۔ بول لسپر شیر خوار اور پیشاب اور گوبر سوئر کا اور بول کتے اور گدھے اور گھوڑے اور خچر اور بندر اور ریچھ اور بھیڑیئے اور بلی اور شیر وغیرہ حیوانات کا و برازو چربی و خون و منی و شراب یہ سب چیزیں پاک ہیں۔ نقل از فتح المغیث صفحہ ۵۔ پس اب حضرات غیر مقلدین اس پر عمل کریں اور اپنے بال بچوں اور بیبیوں کو بھی یہ تعلیم دیں۔ اور ہم مذہب حنفیہ کو مہربانی فرما کر قرآن مجید و حدیث صحیح سے انکا ثبوت دیں۔ فقط۔

سوال: کوئی ایسا بھی وظیفہ ہے جو ہر حاجت و ہر مراد دینی و دنیاوی کے لئے کافی ہو اور ہر مصیبت کے لئے مشکلکشا ہو۔؟

جواب: بیشک لیے بہت سے وظائف ہیں۔ لیکن بندہ کے نزدیک وظیفہ یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِرْ جِیْلَانِیْ شَیْئًا لِلّٰہِ کا بہت اعلیٰ اور ہر ایک امر اور ہر ایک مصیبت و رفع بلیات کے لئے تیر بہدف ہے۔ اور بندہ نے کئی بار تجربہ کیا ہے۔ اور اسکی ترکیب یہ ہے پہلے دو رکعت نماز نفل غیبت طلب حاجت پڑھے اور ہر دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد سر بسجود ہو کر یہ کلمات پڑھے۔ یَا شَیْخَ الثَّقَلَیْنِ یَا قُطْبَ الرَّبَّانِی یَا مَحْبُوْبَ السُّبْحَانِی یَا مُحْیِی الدِّیْنِ اَبَا مُحَمَّدٍ سَیِّدْ عَبْدُ الْقَادِرْ جِیْلَانِیْ اَغِثْنِیْ وَاَمْدِدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ یَا قَاضِیَ الْحَاجَات۔ پھر کھڑا ہو کر بغداد کیطرف گیارہ قدم چلے اور ساتھ ہر قدم کے باواز بلند یہ کلمات پڑھے یَا شَیْخَ الثَّقَلَیْنِ یَا قُطْبَ الرَّبَّانِیْ یَا غَوْثَ الصَّمَدَانِیْ یَا مَحْبُوْبَ السُّبْحَانِیْ اَبَا مُحَمَّدٍ السَّیِّدْ عَبْدُ الْقَادِرْ جِیْلَانِیْ اور بعد ازیں مراقبہ کرے اور مراقبہ میں ایک سو ساٹھ بار کلمہ توحید پڑھے پھر سجدہ کرے۔ اور سجدہ میں یہ کلمات تین بار پڑھے یَا رُوْحَ الْقُدُسِ وَیَا جُنُوْدَ اللّٰہِ وَعِبَادَ اللّٰہِ اَغِیْثُوْنِیْ وَامْدُدُوْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ اٰمِیْن اٰمِیْن۔ اور ان کلمات کے پڑھنے سے پہلے خوشبودار دھونی دھکاوے۔ اور گیارہ مسکینوں کو حسب طاقت کھانا کھلاوے یا صدقہ دیوے۔ اور یہ کام بوقت شب بطہارت بدن و لباس و جگہ صاف اور گوشہ میں کرے۔ اور پاس خوشبوئی بھی رکھے۔ انشاء اللہ جس کام کے لئے اور جس نیت سے اس کو بطریقہ مذکورہ بالا پڑھے گا وہ بفضل خدا پورا ہوگا اور قلب بھی منور ہو جائے گا۔ اور اسکی اجازت عزیزان و حریداران فتاویٰ ہذا کے لئے ہے۔ بیشک آزمائیں اور فقیر کو دعا دیں۔ اور اسکے جواز کا ثبوت جلد اول میں مفصل گذر چکا ہے۔ اور کتاب تکمیل الایمان و بہجۃ الاسرار و تفریح الخاطر صفحہ ۶۸ اور کتاب نور ربانی علامہ بھیروی صفحہ ۶ بحوالہ قصیدہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے بایں طور لکھا ہے ابیات

وَمُرِیْدِیْ اِذَا دَعَانِیْ بِشَرْقٍ اَوْ بِغَرْبٍ اَوْ نَازِلٍ بِخِرْطَامٍ

اَغِثْهُ لَوْ كَانَ فَوْقَ هَوَاءٍ ، اَنَا سَيْفٌ قَضَاءُ لِكُلِّ خِصَامٍ
اَنَا فِي الْحَشْرِ شَافِعٌ لِمُرِيْدِيْ ، عِنْدَ رَبِّيْ فَلَا يُرَدُّ كَلَامِيْ
اَنَا شَيْخٌ وَصَالِحٌ وَوَلِيٌّ ، اَنَا قُطْبٌ وَقِدْوَةٌ لِلْاَنَامِ
اَنَا عَبْدُ الْقَادِرِ طَابَ وَقْتِيْ ، جَدِّيَ الْمُصْطَفٰى شَفِيْعُ الْاَنَامِ
فَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ ، وَعَلٰى اٰلِهٖ بِطُوْلِ الدَّوَامِ

ترجمہ : یعنی میرا مرید جب پکارے مجھ کو مشرق میں یا مغرب میں یا تلے دریا چڑھے ہوئے کے اسکی فریاد کو پہنچوں گا۔ اگر ہو اوپر ہوا کے۔ میں تلوار ہوں قضاء کی واسطے ہر خصومت کے میں قیامت میں سفارش کرنے والا ہوں اپنے مرید کا اپنے رب کے پاس۔ سو میری کلام نہ رد کی جائے گی۔ میں شیخ الاسلام ہوں۔ اور مقبول عند اللہ۔ اور دوست خدا۔ میں قطب ہوں اور پیشوائے خلق ہوں۔ میں عبد القادر ہوں۔ خوش ہوا وقت میرا۔ جدّ میری مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو شفاعت کرنے والے ہیں خلق کے۔ پس ان پر صلوات ہر وقت ہو۔ اور ان کی آل پر بھی ساتھ درازی دوام کے فقط اللھم اغفرلی ولمن سعیٰ۔

اُن اعتراضوں کے جواب جو میرزائی اہلسنت والجماعت پر کرتے ہیں

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرح متین مسائل ذیل میں جو نمبروار درج کئے جاتے ہیں۔

۱ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری سے آسمان پر اٹھائے گئے یا صرف روح ؟

۲ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابتک زندہ ہیں یا نہیں۔ اگر زندہ ہیں تو کیا کھاتے ہیں کیونکہ انسانی زندگی کا مدار اسپر ہے؟

۳ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمان سے کب ہوگا اور کس شریعت پر انکا عمل ہوگا۔ اور اپنے آپکو نبی کہلائیں گے یا امتی ؟

۴ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس ذریعہ سے آسمان پر گئے۔ ہوا یا بجلی یا کسی تخت پر سوار ہو کر چلے گئے ؟

۵ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں دفن ہونگے اور کتنی مدت دنیا میں رہیں گے ؟

۶ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول آسمانی سے انکار کرنا کفر ہے یا نہیں ؟

۷ : نبی اور رسول میں کیا فرق ہے ؟ اور خلیفہ کے کیا معنی اور اسکی تعریف کیا ہے ؟

۸ : مجدد کے کیا معنے اور کسکو کہتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعویٰ کیا کہ میں نبی اور رسول اور مجدد زمان ہوں کرشن جی ہوں اب اسکو کیا مانا جاوے مسلمان یا اسکے برعکس یا اسکے دعویٰ کے موافق؟

۹ : مرزا صاحب کو کوئی شخص نبی یا رسول یا مجدد کرشن جی مانے یا صرف اسکے افعال کو اچھا سمجھے تو ایسے شخص کا مذبوحہ یا ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا یا ناطہ لینا دینا از روئے مذہب اہلسنت والجماعت جائز ہے یا نہیں. قرآن و حدیث سے بلا تاخیر تحریر فرمائیں۔

جواب ۱ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا ہے نہ کہ صرف روحانی. کیونکہ قرآن شریف میں روح کا ذکر نہیں صرف قتل و صلیب کی تردید کی گئی ہے کہ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ اس نص قرآنی سے رفع جسمانی ثابت ہے۔ کیونکہ قتل اور صلیب کا فعل جسم پر وارد ہوتا ہے نہ کہ روح پر۔ پس جس چیز کو قتل اور صلیب سے بچایا اسی کو اٹھایا۔ اور روح کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے اور نہ صلیب پر چڑھا سکتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جسم کا رفع ہوا کیونکہ قتل اور صلیب سے جسم ہی بچایا گیا۔ (۲) جسم و روح مرکبی حالت کا نام عیسیٰ تھا۔ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ میں جو ضمیریں ہیں وہ حضرت عیسیٰ جو کہ روح و جسم دونوں کی مرکبی حالت کا نام ہے انکی طرف راجع ہیں۔ جب عیسیٰ مرکبی حالت میں بچایا گیا اور اسی حالت میں اٹھایا گیا تو ثابت ہوا کہ رفع جسمانی ہوا۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح شاگردوں کو دعا دیتا ہوا اور شہد و روٹی کھاتا ہوا اٹھایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ جسمانی ہوا۔ کیونکہ صرف روح نہ کھاتا ہے اور نہ ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتا ہے پس جسم مع روح کا رفع بحالت زندگی ہوا چنانچہ شیخ شہاب الدین المعروف ابن حجر تلخیص الجبیر مطبوعہ دہلی مطبع انصاری جلد ۲ صفحہ ۳۱۹، ۳۲۰ پر لکھتے ہیں وَاَمَّا رَفْعُ عِيْسٰى فَاتَّفَقَ اَصْحَابُ الْاَخْبَارِ وَالتَّفْسِيْرِ عَلٰى اَنَّهٗ رُفِعَ بِبَدَنِهٖ حَيًّا۔ یعنی اس پر اتفاق ہے حدیثوں اور تفسیروں کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمی بدن کے ساتھ بحالت زندگی اٹھائے گئے۔

جواب ۲ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے حیًا اٹھایا گیا۔ اسکے کھانے پینے اور بول و براز کا جواب یہ ہے کہ آسمانی کرہ ہر ایک زمین سے کئی حصے زیادہ ہے اور جدید علم حکمت سے ثابت ہے کہ ہر ایک دنیاوی اشیاء آسمانی تاثیرات سے معرض ظہور میں آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ یعنی تمہارا رزق یعنی روزی آسمان میں ہے۔ دوم حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط آسمان سے نصوص قرآنی سے ثابت ہے پس جو کھانا پینا وغیرہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو ملتا تھا وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملتا ہے۔ یہ کیونکر ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھانا نہیں ملتا اور بھوکے رہتے ہیں۔ کوئی آسمان پر گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی شکایت سُن آیا ہے تو بتا دے یہ صرف علومِ حکمت و فلسفہ سے ناواقفیت کا باعث ہے کہ ایسے ایسے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ جب آسمان پر ہیولے یعنی مادہ اور عناصر موجود ہیں تو آسمانی مخلوق کو رزق کا ملنا کیا قیاس فاسد ہے جب کہ علومِ جدیدہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ مریخ چاند و سورج وغیرہ اجرام فلکی میں نہریں اور جنگل ہیں اور آبادیاں ہیں تو یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ عیسیٰ کھاتا کہاں سے ہوگا۔ سوم جب نص قرآنی سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے واسطے خوانچہ بالکل تیار پکا پکایا آسمان سے نازل ہوتا تھا تو پھر ایسے ایسے اعتراض مضامین قرآنیہ سے ناواقفیت کا باعث ہے ؛

جواب ۳ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ حضرت عیسیٰ کا نزول۔ دابۃ الارض کا نکلنا۔ دجال کا خروج وغیرہ وغیرہ پس جب قیامت آنے کو ہو گی تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ہوگا۔ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو دیکھا تو قیامت کے بارہ میں گفتگو ہوئی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلے بات حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ڈالی گئی انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو خبر نہیں پھر بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ڈالی گئی انہوں نے فرمایا کہ قیامت کی تو مجھ کو بھی خبر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عہد ہے کہ میں زمین پر جاکر دجال کو قتل کروں گا۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اور دجال بھی نکلے گا۔ پس ثابت ہوا کہ قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اور اسکا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ۱۲۔

جواب ۴ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی بذریعہ بدلیوں کے ہوا جیسا کہ انجیل اعمال باب آیت ۹ میں لکھا ہے یہ کہکے اونکے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا۔ اور بدلی نے اسے انکی نظروں سے چھپا لیا یہ بدلی کا لفظ ثابت کر رہا ہے کہ رفع جسمانی ہوا ورنہ روح کے واسطے بدلی کا ہونا بالکل فضول ہے۔ کیونکہ روح خود عالم علوی سے ہے اور تمام جہان جانتا ہے کہ روح اٹھانے کے واسطے کبھی بدلی نہیں آئی۔ پس مسیح آسمان پر بدلی کے ذریعے سے اٹھایا گیا ہے۔

جواب ۵ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۴۵ برس زمین پر رہ کر پھر فوت ہونگے اور مدینہ منورہ میں دفن ہونگے جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِی قَبْرِیْ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے مقبرہ میں مدفون ہوں گے۔ چونکہ گنجائش ان مختصر جوابوں میں اسقدر نہیں کہ تمام حدیثیں لکھی جاویں۔ اگر کسی نے انکار کیا تو پھر پوری پوری حدیثیں لکھی جائیں گی۔

جواب ۶ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول شرائط الساعۃ میں سے ایک شرط ہے یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے

ایک نشانی ہے۔ جیساکہ قرآن مجید میں ہے اِنَّہٗ لَعِلْمٌ السَّاعَۃِ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اور یہ مسئلہ اصول ہے کہ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ یعنی جب شرط فوت ہو تو مشروط بھی فوت ہوجاتا ہے۔ جب نزولِ عیسیٰ علیہ السلام شرط ہے قیامت کی جب شرط یعنی نزول عیسیٰ سے انکار ہوا تو مشروط یعنی قیامت سے بھی انکار ہوا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قیامت کا انکار کفر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نزولِ عیسیٰ کا منکر منکر قیامت ہے۔ اور قیامت کا منکر ہرگز مسلمان نہیں۔ نزول کے واسطے حیات شرط ہے کیونکہ طبعی مردے کبھی واپس نہیں آتے۔ زندہ شخص دوبارہ واپس آسکتا ہے جس سے ثابت ہے کہ حیات مسیح کا منکر نزول اصالتاً کا منکر ہے اور کافر ہے

جواب: نبی و رسول میں یہ فرق ہے کہ نبی صاحبِ کتاب و شریعت نہیں ہوتا۔ اور رسول صاحبِ شریعت ہوتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اپنی کتاب فصوص الحکم فصل ۱۲ میں لکھتے ہیں۔ نبی وہ ہے جو خلق کے پاس ہدایت کے لئے اور اس کمال کے راستہ بتلانے کے لئے بھیجا گیا ہو جو حضرت علمیہ میں اونکے اعیان ثابتہ کے استعداد کے مقتضاء پر ان کے لئے مقدر ہے۔ اور وہ نبی کبھی صاحب شریعت ہوتا ہے جیسے رسل علیہم السلام ہیں۔ اور کبھی صاحبِ شریعت جدید نہیں ہوتا بلکہ پہلی ہی شریعت میں اوسکے حقائق کو اونکی استعداد کے موافق تعلیم کرتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں انتہی، شیخ اکبر کی عبارت سے صاف ظاہر ہے رسول صاحبِ شریعت جدید ہوتا ہے اور نبی صاحبِ شریعت جدید نہیں ہوتا۔ یعنی نبی صرف نبی ہوتا ہے اور رسول نبی بھی ہوتا ہے اور رسول بھی۔ خلیفہ تو صاحب حکومت ہوتا ہے اور حدود شریعت کا نگہبان ہوتا ہے وہ رسول و نبی نہیں ہوتا۔ بعد خاتم خاتم النبیین کے صرف خلفاء ہونگے۔ جو شریعت کی حفاظت کریں گے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل ادب سکھائے جاتے تھے نبیوں سے۔ جب ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی مبعوث ہوتا۔ مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے یعنی غیر تشریعی نبی جو شریعت سابقہ کی پیروی کرے اور خود بھی نبی کہلائے نہوگا اسلئے میری اُمت کے امیر یا خلیفے یعنی بادشاہ حدود شریعت کی نگہبانی کریں گے + اور چونکہ میں خاتم النبیین ہوں اسواسطے نبی کوئی نہیں کہلائے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے مفصل دیکھنا ہو تو دیکھ لیں۔ اور خلیفوں کی صفات وغیرہ کا بھی ذکر اُسی کتاب میں ہے۔ یہاں گنجائش نہیں کہ صفات خلیفہ بھی لکھی جائیں۔ مختصر یہ کہ بزدل نہ ہو بہادر ہو۔ تاکہ جنگ میں بھاگ نہ جائے۔ اور اس قابل ہو کہ بیرونی دشمن اسلام کا مقابلہ کرسکے۔ اور جنگ سے ہرگز نہ گھبرائے اور حدود شریعت کی نگہبانی کرسکے اور حدود جاری کرے تاکہ ملک میں امن قائم رہے۔

جواب: مجدد کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمادی ہے کہ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا یعنی مجدد

ہر ایک صدی کے سر پر ہوا کرے گا۔ جو دین اسلام کو تازہ کر دیا کرے گا۔ مرزا صاحب غلام احمد قادیانی ہرگز مجدّد نہ تھے کیونکہ انہوں نے دین محمدی کو ہرگز تازہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی مُردہ سُنّت نبوی کو زندہ کیا۔ بلکہ دین عیسوی کو زندہ کیا۔ اور عیسائیوں کے مسئلہ ابن اللہ کی تصدیق کی دیکھو الہام مرزا صاحب اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ یعنی اے مرزا تو ہمارے ولد یعنی بیٹے کی جا بجا ہے۔ دیکھو صفحہ ۸۶ حقیقۃ الوحی۔ دوسری طرف مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں۔ اور عیسےٰ بقول عیسائیوں کے خدا کا بیٹا ہے تو مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ہونا اپنے الہام سے ثابت کر دیا۔ کیونکہ جب مثیل عیسیٰ بمنزلہ یعنی بجائے خدا کے بیٹے کے ہے تو اصل عیسیٰ ضرور اصلی بیٹا خدا کا ثابت ہوا۔ کیونکہ جب مثیل مسیح کو خدا کہتا ہے کو تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے تو ثابت ہوا کہ اصل مسیح خدا کا اصل بیٹا ہے۔ مجدّد دین محمدی تو نصِّ قرانی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ برخلاف ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا ہے کہ تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے۔ پھر مرزا صاحب نے مجسم خدا جو کہ عیسائیوں کا مسئلہ تھا اسکو تازہ کیا ہے کہ آپ اپنی کتاب البریہ صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ جب مرزا صاحب خود خدا بن گئے تو عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ثابت ہونے میں کیا شک رہا۔ کیونکہ جب حضرت عیسیٰ کا مثیل خدا بنگیا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بغیر باپ پیدا ہوئے کیونکر نہ خدا بن گئے۔ پھر مرزا صاحب نے یہ غضب کیا کہ خدا کے نطفہ سے حقیقی صُلبی بیٹے بن بیٹھے۔ چنانچہ اپنی کتاب اربعین نمبر ۳ کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا کہ اَنْتَ مِنْ مَّاءِنَا وَھُمْ مِنْ فَشَلٍ۔ یعنی اے مرزا تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور وہ لوگ خلقی سے۔ اس الہام میں تو مرزا صاحب حضرت عیسیٰ اور عیسائیوں کو بھی مات کر گئے اور خدا کے حقیقی بیٹے بن گئے اب آپ خود فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب دین محمدی کے مجدد ہیں یا دین عیسوی کے جن جن باطل مسائل کو ۱۳ سو برس سے اہل اسلام نے مٹایا تھا وہ مرزا صاحب نے اسلام میں داخل کئے اور پھر مجدّد دین محمدی ؎

کارِ شیطان میکند نامش ولی ، گر ولی اینست لعنت بر ولی

اگر یہی مجدد کا نشان ہے تو بیشک ایسے مجدد کا نہ آنا امت محمدی کے واسطے بہتر ہے۔ پھر مرزا صاحب کا دعویٰ کرشن ہونیکا بھی ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا کہ ہے اور گوپال تیری مہماں گیتا میں لکھی گئی ہے۔ دیکھو لیکچر سیالکوٹ۔ اگر مرزا صاحب کا یہ الہام سچ ہے تو پھر مرزا صاحب کھلے بندوں اسلام سے خارج ہیں کیونکہ کرشن جی کا اوتار مرزا صاحب تب ہی ہو سکتے ہیں جب ان کے مذہب کی پیروی کریں۔ اور کرشن جی کا مذہب یہی تھا جو آجکل آریہ صاحبان اہل ہنود کا ہے یعنی قیامت سے انکار اور آواگون یعنی تناسخ کا اقرار اور قیامت کا انکار صریح کفر ہے پس مرزا صاحب اپنے مقرر کردہ اصول سے کہ میں متابعتِ تامہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث محمد ہو گیا ہوں درستی اصول کی پابندی سے یعنی متابعتِ

تا مہ کرشن سے کرشن ہوئے۔ جب کرشن ہوئے تو تناسخ کے قائل ہوئے اور کافر ثابت ہوئے۔ میں نیچے کرشن جی کا مذہب لکھتا ہوں۔ شری کرشن جی ارجن کو فرماتے ہیں سوچ لو ہم تم اور سب راجے مہاراجے کبھی تھے یا نہیں۔ آئندہ ان کا کیا جنم ہوگا ہم سب گذشتہ جنموں میں بھی پیدا ہوئے تھے۔ اور اگلے جنموں میں بھی پیدا ہوں گے۔ جسطرح انسانی زندگی میں لڑکپن جوانی اور بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے۔ اور پھر قالب کو چھوڑ دیتا ہے دیکھو گیتا مصنفہ کرشن جی مہاراج اشلوک ۲۲ راد ہائے دام۔ شیخ فیضی نے بھی گیتا کا ترجمہ کیا ہے وہ بھی سن لو۔

زکارِ نکو میرود در بہشت ، بقعرِ جہنم برد کارِ زشت
بقید تناسخ کندداورش ، بانواع قالب دروں آوردش
بہ بہتائے معہود در میروند ، بجسم سگ وخوک درمیروند

صفحہ ۱۳۶ گیتا مترجمہ فیضی تقطیع خورد + آپ صاف ہوگیا کہ کرشن جی قیامت کے منکر تھے جب مرزا صاحب بھی قیامت کے منکر ہوئے تو کافر ہوئے۔ کیونکہ متابعتِ تامہ سے یہ درجہ پایا ہے اور متابعت تامہ یہ ہے کہ پورا پورا پیرو ہو پس کرشن جی کی پیروی یہی ہے کہ قیامت سے انکار کیا جائے اور تناسخ مانا جائے وغیرہ وغیرہ۔

جواب: جب مرزا صاحب اصول اسلام کے پابند ہی نہیں رہے جس امر کیواسطے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے اور قیامت کی خبر دیتے آئے۔ اور تناسخ کی تردید کرتے آئے۔ پھر جب مرزا صاحب نے قیامت سے انکار کر دیا تو مسلمان کیسے؟ اب تو یہ معاملہ ہے مصرع: جس جگہ تھا نورِ ایماں اب وہاں ہے آوا گون + یعنی تناسخ۔ اور مرزا صاحب کے مرید بھی اسی اعتقاد کے ہوں گے۔ کیونکہ پیر و مرید کا اعتقاد ایک ہی ہوتا ہے۔ پس اگر مرزا صاحب کا یہ الہام سچا ہے کہ میں کرشن ہوں تو پھر ہرگز مسلمان نہیں اور مریدوں کو بھی ساتھ ہی لے ڈوبے ہیں۔ پس ان سے لین دین اور معاملات مسلمانوں والے نہیں ہو سکتے۔ تا وقتیکہ توبہ نہ کریں اور تجدید اسلام نہ کریں۔ المجیب

الجواب صحیح
پیر بخش صاحب پوسٹماسٹر
نظام الدین عفا

بحث شیعہ

دنیا بھر کے اہلِ تشیع صاحبان اصحاب ثلاثہ کے حق میں ہمیشہ زہر اگلا کرتے ہیں اور ان کے اعتراضوں کے جواب بالصواب ان کی ہی کی کتابوں سے مکرر سہ کرر اہل سنت وجماعت کیطرف سے دیئے جا چکے ہیں۔ مگر پھر بھی یہ لوگ اپنی کرتوتوں سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ وزیر آباد کے شیعہ صاحبان نے بھی آجکل ایک ایسا انوکھا اعتراض کیا ہے جس کا نہ سر

پاؤں ۔ خدا کے فضل سے ہم نے اس اعتراض کا جواب نہایت سنجیدگی اور متانت سے انکی ہی کتابوں سے ایسا دیا ہے کہ شائقین پڑھ کر خود داد دینگے ۔ اور اچھی طرح سے معلوم کریں گے کہ شیعہ صاحبان ہمیشہ اوٹ پٹانگ ڈینگیں مارتے رہتے ہیں ۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ جو عنائیت علی شاہ صاحب وزیر آبادی مؤلف کتاب تربیت اولاد نے کیا ہے وہ عبارت ہم لعینہٖ لفظ بلفظ درج ذیل کرتے ہیں ۔ شائقین ان کی علمی لیاقت کی داد دیں اور ان کی اطلاع کو پڑھ کر ان کی علمیت کا گیت گائیں اور وہ یہ ہے "جناب رسالت مآب کا جنازہ اصحابِ ثلاثہ نے قبل از دفن ہونے آنحضرت صلعم نہ پڑھا ۔ اور یہ بات کسی معتبر حدیث اہل سنت ۔ اہل حدیث یا شیعہ سے ثابت ہو تو میں مذہب عشنا عشری قطعاً ترک کر دوں گا (نوٹ) میرے عقیدہ میں اصحاب ثلاثہ دشمنِ رسول تھے" سید عنایت علی۔

جواب: آیئے شیعہ صاحبان اور بگوش ہوش ہو کر سنیئے ۔ آپ کے مذہب کی کتاب معتبر جلاء العیون میں بایں طور آپ کے افتراء کا جواب تحریر ہے کہ وقت نماز جنازہ حضرت رسول خدا ابوبکر نے چاہا کہ پیش امام ہو ۔ امیر المومنین نے ہٹا دیا ہے ۔ اور خود امامت کی ۔ بعد اسکے اجازت دی ۔ اصحاب دس دس داخل ہوتے اور درود بھیجتے تھے ۔ یہاں تک کہ اہلِ مدینہ و اطرافِ مدینہ حضرت پر درود بھیجتے تھے الخ اور ایسا ہی کتاب اظہار الہدیٰ صفحہ ۲۰۵ میں ہے ۔ اور اصول کافی ۲۳۶ معتبر کتاب شیعہ امام جعفر علیہ السلام سے مذکور ہے عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلٰئِکَۃُ وَالْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَوْجًا فَوْجًا الخ یعنی کہا حضرت امام جعفر محمد باقر نے کہ جب آنحضور علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو تمام ملائکہ و تمام مہاجرین و انصار نے فوجاً فوجاً نماز جنازہ آپ کی ذات پر پڑھی ۔ اور کتاب اخبار ماتم جلد اول صفحہ ۶۵ میں بھی لکھا ہے عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ فَقَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَامُنَا حَیًّا وَمَیِّتًا فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ عَشَرَۃً عَشَرَۃً فَصَلُّوْا عَلَیْہِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَلَیْلَۃَ الثُّلٰثَاءِ حَتَّی الصُّبْحِ وَیَوْمَ الثُّلٰثَاءِ حَتّٰی صُلِّیَ عَلَیْہِ صَغِیْرُھُمْ وَکَبِیْرُھُمْ وَذَکَرُھُمْ وَاُنْثَاھُمْ وَنَوَاحِی الْمَدِیْنَۃِ بِغَیْرِ اِمَامٍ الخ یعنی کہا امام جعفر نے کہ لوگوں نے آپس میں کہا کہ آپ کی ذات کا جنازہ کیونکر پڑھیں گے پس کہا حضرت علی متقی نے کہ آپکی ذات حیاتی و مماتی میں ہماری امام ہے ۔ لہذا آپ کی ذات پر دس دس آدمی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھو پس روز دوشنبہ نماز شروع ہوئی سہ شنبہ و منگل تک برابر بارہ پہر تک نماز اسی صورت میں ہوتی رہی اور تمام چھوٹوں اور بڑوں اور عورتوں اور مردوں نے اور تمام گرد و نواح مدینہ والوں نے بغیر امام کے نماز ادا کی ۔ اور کتاب اہلسنت شمائل ترمذی صفحہ ۳۰ کے حاشیہ پر بایں طور مسطور ہے ۔ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَدْخُلُ

قَوْمٌ فَوْجًا فَوْجًا وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ عَلَيْحِدَةٍ وَقَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا يَوْمٌ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ اِمَامُنَا حَالَ حَيَاتِهٖ وَاِمَامُنَا حَالَ مَمَاتِهٖ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اَوْصٰى بِذٰلِكَ الْوَجْهِ وَقَعَ التَّاخِيْرُ فِيْ دَفْنِهٖ الخ یعنی فرمایا حضرت ابوبکر صدیق نے کہ لوگ فوج فوج داخل ہوکر آنحضور علیہ السلام کے جنازہ کی نماز ہر ایک نے ان میں سے علیحدہ علیحدہ پڑھی۔ اور کہا حضرت علی نے کہ کوئی امام نہ بنے۔ کیونکہ آپکی ذات ہماری حیات وممات میں امام ہے۔ اور کہا حضرت ابوبکر صدیق نے اسی طرح حضور نے وصیت فرمائی تھی۔ اور اسی لئے حضور کے دفن کرنے میں دیر ہوئی۔ اور فتح المبین صفحہ ۴۸ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آپکے جنازہ کی نماز پڑھی الخ پس ان عبارات سے صاف صاف معلوم ہوا کہ تمام اصحاب مہاجرین وانصار نے آپکے دفن کرنے سے پہلے نماز جنازہ کی ادا کی۔ اور اسپر یہ دلیل بھی شاہد ہے کہ جب آپکی ذات کا جنازہ تیار ہوا اور دس دس آدمی داخل ہوتے اور نماز پڑھتے تو حضرت عمر فاروق دروازہ میں کھڑے ہوکر لوگوں کو کہتے کہ خالی کرو جنازہ کو اہل اسکے کہ وہ یہ ہے نَادٰى عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ خَلُّوْا لِلْجَنَازَةِ وَاَهْلَهَا الخ نقل از ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۱۲۴ مؤلفہ شیخ عبدالحق۔ اور اگر شیعہ صاحب کہیں کہ اصحابِ ثلاثہ تو خلافت کے جھگڑے میں مشغول رہے اور جنازہ آپکا نہ پڑھا۔ اگر پڑھا بھی تو بعد دفن کے پڑھا ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوپر کی تمام عبارتوں سے صاف معلوم ہوچکا ہے کہ قبل از دفن آپ کے تمام صحابہ نے جنازہ ادا کیا۔ اور اگر معترض صاحب کو سمجھ نہیں آئی تو فقیر دوبارہ تحریر کر دیتا ہے کہ کتاب ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۱۱۸ میں ابنِ عباس سے مروی ہے کہ آپنے پیر کے روز ۱۲ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو انتقال فرمایا۔ تو اس الم سے حضرت عمر وعثمان وعلی وتمام صحابہ دیوانوں کی طرح ہوگئے تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق اپنے خانہ سے دھڑتے ہوئے آئے۔ اور آپ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور روئے اور بوسہ پیشانی مبارک کا لیا۔ اور جب انکو ہوش آئی تو ابوبکر صدیق نے کہا صبر کرو۔ اور خطبہ پڑھا اور کہا کہ یہ فناہ کا مقام ہے ہر ایک چیز ناسواء اللہ کے فنا ہونے والی ہے۔ اور اسی اثناء میں ایک محلہ بنی ساعدہ میں تنازعہ دربارۂ خلافت شروع ہوا۔ اہل مدینہ یعنی انصار کہتے کہ خلیفہ ہم سے ہونا چاہیئے۔ جبکہ حضرت عمر فاروق نے یہ بات سنی تو ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر بنی ساعدہ یعنی سعد بن عبادہ کے گھر مشورہ کے لئے تشریف لائے۔ اور وہاں تمام مہاجرین وانصار سے گفتگو کی۔ اور تمام مہاجرین وانصار نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر خلیفہ اول نے منبر پر خطبہ پڑھا۔ اور حضرت علی اور زبیر کو بھی طلب کیا۔ اور انہوں نے بڑی خوشی سے خلیفہ اول کی بیعت کی۔ اور یہ بہت صحیح ہے نقل از تفریح الاحباب صفحہ ۳۴۔ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب مذکورہ صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے کہ جب یہ مقدمہ طے ہوا تو پھر تمام اصحاب مہاجرین وانصار آپ کی تجہیز وتکفین کیطرف متوجہ ہوئے وہوٰذا۔ وَلَمَّا فَرَغَ النَّاسُ مِنْ

بَیْعَتِہٖ اَبِیْ بَکْرٍ وَجَمَعَھُمُ اللّٰہُ وَمِمَّا اِھْتَمَّ بِہٖ اَصْحَابُہٗ بَعْدَ مَوْتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَقَرَّرَ الْاَمْرُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اَقْبَلُوْا عَلٰی تَجْھِیْزِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاِشْتِغَالِ بِہٖ الخ یعنی جب لوگ ابوبکر کی خلافت سے فارغ ہوئے۔ اور اللہ نے انکو متفق کر دیا اور اس سے کہ جسکا صحابہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد اہتمام کیا تھا اور خلافت ابوبکر پر ٹھیر گئی تو پھر حضور علیہ السلام کی تجہیز و تکفین اور اس کاروبار پر متوجہ ہوئے۔ اور سب سے پہلے تمام صحابہ سے حضرت علی و ابن عباس و بنو ہاشم نے آپ پر نماز پڑھی۔ پھر مہاجرین میں سے ابوبکر صدیق وغیرہ نے۔ پھر تمام اصحاب انصار رضی اللہ عنہم نے۔ پس اب معترض شیعہ صاحب کو لازم ہے کہ اس مذہب کو چھوڑ کر توبہ خالص سے مذہب حقہ میں داخل ہو کر نجات حاصل کرے۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ ورنہ جواب دے تاکہ فقیر ۳ جلد میں اسکا جواب تحریر کر دے۔

نظام الدین ملتانی بقلم خود۔

سوال: شیعہ کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں کا دھونا لازم نہیں صرف مسح کرنا کافی ہے کیونکہ اسی طرح قرآن شریف میں ہے۔ اب کتب شیعہ سے جواب دو۔

جواب: یہ انکی غلطی ہے۔ دیکھو کتاب استبصار معتبر شیعہ میں لکھا ہے۔ عَنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ جَلَسْتُ اَتَوَضَّاءُ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ اِبْتَدَءْتُ فِیْ وَضُوْءٍ فَقَالَ لِیْ تَمَضْمَضْ وَاسْتَنْشِقْ وَاسْنُنْ غَسَلْتُ وَجْھِیْ ثَلٰثًا فَقَالَ قَدْ یَجْزِیْکَ مِنْ ذٰلِکَ اَلْمَرَّتَانِ قَالَ غَسَلْتُ ذِرَاعِیْ وَمَسَحْتُ بِرَأْسِیْ مَرَّتَیْنِ فَقَالَ قَدْ یَجْزِیْکَ مِنْ ذٰلِکَ اَلْمَرَّۃُ وَغَسَلْتُ قَدَمِیْ فَقَالَ لِیْ یَا عَلِیُّ خَلِّلْ بَیْنَ الْاَصَابِعِ لَا تُخَلِّلْ بِالنَّارِ الخ روایت ہے حضرت علی سے۔ کہا بیٹھا تھا میں وضوء کرنے۔ پس آ گئے رسولِ خدا جسوقت شروع کیا میں نے وضوء کو۔ پس فرمایا واسطے میرے کہ غرغرہ کر اور ناک میں پانی ڈال اور دانتوں کو صاف کر۔ پھر دھویا میں نے منہ اپنا تین بار پس فرمایا کافی ہے تجھ کو دو مرتبہ۔ پھر دھوئے میں نے کہنیوں تک ہاتھ اپنے اور مسح کیا میں نے سر کا دو مرتبہ پس کہا حضرت نے مجھ کو کافی ہے تجھکو ایک مرتبہ۔ پھر دھوئے میں نے دونوں پاؤں اپنے۔ اور فرمایا مجھے اے علی خلال کر تو انگلیوں کے درمیان تاکہ نہ خلال کیجائیں آگ سے الخ اور اسی کتاب ترتیب وضوء میں لکھا ہے اِنْ نَسِیْتَ الْمَسْحَ رَأْسِکَ حَتّٰی غَسَلْتَ رِجْلَیْکَ فَامْسَحْ رَأْسَکَ ثُمَّ غَسِّلْ رِجْلَیْکَ (یعنی کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) اگر تو (علی) وضوء میں سر کا مسح کرنا بھول جائے یہاں تک کہ تو نے اپنے دونوں پاؤں دھو لئے (اور پھر تجھے سر کا مسح کرنا یاد آ جائے) سر کا مسح کر لے پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھو۔ پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ پاؤں کا دھونا لازمی امر ہے۔ ورنہ حضرت علی دوبارہ پاؤں نہ دھوتے۔ اور نہ ہی آپ کی ذات یہ تعلیم تاکیداً فرماتی۔ اور علاوہ اسکے یہ جو شیعہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید

سے بھی مسح پاؤں کا ثابت ہے۔ سو یہ کہنا ان کا محض جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جو کلمہ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ وارد ہے اسکے معنے دھونے منہ اور ہاتھوں کے ہیں وَاَرْجُلَكُمْ فَاغْسِلُوْا کا مفعول معطوف ہے تو اس ترکیب نحوی کے مطابق بھی پاؤں دھونے کے معنے ہوئے فقط اور اگر وامسحوا برؤسکم کے متعلق ہوتا تو مجرور ہوتا۔ اور قرآن مجید میں منسوب ہے فقط۔

سوال: محرم میں تعزیہ نکالنا و گریہ زاری و سیاہ کپڑے پہننا۔ اور نوحہ کرنا۔ اور ڈھول بجانا اور غیر محرم عورتوں کا اس میں داخل ہونا جائز ہے یا حرام؟ کتب شیعہ سے جواب دو۔

جواب: یہ تمام افعال ناجائز ہیں۔ چنانچہ تفسیر عمدۃ البیان میں آیت وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ کی ذیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسین کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ جو کچھ اس آیت میں لکھا ہے وہ انکے حال پر ہی صادق آتا ہے اور رونا انکی مصیبت پر ثواب عظیم رکھتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی محرم میں بدعتیں کر کے اپنے ثواب کو ضائع کرتے ہیں۔ باجے بجاتے اور بجولتے ہیں۔ اور مرثیوں میں جھوٹی روایتیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں۔ اور غلو کی روایتوں کو مجلس میں بیان کر کے لوگوں کے ایمان کو فاسد کرتے ہیں اور جو راگ شرع میں ممنوع ہے اسمیں مرثیوں کو پڑھتے ہیں۔ اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں۔ اور نامحرم ان کی آواز کو سنتے ہیں ان امور سے مومنین کو ضرور اجتناب چاہیئے اور تعزیوں میں محتاج آدمی اپنی احتیاج کی عرضیاں باندھتے ہیں اور ان میں تصویریں انسان کی بناتے ہیں۔ یہ سب فعل ناجائز اور شرک ہیں۔ الخ اور کتاب معتبر شیعہ انارۃ البصائر مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ میں بروایت امام باقر علیہ السلام لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب وفات اپنی جناب سیدہ کو فرمایا کہ فاطمہ جب میں اس عالم سے انتقال کروں تو اپنے منہ کو میرے لئے زخمی نہ کرنا۔ اور اپنے بالوں کو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا۔ اور میرے اوپر نوحہ نہ کرنا۔ اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا جیسا کہ عرب میں رسم تھی۔ من عینہ ساور اسی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی ہمشیرہ زینب کو کربلا میں کہا کہ میری مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ اپنا نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنے۔ اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اسی طرح تم میری مصیبت پر صبر کرنا۔ الخ۔ اور اسی طرح فروع الکافی مطبع نولکشور جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ باب الصبر والجزع اور نیز فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ میں حدیث باسناد صحیح امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ حِبَاطٌ لِاَجْرِهٖ الخ یعنی فرمایا آپ نے کہ بوقت مصیبت اپنا ہاتھ اپنی ران

پر مارنا پیٹنا اسکے اجر کو باطل کرتا ہے۔ اور کتاب من لایحضرہ الفقیہ باب نوادر میں بایں طور مذکور ہے مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ من الْاِسْلَامِ یعنی جس نے از سر نو قبر بنوائی یا تصویر کھینچی پس تحقیق وہ اسلام سے خارج ہوا۔ سُئِلَ الصَّادِقُ مَنِ الصَّلٰوۃِ هَلْ یَلْبَسُوا السَّوَادَ فَقَالَ لَا یُصَلِّیْنَ فِیْهَا فَاِنَّهَا لِبَاسُ اَهْلِ النَّارِ وَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْمَا عَلَّمَ اَصْحَابَهٗ لَا یَلْبَسُوا السَّوَادَ عَنْهُ فَاِنَّهَا لِبَاسُ فِرْعَوْنَ نقل از کتاب شیعہ من لایحضرہ الفقیہ وتکملہ اظہار الہدیٰ صفحہ ۲۴۲ یعنی سوال کیا گیا امام جعفر صادق سے کہ کیا سیاہ کپڑا پہن کر نماز پڑھیں فرمایا امام نے نہیں نماز ہوتی سیاہ کپڑے سے کیونکہ سیاہ پوشی لباس ہے اہل نار کا۔ اور کہا امیر المومنین نے سیاہ پوشی کے بارہ میں کہ سکھلایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو نہ پہنو تم سیاہ لباس کیونکہ یہ لباس فرعون کا ہے الخ پس ان دلائل معتبرہ سے معلوم ہوا کہ تعزیہ میں جو امور ظاہر ہوتے ہیں سخت حرام ہیں۔ کیونکہ اسمیں اہانت اہلبیت کی ہے۔ اگر شیعہ صاحبان یہ کہیں کہ ہمارا مقصود اہلبیت کی شجاعت اور صداقت ظاہر کرنا ہے۔ تو پھر میں کہتا ہوں کہ گھوڑے کو رنگدار کرنا۔ ڈھول بجانا۔ راگ سے مرثیوں کا پڑھنا اور پیٹنا کیا معنے۔ اگر یہ کہیں کہ یزید کا غلبہ اور ظلم اسکا ظاہر کرنا مقصود ہے تو پھر بھی اسمیں محبوب کی ذلت اور اہانت ظاہر ہوتی ہے۔ غرضیکہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے یہ تمام افعال ناجائز وحرام ہیں۔ اہل اسلام کو لازمی ہے کہ ایسے اعمال فاسدہ اور افعالِ باطلہ کو دیکھنے سے بھی اجتناب وپرہیز کریں ورنہ منہم سے شمار ہوں گے۔

نوٹ } فرقہ غیر مقلدین ومرزائی وشیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ اس سلسلہ **فتاویٰ نظامیہ** کا مطالعہ کریں۔ اور تعصب وکینہ کی پٹی آنکھوں سے اتار کر اپنے عقائد باطلہ کی درستی کریں اور برادران اہلسنت وجماعت کو بھی واضح ہو کہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر غیر مذاہب کے عقائد باطلہ کے شور وشر سے بچنے کے واسطے **سلسلہ سلطان الفقہ** کا مطالعہ کیا کریں۔ انشاء اللہ تعالےٰ تمام مسائل فقہ ضروریہ کو قرآن شریف وحدیث شریف سے دس جلدوں میں ثابت کر دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ہر ایک مذہب کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں تاکہ کسی کو کوئی اور کتاب دیکھنے کی ضرورت نہ رہے خریدیں اور مطالعہ کر کے بدمذہبوں کے اوچھے ہتھکنڈوں سے بچیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بچائیں ؎

تمت بالخیر

حصہ ششم از فتاویٰ مناظرِ اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سوال: وضو میں فرض، سنتیں اور مستحب کتنے ہیں؟

جواب: وضو میں چار[۴] فرض دس[۱۰] سنتیں اور چھ[۶] مستحب ہیں۔

سوال: وہ کون کونسے ہیں؟

جواب: وضو کے چار فرض یہ ہیں اوّل[۱] منہ دھونا پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک۔ اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔ دوم[۲] ہاتھوں کا دھونا کہنیوں تک۔ سوم[۳] سر کے چہارم حصّہ کا مسح کرنا۔ چہارم[۴] پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔ چنانچہ قرآن مجید پارہ ۶ سورۃ مائدہ میں مذکور ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ[۱] اِلَى الْكَعْبَیْنِ۔ یعنی فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ اے ایماندارو! جسوقت تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ کو دھولو۔ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور سر کا مسح کرو۔ اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو۔ اور وضو کی سنتیں یہ ہیں۔ (۱) پہلے ہاتھوں کا دھونا پہنچوں تک (۲) بسم اللہ شریف کا پڑھنا۔ (۳) کلّی کرنا۔ (۴) مسواک کرنا (۵) داہڑی کا خلال کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) اور ہر عضو کو تین تین بار پانی سے تر کرنا (۸) کانوں کا مسح کرنا۔ اور مستحب یہ ہیں (۱) ترتیب سے وضو کرنا (۲) پے در پے ہر عضو کو پانی سے تر کرنا۔ (۳) دائیں ہاتھ سے شروع کرنا۔ اور گردن و تمام سر کا مسح کرنا وغیرہ۔ اور ان کا ثبوت تمام کتب صحاح ستّہ وغیرہ میں موجود ہے۔ کہا ابی امامہ رضی اللہ عنہ نے تَوَضَّاَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ ثَلٰثًا وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ وَقَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ۔ نقل از ترمذی صـ۱۵ (ترجمہ) یعنی وضو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس دھویا آپنے منہ کو تین بار۔ اور ہاتھوں کو تین بار اور مسح کیا سر کا۔ اور فرمایا آپ نے دونوں کان بھی شامل ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا قَالَ اِذَا تَوَضَّاْتَ فَخَلِّلِ الْاَصَابِعَ یَدَیْكَ وَرِجْلَیْكَ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب تو وضو کرے تو ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔ اور عمار بن یاسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بایں طور روایت ہے رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَخَلَّلُ لِحْیَتَهٗ کہ میں نے دیکھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی ریش مبارک کا خلال کرتے ہوئے۔ نقل از ترمذی صفحہ ۱۷، نیز ابی حیّۃ سے ترمذی میں بایں طور حدیث مذکور ہے قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا اَنْ تَوَضَّ

---

[۱] وارجلکم کا عطف فاغسلو وجوھکم وایدیکم پر ڈالنا صحیح مذہب ہے چونکہ الی الکعبین کا قرینہ دال ہے جو کہ مسح کے لئے مانع

خادم شریعت

فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلٰثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا وَذِرَاعَيْهِ ثَلٰثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ الخ یعنی میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا حتیٰ کہ انکو خوب پاک کیا۔ پھر تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا۔ پھر تین دفعہ منہ کو دھویا اور تین دفعہ بازوؤں کو کہنیوں تک تر کیا۔ اور ایک بار سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا۔ ؛ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بایں طور مذکور ہے عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ وَبُطُوْنِ الْاَقْدَامِ مِنَ النَّارِ۔ یعنی ایک روز آپ نے مکہ سے مدینہ شریف کیطرف سفر فرمایا تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم آگے چلے آئے اور ایک جگہ انتظاری کرنے لگے۔ کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آجائیں تو مل کر نماز ادا کی جائے۔ یہاں تک کہ انتظار میں عصر کی نماز کا وقت فوت ہونے لگا۔ پس نماز کے فوت ہو جانے کے خوف سے جلدی جلدی وضو کیا اور اچھی طرح سے پاؤں کو نہ دھویا۔ کچھ تر ہوئے اور کچھ خشک رہے۔ اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے۔ آپنے ان کا یہ حال دیکھتے ہی فرمایا وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ ہلاکت ہے واسطے ایڑیوں کے آگ سے۔ اور ایسا ہی حدیث متواتر سے پاؤں کا دھونا ثابت ہے۔ اور اس سے کسی صحابی کو انکار نہیں۔ اگر شیعہ صاحبان کہیں کہ حضرت علی اور ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم اس سے برخلاف ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کا رجوع کرنا بھی اس مسئلہ میں ثابت ہے جسکا ثبوت فتاویٰ نظامیہ جلد دوم میں کتب شیعہ سے دیا گیا ہے جسکو شک ہو اسکا مطالعہ کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَلَاَخَّرْتُ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ یعنی خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اگر میں اپنی اُمت پر مشقت نہ جانتا تو ہر ایک نماز کے لئے ان کو مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرتا (نقل از مشکوۃ)

اور ترمذی صفحہ ۱۱ میں ہے کہ فرمایا آپنے لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ یَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ یعنی اس شخص کا وضو نہیں جس نے وضو میں اللہ تعالےٰ کا نام یاد نہیں کیا۔ یعنی اسکا وضو کامل نہیں ہوا ؛

عبداللہ بن زید سے مذکور ہے کہ آپنے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا۔ اور دونوں ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے پھر لائے اس مقام پر جہاں سے وضو کیا۔ فقط۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاْتُمْ فَابْدَءُوْا بِمَیَامِنِكُمْ (نقل از قویم صہ ۸ و ابن خزیمہ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شروع کرو تم وضوء لو دائیں سے کرو ؛

کتاب معانی الآثار و دیلمی نے سند الفردوس و تاریخ اصبحان و فتح المبین صفحہ ۱۴۲۵ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بایں طور نقل کی ہے اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّاءَ وَمَسَحَ عُنُقَہٗ اٰمِنَ الْغُلِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص وضو کرے اور مسح کرے اپنی گردن کا۔ وہ محفوظ رکھا جائے گا طوق گردن کے عذاب سے روز قیامت میں ؛

بخاری و مسلم میں ہے اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ مَنَامِہٖ فَلَا یَغْمِسَنَّ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ حَتّٰی یَغْسِلَھَا ثَلَاثًا یعنی فرمایا آپنے جب کوئی تم میں سے نیند سے جاگے تو برتن میں ہرگز ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ دھو نہ لے تین بار۔

سوال : کیا وضو کی آیت مجمل ہے یا مفصّل چکڑالوی کہتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن شریف میں ہے مفصّل ہے یہ کیونکر ہے؟

جواب : وضو کی آیت مجمل ہے مفصّل نہیں۔ کیونکہ اسمیں وضو کے لئے ہر عضو کو دو تین دفعہ دھونے کا ذکر نہیں اور سر کے مسح کا بھی مفصّل ذکر نہیں کہ تمام سر کا مسح کرنا فرض ہے یا بعض حصہ سر کا۔ اگر بِرُءُوْسِکُمْ کی (باء) کو زائد تصور کیا جائے تو تمام سر کا مسح کرنا لازم آتا ہے۔ اور اگر اسے بعضیہ مانا جاوے تو چوتھا حصہ سر کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ آیت مجمل ہے۔ اور اسی طرح اکثر قرآن مجید میں آیات بینات مجمل ہیں مفصّل نہیں۔ اور یہ کہنا فرقہ چکڑالوی کا محض فضول ہے ؛

سوال : وضو کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف سے جواب دو ؟

جواب : وضو ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے جو آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلیں۔ خواہ وہ چیزیں معتاد ہوں یا غیر معتاد۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یعنی وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ آوے تم سے کوئی پاخانہ سے۔ اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ صَوْتٍ اَوْ رِیْحٍ یعنی نہیں ٹوٹتا ہے وضو مگر آواز سے یا بو (ہوا) سے

سوال : اگر خون اعضاء وضو سے یا ناک سے نکل کر اسی جگہ جم جائے۔ یا جاری ہو جائے یا قے آجائے یا نیند آجائے ان سب صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔ ثبوت قرآن مجید و حدیث شریف سے دو۔ امام بخاری اور ان کے معتقدین کی ان امور میں کیا رائے ہے ؟

جواب : سوال میں جن جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید اور احادیث شریف سے ثابت ہے اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یعنی خون بہتا ہوا۔ اور کتاب بیہقی اور تقویم ص ۱۳ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسطرح روایت ہے عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَفَعَہٗ یُعَادُ الْوُضُوْءُ مِنْ سَبْعٍ اَلْبَوْلِ وَالدَّمِ

السَّائِلُ وَالْقَيْءُ وَمِنْ وَسَعَتِهِ تَمْلَاءُ الْفَمَ وَنَوْمِ الْمُضْطَجِعِ وَقَهْقَهَةِ الرَّجُلِ فِي الصَّلٰوةِ۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے (اور اسکو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے) کہ دہرایا جاتا ہے وضو سات چیزوں سے۔ پیشاب اور بہتے ہوئے لہو اور قے سے جو منہ بھر کر آئے۔ اور کروٹ کے بل لیٹنے سے اور آدمی کے ہنسنے سے فقط۔ اور مشکوٰۃ باب الوضو میں بایں طور حدیث مسطور ہے۔ اِنَّ الْوُضُوْءَ عَلٰى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق لازم ہے اس پر وضو جو سو جائے لیٹ کر۔ حدیث دار قطنی و مشکوٰۃ میں ہے اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ یعنی وضو لازم آتا ہے ہر بہنے والے خون سے اور ابی داؤد میں ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ وَكَانَ صَائِمًا فَتَوَضَّاَ یعنی کہا ابوداؤد نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور آپ روزہ دار بھی تھے۔ پس آپ نے وضو کیا ؛

اور ایک حدیث مسند امام اعظم بایں مضمون درج ہے کہ ایک قوم نماز میں تھی۔ اور ایک اندھا دیکھا کہ وہ گڑھے میں گر پڑا۔ اور قوم نے اسکو دیکھ کر قہقہہ مارا۔ پس فرمایا آپ نے جو کھڑا ہوا تم سے قہقہہ مار کر فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوةَ یعنی چاہیئے کہ دہرائے وضو اور نماز کو ؛

سوال: وضودار اگر ذکر کو ہاتھ لگائے۔ یا آگ کی پکی ہوئی کوئی چیز کھائے تو اس فعل کے کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذکر یا فرج کے چھونے اور آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا جیساکہ حدیث شریف میں ہے قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهٗ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّاُ قَالَ وَهَلْ هُوَ اِلَّا بِدْعَةٌ مِّنْهُ نقل از ابوداؤد و ترمذی و نسائی و مشکوٰۃ۔ روایت ہے طلق بن علی سے کہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنے ذکر کو چھوئے تو پھر اسکے بعد وضو دوبارہ کرے۔ فرمایا آپ نے وہ ایک ٹکڑا ہے اسکے گوشت کا ؛

اور ابن عباس سے مروی ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت شانۂ بکری سے کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو جدید نہ کیا۔ (نقل از مشکوٰۃ)

سوال: موزوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مسافر اور مقیم کے لئے کتنی مدت مقرر ہے۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ بدعت ہے۔ اسکا جواب حدیث صحیح سے دو۔ اجر لیگا۔

جواب: موزوں[1] پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے جیساکہ کتاب قویم صفحہ ۳۰ میں بایں طور مذکور ہے عَنْ جَرِيْرٍ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ اَخْرَجَهُ اَبُوْدَاوٗدَ

[1] مسح موزوں پر کرنا اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے۔ رافضی اسکے منکر ہیں حالانکہ یہ مسئلہ اجماع و حدیث متواتر سے ثابت ہے۔ ۱۲ خادم شریعت

یعنی جریر سے روایت ہے کہا اس نے دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے بول کیا پھر وضو کیا اور پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا ؛

اور مدت مسح مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔ چنانچہ مسلم حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْمُقِیْمِ یَوْمًا وَلَیْلَۃً وَلِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَلَیَالِیَھَا۔ اَخْرَجَہٗ مُسْلِمٌ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھیرائی مدت مسح موزوں کی مقیم کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین رات۔ اخرجہ المسلم۔ پس اس سے انکار کرنا مبتدع اور گمراہوں کا کام ہے۔ اور جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ ہاں اگر اس پر چمڑا لگا ہوا ہو۔ تو کوئی خوف نہیں۔ اور اسکا مفصل ذکر سلطان الفقہ جلد دوم میں گذر چکا ہے۔ اور امام بخاری اور اسکے پیروؤں کے نزدیک مذکورہ بالا امور سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہایت تعجب ہے ؛

السوال: نہانے میں کتنے فرض ہیں؟

الجواب: نہانے میں تین فرض ہیں۔ منہ اور ناک میں پانی ڈالنا۔ اور تین بار تمام بدن کو خوب طور سے پاک صاف پانی سے تر کرنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا یعنی اگر ہو تم جنب میں تو خوب بدن کو پاک کرو اور حدیث ابوداؤد میں ہے تَحْتَ کُلِّ شَعْرَۃٍ جَنَابَۃٌ یعنی فرمایا آپ نے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔ اور ترمذی میں ہے فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْبَشَرَۃَ یعنی دھوؤ تم بال اور صاف کرو بدن کو۔ اور دارقطنی و تقویم صـ۱۴ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث مذکور ہے عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمَضْمَضَۃُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ لِلْجُنُبِ ثَلٰثًا فَرِیْضَۃٌ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واسطے جنب کے فرض ہے۔ اور کہا مائی میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے آپکے نہانے کے لئے آڑ کیا۔ اور آپ نہاتے تھے مقام میں۔ پھر دھوئے دونوں ہاتھ۔ پھر ڈالا دائیں ہاتھ سے بائیں پر پھر دھویا چھپا نیکا بدن جہاں مجامعت تھی۔ پھر ملا اپنا ہاتھ اوپر دیوار کے پھر وضو کیا جیسے نماز کا وضو ہوتا ہے سوائے دونوں پاؤں کے۔ پھر بہایا آپ نے اوپر اپنے پانی۔ پھر کنارہ کیا۔ اور اپنے پاؤں کو دھویا۔ یہ آپ کا غسل جنابت سے تھا۔ اخرجہ الخمسہ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یُفِیْضُ الْمَاءَ عَلٰی جِلْدِہٖ کُلِّہٖ مُتَفَقٌ عَلَیْہِ یعنی آپ تمام بدن اپنے پر پانی بہاتے۔ فقط

السوال: سبب نہانے کے کیا ہیں؟ اور کتنے ہیں؟

جواب: نہانے کے سبب چار ہیں۔ احتلام۔ جماع۔ ختنان کے ملنے سے۔ اور حیض ونفاس سے جبکہ عورت پاک ہو۔ اسکو نہانا بھی فرض ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔ یعنی قریب نہ ہو تم ان سے یہاں تک کہ وہ خوب پاک نہ ہو لیں ؛

بخاری ومسلم میں اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَجْهَهَا یعنی پس کیا عورت پر بھی غسل فرض ہے جبکہ احتلام ہو۔ فرمایا ہاں جبوقت کہ وہ دیکھے پانی (یعنی آب منی) پس ڈھانپ لیا اُمّ سلمہ نے منہ اپنا ؛

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ یعنی جبوقت کہ بیٹھے کوئی تم میں سے عورت کی چار شاخوں میں پھر کوشش کرے (یعنی جماع کرے عورت سے) پس واجب ہوا غسل اگرچہ منی نہ نکلے (اور اسپر اتفاق کیا گیا ہے) ؛

اور عائشہ صاحبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مشکوٰۃ وترمذی وابن ماجہ وتقویم صفحہ ۱۸ میں بایں مضمون حدیث مسطور ہے إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبکہ مل گئے دونوں ختنے یعنی تجاوز کیا محل پیشہ سے پس واجب[1] ہوگا غسل ؛

اور ترمذی ومشکوٰۃ میں منقول ہے کہ کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ آپ سے دربارہ مذی سوال کیا گیا۔ کہ اس سے وضو ہے۔ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ یعنی مذی کے نکلنے سے وضو لازم ہے۔ اور منی کے نکلنے سے غسل ہے ؛

سوال: عیدین۔ جمعہ اور عرفہ کے دن نہانا کیسا ہے؟

جواب: مذکورہ بالا ایام میں نہانا سنت ہے۔ چنانچہ تقویم صفحہ ۱۸ میں بحوالہ ترمذی مذکور ہے۔ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے روز فطر اور یوم قربانی اور عرفہ میں ؛

اور ایسا ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پہلے عیدین کے غسل کرتے تھے۔ اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے

---

[1] فرقہ غیر مقلدین وامام بخاری کے نزدیک صرف جماع کرنے اور ذکر کو فرج میں غائب ہونے پر غسل واجب ہوتا ہے نہ کہ انزال منی سے۔ نقل از نضر الباری شرح صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۸

بایں طور مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غسل جمعہ کا واجب ہے ہر ایک بالغ مسلمان پر۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔ غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ اور ایک حدیث میں اَفْضَلُ بھی وارد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: کنوئیں میں کتے۔ بلّی چوہے اور چڑا وغیرہ کے گرنے سے پانی پاک رہتا ہے۔ یا ناپاک۔ کیونکہ فرقہ غیر مقلدین مسمّی باہل حدیث کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حیوانوں کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ کسطرح ہے؟

جواب: مذکورہ بالا حیوانوں کے کنویں میں گر جانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور اسکا مفصّل ذکر سلطان الفقہ جلد اول میں گذر چکا ہے۔ جسکا جواب اب تک فرقہ غیر مقلدین سے میسّر نہیں ہو سکا ؛

سوال: نماز میں کتنی شرطیں ہیں۔ اور انکا ثبوت کیا ہے؟

جواب: نماز میں چھ شرطیں ہیں جنکا ثبوت قرآن مجید اور احادیث شریف میں ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ (۱) بدن کا پاک ہونا نجاست حقیقی وحکمی سے (۲) کپڑے کا پاک ہونا (۳) جائے نماز کا پاک ہونا (۴) چھپانا ستر عورت کا (۵) قبلہ کیطرف منہ کرنا (۶) نماز کی نیت کرنا۔ اور ان کا ثبوت یہ ہے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اپنے کپڑوں کو پاک وصاف کر۔ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ اگر تم جنبی ہو تو پاک کرو اپنے آپ کو۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ یعنی لو تم زینت اپنی کو ہر نماز کے وقت۔ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ یعنی پھیرو تم اپنے مونہوں کو قبلہ کیطرف۔ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَام اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ یعنی حصولِ ثوابِ اعمال نیتوں پر منحصر ہے ؛

سوال: نماز میں کتنے فرض ہیں؟ قرآن شریف اور احادیث شریف سے ثبوت دو ؛

جواب: نماز میں سات فرض ہیں (۱) اللہ اکبر کہنا (۲) قیام کرنا (۳) مطلق قرأت کا پڑھنا قرآن مجید سے۔ (۴) رکوع کرنا (۵) سجدہ کرنا (۶) اخیر تشہد ادا کرنا (۷) نماز سے کسی کام کے واسطے بفعلِ خود باہر آنا۔ اور ان کا ثبوت یہ ہے۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ یعنی اللہ اکبر کہو۔ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ یعنی اللہ اکبر کیواسطے کھڑے ہو بخشوع وخضوع۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی پڑھو تم جو تمکو میسّر ہو سکے قرآن شریف سے اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا یعنی رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ اور ابوداؤد۔ دارقطنی وتقویم ونور الہدایہ وغیرہ میں بایں طور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے۔ کہ جب سکھایا اسکو تشہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پس جب پڑھ چکا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پس فرمایا آپ نے کہ تمام کر چکا تو نماز اپنی کو۔ اگر چاہے تو کھڑا ہو جا۔ تو کھڑا ہو جا۔ اور اگر تو چاہے کہ بیٹھے تو بیٹھ

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ مذہب حنفی میں لکھا ہے کہ آمین بالجہر ورفع یدین کرنا مکروہ ہے حالانکہ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر ہے۔ تو بیان کریں ؛

جواب: یہ محض انکی دھوکا بازی اور لاعلمی ہے کیونکہ کتب حدیث ان دلائل سے بھری ہوئی ہیں۔ اور علاوہ اس کے قرآن مجید بھی اسپر شاہد ہے۔ **فرد**

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ، چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

کو بطور مشتے نمونہ از خروارے بندہ چند حدیثیں اور آیات تحریر کر دیتا ہے تاکہ ناظرین کو یقین آجائے ؛ آیت نمبر (۱) لقولہ تعالےٰ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔ یعنی اپنے رب کو زاری اور آہستگی سے پکارو بیشک اللہ حد سے گذرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ؛ آیت نمبر (۲) لقولہ تعالےٰ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا یعنی حضرت زکریا علیہ السلام جب اپنے رب کو آہستگی سے پکارا ؛ آیت نمبر (۳) قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تمہاری دونوں کی دعا کو قبول کیا (جلالین) ؛ آیت (۴) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ یعنی جب سوال کریں بندے میرے مجھ سے پس میں ان کے پاس ہوں ؛ آیت نمبر (۵) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ تَضَرُّعًا۔ یاد کرو اپنے جی میں گڑگڑا کر ؛ پس ان آیات سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ سے دعاء عاجزی اور آہستگی سے مانگنی چاہیئے۔ چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالےٰ سے آہستگی اور گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ اور صاحب فتح المبین صفحہ ۳۹۸ میں عطا سے نقل ہے کہ آمین دعا ہے۔ كَمَا نَقَلَهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ عَطَاءٌ اٰمِيْنُ دُعَاءٌ یعنی کہا عطاء نے کہ آمین دعا ہے۔ اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ فرمایا ابن مسعود نے اَرْبَعٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ التَّعَوُّذُ وَالثَّنَاءُ وَالتَّسْمِيَةُ وَالتَّامِيْنُ۔ یعنی چار چیزیں امام آہستہ کہے اعوذ اور سبحانک اللّٰھم اور بسم اللہ شریف اور آمین۔ اور تبیین الحقائق باب صفۃ الصلوٰۃ میں بایں طور لکھا ہے وَلَنَا حَدِيْثُ وَائِلٍ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اٰمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُخْفِي الْاِمَامُ اَرْبَعًا التَّعَوُّذَ وَالتَّسْمِيَةَ وَاٰمِيْنَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ الخ ہمارے پاس دلیل وائل بن حجر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اور اخفا کیا اسکو۔ بیان کیا اس حدیث کو امام احمد و ابوداؤد اور دارقطنی نے اور فرمایا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہ امام چار چیزوں کو اخفاء کرے اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف اور آمین اور ربنا لک الحمد۔ اور ایک بڑی جماعت صحابہ کا اسپر اتفاق ہے ؛

حدیث (۱) عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ یعنی وائل بن حجر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھی۔ تو آپ جب پہنچے ولا الضالین پر تو آہستہ کہی آمین ؛

حدیث (۲) عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَءَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا۔ تو آمین کو آہستہ کیا۔ یہ ہر دو حدیثیں مسند امام احمد و مسند ابوداؤد و مسند ابو یعلی و ترمذی و تہذیب الآثار طبری و دار قطنی و معجم طبرانی و معانی شرح موطا و مستدرک و طبرانی سے صاحب فتح المبین نے صفحہ ۳۹۵ میں باسناد صحیح لکھا ہے۔

حدیث (۳) عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا تَلَا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ یعنی روایت ہے شعبہ رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتے ہیں سلمہ بن کہیل سے۔ وہ روایت کرتے ہیں علقمہ سے وہ روایت کرتے ہیں وائل بن حجر سے۔ پس فرمایا کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پس آپ نے ولا الضالین کہا تو کہا آمین آہستگی سے۔ نقل کیا اس حدیث کو ترمذی و ابوداؤد و دار قطنی وغیرہ نے۔

حدیث (۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ از بخاری و موطا امام مالک۔ یعنی جب امام ولا الضالین کہے۔ تو تم آمین کہو۔ یہ آپ نے نہیں فرمایا کہ جب امام تمہارا آمین کہے تو تم بھی کہو۔ اگر اسطرح سے ہوتا تو ضرور ثبوت آمین بالجہر کا ہو جاتا۔

حدیث (۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يَقُوْلُوْنَ اٰمِيْنَ وَاِنَّ الْاِمَامَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ۔ نقل از نسائی۔ یعنی جب امام کہے ولا الضالین تو کہو تم آمین اسواسطے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ اور امام بھی کہتا ہے آمین الخ پس اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اگر جہر آمین کہنا۔ تو آپ کی ذات نے یہ کیوں تعلیم فرمائی کہ امام بھی کہتا ہے۔ اور علاوہ اسکے قُوْلُوْا کے معنی پکارنے کے کہیں نہیں ثابت ہوتے بلکہ کہو تم کے ثابت ہوتے ہیں۔ اگر غیر مقلدین کسی مسلمان حنفی کو شبہ میں ڈالیں کہ حدیث میں علقمہ راوی ہے۔ تو اس نے اپنے آپ سے حدیث نہیں سنی۔ اس لئے حدیث مجروح ہوئی۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے باب الحدود فی الضراۃ میں سماع علقمہ کا باپ سے ثابت کیا ہے۔ وہو ہذا۔ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ سَمِعَ مِنْ اَبِيْهِ وَهُوَ اَكْبَرُ مِنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ الخ یعنی علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے حدیث سنی ہے۔ اور وہ بڑا ہے اپنے بھائی عبد الجبار بن وائل سے۔ اور عبد الجبار بن وائل نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی ہے۔ اور اسی طرح صحیح مسلم باب ملازمت جماعۃ المسلمین میں مذکور ہے۔ اور صاحب تہذیب التہذیب نے علقمہ کے

سے حدیث سننا ثابت کیا ہے۔ اور جو صاحب تقریب نے لکھا ہے کہ علقمہ کا سننا باپ سے ثابت نہیں۔ سو یہ کہنا انکا محمول ہوگا انکے عدم اطلاع پر یا کلام غیر نقل کرنے پر۔ اسواسطے کہ اثبات مقدّم ہے نفی پر۔ ورنہ کیوں حافظ صاحب خود اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں علقمہ کا باپ سے حدیث سننا ثابت کرتے :۔

اور اگر حدیث نمبر ۳ پر فرقہ وہابیہ اعتراض کرے کہ شیعہ کے ثقہ نہونے میں کلام ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ صاحب تقریب وعینی شرح بخاری میں لکھا ہے۔ کہ یہ امام المحدثین میں سے ہے۔ اور جو بعض روایت میں ہے مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ وہ وہاں بدعا رضی ہے جو کہ اول کلمہ یا آخر کلمہ میں واقع ہوا کرتا ہے۔ اور مقابل حذف کے ہے نہ مقابل خفض کے۔ اور بعض محدثین نے اس کے معنی اطال سے کچھ ہیں یعنی اسکو کھینچ کر پڑھنا چاہیئے۔ نقل از فتح المبین۔ اور اسکا ذکر جلد اول سلطان الفقہ میں بھی گذر چکا ہے۔ اور فرقہ غیر مقلدین اس بارہ میں اکیس ۲۱ حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ ان سے نہ تو اکثر فعل آپکی ذات کا ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ دائمی۔ اور علاوہ اسکے وہ حدیثیں ضعیف اور منسوخ ہیں۔ اور انشاء اللہ جلد چہارم میں وہ اکیس ۲۱ حدیثیں جو فرقہ غیر مقلدین اکثر اوقات عوام الناس اور کم علم لوگوں کو دکھا کر دھوکا میں ڈالتے ہیں تحریر کی جائینگی۔ اور ہر ایک حدیث پر روشنی ڈال کر جرح قدح کی جائیگی۔ پھر ناظرین باتمکین کو اچھی طرح واضح ہو جائیگا۔ کہ یہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں۔ تا حق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنی زبان سے میاں مٹھو بنتے ہیں۔ ؎ گر ہمیں مکتب و ہمیں ملّا کار طفلاں تمام خواہد شد ؛

سوال دوم کا جواب : بیشک مذہب حنفی میں رفع یدین کرنا مکروہ ہے۔ اور مذہب حنفیہ کے دلائل مفصلہ ذیل ہیں :۔

حدیث (۱) عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ۔ نقل از ترمذی یعنی علقمہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے کیا نہ پڑھاؤں میں تمکو نماز مانند نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پھر پڑھی نماز اور نہ اٹھائے دونوں ہاتھ آپنے۔ مگر پہلی تکبیر میں۔ اور کہا صاحب ترمذی نے کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔ اور اسی طرح کی حدیث براء بن عازب سے بھی آئی ہے۔ اور اس حدیث کو صحابہ تابعین نے بھی پسند فرمایا ہے :۔

حدیث (۲) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَرِيْبٍ مِنْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ۔ نقل از ابوداؤد و فتح المبین۔ یعنی کہا ابن عازب نے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع نماز میں دونوں ہاتھ اٹھائے قریب کانوں کے۔ پھر ساری نماز میں کہیں نہ اٹھائے :

حدیث (۳) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوٗدَ وَقَالَ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِیْ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ یعنی یہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے روایت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ پہلی تکبیر میں پھر نہ اٹھاتے

نماز میں۔ یہ حدیث طحاوی میں ہے ؛

حدیث (۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فَلَمْ یَرْفَعُوْا اَیْدِیَھُمْ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ۔ فتح المبین۔ صفحہ ۴۰۲۔ روایت کیا اسکو اپنی تصنیف میں امام شیبہ نے جو کہ استاد ہیں بخاری اور مسلم کے (ترجمہ) یعنی کہا عبداللہ بن مسعود نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے۔ سو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر بوقتِ شروع کرنے نماز کے ؛

حدیث (۵) عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَفَعَ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ نقل از طحاوی و بیہقی و فتح المبین صفحہ ۴۰۳۔ یعنی اسود سے روایت ہے کہ دیکھا میں نے حضرت عمر بن خطاب کو کہ وہ دونوں ہاتھ اٹھاتے اول تکبیر میں پھر نہ اٹھاتے ساری نماز میں ؛

حدیث (۶) عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ نقل از عینی و موطا امام محمد (ترجمہ) یعنی عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر ساری نماز میں نہ اٹھاتے تھے ؛

حدیث (۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ الْعَشَرَۃَ الْمُبَشَّرَۃَ مَا کَانُوْا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلَّا فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ نقل از نہایہ و کفایہ (ترجمہ) مروی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ مگر پہلی تکبیر میں ؛

حدیث (۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَفِی الْعِیْدَیْنِ وَعِنْدَ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَعِنْدَ عَرَفَاتٍ وَعِنْدَ جَمْعٍ وَعِنْدَ رَمْیِ الْجِمَارِ۔ یعنی کہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ اٹھائے جائیں ہاتھ کسی جگہ نماز میں مگر سات جگہ تکبیر اولیٰ میں۔ اور نماز عیدین کی تکبیروں میں۔ اور بوقت بوسہ دینے حجر اسود کے۔ اور صفا و مروہ میں۔ اور عرفات میں۔ اور مزدلفہ میں اور منا میں بوقتِ کنکر مارنے شیطان کے۔ نقل کیا ہے اس کو امام بیہقی اور صاحبِ ہدایہ نے باختلاف الفاظ کے اور صاحبِ کفایہ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ رفع یدین نماز میں نہ کیا جائے ؛

حدیث (۹) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ رَافِعُوْ

اَیْدِیْنَا فَقَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَذْنَابِ خَیْلٍ شُمْسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ نقل از مسلم وابوداؤد ونسائی وفتح المبین صفحہ ۴۰۳ (ترجمہ) جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ نکلے ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درآنحالیکہ ہم اٹھانے والے تھے اپنے ہاتھوں کو نماز میں۔ تو فرمایا آپ نے کہ کیا ہے مجھ کو کہ تمکو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں کو اسطرح ہو جیسے سرکش گھوڑوں کی دمیں ہلتی ہیں۔ ہاتھوں کو نماز میں مت اٹھاؤ۔ اور کہا صاحب فتح المبین نے کہ اس حدیث کو محمول کرنا رفع یدین پر بوقت سلام کے تخصیص بلا مخصص ہے ؛

حدیث (۱۰) حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یُوْنُسَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْبَکْرِ ابْنِ عَیَّاشِ بْنِ حُصَیْنِ بْنِ مُجَاھِدٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ بْنِ عُمَرَ فَلَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ تَکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی مِنَ الصَّلٰوۃِ۔ نقل از طحاوی (ترجمہ) فرمایا امام طحاوی نے کہ حدیث کی مجھ سے ابوداؤد نے۔ کہا انہوں نے خبر دی مجھ کو احمد بن عبداللہ بن یونس نے۔ کہا انہوں نے خبر دی مجھکو ابوبکر بن عیاش بن مجاہد نے۔ کہا انہوں نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے۔ سو انہوں نے رفع یدین نہ کیا۔ مگر پہلی تکبیر میں۔ اگر کسی صاحب نے زیادہ طلب اس بارہ میں دیکھنے ہوں تو فتح المبین کا مطالعہ کرے۔ فقط ؛

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ رفع یدین کی حدیثوں کے راوی قوی ہیں۔ یہ کیونکر ہے ؛

جواب : یہ محض ان کی دھوکا بازی ہے۔ کیونکہ اس بات کا فیصلہ مکہ معظمہ دار خناطین میں ہو چکا ہے۔ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی کا مناظرہ اس بارہ میں ہوا۔ سو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ غالب آئے۔ اور امام اوزاعی صاحب لاجواب ہوکر سکوت کر گئے۔ جسکا ذکر فتح القدیر وجواہر المنیفہ جلد اوّل صفحہ ۶۰ اور رسالہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ انصاف وکفایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے۔ اور علاوہ اسکے جو روایات بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہیں وہ تمام منسوخ ومتروک ومجروح ہیں (دیکھو پاکٹ بک حنفیہ) اور عبداللہ بن عمر نے اس فعل کو خود چھوڑ دیا ہے۔ جیساکہ حدیث نمبر ۱ میں گذر چکا ہے۔ اور صاحب فتح المبین بحوالہ نہایہ (عینی شرح بخاری) سے بایں طور لکھا ہے۔ اَنَّہٗ کَانَ فِیْ بَدْءِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ۔ یعنی ابتدائے اسلام میں رکوع وغیرہ رفع یدین تھا۔ پھر منسوخ ہوگیا ؛

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ رَاٰی رَجُلًا یُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَیَرْفَعُ یَدَیْہِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ الرَّاْسِ مِنْہُ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ اِنَّہٗ شَیْءٌ قَدْ تَرَکَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا فَعَلَہٗ۔ یعنی نہایہ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایک آدمی کو مسجد حرام میں دیکھا کہ نماز میں بوقت رکوع اور قومہ رفع یدین کرتا تھا۔ پس منع کر دیا اسکو حضرت زبیر نے۔ کہ یہ ایک موقعہ کا فعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ پھر اسکو ترک کر دیا

اور امام ذیلعی رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دس برس ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت کی ہے انکو اتنی مدت میں رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر پہلی تکبیر میں۔ اور نور الانوار صفحہ ۱۶۱ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ؛

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ خواہ نماز جہری ہو خواہ سرّی ہو جبتک امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جاوے نماز ہرگز جائز نہیں ہوتی۔ کیونکہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ جواب دو اجر لیگا ؛ راقم حسن محمد دارو گر حافظ آباد۔

جواب: امام کے پیچھے فاتحہ کا پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سرّی ہرگز جائز نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ یعنی جسوقت قرآن مجید پڑھا جاوے تم اسکو سنو۔ اور چپ رہو۔ تاکہ تم لوگ رحم کئے جاؤ۔ اس آیت سے دو حکم ثابت ہوئے۔ ایک سننا۔ دوسرا چپ رہنا۔ اور ہمارا عمل ہر دو حکم الٰہی پر ہے۔ کیونکہ ہم جہری نماز میں قرأت امام کانوں سے سنتے ہیں۔ اور منہ سے چپ رہتے ہیں۔ اور نماز سرّی میں سننا غیر ممکن ہے۔ لہذا ہم چپ رہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے۔ اَنَّ الْمَطْلُوْبَ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَمْرَانِ الْاِسْتِمَاعُ وَالْاِنْصَاتُ فَيُعْمَلُ بِكُلٍّ مِنْهُمَا وَالْاَوَّلُ يَخُصُّ وَالثَّانِيْ لَا يَجْرِيْ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ فَيَجِبُ السُّكُوْتُ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ مُطْلَقًا ؛

اور تفسیر حسینی و تفسیر عماد بن کثیر و تفسیر معالم التنزیل وغیرہ مفسرین نے لکھا ہے کہ مستند و معتبر و صحیح قول یہ ہے کہ آیت قرأت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ وہو ہذا۔ (۱) قَالَ عَلِيُّ بْنُ طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهٗ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ يَعْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ الْمَفْرُوْضَةِ یعنی یہ آیت نماز فریضہ میں نازل ہوئی (۲) ذَهَبَ جَمَاعَةٌ اِلٰى اَنَّهَا فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ۔ اور صاحب معالم نے اختلاف مخالفین کا بیان کرکے لکھا کہ وَالْاَوَّلُ اَوْلٰى وَهُوَ اَنَّهَا فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ ؛

اور مدارک میں ہے وَجُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ عَلٰى اَنَّهٗ فِي اسْتِمَاعِ الْمُؤْتَمِّ یعنی بڑا گروہ صحابہ کا اس بات پر ہے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ؛

اور حافظ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے اَخْرَجَ حُمَيْدٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْقِرَاءَةِ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ فَقَرَاَ قَرَاَ اَصْحَابُهٗ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَسَكَتَ الْقَوْمُ وَقَرَءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی روایت کی ہے عبد اللہ بن حمید اور بیہقی نے باب قرأت میں ابو عالیہ سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور قرأت فرماتے تو صحابہ بھی ساتھ ہی قرأت

کرتے۔ پس نازل ہوئی یہ آیت تو چپ ہو گئے۔ اور قرأت کی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ؛

اور اسی طرح تفسیر حسینی میں ہے جسکی عبارت سلطان الفقہ میں تحریر ہو چکی ہے۔ اور بھی بہت سی حدیثیں اس بات پر شاہد ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ یہ دونوں قرأتیں جمع ہو جائیں گی۔ تو یہ امر غیر مشروع ہو گا ؛

حدیث (۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ رواہ ابن ماجۃ و مؤطا امام محمدؒ یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھنا امام کا پڑھنا مقتدی کا ہے ؛

حدیث (۲) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَءَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا یعنی روایت ہے ابو موسیٰ اشعری سے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب امام پڑھے۔ تو تم لوگ چپ رہو ؛

حدیث (۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا رواہ ابو داؤد والترمذی ونسائی ومشکوٰۃ ۷۳ صفحہ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقرر کیا گیا ہے امام تاکہ پیروی کی جائے اسکی۔ پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی کہو اور جب وہ پڑھنا شروع کرے۔ تو تم اسکی قرأت کو سنو۔ اور چپ رہو ؛

حدیث (۴) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ لَا يَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ رواہ ابن عدی یعنی نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر بیشک امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھتے تھے ؛

حدیث (۵) سُئِلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالُوْا لَا يَقْرَءُ اَحَدٌ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ نقل از طحاوی شرح معانی الآثار وحاشیہ مشکوۃ صفحہ ۷۳ یعنی عبداللہ بن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبداللہ سے سوال کیا گیا کہ پیچھے امام کے کچھ پڑھا جاوے کہا تینوں اصحابوں نے کہ نہیں پیچھے امام کے نماز میں کچھ نہ پڑھا جاوے ؛

حدیث (۶) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ[1] اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَءَ مَعِیْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفًا فَقَالَ اَنَا رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ الخ نقل از ترمذی ونسائی وابو داؤد وابن ماجہ ومشکوۃ صـ۷۳ یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ چکے نماز جس میں جہر قرأت پڑھی جاتی ہے۔ پس

[1] وہابی جواب دیں کہ الحمد شریف قرآن ہے یا نہیں، اگر قرآن ہے تو قرآن کا پڑھنا امام کے پیچھے منع ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ (خادم شریعت)

فرمایا کیا پڑھا ہے کسی نے ساتھ میرے تم سے اب۔ پس بولا ایک شخص ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا آپ نے کہنا تھا میں کیا ہوا واسطے میرے کہ چھینا جاتا ہے مجھ سے قرآن مجید۔ پس کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ باز رہے لوگ پڑھنے سے ؛ الخ۔

حدیث (۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَءُ اَحَدٌ مَعَ الْاِمَامِ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ مَعَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَاْةُ اِمَامِهٖ وَكَانَ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَءُ مَعَ الْاِمَامِ یعنی کہا نافع نے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا کہ امام کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ تو فرماتے۔ کہ امام کا پڑھنا مقتدی کو کافی ہوتا ہے۔ اور خود ابن عمر جب امام کے ساتھ ہوتے۔ تو کچھ نہ پڑھتے ؛

حدیث (۸) اَنَّ سَعْدًا قَالَ رُدِدْتُ اَنَّ الَّذِیْ يَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فَمِهٖ جَمْرَةٌ۔ یعنی حضرت سعد کہتے تھے۔ کہ جو پیچھے امام کے پڑھے اسکے منہ میں انگیارہ ہو ؛

حدیث (۹) اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَيْتَ فِیْ فَمِ الَّذِیْ يَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ الخ از موطا امام محمد یعنی تحقیق فرمایا عمر بن خطاب نے کاش بیچ منہ اس شخص کے جو پڑھتا ہے پیچھے امام کے کنکریاں ہوں۔

حدیث (۱۰) اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ نقل از موطا امام محمد ص ۳۷ یعنی جابر بن عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ تحقیق فرمایا آپنے جس شخص نے پڑھی ایک رکعت پس نہ پڑھا اسمیں الحمد کو پس نماز نہ ہوئی مگر وہ رکعت ہووے پیچھے امام کے ؛

حدیث (۱۱) عَنْ مُوْسٰی ابْنِ سَعْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يُحَدِّثُهٗ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ نقل از موطا امام موسے بن سعد اپنے دادا سے حدیث کرتے ہیں تحقیق اس نے کہا کہ جو شخص پڑھے پیچھے امام کے اسکی نماز نہیں ہوتی ؛

حدیث (۱۲) حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْحَسَنِ مُوْسٰی بن ابی عائشة عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاْةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاْةٌ نقل از موطا آثار و مسند امام اعظم عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَصَحِيْحٌ سَنَدُهٗ فِی الْفَتْحِ ص ۱۴۶ قَالَ الْعَيْنِیُّ هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ اَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَاَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمُوْسٰی بْنُ عَائِشَةَ الْكُوْفِیُّ مِنَ الثِّقَاتِ الْاِثْبَاتِ مِنْ رِجَالِ الصَّحِيْحَيْنِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ مِنْ كِبَارِ التَّابِعِيْنَ نقل از جامع الآثار صفحہ ۳ یعنی حضرت جابر بن عبد

سے روایت ہے کہ بیشک فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جو شخص پیچھے امام کے ہو پس قرأت امام کی اسکی قرأت ہوتی ہے روایت کیا اسکو امام محمد نے اپنی موطا میں امام ابو حنیفہ سے ساتھ سند صحیح کے۔ کہا علامہ عینی نے کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔ چونکہ اسکا راوی موسیٰ بن عائشہ کوفی ثقات میں سے ہے۔ یہ حدیث صحیحین کی حدیثوں سے زیادہ صحیح ہے۔ اور عبداللہ بن شداد کبائر شامیوں میں سے ہے۔ اور کفایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ الحمد کا پڑھنا مقتدی کا خلاف دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اور صاحب فتح المبین نے عینی سے نقل کیا ہے کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے کہ مٹی بھر جائے اسکے منہ میں جو امام کے پیچھے پڑھے۔ وہ سنت پر نہیں۔ ذکر کیا اسکو صاحب طحاوی نے۔ اور کہا ابوبکر بن ابی شیبہ نے جو امام کے پیچھے پڑھے وہ فاسق ہے۔ اور یہ وہ ابی شیبہ ہے جو بخاری و مسلم کا استاذ ہے نقل از فتح المبین صـ۴۱۴ فقط ؛

اور علاوہ اسکے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ انثیٰ اصحاب فاتحہ خلف الامام سے سخت منع کرتے تھے۔ ان میں سے چند صحابہ کے اسما یہ ہیں۔ جابر بن عبداللہ۔ ابی سعید خدری۔ ابوہریرہ۔ ابن عبّاس۔ انس بن مالک۔ عبداللہ بن مسعود۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان بن عفان۔ علی بن ابی طالب۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ زید بن ثابت۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عباس۔ نقل از عینی و فتح المبین صفحہ ۴۰۷ پس اسلئے صاحب ہدایہ نے اسپر اجماع صحابہ کا قائم کیا ہے۔ اور جو حدیثیں غیر مقلد جواز فاتحہ خلف الامام کی پیش کرتے ہیں۔ وہ ضعیف اور ناقابل عمل ہیں۔ کیونکہ اسمیں خلاف قرآن مجید و آثار صحابہ و جمہور کے ہے ؛

سوال ؛ کیا غیر مقلد لوگ جو حدیثیں جواز فاتحہ خلف الامام یعنی امام کے پیچھے فاتحہ کے پڑھنے کے واسطے پیش کرتے ہیں ضعیف ہیں۔ اور خلاف قرآن مجید مذکور ہیں یا نہیں۔ جواب نمبروار دو ؛

وہ حدیثیں جو غیر مقلد جواز فاتحہ خلف الامام کے بارے میں پیش کرتے ہیں مفصلہ ذیل ہیں ؛

حدیث (۱) لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ؛ حدیث (۲) لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِھَا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ؛ حدیث (۳) مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَھِیَ خِدَاجٌ ؛

حدیث (۴) لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِھَا الخ ؛

حدیث (۵) نَحْنُ نَکُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ یعنی لوگوں نے کہا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ ابوہریرہ نے کہا اِقْرَأْ بِھَا فِیْ نَفْسِکَ ؛

جواب ؛ حدیث نمبر اول و دوم و سوم سے فاتحہ خلف الامام ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ انکے معنی یہ ہیں کہ جب فاتحہ نہ

پڑھی جاوے نماز نہیں ہوتی. سو یہ حکم صرف تنہا کے لئے ہے نہ خلف الامام کے وقت ۔ اور اسکے ہم سب لوگ حنفی المذہب قائل اور عامل ہیں. چنانچہ ابو داؤد قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ ۔ یعنی نہیں نماز ہوتی جو نہ پڑھے الحمد. پس زیادہ کیا سفیان نے جو اس حدیث کا راوی ہے. کہ یہ حکم واسطے اس کے ہے جو اکیلا نماز پڑھے ؛

اور کتاب جامع ترمذی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۲ میں صاف لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب انسان اکیلا نماز پڑھے۔ وہو ہذا ۔ اَمَّا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فَقَالَ مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اِذَا كَانَ وَحْدَهُ ۔ وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَيْثُ قَالَ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ اَحْمَدُ فَهٰذَا رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اِنَّ هٰذَا اِذَا كَانَ وَحْدَهُ ۔ (ترجمہ) لیکن امام احمد حنبل نے فرمایا کہ معنی اس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ یہ ہیں۔ کہ جب انسان اکیلا نماز پڑھے۔ اور استدلال انکا حدیث جابر سے ہے۔ کہا انہوں نے کہ جو شخص کوئی رکعت سوائے الحمد کے پڑھے۔ تو نماز اسکی نہ ہوگی۔ مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ کہا امام احمد بن حنبل نے کہ جابر بن عبداللہ ایک صحابی ہیں آپ کی ذات کے۔ پس انہوں نے مطلب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ یعنی پڑھنے والا جب اکیلا ہو ہاں اگر دو منٹ کیواسطے انکی بات کو تسلیم بھی کریں۔ تو پھر بھی ان دلائل سے نفی ذات نہیں نکلتی۔ بلکہ نفی کمال کی ہے چنانچہ علامہ عینی و صاحب مسعودی وغیرہ نے لکھا ہے لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ وَلَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ یعنی نہیں نماز کامل ہوتی مسجد کے ہمسایہ کی مگر مسجد میں۔ اور نہیں ایمان کامل اس شخص جس امانت میں خیانت کی۔ اگر اسکے ظاہر معنی لئے جائیں کہ ہمسایہ مسجد کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ اور جو امانتدار نہیں وہ بے ایمان ہے. تو پھر یہ قاعدہ جمہور علماء کے برخلاف ہوگا۔ حالانکہ اس امر کا کوئی عالم بھی قائل نہیں ؛ اور حدیث نمبر ۴ جسکے یہ معنی ہیں کہ نہ پڑھو کچھ مگر سورہ فاتحہ کیونکہ اسکے سوا نماز نہیں ہوتی۔ سو اس حدیث کے صحیح ہونے میں بہت اختلاف ہے کیونکہ بعض نے اسے صحیح لکھا ہے اور بعض نے ضعیف بھی کہا ہے. چنانچہ علامہ زیلعی نے لکھا ہے فَاَضْعَفَهُ اَحْمَدُ وَجَمَاعَةٌ یعنی اس حدیث کو امام احمد اور ایک جماعت نے ضعیف لکھا ہے۔ اور امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ حدیث استثنائیہ اسکا صحیح نہیں اور طریق اسناد اسکے میں محمد بن اسحاق بن یسار راوی ہے جو قابل سند بیان کرنے کے نہیں کیونکہ اسکے حق میں یحییٰ قطان جنکو تمام محدثین نے مانا ہے وہ محمد بن اسحاق کی نسبت لکھتے ہیں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِ

کَذَّابٌ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق بڑا جھوٹا آدمی ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو دجّال لکھا ہے اور سلیمان بن تیمی نے نیز اسکو کذاب کہا ہے۔ اور صاحبِ نسائی نے لکھا ہے۔ قوی نہیں ہے۔ اور دار قطنی نے اس سے دلیل پکڑنے کو منع کیا ہے۔ اور صاحبِ تقریب نے اسکو مدلّس لکھا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی کتاب الضعفاء الصغیر کے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے کہ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ غرضیکہ یہ حدیث نزدیک محدّثین اہل انصاف کے مضطرب ہے قابل عمل نہیں ؛ اور حدیث نمبر ۵ جو ابوہریرہ کا قول ہے کہ اِقْرَأْ بِهَا فِیْ نَفْسِكَ یعنی دل میں پڑھ سو اسکے معنی محدّثین نے تدبر اور تفکر کے لئے ہیں، چنانچہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ گلزار محمدی صفحہ ۷ کے حاشیہ پر لکھا ہے اَلْمُرَادُ بِهٖ هُوَ التَّدَبُّرُ فِی الْقَلْبِ لَا التَّلَفُّظُ بِاللِّسَانِ اور علاوہ اسکے خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسکے برخلاف روایت بیان کی ہے ؛

سوال : مذہب چکڑالوی کی نماز کسطرح پر ہے۔ اور اسکا ثبوت کیا ہے؟ اور کیا یہ نماز موافق حکم خداوند کریم کے ہے۔ یا حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ یا صرف عبداللہ چکڑالوی کے گھر کی بنی ہوئی ہے۔ جواب دو اجر پاؤ گے ؛

جواب : نماز چکڑالویوں کی صلوٰۃ القرآن جو انہی کی بنی ہوئی ہے اسمیں بایں طور مسطور ہے (تکبیر اُولیٰ) مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ پ۲۱۔ سبحانک اللّٰھمّ کی بجائے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وغیرہ۔ اور رکوع کی تسبیح یہ ہے سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وغیرہ پ۱۵ التحیات ان کا یہ ہے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا الخ وغیرہ دعائیں مذکور ہیں۔ نماز کی نیت یوں ہے وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا۔ اور درود یہ ہے سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ اور سلام یہ مقرر کر رکھا ہے۔ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

یہ نماز جو عبداللہ چکڑالوی نے اپنے زعم سے تیار کی ہے اسکا ثبوت قرآن مجید کی آیات بیّنات کے سیاق و سباق سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کہیں خداوند کریم نے اپنے حبیب کو بایں طور فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رکوع اور سجود اور التحیات اور بوقتِ تکبیر اولیٰ وغیرہ مقامات میں یہ آیات پڑھا کر۔ اور اپنی امت کو بھی اسی طرح تعلیم نماز کی دیا کر۔ اگر کوئی چکڑالوی صاحب بایں الفاظ قرآن مجید سے دکھا دے۔ تو مبلغ ایک صد روپیہ انعام لے ؛

اور مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد امرتسری نے اپنے رسالہ دلیل الفرقان صفحہ ۶ میں نماز ایجاد شدہ کا مفصل جواب تحریر کر دیا ہے۔ لہذا فقیر کو دوبارہ جواب تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور علاوہ اسکے مولوی صاحب مذکور نے یہ سوال بھی چکڑالویوں پر کیا ہے جسکا جواب اب تک ان کی طرف سے نہیں ملا۔ اور وہ سوال یہ ہے ؛

لائن ساری صلوٰۃ قرآنی پر ہمارا ایک ہی سوال ہے۔ اور وہ اسکا جواب دیں۔ اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ تمام ملا قرآنی مل کر بھی چاہیں۔ تو نہ دے سکیں گے۔ اور ہم بھی انہی کی تائید میں ہمیشہ مضمون لکھا کریں گے۔ وہ سوال یہ ہے کہ یہ آیات جو آپ نے موقعہ بموقعہ کے لئے انتخاب کی ہیں۔ سو یہ انتخاب آپ نے محض اپنی رائے سے اور اجتہاد سے کیا ہے۔ یا قرآن مجید کی کسی آیت سے۔ اگر اپنی رائے سے کیا ہے۔ تو کیا دوسرے شخص کا بھی حق ہے کہ ان کے علاوہ اور آیات ان کی بجائے تجویز کرے۔ اسی طرح تیسرے کا چوتھے کا۔ پھر پانچویں کا۔ علیٰ ہذا دنیا بھر کے جہلا کو جانے دو۔ علماء کا حق ہے کہ اپنی اپنی سمجھ کے موافق آیات انتخاب کر کے علیحدہ علیحدہ نماز تجویز کر سکتے ہیں۔ پھر کیا سب نمازوں کا نام صَلٰوۃُ الْقُرْاٰن ہی رکھیں گے۔ اور یہ بھی دعویٰ کریں گے کہ قرآن نے سب احکام مفصّل بیان کر دئے ہیں۔ ایسے ہو تو کسی کو ان کے سمجھنے میں شک نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث کی کوئی حاجت نہیں۔ اور اگر یہ انتخاب کسی آیتِ قرآنی سے ہے۔ تو وہ کونسی آیت ہے ؟

(نوٹ) انشاء اللہ تعالےٰ اقسام وحی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جلد چہارم میں مفصّل تحریر کیا جائیگا ؛

سوال :- اہلسنت والجماعت کی نماز قرآن میں کسطرح پر ہے۔ اسکا ثبوت دو۔

جواب : اسکا ذکر اسی جلد میں ہو چکا ہے اور مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری نے بھی اپنے رسالہ میں اسی طرح تحریر کر دیا ہے۔ كَبِّرْ پ۱۵، قُوْمُوْا لِلّٰهِ پ۳، اِرْكَعُوْا پ۱، اُسْجُدُوْا پ۱۷، قِيَامًا وَّقُعُوْدًا پ۳، سَبِّحِ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ پ۲۷، سَبِّحِ بِاسْمِ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پ۳۰، فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ پ۲۹ ؛

پس یہ وہ نماز ہے جو خداوند کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی سکھلائی۔ اور آئمہ دین اس نماز کو پڑھتے چلے آئے ہیں۔ پس ہمکو بھی اسلئے اسی طرح حکم ہوا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ پ۲۱ کہ تم ایماندار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے لئے نیک نمونہ ہے وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

اِسْتِفْتَاء

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص مسمی کرم الٰہی ناگی غیر مقلد علاقہ سیالکوٹ ساکن موضع کوٹلی لوہاراں غربی نے ایک کتاب بطرز کامن بنائی ہے۔ اور کامن کرم الٰہی ناگی سے مشہور ہے اور اسمیں لکھا ہوا ہے کہ میلاد کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدعت ہے۔ اور بوقتِ میلاد مبارک آپکی روح مبارک نہیں آتی۔ اور اسقاط کرنا اور وظیفہ یا شیخ عبد القادر۔ یا علی مشکل کشا کرنا۔ اور عورتوں کو بیعت کرنا۔ اور تقلید شخصی کرنا۔ اور حنفیوں کو مشرک و کافر کہنا۔ اور نقشبندی وغیرہ خاندانوں کو بدعتی و مشرک کہنا۔ اور تصور پیر کرنا۔ غرضیکہ ان تمام افعال کو بدعت و حرام و شرک لکھدیا ہے۔ اور یہ سب

جماعت علی شاہ صاحب فاضل اجلّ اور بزرگ اکمل کی سخت توہین کی ہے۔ شاید علمائے دین کی نظر سے یہ کتاب گذری ہوگی۔ کیا ایسی کتاب عورتوں کو پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے یا حرام۔ اور اگر حرام ہے تو پھر ایسی کتاب کو کس لئے گورنمنٹ میں درخواست دیکر بند نہیں کرایا جاتا۔ اور اگر اسطرح بند نہیں کرایا جاتا تو پھر اسکا جواب دیں تاکہ عوام الناس اس سے فائدہ حاصل کریں اور کتاب مذکور سے کنارہ کریں ؂

السائل خاکسار سلطان احمد از کمالپور علاقہ لائلپور متصل سٹیشن سالار والا۔

جواب:۔ بیشک یہ کتاب بندہ کی نظر سے گذری ہے۔ اس کتاب کا پڑھنا پڑھانا عورتوں کو ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ اسمیں توہین رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور علمائے دین وصوفیائے کرام کی موجود ہے۔ اور جو آیات اسمیں درج ہیں۔ وہ تمام کفار مکہ وبُت پرستوں اور بتوں کی مذمت کے بارہ میں نازل ہوئی تھیں۔ سو مؤلف کتاب نے انکا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور اولیائے عظام کو قرار دیا ہے۔ وہو ہٰذا۔ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَکُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ (ترجمہ) اور جنکو پکارتے ہو اسکے سوا وہ مالک نہیں ایک چھلکے کے۔ اگر تم انکو پکارو۔ وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے۔ اور اگر سنیں نہیں پہنچیں تمہارے کام پر ؂

غرضیکہ مؤلف نے جو آیات اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ وہ سب کی سب بے موقعہ اور بے محل درج کی ہیں۔ اور خواہ مخواہ زور دیکر بزرگان اسلام کو انکا مصداق بنایا ہے اور مسلمانان حامیٔ دین کو مشرک وبدعتی لکھ مارا ہے۔ ؎

خدایا مفتری را روسیاہ کن ، زقہرِ قہرداں خود تباہ کن

ان اعتراضوں کا جواب جلد اول سلطان الفقہ وعقول زندگی در جواب اصولِ زندگی میں مفصل دیا گیا ہے جنکو شک ہو دیکھ لیں۔ اور بیعت کرنا عورتوں کو بایں طور جائز ہے کہ شیخ کپڑے کا دامن عورتوں کو حجاب میں بٹھا کر ان کے ہاتھ میں پکڑائے اور شرک وبدعت ومنہیات وغیرہ کے ترک کرنے پر تلقین کرے۔ اور گناہ صغیرہ وکبیرہ سے توبہ کرائے اور ان سے اس بات کا اقرار لے کہ آئندہ ان منہیات پر عمل نہ کرنا ہوگا۔ اور احکامِ خدا ورسول علیہ السلام پر عمل کرنا ہوگا۔ اور بیعت کرنا عورتوں کا قرآن کریم پارہ ۲۸ میں بایں طور مذکور ہے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ الخ ؂ اور حدیث شریف بھی اس پر شاہد ہے چنانچہ طبرانی وبیہقی وابوداؤد سے صاحبِ نور مکمل سورۂ مزمل صفحہ ۲۳۷ میں امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہ جمع کرو عورتیں اہل انصار کو ایک گھر میں۔ پس جب جمع ہوئیں سب عورتیں تو حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازے کے باہر بیٹھ کر انکی طرف کپڑے کا دامن کیا۔ اور کہا پکڑو اسکو اور بیعت کرو۔ اسبات پر کہ ہم شرک اور بدعت اور برے کام نہ کریں گی ؛

اور ایک روایت حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری میں بایں طور مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قولی بیعت عورتوں سے لی ؛

اور ایک روایت بخاری میں بایں طور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ ایک باندی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ہاتھ پکڑ کر جس جگہ چاہے گئی عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ اَمَةٌ مِنْ اِمَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ تَاْخُذُ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَاءَتْ رواہ البخاری۔ پس ان دلائل قاطع سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو بیعت کرنا جائز ہے۔ اور اس سے انکار کرنا گمراہوں کا کام ہے ؛

اور علاوہ اسکے امید ہے کہ حضرت زبدۃ العلماء پیر جماعت علی شاہ صاحب کتاب کا من کرم الٰہی ناگی اور زلیخا عبد الستار اور اصولِ زندگی دلہوئے غسلین کو زیر نظر فرما کر بہت جلدی کوئی تجویز فرماویں گے۔ کیونکہ یہ انہی کا فرض ہے

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز فجر اور عصر و مغرب پڑھ چکا ہو پھر جماعت مل جائے تو اسمیں شریک ہو جانا اسکو جائز ہے۔ یہ کیونکر ہے۔ اسکا جواب حدیث شریف سے دو ؛

جواب : مذہب حنفی میں ان تینوں نمازوں میں بعد ادا کرنے نمازوں کے جماعت میں شریک ہونا جائز نہیں چنانچہ صحیح مسلم میں ابو امامہ سے حدیث مذکور ہے صَلِّ الصُّبْحَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ (ترجمہ) یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ صبح کی نماز پڑھو بعد اسکے نہ نماز پڑھو یہاں تک کہ آفتاب طلوع کرے۔ اور سنن بیہقی صاحب نصر نے صفحہ ۶۰ میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بایں طور حدیث نقل کی ہے كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ اِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد نفل پڑھتے تھے۔ مگر فجر اور عصر کے نہیں پڑھا کرتے تھے ؛

اور ابی سعید خدری سے مسلم نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ الخ (ترجمہ) یعنی نماز نفلوں کی جائز نہیں بعد نماز صبح کے جب تک سورج طلوع نہ کرے۔ اور نہ بعد عصر کے جب تک سورج غروب نہ ہو ؛ اور بخاری میں ہے کہ کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ منع کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان ہر دو وقتوں کے بعد نماز پڑھنے کو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ؛

لے یہ حدیث بخاری سے اہل حدیث کے لئے لی گئی ہے۔ ورنہ اہلسنت والجماعت کے ہاں قابلِ عمل نہیں ؛

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب میں اندھے کی امامت مکروہ ہے۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: صاحبِ درّ مختار نے لکھا ہے کہ اندھے کی امامت اسوقت مکروہ تنزیہی ہے کہ اگر اس قوم میں اور کوئی ایسا عالم اور پرہیزگار مثل اسکے ہو۔ ورنہ اندھے کی امامت جائز بلاکراہت ہوگی ؛

اور صاحب نصرۃ المجتہدین نے صفحہ ۱۲۹ میں بحرالرائق سے نقل کیا ہے قَیَّدَ کَرَاھَۃِ اِمَامَۃِ الْاَعْمٰی فِی الْمُحِیْطِ وَغَیْرِہٖ بِاَنْ لَّا یَکُوْنَ اَفْضَلَ الْقَوْمِ فَاِنْ کَانَ اَفْضَلَھُمْ فَھُوَ اَوْلٰی۔ (ترجمہ) یعنی مقید کیا ہے اندھے کی امامت کے مکروہ ہونے کو محیط وغیرہ میں ساتھ اسکے کہ نہ ہووے اندھا بہتر لوگوں سے۔ اور اگر اندھا اور لوگوں سے علم میں زائد ہو۔ پس اسکا امام ہونا بہتر ہے ؛

اور حدیثوں میں جو آیا ہے کہ آپنے اُم مکتوم اور عتبان کو امامت مدینہ کی سپرد کی۔ تو اسکی بھی یہی وجہ تھی کہ تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین جو صحیح وسلامت تھے جنگوں میں آپ کے ساتھ اپنی جانوں کو نثار کرنے کے لئے چلے گئے تھے اور باقی مدینہ کے رہنے والوں سے وہی بہتر اور علم میں زائد تھے۔ اسلئے آپ نے انکو ہی خلیفہ مقرر فرمایا۔ ہکذا فی نہر فائق و نصرۃ وغیرہ ؛ اور فتاوٰی جامع الفوائد صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے اِمَامَۃُ الْاَعْمٰی جَائِزٌ وَالْبَصِیْرُ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ یعنی اندھے کی امامت جائز ہے اور افضل اس سے بینا ہے ؛

اور جن لوگوں نے اندھے کی امامت کو مکروہ لکھا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ اکثر اندھے نجاست میں رہتے ہیں۔ اگر ایسے نہ ہوں تو ان کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز ہے۔ جیساکہ کتب مبسوطہ میں مسطور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

سوال: جو شخص کہ عاق والدین اور استاد اور مرشد کا ہو اسکی امامت جائز ہے یا نہیں۔ اور عاق کن امور سے ہوتا ہے؟

جواب: ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ تاوقتیکہ وہ ان سے راضی نہ ہو جائیں۔ اور توبہ خالص نہ کرے۔ چنانچہ جامع المتفرقات وجامع العجائب سے صاحب انتباہ نے بایں طور عبارت نقل کی ہے رُوِیَ اَنَّ السَّلَفَ رِضْوَانَ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ کَانُوْا لَا یُصَحِّبُوْنَ مَعَ مَنْ یَّجْلِسُ فِیْ مَجْلِسِ الْعَاقِّ وَلَا یُصَلُّوْنَ خَلْفَھُمْ مَخَافَۃً بِاقْتِدَائِہٖ قَالُوْا وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ فَھُوَ مَعَ عَاقٍّ (ترجمہ) یعنی متقدمین رحمہم اللہ تعالٰے ان لوگوں سے مل کر نہیں بیٹھتے تھے جو عاق کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ اور نہ ہی ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اس خوف کے مارے کہ اسکا اقتدا نہ ہو جائے یعنی ہم ان کے پیرو خیال نہ کئے جائیں۔ پس فرمایا کرتے تھے جس نے ایسا کیا پس وہ عاق ہے ؛ اور فتاوٰی جامع الفوائد صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے وَلَا یَجُوْزُ شَھَادَۃُ الْعَاقِّ وَاِمَامَتُہٗ وَلَا یَسْقُطُ عَدَالَتُہٗ وَلَا یُعْتَبَرُ قَوْلُہٗ وَلَا یُعْمَلُ بِفَتْوٰتِہٖ لَوْ کَانَ مُفْتِیًا یَعْنِیْ اِنَّ الْعُقُوْقَ مِنَ الْکَبَائِرِ الْمَنْصُوْصَۃِ الْمُسْقِطِ لِلْعَدَالَۃِ نقل از تحفۃ الفقہاء غانیہ یعنی

عاق کی گواہی اور امامت اور عدالت شرعاً منظور اور جائز نہیں۔ اور نہ ہی اسکا فتویٰ قابل عمل ہے ؛

اور مختار الفتاویٰ میں بایں طور لکھا ہے وَيَنْبَغِيْ لِلْمُتَعَلِّمِ اَنْ يُعَظِّمَ اُسْتَاذَهٗ لِاَنَّ فِيْ تَعْظِيْمِهٖ بَرَكَةً وَمَنْ لَّمْ يُعَظِّمْ شِئْتُمْ فَهُوَ عَاقٌّ لَا تُقْبَلُ صَلٰوتُهٗ وَلَا اِمَامَتُهٗ وَيَفُوْرُ وَيَشْهَدُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى فِيْ زَمَانِنَا ؛ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۲۵ میں لکھا ہے کہ جو شخص عاق استاذ کا ہے اسکی نذ بوجہ اور امامت اور عدالت نزدیک امام صاحب و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالےٰ کے جائز نہیں ؛

اور صاحب عجائب الاخبار نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے کہ حق استاذ کا فرض ہے جو اس سے منکر ہو وہ کافر ہے حَقُّ الْاُسْتَاذِ فَرْضٌ مَنْ اَنْكَرَ مِنَ الْفَرْضِ فَقَدْ كَفَرَ الخ از انتباہ ؛

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۲۵ میں بدیں مضمون عبارت درج ہے۔ نقل است از امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و فتاویٰ کابل میگوید کہ عاق آں را گفتہ اند کہ استاذ شاگرد را امر معروف نمائد چنانچہ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و غیرآں اگر طاقتِ آں دارد و شاگرد ابا آرد و منحرف گردد و یا طریقۂ شریعت گذشتہ بر راہ ضلالت و بدعت و خمر خوری و بنج و بوزہ نوشیدن استقامت کند۔ و یا بمنکوحہ و یا بمادر و یا بخواہرِ استاد بنظر شہوت بیند۔ و یا در مذمت و غیبت اشتغال نمائد آنگاہ و عاق شود۔ و عقب او نماز درست نمیشود۔ و شہادتِ او در محکمۂ عدالت جائز نہ بود۔ و بغیر اینہا بافعالِ دیگر عقوق نشود ؛ الخ

اور اسی فتاویٰ میں لکھا ہے کہ وَلَا تُقْبَلُ عِبَادَتُهٗ اِنْ كَانَ الْاُسْتَاذُ مِمَّنْ تَعَلَّمَ مِنْهُ حَرْفًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ تَعَلَّمَ مَسْئَلَةً مِنَ الْمَسَائِلِ الْفِقْهِ اَوِ الْحَدِيْثِ اَوِ النَّصِيْحَةِ مِنَ الْحَسَنَاتِ اَوِ الذِّكْرِ اَوْ لَقَّنَ كَلِمَةً طَيِّبَةً كَذَا فِي الشَّرِيْعَةِ ؛

پس طالبانِ حق کو لازم ہے کہ بزرگانِ دین کی تعظیم و تکریم بجالائیں۔ مثنوی۔

کیف تد ظل نقشِ اولیاء است ، گو دلیلِ نور خورشید خدا است

بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد ، بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

اور مشکوٰۃ شریف باب مساجد میں بایں مضمون حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا امام تھا اس نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اسکے پیچھے نماز مت پڑھو کیونکہ اس نے اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول کو ایذاء دی ہے ؛

اور فتاویٰ ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عاق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے۔ وہو ہذا وَلَا يَجُوْزُ الْاِقْتِدَ

عَلیٰ عَاتِقِ الْاُسْتَاذِ بِالْاِجْمَاعِ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔:۔

سوال :۔ بے غیرت اور دیوث کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ نہیں جائز۔ چنانچہ کتاب مختصر شافی و فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۴ میں مذکور ہے۔ فَاِذَا خَرَجَتِ الْمَرْاَۃُ مِنْ بَیْتِ الزَّوْجِ عَلیٰ رَضَائِہٖ وَلَا یَمْنَعُھَا فَھُوَ دَیُّوْثٌ لَا یَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ خَلْفَہٗ لِاَنَّھَا مَا اُمِرَتْ بِالْقَرَارِ فِی الْبَیْتِ (ترجمہ) یعنی جب کہ عورت گھر سے نکلے اور مرد منع نہ کرے۔ تو وہ مرد دیوس ہے۔ اسکے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

سوال :۔ قرأت کتنے آواز بلند سے پڑھنی چاہیے۔ اور قرأت میں سُرمیں بنا بنا کر قرآن شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : بیشک اسقدر بلند پڑھنا جائز ہے کہ پڑھنے والے کو تکلیف محسوس نہ ہو۔ چنانچہ موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں حدیث مذکور ہے۔ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ کَانَ یَجْھَرُ بِالْقِرْاَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ وَاَنَّہٗ کَانَ یَسْمَعُ قِرْاَۃَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عِنْدَ دَارِ اَبِیْ جَھْمٍ قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْجَھْرُ بِالْقِرْاَۃِ اَنْ یَّجْھَرَ بِحَیْثُ یَجْھَرُ بِہٖ بِالْقِرْاَۃِ حَسَنٌ مَا یَجْھَدُ الرَّجُلُ نَفْسَہٗ الخ یعنی تحقیق حضرت عمر بن خطاب ایسا نماز میں قرأت کو پکار کر پڑھتے تھے۔ کہ سنتے تھے وہ نزدیک دار ابی جہم کے اور کہا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ زور سے قرأت نماز میں پڑھنی چاہیئے۔ جن نمازوں میں پکار کر پڑھنے کا حکم ہے۔ مگر جب تک کہ پڑھنے والے کو تکلیف نہ ہو ۔

اور صاحب جامع الفوائد نے صفحہ ۳۵ میں بایں طور تحریر کیا ہے۔ امام بلند بخواند کہ صف اول بشنود و سخت بلند بخواند الخ ۔

اور اگر کوئی شخص قرآن مجید میں خوش الحانی برائے حصول ثواب و کمالیت ترتیل بلا تکلف اقتضاء طبیعت کے پڑھے۔ اور رعایت اخفاء اور اظہار اور غنہ اور قلقلہ وغیرہ حروف بھی کرے تو یہ تغنی جائز بلکہ مسنون ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ یَجْھَرُ بِہٖ (ترجمہ) یعنی نہیں سنتا اللہ تعالےٰ کسی چیز کو مثل نبی کی آواز کے کیونکہ وہ خوش آوازی سے پڑھتا ہے قرآن کو ۔

اور ابن ماجہ و دارمی وغیرہ میں مروی ہے۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ۔ یعنی زینت دو قرآن کو آوازوں سے ۔

اور ایک روایت میں اسطرح بھی آیا ہے سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ

فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ یَزِیْدُ الْقُرْاٰنَ حَسَنًا (رواہ الدارمی) یعنی براء بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اچھی طرح پڑھو قرآن کو ساتھ آوازوں کے اسواسطے کہ خوش آوازی زیادہ کرتی ہے قرآن کی خوبی کو ؛

اور ایک روایت بخاری میں اسطرح بھی مذکور ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ یعنی کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہیں وہ شخص ہمارے کامل طریقہ پر جو نہ خوش آوازی کرے ساتھ قرآن کے ؛

اور ایک دن کا ذکر ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ کہ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکی قرأت سن رہے ہیں۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر مجھ کو پتہ ہوتا تو میں ضرور قرأت قرآن مجید کی خوش الحانی سے کرتا ؛ پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ خوش الحانی و ترتیل و تحسین صوت سے قرآن شریف کا پڑھنا جائز ہے۔ اور اس سے کسی سلف صالحین نے انکار نہیں کیا۔ اور جو خوش الحانی اقتضاء طبیعت سے صادر نہ ہو بلکہ اظہار اسکا بناوٹ اور مطابق قواعد الحان موسیقی اور حرفوں اور شدّوں اور مدّوں میں کمی اور زیادتی پیدا ہو جائے تو ایسی خوش الحانی حرام اور مکروہ نزدیک سلف صالحین کے ہے چنانچہ شرح منیر الکبیر میں امام سرخسی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے اِنَّہٗ کَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکْرَہُ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ الْقِرَاٰۃِ یَعْنِی الْقُرْاٰنِ وَالْوَعْظِ الخ

اور مشکوٰۃ شریف میں ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھو قرآن مجید کو مطابق الحان عرب کے اور ان کی آواز کے۔ اور بچو تم طور اہل عشق اور اہل کتاب کے سے۔ کیونکہ وہ بطور موسیقی کے پڑھتے ہیں۔ اور آئے گا وہ زمانہ کہ وہ قرآن پڑھیں گے اوپر طریقہ نوحہ اور راگ کے۔ پس حالیکہ انکے حلقوں میں نہ تجاوز کرے گا قرآن یعنی انکو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور فتنہ میں رہیں گے ؛ واللہ اعلم بالصواب ؛

سوال :- امام اور مؤذن کو اجتماع اہل محلہ کے نماز کے لئے کسی امیر کے واسطے انتظاری کرنا جائز ہے۔ یا حرام ہے ؛

جواب : انتظاری کرنا بعد اجتماع محلہ کے نماز میں امراء وغیرہ کے لئے ناجائز ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص شریر اور فساد ہو تو دفع شر اور فساد کے لئے فقہاء نے انتظاری کرنا جائز لکھا ہے۔ وہو ہذا۔ لَا یَنْتَظِرُ الْاِمَامُ وَالْمُؤَذِّنُ اَوْ اَحَدٌ بِعَیْنِہٖ بَعْدَ اِجْتِمَاعِ اَھْلِ الْمَحَلَّۃِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ شَرِّیْرًا فِی الْوَقْتِ سَعَۃٍ فَیُعْذَرُ الخ لَا یَنْتَظِرُ لِاَنَّ الْمَحَلَّۃَ لِاَنَّ فِیْہِ رِیَاءً وَّاِیْذَاءً نقل از جامع الرموز و قنیہ و اشباہ و شرح منیہ و فتاویٰ جامع الفوائد ص ۳۵ ج ۱

سوال :- نماز تراویح میں اگر امام نابالغ ہو۔ تو بالغ اسکی اقتداء کریں یا نہ ؛

جواب :۔ اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے لیکن صحیح تر یہ ہے کہ نابالغ کی اقتدا نہ کریں ۔ اور اسی پر فتویٰ ہے نقل از ترغیب الصلوٰۃ و خزانہ و فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۳۴ فقط ۔:

سوال :۔ اگر کوئی شخص فرض عشاء کے پڑھ چکا ہو ۔ پھر نماز تراویح امام کے ساتھ پڑھے یا نہ ؟

بقلم خود عمر الدین ولد حاجی نظام الدین فتحریحاں

جواب :۔ بیشک اس مسئلہ میں اختلاف ہے ۔ لیکن صحیح تر یہ ہے کہ جماعت تراویح دو ترووں میں اسکو شریک ہو جانا صورت بالا میں جائز ہے ۔ چنانچہ علامہ ابراہیم حلبی نے شرح منیہ میں لکھا ہے ۔ اِذْ لَمْ یُصَلِّ الْفَرْضَ مَعَ الْاِمَامِ قِیْلَ لَا یَتْبَعُہٗ فِی التَّرَاوِیْحِ وَلَا فِی الْوِتْرِ وَکَذَا اِذَا لَمْ یُصَلِّ مَعَ التَّرَاوِیْحِ لَا یَتْبَعُہٗ فِی الْوِتْرِ وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ اَنَّہٗ یَجُوْزُ اَنْ یَّتْبَعُہٗ فِیْ ذٰلِکَ کُلِّہٖ ہٰکَذَا فِی فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۷۶ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وتر امام کے کیساتھ نہ پڑھے ۔ ہکذا فی الحواشی ۔ لیکن قول اول بہت صحیح ہے ۔

واللہ اعلم بالصواب ۔:

سوال :۔ کسی شخص نے نماز تراویح پڑھ لی ہو ۔ یا کچھ امام کے ساتھ پڑھی ہو ۔ تو پھر وہ وتر امام کے ساتھ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں ؟۔

جواب :۔ بیشک اسکو ہر صورت میں امام کے ساتھ وتر پڑھنے جائز ہیں ۔ چنانچہ فتاویٰ قنیہ و ابوالمکارم و فتاوی عالمگیر میں لکھا ہے ۔ وہو ہذا ۔ وَاِذَا صَلّٰی مَعَہٗ شَیْئًا مِنَ التَّرَاوِیْحِ اَوْ لَمْ یُدْرِکْ شَیْئًا مِنْھَا اَوْ صَلّٰی مَعَ غَیْرِہٖ لَہٗ اَنْ یُّصَلِّیَ الْوِتْرَ مَعَھُمْ ھُوَ الصَّحِیْحُ ۔ نقل فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۷۶ و جامع الفوائد صفحہ ۴۳ ۔

سوال :۔ دیوار یا صحن یا سقف مسجد پر تیمم جائز ہے یا نہیں :

جواب :۔ اسمیں اختلاف ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ نہ کیا جائے ۔ کیونکہ مسجد جائے ادب و تخفف برائے نماز ہکذا فی فتاویٰ سعدیہ صـ۱۸ :

سوال : تیمم کتنی ضرب ہیں ۔ حدیث سے جواب دو ۔

جواب : دو ضربیں ہیں ۔ ایک ہاتھوں کے لئے ۔ اور ایک منہ کے لئے ۔ جیسا کہ دار قطنی و طبرانی میں حدیث مذکور ہے اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ التَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِلْیَدَیْنِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تیمم دو ضربیں ہیں ایک ضرب واسطے منہ کے اور ایک واسطے ہاتھوں کے کہنیوں تک فقط :

سوال : علمائے دیوبند کے عقائد کیا ہیں۔ انکی کتابوں کی بعینہٖ عبارت تحریر کریں۔ تاکہ ناظرین کو یقین آجائے ؛

جواب : ان کے اکثر عقائد تاریخ وہابیہ دیوبندیہ وکوکبۂ شہابیہ وحسام الحرمین وغیرہ رسالوں میں درج ہیں۔ اور ان کے ایمان وغیرہ پر علمائے دین مکہ معظمہ کی مواہیر بھی لگی ہوئی ہیں۔ لیکن مختصر طور پر فقیر بھی انکے عقائد باطلہ کو نمبروار انہی تصنیفات سے بعینہٖ عبارت درج کر دیتا ہے۔ وہو ہذا ؛

عقیدہ (۱) شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ بعینہٖ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی ؛

عقیدہ (۲) شیطان کو یہ وسعتِ علم نص سے ثابت مان کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننے والے کو یوں کہنا کہ تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ بعینہٖ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ ؛

عقیدہ (۳) بعض علوم غیب مراد ہیں تو اسمیں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ بعینہٖ از کتاب حفظ الایمان صفحہ ۷ مصنفہ مولوی اشرفعلی تھانوی ؛

عقیدہ (۴) بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو۔ تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ صفحہ ۳ تحذیر الناس قاسم نانوتوی ؛

عقیدہ (۵) عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ کتاب ایضاً صفحہ ۲۳ ؛

عقیدہ (۶) عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ انکے عقائد عمدہ تھے۔ حنبلی مذہب تھا۔ ان کے مقتدی اچھے ہیں ؛ اور علاوہ انکے اور بہت سے عقائد ہیں مثلاً مجلسِ میلاد مبارک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنم گھنیا کا سوانگ ہے۔ براہین قاطعہ صفحہ ۱۴۸۔ وتر کی ایک رکعت کو قوت ہے۔ براہین صفحہ ۴ جسکو ایک وقت کی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اس سے حج ساقط ہے۔ براہین صفحہ ۳۷۔ سطر ۱۹۔ دیسی کو احلال ہے۔ خدا پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ براہین صفحہ ۲۰۔ مطبوعہ بلالی سنہ ۱۳۲۱ھ ۱۴ رمضان کو چھپی ہے ؛

نوٹ :۔ باقی عقائد فرقہ غیر مقلدین کے معہ جوابات انشاء اللہ جلد چہارم میں بیان ہونگے ؛

سوال :۔ مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری اپنے رسالہ اہلحدیث میں لکھتا ہے کہ ہم عبدالوہاب نجدی کے پیرو نہیں بلکہ بعض افراد بھائی ہمارے اسکی بود و باش سے بھی ناواقف ہیں۔ اور یہ محض انکا جھوٹ اور دل آزاری کا سبب ہے۔

جواب :۔ بیشک یہ فرقہ وہابیہ غیر مقلدین محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پیرو ہے۔ کیونکہ انکے عقائد اور انکے عقائد مساوی ہیں۔ بلکہ بہت سے عقائد ان سے بڑھکر نوبتِ کفر پہنچ چکے ہیں جنکا ذکر مفصل فقیر نے سیف النعمان علیٰ اہل الطغیان میں نمبروار تحریر کر دیا ہے۔ اور یہاں صرف بطور نمونہ ابن عبدالوہاب کے رسالہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ تاکہ ناظرین خود اس پر قیاس کرلیں اور سمجھ لیں کہ کون لوگ ان کے پیرو ہیں۔ وہوہذا۔ فَمَنْ اعتقد انّہ اِذا ذکر نبی فیطلع هو علیہ صار مشرکا وهذا الاعتقاد شرك سواء کان مع نبی اوولی اوملك اوجنی اوصنم اووثن وسواء کان یعتقد حصولہ بذاتہ او باعلام اللّٰہِ تعالیٰ بای طریق کان یصیر مشرکًا و من اعتقد النبیّ وغیرہ ولیہ وشفیعہ فهو ابوجهل فی الشرك سواء امّا السّابقون فاللات والسواع والعزی واما اللاحقون محمّد وعلی وعبد القادر ولم یقل فی حاجتہ یااللّٰہُ وقال یا محمد وان اعتقد عبدًا غیر متصرف فی الکل صار مشرکًا وکفاك قدوۃ فی ذٰلك شیخنا تقی الدین ابن تیمیہ وقد ثبت ان السفر الی قبر محمّد ومشاهدہ ومساجد واثارہ وقبر ولی وسائر الاوثان شرك اکبر الخ نقل از عجالہ صفحہ ۲۹۔ یعنی جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اسپر مطلع ہو جاتا ہے۔ تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کسی نبی کے ساتھ ہو۔ یا ولی یا فرشتہ یا جن یا بھوت یا صنم یا بُت کے ساتھ ہو۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اسکا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے۔ یا اللہ تعالےٰ کے اعلام سے۔ الغرض جس طریقہ سے یہ اعتقاد ہو۔ اس سے مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے۔ تو وہ اور ابوجہل دونو شرک میں برابر ہیں۔ پہلے بت لات اور سواع اور عزے تھے۔ لیکن پچھلے بُت محمد اور علی اور عبدالقادر ہیں۔ جو شخص اپنی حاجت کیوقت یااللہ نہیں کہتا یا محمد کہتا ہے اگرچہ اسکو ایک بندہ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے۔ تو بھی مشرک ہو جاتا ہے۔ اور تجھ سے اس بات میں ہمارے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمدؐ کی قبر مشاہدہ اور مساجد اور آثار کیطرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی کیطرف سفر کو جانا شرک اکبر ہے۔ فقط

پس ناظرین انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ کیا اس فرقہ غیر مقلدین وہابیہ مسمّٰے اہلحدیث کے عقائد نہیں۔ کیا یہ باتیں تقویۃ الایمان وصراط مستقیم واصولِ زندگی ومترجم قرآن مجید وحید الزمان وخود رسالہ اہلحدیث ثناء اللہ امرتسری میں تحریر نہیں۔ پھر کیا ہم لوگ انکو عبدالوہاب نجدی کے متبع اور پیرو نہیں کہہ سکتے۔ اور فقیر نے جو کچھ ان کی کتابوں میں بنظرِ غور وانصاف دیکھا ہے۔ حلفاً کہتا ہے کہ یہ لوگ دائرہ اہلسنت والجماعت کیا بلکہ دائرۂ اسلام سے بھی خارج سمجھے جا سکتے ہیں۔ اور اسجگہ ان کی کتابوں سے بطور نمونہ چند عبارتیں بعینہٖ نقل کی جاتی ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے۔ وہوہذا :

عقیدہ کفریہ (۱) انکو اپنا وکیل وسفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر وشرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی اسکو سمجھے سو ابوجہل اور وہ مشرک میں برابر ہیں خواہ یہ معاملہ انبیاء واولیاء سے ہو۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۸ سطر ۳ سے ۱۰ تک مصنفہ مولوی اسمٰعیل شہید ؛

عقیدہ کفریہ (۲) جسکا نام محمد اور علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۲ سطر ۱۱۔

عقیدہ کفریہ (۳) خواہ یوں سمجھئے کہ اللہ نے انکو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے کتاب ایضاً صفحہ ۱۰۔

عقیدہ کفریہ (۴) اللہ تعالےٰ عرش پر بیٹھا۔ عرش اسکا مکان ہے۔ دونو قدم کرسی پر رکھے ہیں۔ کرسی اسکے قدم رکھنے کی جگہ ہے (اور وحید الزمان نے اس پر یہ لفظ زیادہ کئے ہیں۔ کہ جب وہ کرسی پر قدم رکھتا ہے تو کرسی چرچر کرتی ہے۔ نقل از الاستوی علی العرش استوی صفحہ ۴ و ۶ و ۶۰ مصنف صدیق حسن بھوپالی وترجمہ قرآن وحید الزمان آیۃ الکرسی کے حاشیہ پر ؛

عقیدہ کفریہ (۵) پس ہر روز اعادہ ولادت تو مثل ہنود کے ہے کہ سانگ گھنیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ یہ مجلس پر اشرار محل معاصی اتباع ہوا وکید شیطان ہے۔ فتوی رشید احمد گنگوہی ؛

عقیدہ کفریہ (۶) انبیاء واولیا بھوت پری ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے تقویۃ الایمان ؛

عقیدہ کفریہ (۷) ظلمت بعضہا فوق بعض۔ زنا کے وسواس سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے بعینہٖ صراط مستقیم مطبوعہ مطبع احمدی لاہور صفحہ ۹۳ مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل شہید ؛

عقیدہ کفریہ (۸) اہلحدیث کا مذہب ہے کہ سوائے خدا کے علم غیب کسی مخلوق کو نہیں۔ نہ ذاتی۔ نہ وہبی۔ نہ کسبی۔ رسالہ اہلحدیث صفحہ ۱۱۔ مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ؛

الغرض انکے فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کے اور بھی بہت سے کفریات انکی کتابوں میں درج ہیں جنکی تردید میں رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ وتاریخ وہابیہ ودیوبندیہ وفتح المبین وغیرہ بنی ہوئی ہیں۔ اور فقیر بھی انشاء اللہ تعالےٰ ہر ایک جلد میں ان کے کفریات سے برادران اہلسنت والجماعت کو آگاہ کرتا رہیگا۔ اور اسجگہ صرف علمائے دین کا فتویٰ جو ایسے لوگوں پر لگا ہوا ہے خادم شریعت تحریر کر دیتا ہے ؛

لَا شَكَّ فِيْ كُفْرِ مَنْ يَّعْتَقِدُ اَنَّ عِلْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِلْمَ الشَّيْطَانِ سَوَآءٌ وَكَذَا بَقِيَّةُ الْمَتْ
الْاَرْبَعِ الْمُحَرَّرَةِ فِيْ هٰذَا الْاِعْلَانِ سَوَآءٌ كَانُوْا مِنْ اَهْلِ الدِّيْوبند اَوْ غَيْرِهِمْ وَاِنِّيْ اَنْصَحُ اَخَوَانِيْ

الْمُسْلِمِيْنَ جَمِيْعِ اَنْحَاءِ الْعَالَمِ اَنْ يَّعْتَزِلُوْا اَصْحَابَ هٰذِهِ الْعَقِيْدَةِ الْكُفْرِيَّةِ حَفَظَنَا اللّٰهُ مِنَ الْعَقَائِدِ الزَّائِفَةِ اٰمِيْن ثُمَّ اٰمِيْن :- حَرَّرَهُ الفقیر احمد مُوْسٰی المصری المنونی اِمَام جَامع مسجد کَلْکَتَه

(ترجمہ) اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیطان کا علم دونو برابر ہیں اور ایسا ہی حال ہے چاروں مسائل مذکورہ کے اعتقاد کرنے کا۔ ایسے اعتقاد کرنے والے خواہ دیوبندی ہوں یا کسی دوسرے مقام کے ہوں۔ تمام مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان اعتقاد کفریہ سے احتیاط کریں۔ اور بچیں۔ اللہ تعالےٰ ہمکو ان گمراہ عقیدوں سے بچادے۔ آمین ثم آمین :- کتبہ الفقیر احمد موسی المصری المنونی امام مسجد جامع کلکتہ فقط ؛

سوال :- غیر مقلد مولفہ الاحتساف وغیرہ لکھتے ہیں۔ کہ امام اعظم کوئی بجہت حفاظ علم حدیث میں ضعیف تھے۔ اور غیر مقلد عبدالکریم اپنی کتاب الانصاف صفحہ ۲۳ و ۲۵ میں لکھتا ہے کہ امام اعظم واسمٰعیل وحماویہ سب کے سب مرجیہ اور لاعلم تھے۔ صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے اور صاحب صحاح ستہ ان سے کئی کروڑ ہا درجہ ہر فن میں زیادہ تھے۔ اگر یہ محدث ہوتے تو ان کا صحاح ستہ میں کہیں ذکر ہوتا۔ بلکہ ان کو امام بخاری ونسائی وخطیب بغدادی ضعیف اور مرجیہ اور فسادی لکھتے ہیں۔ یہ بات کسطرح پر ہے جواب دو ؛

جواب :- ان لوگوں کے دلوں میں ابتداء سے یہ مرض تعصب چلا آیا ہے۔ اور اس مرض ملعونہ کے علاج کرنے سے بقراط وجالینوس جیسے حکماء بھی عاجز ہو چکے ہیں۔ اصل بات یہ ہے ؎

خدایا مفتری رارو سیاہ کُن ز قہر قہروان خود تباہ کن

میرے صاحبان فقیر نے جلد دوم سلطان الفقہ میں ان تمام اعتراضوں کے جواب مفصل تحریر کردیئے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ واقعی امام صاحب کا صحاح ستہ میں نام درج ہے۔ لیکن متعصبین نے نکالدیا ہے۔ اور یہاں صرف بطور نمونہ نقشہ تحریر کیا جاتا ہے۔ اور جسقدر محدثین دنیا میں امام صاحب کے زمانہ سے لے کر اب تک گذرے ہیں سب کے سب بواسطہ یا بلاواسطہ امام صاحب کے شاگرد ٹھہرتے ہیں۔ اور اگر امام صاحب ضعیف ہیں تو پھر نزدیک قواعد واصول محدثین کے سب کے سب ضعیف ہوں گے۔ وہ نقشہ یہ ہے۔ یاد رکھو۔ نقل از کتاب الحنفاء صفحہ ۲۴۔

نقشہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

نقشۂ تلامذہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

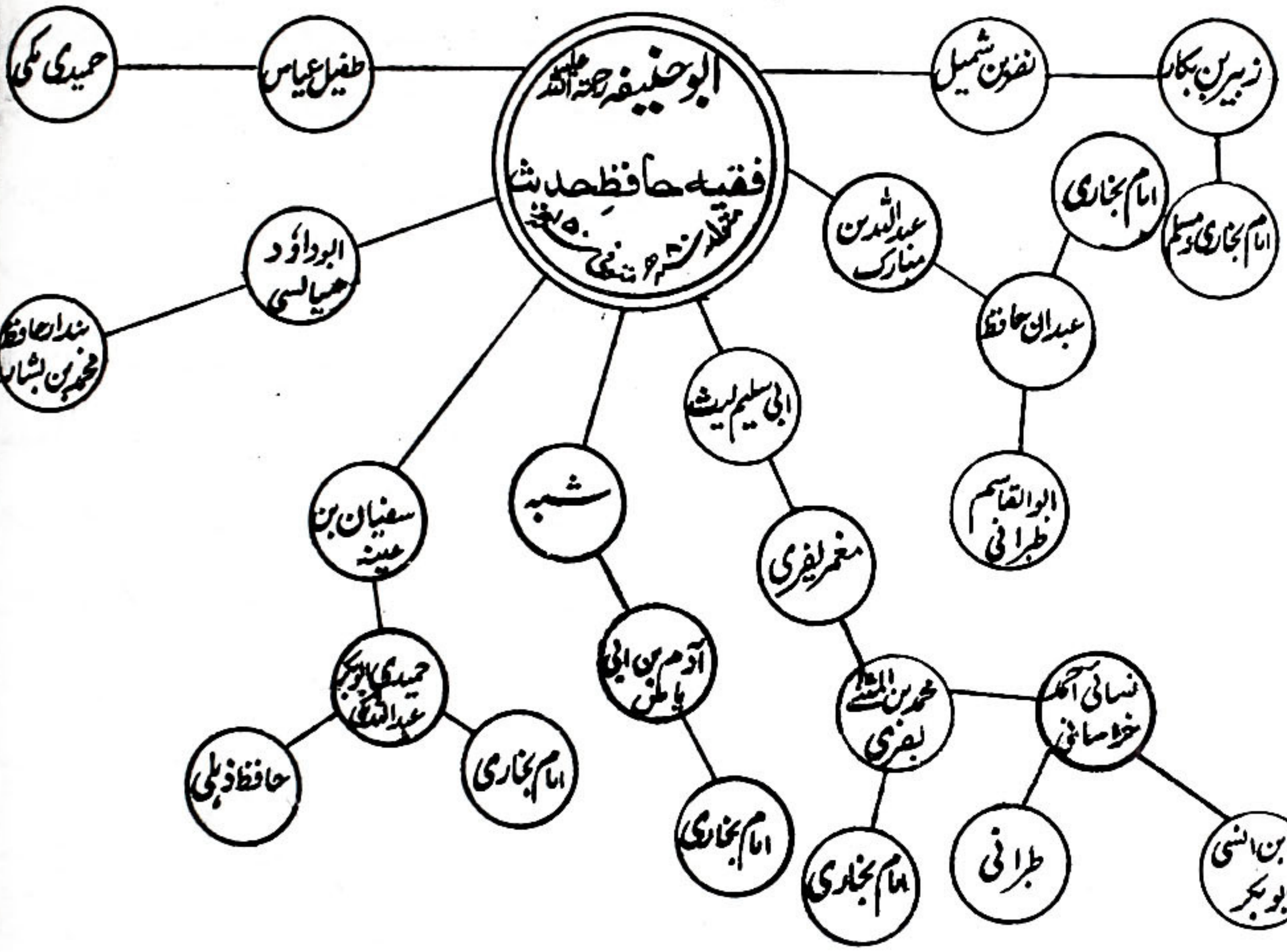

اب حضرات غیر مقلدین کو چاہیئے کہ بخاری و مسلم و نسائی و دار قطنی وغیرہ محدثین کی کتابوں کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ جب امام صاحب منعیف فی الحدیث و اصحاب الرآئے و بعض الناس محروم و محجوب آپ کے منہ سے کہلائیں تو پھر یہ کتابیں کسطرح صحیح مانی جائیں۔ کیونکہ ان کتابوں کے مؤلف جبکہ سب کے سب امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد قدم ا ہوکر چلے آتے ہیں۔ پس جب امام صاحب منعیف فی لحدیث ہیں۔ تو یہ ضعف تمام محدثین میں پیدا ہوگیا۔ وہ خواہ بخا و مسلم و نسائی و دار قطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ و طبرانی وغیرہ ہوں۔ ؎

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے ، راستی پر آ خدا کو مان کر

میرے پیارے ناظرین! اس فرقۂ وہابیہ اہلحدیث سے بچیں۔ یہ فرقہ وہ ہے جسکی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بایں طور فرمائی ہے۔ لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا یعنی اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں گے اور فرمایا یَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَ اٰبَاؤُكُمْ فَاِیَّاكُمْ وَ اِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَكُمْ وَ لَا یَفْتِنُوْنَكُمْ (از مسلم) یعنی آخر زمانہ میں فریبی اور م

رجھوٹے لوگ آئیں گے۔ اور لائیں گے تمہارے پاس حدیثیں کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہونگی
د تم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ۔ اور انکو اپنے سے. ایسا نہ ہو کہ کہیں تمکو گمراہ کر دیں۔ اور فتنہ میں ڈالیں۔ اور ظاہر ہے
یہ لوگ آئمہ مجتہدین پر ہمیشہ لعن طعن کرتے رہتے ہیں۔ اور تمام فقہاءِ حنفیہ کو کافر اور مشرک اور بدعتی کہتے رہتے ہیں۔ دیکھو
ئے غسلین وظفر المبین وغیرہ اور باقی نقشہ انشاء اللہ جلد چہارم میں درج کیا جائے گا۔ فقط۔

سوال :۔ حقہ نوشی مباح ہے یا حرام اور نزدیک حکماء کے اسمیں کیا نقصان ہے یا نہیں ؟ :

جواب :۔ اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے قطعی حرام لکھا ہے اور بعض نے مکروہ تحریمی۔ اور خادم شریعت
تحقیق اسمیں یہ ہے کہ اسکو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اسمیں نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ چنانچہ اسکی حرمت پر صاحب
تن نے بہت دلائل لکھے ہیں۔ وہو ہذا۔ اَلدُّخَانُ حَرَامٌ مُطْلَقًا وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی وَلَا یَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُہٗ مُطْلَقًا الخ
ل از واقعات الحسامی (ترجمہ) دھواں حرام مطلق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسکا استعمال کرنا بھی مطلقاً ناجائز ہے،

اور صاحب درمختار کتاب الشربۃ وصاحب غایۃ الاوطار صفحہ ۲۶۸ میں بایں طور لکھا ہے۔ قَالَ شَیْخُنَا
نجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق سنۃ خمسۃ عشر بعد الف یدعی شاربہ
ہ لا یسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وھو حرام بحدیث احمد عن ام سلمۃ قالت نھی رسول
ہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نھی
لی الامر عنہ حرام قطعاً علی استعمالہ ربما اضر بالبدن نعم الاضرار علیہ کبیرۃ کبائر
صغائر ؛ (ترجمہ) کہا ہمارے استاذ نجم شافعی نے کہ تمباکو جو نئی پیدائش ہے۔ اسکی پیدائش دمشق شام میں ایک
ر پندرہ سال ہجری میں ہوئی۔ اسکے پینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں لاتا۔ اگر اسکے عدم سکر کو مان لیا جائے تو
بتہ وہ مضر ہے۔ اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر حواس کو منکسر وضعیف کرتا ہے۔ اور جو چیز مضر ہے۔ وہ حرام ہے۔ بدلیل اس
دیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر ومفتر یعنی
نشہ لانے والی اور سست کرنے والی چیز سے۔ کہا شیخ مذکور نے کہ تمباکو کا ایک یا دو بار استعمال کرنا گناہ کبیرہ نہیں ہے
اور باوجود منع کر دینے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے۔ علاوہ اسکے یہ کہ اسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے۔ ہاں
اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ ہو جاتا ہے ::

اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بایں طور لکھا ہے کہ حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک بدبو کا آنا حقہ کش
کے منہ سے۔ دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھواں نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے۔ ہر چند یہ کراہت تنزیہی کا موجب

ہے۔ لیکن باجتماع امور ثلاثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے اور فتاوی عبدالحی جلد اول صفحہ ۸ اور جلد سوم صفحہ ۲۳۲ میں بھی اسکو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ اور حکماء نے بھی اسکو مُضر لکھا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۱۸ میں بایں طور مسطور ہے قَالَ اَفْلَاطُوْنُ لَوْلَا الْغُبَارُ وَالطِّيْنُ وَالدُّخَانُ لَعَاشَ النَّاسُ دَهْرًا طَوِيْلًا وَقَالَ جَالِيْنُوْسُ اِجْتَنِبُوْا عَنْ ثَلَاثٍ اَلدُّخَانُ وَالطِّيْنُ وَالْغُبَارُ الخ وَقَالَ حَكِيْمٌ اَبُوْعَلِيٍّ سِيْنَا لَوْلَا الدُّخَانُ وَالطِّيْنُ وَالْغُبَارُ لَعَاشَ ابْنُ اٰدَمَ اَلْفَ عَامٍ۔ فَثَبَتَ بِاِجْمَاعِ الْحُكَمَاءِ اَنَّهٗ مُغْتِرٌّ وَالْمُضِرُّ حَرَامٌ الخ بہرصورت فقیر کے نزدیک بھی اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ لقولہ علیہ السلام اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَ ذٰلِكَ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ۔ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہیں اور حرام بھی ظاہر ہیں۔ اور انکے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں۔ اکثر لوگ ان کو نہیں جانتے۔ پس جو بچ گیا مشتبہات سے پاک ہوا اسکا دین ؛

اور حدیث میں ہے کہ دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ یعنی فرمایا آپ نے کہ چھوڑ دو اس چیز کو جو تم کو شک میں ڈالے۔ اور عمل کرو اس چیز پر جسمیں یقین ہو۔ شک وشبہ نہ ہو۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ یعنی اللہ کے نزدیک زیادہ پرہیزگار آدمی بہتر ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ برسولاں بلاغ باشد وبس۔ باقی ذکر اسکا جلد دوم میں گذر چکا ہے۔ اگر کسی صاحب کو زیادہ دلائل دیکھنے کی ضرورت ہو تو فتاوی جامع الفوائد ورسالہ الفتن کو مطالعہ کرے ؛

سوال :۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر مجددِ زمان مانا جائے تو بجا ہے یا نہیں ؟ ؛

جواب :۔ مرزا صاحب مذکور ہرگز مجدد زمان نہیں مانا جاسکتا۔ کیونکہ مجدد کے لئے چند شرائط مقرر اور متعین ہیں۔ چنانچہ کتاب مجالس الابرار مجلس ۸۳ میں بایں طور مسطور ہے کہ مجدد وہ ہو سکتا ہے جسکی لیاقت علمیت وبزرگی کو علمائے وقت تسلیم کرلیں۔ نہ یہ کہ وہ اپنی زبان سے میاں مٹھو طوطا کیطرح مجدد ہونے کا اپنے منہ سے دعویٰ کرے۔ اور کہلائے۔ اور مرزا صاحب میں یہ صفت کہاں۔ دیکھو اسکی عبارت عربی جو یہاں بطور نمونہ مشتے از خروارے تحریر کردی جاتی ہے جسپر ادنیٰ لیاقت والے طالبعلم بھی اعتراض کرتے ہیں۔ اور ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کی چند تصانیف سے کتاب اعجاز المسیح کی چند غلطیاں پیر مہر علی شاہ صاحب نے سیف چشتیائی اور صاحب فیصلہ آسمانی میں بایں طور نقل کردی ہیں۔ وہو ہذا۔ وَاٰتِيْ سَمَّيْتُهٗ اِعْجَازَ الْمَسِيْحِ وَقَدْ طُبِعَ فِيْ مَطْبَعِ ضِيَاءِ الْاِسْلَامِ فِيْ سَبْعِيْنَ

لہ طبع کی ضمیر راجع طرف قصیدہ کے ہے اور قصیدہ مونث ہے لہذا طبعت ہونا چاہیئے تھا۔ اور قد طبع فی سبعین یوماً کی بجائے صرف کا لفظ زائد ہونا چاہیئے تھا تاکہ معنی صحیح ہو جاتے ۔ خادم شریعت ؛

یَوْمًا مِنْ شَهْرِ الصِّیَامِ وَ کَانَ مِنَ الْهِجْرَۃِ ۱۳۱۸ھ وَمِنْ شَهْرِ النَّصَارٰی ۲ فروری سنہ ۱۹۰۱ء مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور ؛

اب ناظرین انصاف فرماویں کیا یہ عبارت صحیح ہے۔ کیا مہینہ رمضان شریف ستر دن کا بھی ہوتا ہے۔ اور امید ہے کہ مرزائی صاحبان اسجگہ بھی کچھ تاویل کریں گے۔ حالانکہ یہ تمام عبارت بے ربط اور خلاف محاورہ عرب کے ہے اور غلطی دوم ضلع گورداسپور کی بجائے غور واسفور ہونا چاہیئے۔ (۳) غلطی باہتمام الحکیم فضل الدین بعد التعریب فضل الدین، (۴) غلطی صفحہ ۲ من کل نوع الجناح۔ نوع للجناح۔ کیونکہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے اور وہ یہاں پر مقصود نہیں غلطی صفحہ ۳۔ کل امرہم علی التقویٰ۔ اس مقام پر کل امرلہم ہونا چاہیئے تھا چونکہ کل مجموعی خلاف ہے ؛ غلطی صفحہ ۴: فلا ایمان لہ او یضیع ایمانہ۔ دو دفعہ ایمان کے لفظ کا تکرار بیقاعدہ اور خلاف محاورۂ عرب ہے ؛ غرضیکہ مرزا صاحب نے کہیں تو مقامات حریری وغیرہ کتب سے عبارتیں چرائی ہیں لفظی اور کہیں معنوی تحریف قرآن مجید واحادیث شریف کی گئی ہے جسکو پیر صاحب موصوف نے اپنی تصنیف چشتیائی میں صفحہ ۷ تا ۸۱ قلمبند کر دیا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ فقیر بھی ہر ایک جلد میں چند اغلاط مرزا غلام احمد قادیانی کے لکھتا رہے گا ؛

اور دوسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کو مطابق شریعت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رکھتا ہے۔ اور اقوال وافعال اسکے ہرگز ہرگز خلاف شریعت کے نہیں ہوتے۔ اور مرزا صاحب میں یہ ہر دو صفتیں موجود نہ تھیں نہ تو مرزا صاحب نے باوجود استطاعت وفارغ البالی ومرفہ الحالی حج کیا۔ اور نہ ہی پتلی روٹی گیہوں کی کھانے سے تین روز متواتر باز رہے۔ اور نہ ہی فرش چمڑے اور کھجوروں کے پتوں سے بنایا۔ اور نہ ہی، مرزا صاحب نے کباب اور زردے اور پلاؤ کھانے سے منہ پھیرا۔ اور نہ ہی جھوٹے الہام بیان کرنے سے زبان کو روکا۔ اور نہ ہی نبیوں کی توہین کرنے سے قلم بند کیا۔ اور نہ ہی ۲۲ کروڑ مسلمانوں کی پارٹی پر کفر کا فتویٰ لگانے سے شرم کی۔ اور نہ ہی قرآن مجید اور احادیث شریف اور اجماع امت کے اقوال کی تحریف معنوی کرنے سے قلم کو بچایا ؛

تیسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ جو بدعت اور بت پرستی اور برے کام لوگوں کے درمیان مروجہ اور قائم ہو چکے ہوں ان کو وہ اپنی ایمانی طاقت اور استقامت اور حوصلہ اور حلیمی سے دور کر دیتا ہے۔ مرزا صاحب نے تو بجائے ان باتوں کے بدعت اور بت پرستی کی بیخ قائم کی چنانچہ اپنی تصویریں بنوا کر ملکوں میں تقسیم کیں۔ حالانکہ یہ بالکل برخلاف قرآن مجید و احادیث صحیحہ واجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہے۔ اور علاوہ اسکے اپنے آپ کو خدا کہلانا اور آسمان وزمین کے پیدا کرنے پر اپنے آپ کو قادر سمجھنا جیساکہ کتاب البریہ وحقیقت الوحی ودافع البلاء وغیرہ میں مذکور ہے۔ علاوہ اسکے

خود مرزا صاحب کا دعویٰ کرشن جی کا بھی ہے جسکی تعلیم شرک وبدعت سے بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ گیتا ترجمہ فیضی سے پوسٹ ماسٹر پیر بخش صاحب نے بایں طور ابیات نقل کئے ہیں :۔

ابیات

من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام ، تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام

منم ہر چہ ہستم خدا از من است ، فنا از من است و بقا از من است

باشجار پیپل ہدانی مرا ! ، بر گہائے نارو ہدانی مرا

اگر گوش داری چناں میشوی ، خدا مے شوی و خدا مے شوی

تناسخ

ہمہ شکل اعمال بگرفتہ اند ، بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند

گرفتار زندانِ آمد شد اند ، زبید النشی خصمِ جانِ خود اند

اب ناظرین مرزا صاحب کے کلمات اور بھی بغور وہوش دیکھئے۔ اور سُنئے۔ اور انصاف فرمائیے۔ وہو ہذا۔ (ترجمہ) میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔ اور یقین کیا۔ کہ وہی ہوں۔ من عینہ کتاب البریہ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۷۸ سطر ۴ :۔

اللہ تعالےٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا۔ اور میرا غضب اور حلم اور تلخی وشیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہوگیا۔ اور اسی حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جسمیں کوئی ترتیب وتفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ اسکے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔ اور اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ پھر میں نے کہا۔ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا۔ اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ من عینہ کتاب البریہ صفحہ ۷۹ سطر ۳ سے ۹ تک :۔

اور آگے چل کر اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ میں جہاں یہ مضمون چھڑا ہوا کہ ہے امام مہدی وعیسیٰ مسیح میں ہوں۔ اور وہ عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں۔ اور جو لوگ انکو زندہ ہونا آسمان پر مانتے ہیں وہ جاہل اور احمق اور نادان ہیں۔ قرآن مجید اور کو غور سے نہیں سمجھتے اور جب انکو پوچھا جائے کہ اسکے آسمان سے اترنے اور جانیکا کیا ثبوت ہے۔ تو پھر

آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث[1] ؛

پناہ بخدا۔ میرے صاحبان دیکھو مرزا صاحب کا کسقدر جھوٹ بولنا ثابت ہے۔ حالانکہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب فاضل اجل عالم بے بدل مدظلہ العالی لاہور میں خود بحث کرنے کے لئے مع بسیار علمائے دین کے تشریف لائے اور مرزا صاحب بھاگ گئے۔ اور ایسا ہی پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کے مقابلہ کرنے سے بھاگ گئے ہے۔ آخر الامر اسکے دعویٰ کی تردید میں کتاب سیف چشتیائی و شمس الہدایت تیار ہوئیں اور اسی طرح ہزار ہا علمائے دین جواب بدلائل قاطعہ اب تک دے رہے ہیں۔ اور خاصکر اب بھی رفیق پیر بخش صاحب پنشنر پوسٹ ماسٹر انجمن تائید الاسلام کیطرف سے مستقل طور پر رسالہ ماہواری نکلتا ہے۔ جسکے جواب دینے میں مرزا صاحب اور مرزا کے پیرو لاینحل کا سبق پڑھ کر لاجواب ہو گئے۔ اور انشاء اللہ ہوتے رہیں گے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ، چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور اب فقیر بھی مرزا صاحب کے گدی نشینوں اور متبعین کو نوٹس دیتا ہے کہ اگر مرزا صاحب اور آپ لوگ سچے ہیں تو بیس ہزار روپیہ جو مرزا صاحب نے کتاب البریہ کے صفحہ ۱۹۲ میں بطور انعام اس دعویٰ پر ارقام فرمایا ہے براہ مہربانی بصیغہ منی آرڈر روانہ فرمایا جاوے اور اپنی تحریر مطالب کے مطابق جواب ملاحظہ کر لیں۔ مطالبہ یہ ہے :-

"اگر اسلامی تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو۔ تو صحیح تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے جسمیں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے۔ اور پھر کسی زمانہ میں زمین کیطرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں۔ اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کو جلا دینا اسکے علاوہ ہوگا۔ جسطرح چاہیں تسلی کر لیں"۔ من عینہ کتاب البریہ ؛

اور صفحہ ۱۹۳ میں یوں لکھا ہے کہ جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے۔ عرب کے فصیح لوگ رجوع بولا کرتے ہیں۔ نہ نزول"۔ من عینہ۔

اب ناظرین نے مرزا صاحب کی عبارت کا مطلب تو سمجھ لیا ہوگا کہ جو بعض حدیثوں میں صرف نزول کا لفظ وارد ہے وہ غیر فصیح ہے۔ یہ لفظ ذی عزت آدمی کی خاطر بھی بولا جاتا ہے۔ اور یہ عام محاورہ ہے نزول من السماء اور رجوع کا کلمہ کسی حدیث وضعی کتاب مذہب اسلامیہ میں بھی اسکا ثبوت نہیں۔ اور اگر کوئی شخص دیکھا دے تو اسکو بیس ہزار ۲۰۰۰۰

---

[1] خادم شریعت نے بیس حدیثیں اور دس آیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر بوقت مناظرہ جھوک بوسن علاقہ ملتان میں مناظرہ قادیانی کے پیش کیں اور اسکو لاجواب کیا اور اس علاقہ سے ان کا تخم اڑا دیا۔ اور جدید طبع رسالہ قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی کو ملاحظہ کریں جو خادم شریعت کا بنا ہوا ہے۔ خادم شریعت۔

ہزار علاوہ سزا اور تاوان کے دوں گا"۔

میرے صاحبان ذرا انصاف سے حدیثوں کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیں کہ ان میں رجوع اور نزول من السماء کا کلمہ ہے۔ یا نہیں۔ اگر ہے تو میرزائی صاحبان سے تحریر شدہ تاوان لے دیں۔ اور اگر وہ نہ دیں تو سمجھ لو یہ کذاب ہیں۔ اور نہ ہی مرزا صاحب صادق اور مجدد ہو سکتے ہیں۔ اور وہ دلائل یہ ہیں۔

حدیث (۱) قَالَ الْحَسَنُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْیَھُوْدِ اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاِنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ نقل از تفسیر درمنثور سیوطی صفحہ ۲۵ (ترجمہ) یعنی کہا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے مخاصمین اہل یہود کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرا وہ تمہاری طرف آنیوالا ہے قیامت سے پہلے۔ لو اس حدیث میں رجوع کا لفظ موجود ہے اور حدیث بھی صحیح ہے ؛

حدیث (۲) روی اسحق بن بشیر وابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلم فعند ذلک یُنْزِلُ اخی عیسٰی ابن مریم من السماء۔ نقل از کنز العمال (ترجمہ) یعنی کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزدیک ہے کہ میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نزول فرمائے گا (اس حدیث میں کلمہ من السماء کا موجود ہے) ؛

حدیث (۳) فَاِنَّہٗ لَمْ یَمُتْ اِلَی الْاٰنَ بَلْ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلٰی ھٰذَا السَّمَآءِ روی ابن جریر وابن حاتم عن ربیع قال اِنَّ النَّصَارٰی اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَنْ قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ رَبُّنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَاِنَّ عِیْسٰی یَاْتِیْ عَلَیْہِ الْفَنَاءُ۔ نقل از سیف ۱۳۴۔ یعنی کیا تم لوگوں کو علم نہیں کہ رب ہمارا زندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور عیسیٰ پر موت آئیگی ؛

حدیث (۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ یُدْفَنُ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْہِ فَیَکُوْنُ قَبْرُہٗ رَابِعًا۔ نقل از مشکوٰۃ (ترجمہ) یعنی فرمایا کہ دفن ہونگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ساتھ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابوبکر و عمر کے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔

حدیث (۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَاءِ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ رواہ بیہقی فی کتاب السماء والصفات۔

ناظرین کیا حدیث نمبر اول میں رجوع اور حدیث نمبر ۲ و ۵ میں کلمہ من السماء کا واقعہ ہے یا نہیں۔ اب مہربانی فرما

نوٹ :۔ کنز العمال اور درمنثور خادم کے دفتر میں موجود ہیں۔ خادم شریعت۔

میرزائی صاحبان کو لازم ہے کہ الفائے عہد کریں۔ یا مرزا صاحب کی اتباع سے توبہ کریں۔ اور علاوہ اسکے مرزا صاحب کے اور بھی کلمات ہیں۔ اصل کو غور سے دیکھیں اور انصاف کریں۔ کہ کیا یہ مطابق قرآن مجید و احادیث شریف و اجماع مسلمین و آئمہ دین مجتہدین و مجددین کے ہیں یا نہیں۔ وہو ہذا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ نقل از کتاب دافع البلاء و معیار اہل الاصطفا صفحہ ۶ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶۔ اور معنی ان کے یوں کئے جاتے ہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔ تو مجھ سے ہے۔ اور میں تجھ سے ہوں ؛

ناظرین! کیا مرزا صاحب کا یہ کہنا سچ ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ صریح جھوٹ ہے اور خداوند کریم پر افتراء باندھا ہوا ہے چنانچہ قرآن شریف خود اسکی تردید کرتا ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (ترجمہ) نہیں جنا اسنے کسی کو۔ اور نہ جنا گیا وہ کسی سے (آیت دوم) لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ۔ اور (آیت سوم) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا الخ۔ اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا عَلٰی رَبِّہِمْ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ (آیت چہارم) فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْہِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ لِیَشْتَرُوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا الخ

پس ان تمام مذکورہ بالا آیات بینات سے واضح ہوا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ پر افتراء باندھے۔ یعنی خدا کا بیٹا ہونے کا دعوی کرے یا خود خدا بنے یا اپنے ہاتھ سے کوئی کتاب لکھ کر کہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو میرے منہ سے نکلتا ہے سو وہ ظالم۔ لعنتی اور دوزخی ہے ؛

اور دیکھو مرزا صاحب نے جو اشتہار بہ نسبت موت لیکھرام ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۳۳ و ۳۴ میں دیا تھا لکھا ہے۔ قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ اور ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳ میں بایں طور لکھا ہے کہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۳ میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام یوسف نجار (یعنی یوسف ترکھان) کا بیٹا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۶۲۸ و ۶۲۹ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ خدا کی پناہ ایسے مجددوں سے ؛

میرے صاحبان انصاف فرمائیے کہ جس آدمی کے یہ الفاظ ہوں کیا وہ آدمی بقانون شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان بھی رہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں بقول شخصے (سوچ ہے کھا کے بلی حج کو چلی)

الغرض مرزا صاحب کسی صورت میں بھی مجدد نہیں ہو سکتے۔ اور باقی ذکر جلد چہارم میں ملاحظہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

بحث شیعہ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں جو ذیل میں درج ہیں :- (۱) آل کے معنے کیا ہیں۔ اور آیت تطہیر میں ازواج نبی علیہ الصلوۃ والسلام داخل ہیں یا خارج۔ کیونکہ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی بی بیاں اس سے خارج ہیں۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور اسکو امام نہیں مانتے۔ جواب دیں ؛

راقم بہادر شاہ ولد مہر شاہ ٹھٹہ کلیاں ڈاکخانہ حافظ آباد ؛

جواب :- اہل بیت کے معنی ہیں گھر کے رہنے والے۔ اور اسکا اطلاق چند معنوں کیطرف مضاف ہوا کرتا ہے۔ کبھی تو اہل کرابت کو اہل بولتے ہیں۔ یعنی وہ اقرباء آپ کی ذات کے جنکو مال زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ جیسے آل بنی ہاشم۔ آل حضرت عباس۔ آل علیؓ۔ آل جعفرؓ۔ اور کبھی اسکا اطلاق آل وعیال پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی آپ کی ازواج مطہرات واولاد۔ اور بیت بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ بیت نسب۔ بیت سکنیٰ۔ بیت ولادت۔ بیت نسب مثلاً عبدالمطلب اولاد بنی ہاشم کی جہت سے ہوئی۔ اور بیت سکنیٰ مثل ازواج مطہرات۔ اور بیت ولادت مثل حضرت خاتون جنت وحسنین علیہم السلام ؛

جواب سوال نمبر دوم :- اہل بیت کو آیت تطہیر سے یعنی ازواج مطہرات نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خارج کرنا اور سمجھنا نہایت بُرا ہے۔ کیونکہ سیاق وسباق آیت شریف اسی بات پر شاہد ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل جلد سوم میں آیت تطہیر کے ذیل میں لکھا ہے وَاَرَادَ بِاَهْلِ الْبَيْتِ نِسَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُنَّ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ رِوَايَةُ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ یعنی خداوند کریم نے اپنے حبیب کی بیبیوں کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ اسکے گھر میں ہیں۔ اور یہ راوی بہت معتمد ہے ؛

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فِيْ بَيْتِيْ نَزَلَتْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ الْاٰيَةَ قَالَتْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فَاطِمَةَ وَعَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَقَالَ هٰؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اَنَا مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ قَالَ نَعَمْ (ترجمہ) یعنی کہا مائی ام سلمہ زوجہ مخبر صادق نے کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی۔ پھر آپنے حضرت علی اور فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضوان اللہ علیہم کو طلب فرما کر فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اور بطور استفہام کے میں نے عرض کیا کہ میں اہل بیت سے نہیں ہوں۔ فرمایا آپ نے ہاں۔ ایسا ہی تفسیر کشاف و مدارک و تفسیر کبیر میں

اور صاحب تفسیر بیضاوی نے جلد دوم میں بایں طور لکھا ہے وَتَخْصِيْصُ اَهْلِ الشِّيْعَةِ اِنَّ اَهْلَ الْبَيْتِ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا وَهٰذَا التَّخْصِيْصُ لَا يُنَاسِبُ مَا قَبْلَ الْاٰيَاتِ وَمَا بَعْدَهَا۔ (ترجمہ) یعنی تخصیص جو شیعہ لوگ کرتے ہیں کہ اہل بیت صرف چار حضرات ہیں۔ سو یہ انکا کہنا غیر مناسب اور قواعد کے برخلاف ہے۔ کیونکہ ماقبل اور مابعد آیت شریف کے ازواج مطہرات کا ذکر ہے۔ اور درمیان جملہ سے بیبیوں کا نکالدینا کونسا قاعدہ ہے ؛

اور ترمذی شریف جلد دوم ابواب التفسیر میں حدیث عمر بن ابی سلمہ سے باسناد صحیح بایں معنی مذکور ہے کہ عمر بن ابی سلمہ کہتا ہے کہ آپ کی ذات پر یہ آیت تطہیر ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی۔ پھر آپنے چار شرفاء کو بلا کر چادر کے نیچے کیا اور ان کے لئے دعا مانگی۔ اور علاوہ اسکے خود قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے۔ دیکھو سورۂ ہود میں رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ وَاَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ سبحان اللہ جب یہاں اہل بیت سے مراد حضرت خلیل کی بیوی سارہ ہے۔ تو آپ کی بیبیوں کو کس قانون سے اہل بیت سے خارج سمجھا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ محض اہل شیعہ کا تعصب اور عناد ہے۔ ورنہ کیوں آیت تطہیر سے نکالتے۔ کیا بوقت نزول آیت ازواج موجود نہ تھیں۔ یا آپ کے گھر میں نہ رہتی تھیں۔ جواب دیں ؛

اور جو حدیث زید بن ارقم سے صحیح مسلم وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ اسکے جواب علمائے دین و محققین نے کئی طرح سے دیئے ہیں۔ اول تو زید بن ارقم مجتہد نہیں۔ اور دوسرا نہ ہی کوئی فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ اور تیسرا یہ صرف اپنی رائے بیان کی ہے۔ جو اکثر مفسرین مجتہدین و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بالکل برخلاف ہے۔ اور صاحب تفسیر حسینی کی تحریر آخیر کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ ثابت ہوا کہ آیت تطہیر کا نزول در بارہ حق ازواج مطہرات خصوصاً ہے۔ اور در بارۂ اولاد ہر چہار معصوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عموماً اور نص جلی بھی اس پر شاہد ہے اور باقی اسمیں اگر کسی صاحب کو شک ہو تو مرد میدان ہو کر آئے اور بیان کرے۔ یا دلائل تحریر کرے۔ فقیر بھی انشاء اللہ تعالےٰ بہر حال جواب دینے پر تیار ہے ؛

جواب سوال سوم :- امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت درجہ کے متقی اور صاحب ورع تھے۔ جن کے حق میں بڑے بڑے علمائے دین نے قصائد و مناقب لکھے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ تمام بلاد روشن ہوئے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و عبد اللہ بن مبارک سے چند آبیات بطور نمونہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں ؛

دوسرے صفحہ پر دیکھیں

ابیات

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا ، إِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْحَنِيْفَهْ
بِلْحُكَامٍ وَّاٰثَارٍ وَّفِقْهٍ ، كَاٰيَاتِ الزَّبُوْرِ عَلَى الصَّحِيْفَهْ
إِمَامٌ صَارَ فِي الْاِسْلَامِ نُوْرًا ، اَمِيْنًا لِلرَّسُوْلِ وَ لِلْخَلِيْفَهْ
فَمَا فِي الْمُشْرِقَيْنِ لَهٗ نَظِيْرٌ ، وَلَا فِي الْمَغْرِبَيْنِ وَلَا بِكُوْفَهْ
بِاَنَّ النَّاسَ فِي فِقْهٍ عِيَالٌ ! ، عَلٰى فِقْهِ الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَهْ
فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادُ رَمْلٍ ، عَلٰى مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِيْ حَنِيْفَهْ

یعنی ایک روز کا ذکر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں میں بیٹھے تھے کہ امام صاحب کا ذکر مبارک آگیا سو اصحاب نے امام صاحب کے مناقب پوچھے۔ سو ان کے شان میں مذکورہ بالا ابیات بیان کئے۔ اور ان کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے ؎

(ترجمہ ابیات مذکورہ بالا) یعنی بیشک زینت دیدی شہروں کو اور جو اسپر ہیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے۔ اور آیات اور احادیث و فقہ اسلام میں اور نائب اور امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اور ان کی برابری کا کوئی آدمی مشرقین اور مغربین میں نہیں ہے۔ اور علم فقہ میں لوگ انکے اہل و عیال ہیں۔ پس ہمارے رب کی لعنت بتعداد ذرات ریت اس شخص پر ہو جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو رد کرے۔ **شعر**

بر بلنداں سخن بسوئے خود است ، تف بسوئے فلک بروئے خود است

ناظرین! یہ لوگ کچھ ایسے عقل کے اندھے ہیں کہ جان بوجھکر خواہ مخواہ ہم لوگوں کو ستاتے ہیں اور اپنی کتابوں کو نہیں دیکھتے ہیں۔ تاکہ انکو خود پتہ لگ جائے۔ اور معلوم ہو جائے کہ ان بزرگوں کی کیا شان تھی۔ اور ہم کیا بک رہے رہے ہیں۔ لو صاحب فقیر یہاں پر مختصر طور پر کچھ فضائل ان کی کتابوں سے ہی تحریر کر دیتا ہے۔ وہو ہذا۔ شیعہ محاسن برقی صاحب نے امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا امام موصوف نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کہ۔ "من بلیتم تراکہ تو زندہ خواہی کرد سنت جد را بعد متروک شدن آں و ہدایت خواہی کرد مردم را خداوند گار تو باد" روی ابو المحاسن ابن علی باسناد عن ابی البختری قال دخل ابو حنیفہ علی ابی عبد اللہ علیہ السلام فلما نظر الیہ الصادق قال کان النظر الیک وانت تحی سنت جدی۔ نقل از شرح تجرید ابن مظہر وبلد الدجی یعنی جبکہ داخل ہوئے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام پر جب نگاہ کی امام نے طرف اسکی فرمایا کہ

میں تجھ کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا میرے جد کی سنت کو زندہ کرے گا بعد مرٹ جانے اس کے کے۔ اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن موسیٰ رضی اللہ عنہ بادشاہ منصور کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو وہاں سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی گذر ہوا۔ ابن موسیٰ نے امام صاحب کو دیکھ کر بادشاہ سے کہا ھٰذا العالم الدنیا الیوم۔ اور کتاب حقائق الحق بحث خامس مطلب شافی میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ اور کتاب شیعہ منہج الکرامۃ نہج الحق سے بدر الدجیٰ نے نقل کیا ہے کہ سند فتویٰ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد باقر و زید شہید و امام جعفر علیہ السلام سے حاصل کی ؛

ایک روز کا ذکر ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خانہ کعبہ میں بیٹھے تھے اور لوگ ان کی چاروں طرف جمع تھے۔ اور مسائل پوچھ رہے تھے۔ اور آپ ہر ایک کو جواب بالصواب دے رہے تھے۔ کہ اچانک آپ کے سر پر امام جعفر صادق علیہ السلام آ کھڑے ہوئے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا تو کھڑے ہو کر کہا یا ابن رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں آپ سے پہلے آپکی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ تاکہ نہ دیکھتا اللہ تعالےٰ مجھ کو بیٹھا ہوا۔ اور آپ کھڑے رہیں۔ اور کہا امام جعفر رضی اللہ عنہ نے کہ بیٹھ اے ابو حنیفہ۔ لوگوں کو جواب دو۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے اس شغل میں اپنے باپوں کو۔ نقل از تکملہ اظہار الہدیٰ صفحہ ۲۴۹ پس اب اہل شیعہ کو آب شرم میں ڈوب مرنا چاہیئے۔ اور آئندہ کسی بزرگ پر لعن طعن کرنے کے لئے زبان دراز نہیں ہونا چاہیئے۔ اور باقی ذکر فضائل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انشاء اللہ جلد چہارم میں ہوگا ؛

سوال :۔ متعہ کرنا جائز ہے یا حرام۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ کتب فریقین میں اسکا ثبوت ہے۔ اس کا جواب کتب شیعہ سے دو ؛

جواب :۔ متعہ کرنا ہر دو کتب فریقین میں لکھا ہے کہ حرام ہے۔ یہ صرف ان کے مطالعہ کا قصور ہے۔ اور دل میں فرقہ وہابیہ کی طرح رائی بھر انصاف نہیں۔ دیکھو کتاب معتبر شیعہ من لایحضر الفقیہ (کتاب النکاح باب المتعہ) سے صاحب اظہار الہدیٰ نے صفحہ ۲۳۴ میں بایں طور حدیث نقل کی ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ سُئِلَ فِی الرَّجُلِ یَتَزَوَّجُ بِاَکْرَۃٍ مُتْعَۃً قَالَ اَلْبَاکِرَۃُ الْعَیْبُ اِلٰی اَھْلِھَا۔ یعنی باکرہ سے متعہ کرنا خاندان اسکے کو بٹہ لگانا ہے۔ اور ایسا ہی کتاب شیعہ استبصار باب تحلیل المتعہ میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حرام کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت گھر کے گدھے و نکاح متعہ کو۔ اور کتاب شیعہ محاسن برقی میں بایں طور لکھا ہے قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّکَ رَجُلٌ تَائِہٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

(نوٹ) شیعوں کے امام زماں علامہ حائری لاہوری نے اپنے فتاویٰ جلد مفہم صفحہ ۲۸ میں صاف تحریر کر دیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے پس پھر ہم لوگوں ان کی اتباع کرتے کیا عیب ہے ؛ خادم شریعت ؛

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نھی عَنِ الْمُتعَۃِ۔ یعنی فرمایا امیرالمومنین نے واسطے ابن عباس کے کہ تحقیق تو مرد عیاش ہے بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع کردیا متعہ سے الخ۔ اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ الخ یعنی جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا وہ جو ملکیت میں ہے انکی۔ اگر ان کے سوا کسی سے صحبت کریں تو وہ لوگ حد سے گذرنے والے ہیں۔ پس اب شیعان پاک کو چاہیئے کہ اس آیت کو ناسخ فما استمتعتم کا تصور کریں اور یہ بھی سوچیں کہ متعہ حکم نکاح کسطرح رکھ سکتا ہے۔ اور حفاظت شرمگاہ اس میں کسطرح ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ زنا ہے نکاح نہیں۔ نکاح کی چند شرطیں ذیل میں درج ہیں جو متعہ میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ (اوّل) منکوحہ عورت سے جو اولاد ہوتی ہے وہ وارث ترکہ ہوتی ہے۔ (دوم) منکوحہ مطلقہ کو تین حیض عدت گذارنی پڑتی ہے۔ (سوم) منکوحہ پر لعان واظہار وایلاء وطلاق واقع ہو سکتی ہے۔ (چہارم) منکوحہ ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں رکھ سکتی۔ (پنجم) منکوحہ پر زوج کے حقوق وحفاظت مال لازم ہوتی ہے۔ اور اسی طرح مرد پر زوجہ کے حقوق ہوتے ہیں ۔ غرضیکہ نکاح میں بہت شرائط قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں۔ اور متعہ اور زنا میں رائی بھر فرق نہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ اسکا مفصل ذکر جلد چہارم میں تحریر کیا جائیگا۔ فقط۔

چند سوالات ایک مرزائی کے مع جوابات

ایک دن کا ذکر ہے کہ فقیر مورخہ ۲۹ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء کو علاقہ لائلپور موضع میترانوالی میں اپنے رفیقوں کے ملنے کی خاطر گیا۔ اور رفیقوں میں سے ایک رفیق مسمی عبدالحکیم عطار نے مفصلہ ذیل اعتراضات تحریر شدہ فقیر کے سامنے پیش کر دیئے۔ اور کہا یہ تمام اعتراض ایک مرزائی نے بندہ کیطرف تحریر کئے ہیں۔ اور کہتا ہے کہ ان اعتراضوں کے جوابات اب تک کسی حنفی یا شیعہ یا اہل حدیث نے نہیں دیا۔ اور نہ دے سکتے ہیں۔ لہذا عرض ہے کہ آپ مہربانی فرما کر ان اعتراضوں کے جوابات تحریر فرمائیں۔ اور امید قوی ہے کہ آپ انکے اعتراضوں کے جوابات بالصواب دندان شکن دے سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے علم ظاہری اور باطنی بذریعہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بے حساب عطا کیا ہوا ہے۔ اور وہ اعتراضات تحریر شدہ یہ ہیں ؎

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ چند سوالات بخدمت علمائے حنفیہ واہل حدیث واہل تشیع ومشائخ صوفیہ:۔

سوال: (۱) اللہ تعالےٰ نے مسیح کی پیدائش کی خبر اسکی والدہ کو دی۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی بشارت انکی

والدہ کو نہیں دی۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۲) مسیح کی والدہ کی نسبت فرمایا کہ وہ صدیقہ ہے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو صدیقہ نہیں فرمایا پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۳) مسیح کی ولادت خرق عادت سے ہوئی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش خرق عادت سے نہیں ہوئی پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۴) مسیح کا جسم عنصری زمین سے آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھایا جانا ثابت نہیں۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۵) مسیح کا بغیر خورد و نوش آسمان پر رہنا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا نہ ہونا۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۶ و ۷) مسیح نے مردے زندہ کئے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۸) مسیح نے اندھوں کو بینا بنایا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اندھا بینا نہیں بنایا۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۹) مسیح لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ تم فلاں چیز کھاتے ہو۔ اور اسقدر گھر میں جمع رکھتے ہو۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں بتایا پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۱۰) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ اور فرمایا وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى اور مسیح کو فرمایا وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۱۱) مسیح اب تک زندہ ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۱۲) مسیح کے مرنے کا ذکر قرآن شریف میں نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرے۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۱۳) مسیح لوگوں کو ہدایت کے لئے دوبارہ اتریں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئیں گے۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۱۴) مسیح دجال کے لئے اتریں گے اور دجال کو پامال کریں گے اور صلیب توڑیں گے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ دجال کے لئے آئیں گے۔ نہ دجال پامال کریں گے۔ نہ صلیب کو توڑیں گے۔ پس افضل کون ہوا۔ ثبوت قرآن مجید سے دیا جاوے ۔

بقلم الہ داد احمدی

نوٹ:۔ ان تمام اعتراضوں کے جواب تحریر کرنے کے واسطے اس جلد میں گنجائش نہیں رہی۔ صرف تھوڑا سا بیان نمبر اول و دوم کے بارہ میں تحریر کیا جاتا ہے۔ جو مفصلہ ذیل ہے۔ اور باقی سوالوں کے جوابات انشاء اللہ تعالےٰ جلد

چہارم و پنجم میں حسب استعداد فقیر تحریر ہوں گے ؛

جواب: سوال اول و دوم میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو آپ کی پیدائش کی بشارت نہیں دی گئی۔ اور نہ ہی ان کی والدہ کو صدیقہ کہا گیا ہے۔ اور مسیح کی والدہ کو بشارت بھی دیگئی۔ اور صدیقہ بھی کہا گیا۔ لہذا کون شان میں افضل ہے ؛

افسوس ابتک معترض کو معلوم نہیں ہوا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک باتفاق جمیع المسلمین تمام انبیاء علیہم السلام پر کئی وجوہات سے زیادہ ہے۔ اور فقیر انشاء اللہ جلد چہارم میں نقشہ بناکر دکھاویگا۔ اور یہ جو معترض کے دل میں خیال گذرا ہے کہ جسکی والدہ کو پیشگی بشارت دیگئی۔ اسکی شان زیادہ ہے۔ اسکی نسبت انصاف فرمایئے کہ جس شخص کی نسبت بشارت روز میثاق سے لے کر آدم علیہ السلام تک اور آدم علیہ السلام سے لے کر یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و حضرت موسیٰ و عیسےٰ علیہم السلام کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوئی اسکا شان زیادہ ہوگا یا جسکی بشارت صرف ایک عورت کو دیجائے۔ یعنی ایک شخص کی نسبت ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو بشارت دی گئی ہو۔ اور دوسرے شخص کی نسبت صرف ایک عورت عفیفہ کو بشارت ملی ہو۔ اب بتایئے کہ کس کی عزت و منزلت عند اللہ زیادہ ہوگی۔ ان دلائل قاطعہ کے ثبوت دو تین آیات بھی تحریر کی جاتی ہیں۔ تاکہ ناظرین کو یقین آجائے۔ وہو ہذا :۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (ترجمہ) یعنی جسوقت عہد لیا خداوند کریم نے پیغمبروں سے کہ جسوقت دوں میں تمکو کتاب اور حکمت سے۔ پھر جب آوے تمہارے پاس سچا کرنے والا اس چیز کا جو پاس تمہارے ہے۔ ضرور اسکے ساتھ ایمان لائیو۔ اور ضرور مدد دینا الخ تب تمام ارواح انبیاء نے اسپر اقرار کر اور اسکی تائید پر یہ آیت ہے۔ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ یعنی جب ہم نے نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم سے پکا اقرار لیا۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ تو انہوں نے بھی خود اپنی قوم کو بشارت دی اور کہا وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ اور ایسا ہی انجیل میں ہے چنانچہ استثنا کی کتاب باب ۵ سے ۱۸ تک مذکور ہے۔ غرضیکہ عرب کے تمام مذاہب کے مردوں اور عورتوں کو پہلے سے آپ کی تشریف آوری کی خبر کتابوں سے ظاہر ہو چکی تھی یہاں تک کہ بوقت مصیبت حضور کی ذات کا وسیلہ پکڑتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ خاندان اسمٰعیل سے پشت بہ پشت نبی آخر الزمان نسب ہاشمی سے ہونگے۔ چنانچہ

قرآن مجید میں ہے وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ یعنی اے میرے حبیب تو نمازیوں میں پھرتا چلا آیا ہے۔ اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ آپ کا خاندان آدم علیہ السلام سے لے کر جہاں کہیں آپ نے ٹکانا کیا ہے۔ وہ سب کے سب صادقین وموحدین ہوئے۔ اور مائی مریم پر جبلی مخالفین نے الزام زنا وغیرہ لگایا۔ تو خداوند کریم نے ان کی بریت بیان کی۔ اور کہا کہ تم لوگ جھوٹے ہو۔ وہ عفیفہ اور صادقہ ہے۔ اور مائی آمنہ رضی اللہ عنہا پر تو کسی فرد نے کسی قسم کا الزام الزام نہیں لگایا۔ تو پھر خداوند کریم کو کیا ضرورت تھی کہ خواہ مخواہ ایک بے ضرورت قصہ بیان کرتا۔ اور بشارتیں دیتا۔ باقی بیان انشاء اللہ تعالےٰ جلد چہارم وپنجم وغیرہما میں کیا جائے گا۔ فقط وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ؛

خُطْبَةُ الْجُمُعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِمَنْ قَدْ تَخَيَّرَ اَفْخَرَ اٰلٍ ۔۔۔ وَالشُّكْرُ لِمَنْ صَوَّرَ حُسْنًا وَّجَمَالًا

فَرْدٌ صَمَدٌ عَنْ صِفَةِ الْخَلْقِ بَرِيٌّ ۔۔۔ رَبٌّ اَزَلِيٌّ خَلَقَ الْخَلْقَ كَمَالًا

لَا شِبْهَ وَلَا مِثْلَ وَلَا كُفْوَ لَهٗ تَعَالٰى ۔۔۔ لَا وَلَدَ وَلَا وَالِدَ لَا عَمَّ وَخَالًا

لَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا حَدَّ لِرَبِّيْ ۔۔۔ اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ وَلَمْ يَلْقَ زَوَالًا

لَا مِثْلَ لِمَنْ صَوَّرَ مِثْلًا وَّنَظِيْرًا ۔۔۔ مَنْ قَالَ سِوٰى ذٰلِكَ قَدْ قَالَ مُحَالًا

لَا قَبْلَ وَلَا بَعْدَ وَلَا وَقْتَ زَمَانًا ۔۔۔ لَا مَانِعَ لَا حَاجِبَ لِلّٰهِ تَعَالٰى

اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ حَقًّا ۔۔۔ وَالْبَاطِنُ مَوْلَايَ وَلَا قِيْلَ وَقَالَ

اَشْهَدُ بِاللّٰهِ هُوَ الْوَاحِدُ حَقًّا ۔۔۔ اَشْهَدُ بِالْاَحَدِ لِلّٰهِ تَعَالٰى

فَاَصَلِّ عَلٰى اَفْضَلِ رُسُلٍ وَّنَبِيٍّ ۔۔۔ فِيْ كُلِّ صَبَاحٍ وَّمَسَاءٍ وَّزَوَالًا

يَا قَوْمِ لَنَا التَّوْبَةُ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۔۔۔ وَالطَّاعَةُ لِلّٰهِ تَقَدَّسَ وَتَعَالٰى

اِنْ شِئْتَ مِنَ الْخَوْنِ اَمَانًا وَّسَلَامًا ۔۔۔ لَا تَهْوَ بِمَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى

اِنْ شِئْتَ مِنَ النَّارِ نَجَاتًا وَّفَلَاحًا ۔۔۔ فَاعْبُدْهُ يَقِيْنًا بِعَدُوٍّ وَّاَصَالًا

طُوْبٰى لِمُصَلٍّ بِصَفَاءٍ وَّبِصِدْقٍ ۔۔۔ قَدْ يَحْصُلُهُ الْقُرْبُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى

طوبیٰ لمصلٍ بخضوعٍ وخشوعٍ — من خشع فقد نال من اللہ منالا
ھیھات لمن ضیع عمرا بھواء — فسقا وفجورا وفسادا وخبالا
ھیھات لمن یرغب عن ذکر الٰہ — قد یجمع للنفس عذابا وبلالا
یارب فبارک للمصلین جمیعا — غلما وبیانا وجمالا وکمالا

کہو صلّ علےٰ سیدنا احمد مرسل — پہنچے شب معراج کو جو عرش سے بالا
ہوتا نہ اگر وہ نہ ہوتا کوئی موجود — نور اس کے سے پیدا ہوئے سب ادنیٰ و اعلیٰ
بعد اسکے ابوبکر پہ رحمت ہو خدا کی — تھا جان سے اور مال سے جو عاشق والا
بعد اسکے عمر پہ کہ وہ تھا شمع فروزاں — گھر دین کا آئینے ہوا جس سے اجالا
عثمان پہ بعد اسکے کہ تھا جامع قرآن — جو علم و حیا جود کا تھا لوئے لالا
بعد اسکے علی پر کہ وہ تھا حیدر کرار — خیبر کو کیا فتح بیک آن لے بھالا
اور خیر نساء فاطمہ زہرا پہ ہو رحمت — جس گوہر عفت کو پیغمبر نے تھا پالا
بعد انکے حسن اور حسین آل نبی پر — صلوٰۃ خداوند تواتر و توالا
عمین شریفین جو حمزہ و عباس — رحم اللہ علیہم رضی اللہ تعالےٰ

بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ الرَّحِيْمُ ۝ جلسہ کند و باز ایستادہ خطبہ ثانی بخواند۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَحْبَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَكْبَرُ ۝ تَمَّ

حصہ ہفتم از فتاوی مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

سوال:۔ وتر میں کتنی رکعتیں ہیں اور اسمیں کتنے سلام ہیں؟

جواب:۔ وتروں کی نماز تین رکعت ہیں۔ اور تیسری رکعت تشہد کے بعد سلام ہے۔ چنانچہ حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے۔ اور یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔ وہو ہذا۔ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ بِثَلٰثٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ ۔ نقل از فتح القدیر باب الوتر (ترجمہ) فرمایا مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ آپ تین رکعت وتر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور نہ سلام پھیرتے تھے۔ مگر اسکے آخر میں اور ایسا ہی نسائی میں ہے۔ کہ آپ دو رکعت وتر میں سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔ ابوداؤد و ترمذی و طحاوی و ابن ماجہ و فتح القدیر باب الوتر میں بایں طور حدیث صحیح مذکور ہے۔ کہ آپ تین رکعت وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور دوسری رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ و معوذتین پڑھتے اور تیسری رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔ اور موطا میں عطا بن یسار سے نیز حدیث بایں طور مذکور ہے قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْوِتْرُ کَصَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ (ترجمہ) یعنی کہا عطا نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نماز وتروں کی مثل نماز مغرب کے ہے۔ اور اجماع مسلمانوں کا بھی اسی پر ہے۔ کہ وتروں کی نماز تین رکعت ہے۔ وہو ہذا۔ حَدَّثَنَا حَفْصٌ حَدَّثَنَا قَمَرٌ وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ اِجْتَمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْوِتْرَ ثَلٰثُ رَکْعَاتٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ (ترجمہ) حسن بصری سے روایت ہے کہ اجماع مسلمانوں کا اس بات پر ہے۔ کہ نماز وتروں کی تین رکعتیں ہے۔ اور نہ سلام پھیری جاوے مگر آخر رکعت میں (نقل از فتح المبین صفحہ ۱۱۲ و طحاوی و فتح القدیر) اور کہا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اَلْوِتْرُ ثَلٰثُ الْمَغْرِبِ الخ (ترجمہ) یعنی وتر تین رکعت ہے مثل

نوٹ:۔ وتروں کی دوسری رکعت میں آپکی ذات تشہد نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ کتاب مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۸ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اَنَّ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم کان لا یزید فی الرکعتین علی التشھد رواہ ابو یعلی و مسلم صفحہ ۱۹۴ فی کُلِّ رکعتین التحیۃ الحدیث فقط: خادم شریعت عفی اللہ عنہ ۱۲

نماز مغرب کے نقل از فتح المبین صفحہ ۱۳۶ باقی ذکر اسکا اول جلد میں سے مطالعہ کریں۔ فقط۔

سوال :۔ نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ برائے دفع کسی حادثہ و محاربہ کے مستحب ہے۔ ورنہ اسکے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور آپکی ذات بابرکات نے بھی صرف ایک ماہ برائے دفع شرارت مخالفین یہ دعا پڑھی اور بددعا کی۔ وہوہذا۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمْ یَقْنُتْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْفَجْرِ قَطُّ اِلَّا شَھْرًا وَّاحِدًا اِلَّا نَّہٗ حَارَبَ حَیًّا مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ یَدْعُوْا عَلَیْھِمْ۔ نقل از فتح القدیر باب الوتر (ترجمہ) یعنی آپ کی ذات نے نہیں دعا قنوت کو پڑھا۔ کبھی نماز فجر میں مگر ایک ماہ تک۔ اسواسطے کہ آپ محارب ایک قبیلہ مشرکین کے ساتھ تھے۔ دعا قنوت کو پڑھا اور دعاء کی ان پر فقط ؛

سوال :۔ نماز قصر یعنی چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتوں کا پڑھنا کتنے میلوں پر حکم ہے۔ جواب احادیث صحیحہ سے دو ؛

جواب:۔ سفر کی تعداد میں اختلاف ہے۔ لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح تر مذہب یہ ہے کہ تین یوم کی مسافت گھر سے ہو تو نماز کو قصر کرے۔ چنانچہ حدیث موطا امام محمد و معانی الآثار میں ہے اَخْبَرَنَا مَالِکٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّہٗ کَانَ یُسَافِرُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ اَلْبَرِیْدَ فَلَا یَقْصُرُ الصَّلٰوۃَ قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا خَرَجَ الْمُسَافِرُ اَتَمَّ الصَّلٰوۃَ اِلَّا اَنْ یُّرِیْدَ مَسِیْرَۃَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ کَوَامِلَ بِسَیْرِ الْاِبِلِ وَمَشْیِ الْاَقْدَامِ فَاِذَا اَرَادَ ذٰلِکَ قَصَرَ الصَّلٰوۃَ حِیْنَ یَخْرُجُ مِنْ مِّصْرِہٖ وَیَجْعَلُ الْبُیُوْتَ خَلْفَ ظَھْرِہٖ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ (ترجمہ) روایت ہے نافع سے کہ وہ سفر کرتے تھے حضرت عبداللہ کے ساتھ ایک برید تک تو نماز کو قصر نہیں کرتے تھے۔ برید ایک پڑاؤ کو بولتے ہیں جو کہ ۱۲ میل سے زائد نہ ہو۔ اور کہا امام محمد نے کہ جب مسافر گھر سے نکلے تو قصر نہ کرے۔ مگر جبکہ تین دن کے سفر کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور اتنی مسافت ہو کہ اونٹ لادا ہوا ہو اور اسکے ساتھ آدمی آرام سے چل کر تین یوم میں پہنچ جائے۔ جسکی مسافت کا اندازہ ۳۶ میل کا ہوتا ہے۔ اور قصر کرے جبکہ نکلے گھر سے پیٹھ دیوے اسکو۔ اور یہی قول ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا اور نافع سے روایت ہے اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ کَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰی خَیْبَرَ قَصَرَ الصَّلٰوۃَ (ترجمہ) یعنی جب نکلتے عبداللہ بن عمر طرف خیبر کے جو ۹۶ میل ہے تو نماز کو قصر کرتے۔ اور ایک حدیث میں اسطرح ہے کہ فرمایا آپ نے کہ مقیم مسح کرے موزوں پر ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات اور یہی حدیث مذہب حنفیہ کی حجت ہے۔ اور اگر کسی شخص نے سفر میں پندرہ یوم کسی جگہ مقام کرنا

ہو تو نماز قصر نہ کرے بلکہ پوری پڑھے اور اگر اس سے کم رہنا ہو تو قصر کرکے پڑھے یعنی دو رکعتیں فرض پڑھے چنانچہ کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۳۹ اور صاحب طحاوی نے ذکر کیا ہے۔ وہو ہٰذا۔ حَدَّثَنَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاھِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِذَا کُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَنْتَ نَفْسَکَ عَلٰی اِقَامَۃِ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوْمًا فَاَتِمَّ الصَّلٰوۃَ وَاِنْ کُنْتَ لَاتَدْرِیْ فَاقْصُرْ الخ (ترجمہ) یعنی جب آئے تو کسی شہر میں اطمینان سے اور تو مسافر ہو اور نیت کرے تو پندرہ یوم اور رات رہنے کی تو پورا کر نماز کو اگر نہیں جانتا تو کہ کب جاویگا تو قصر کرا سکو۔ اِذَا قَدِمْتَ بَلْدَۃً وَاَنْتَ مُسَافِرٌ وَفِیْ نَفْسِکَ اَنْ تُقِیْمَ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوْمًا وَلَیْلَۃً فَاَکْمِلِ الصَّلٰوۃَ بِھَا وَاِنْ کُنْتَ لَاتَدْرِیْ مَتٰی تَظْعَنُ فَاقْصُرْھَا الخ اور علاوہ اسکے کہا امام ابی شیبہ نے کہ اگر کوئی نہ جانے کہ کب یہاں سے روانہ ہوگا وہ نماز میں قصر ہی کرے۔ اگرچہ گذر جائے اسپر ایک سال اور جب مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ تو چار رکعت ہی پڑھے۔ لیکن نیت چار کی نہ کرے۔ اور موطا امام محمد صفحہ ۷۸ میں ہے اَخْبَرَنَا مَالِکٌ اخبرنا نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ اِذَا کَانَ یُصَلِّیْ مَعَ الْاِمَامِ بِمِنًی یُصَلِّیْ اَرْبَعًا وَاِذَا صَلّٰی لِنَفْسِہٖ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِھٰذَا نَاْخُذُ اِذَا کَانَ الْاِمَامُ مُقِیْمًا وَالرَّجُلُ مُسَافِرًا وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ (ترجمہ) روایت ہے نافع سے کہ ابن عمر چار رکعتیں پڑھتے تھے امام کے ساتھ اور جب تنہا ہوتے تو قصر کرتے نماز کو اور کہا امام محمد نے اسی پر ہے عمل ہمارا جب امام مقیم ہو اور مقتدی مسافر ہو اور ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور نماز کے قصر کرنے پر قرآن مجید بھی شاہد ہے۔ چنانچہ پارہ ۵ رکوع ۱۲ میں ہے فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ۔ (ترجمہ) یعنی سفر میں اگر تم بعض نمازوں میں قصر کروگے تو تم پر کچھ مضائقہ نہیں یعنی تمکو اس امر سے مواخذہ نہیں کیا جاویگا۔ اور واضح ہو کہ مِنَ الصَّلٰوۃِ میں من بعضیہ ہے۔ جیساکہ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَلَیْسُوْا سَوَاءً مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ میں ہے۔ اور نماز ظہر و عصر و عشاء میں قصر کرنا جائز ہے۔ نہ شام و فجر میں چنانچہ احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔ اور علاوہ اسکے موطا امام محمد میں بایں طور حضرت ابن عباس سے حدیث مذکور ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَقْصُرُوا الصَّلٰوۃَ فِیْ اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَۃِ بُرُدٍ مِّنْ مَکَّۃَ اِلٰی عُسْفَانَ اَخْرَجَہٗ مَالِکٌ۔ نقل از کتاب قویم صفحہ ۱۳۳ (ترجمہ) یعنی کہا ابن عباس نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کم

نوٹ:۔ مذہب حنفی میں مسافر کے لئے دو رکعتیں فرض ہیں اس سے زائد پڑھنی گناہ اور باطل ہے چونکہ اس پر اجماع ہے اور ہمارے علماء نے اسکو فجر پر قیاس کیا ہے۔ اور امام شافعی نے صوم پر اور حالانکہ یہ باطل ہے۔ اور آیت کا جواب فَلَاجُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا میں ہے:۔ فقط خادم شریعت:۔

کرو نماز کو چار برد سے کم سفر میں مکہ سے عسفان تک (برید ۱۲ میل کا ہوتا ہے۔) اور صحابہ کرام جبکہ خیبر میں جاتے تو نماز میں قصر کرتے۔ خیبر ۹۶ میل مدینہ منورہ سے ہے ؛

سوال :۔ وقت ظہر کا کسو قت تک باقی رہتا ہے۔ اور فجر کی نماز کسو قت پڑھنی بہتر ہے :۔

جواب :۔ نماز ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھل جانے سے شروع ہوتا ہے۔ اور دو مثل تک رہتا ہے۔ اور یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور امام صاحب کے دلائل یہ ہیں۔ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (ای لِزَوَالِهَا) اور صاحب ہدایہ جلد اول صفحہ ۶۴ میں بایں طور لکھا ہے زَالَتِ الشَّمْسُ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ لِاِمَامَتِهٖ جِبْرَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَاٰخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ وَقَالَا اِذَا صَارَ الظِّلُّ مِثْلَهٗ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَفِي الزَّوَالِ وَهُوَ الَّذِيْ يَكُوْنُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَقْتُ الزَّوَالِ لَهُمَا الخ (ترجمہ) ابتداء وقت ظہر کا ڈھل جانے آفتاب سے ہے۔ کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے اول روز آپ کی ذات کو وقت مذکور میں نماز پڑھائی تھی۔ اور آخر وقت اسکا ہر چیز سے دوچند سوائے اصلی سایہ کے ہو جانے تک رہتا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر چیز کے سایہ سوا سایہ اصلی کے برابر ہونے تک آخر وقت نماز ظہر کا رہتا ہے۔ اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے۔ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ اَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَالَ اَبْرِدْ اَبْرِدْ اَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ الخ (نقل از بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ) (ترجمہ) ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے۔ کہ کہا کہ اذان دینے لگا موذن آپ کی ذات کا وقت ظہر میں تو فرمایا آپ نے ٹھنڈے وقت میں دے۔ اور فرمایا آپ نے انتظار کر انتظار کر اور فرمایا سخت گرمی جوش ہے آگ جہنم سے پس جب سخت ہو گرمی تو ٹھنڈے وقت میں پڑھو نماز کو اور تاخیر کی آپنے یہاں تک کہ دیکھ لیا ہم نے سایہ ٹیلوں کا الخ اور اسی کتاب میں بروایت ابو ہریرہ بایں طور مذکور ہے۔ اِنَّهٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ الخ یعنی فرمایا آپ نے جبوقت سخت گرمی ہو تو ٹھنڈا کر کے پڑھو نماز کو اور نیز بخاری پارہ ۳ ابرد بالظہر میں ابی ذر غفاری سے بایں طور مذکور ہے قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُّؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ ا

(ترجمہ) یعنی کہا ہے راوی نے کہ تھے ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر میں پس چاہا موذن نے کہ اذان دیوے ظہر کی تو فرمایا آپ نے ٹھنڈے وقت میں دے۔ پھر چاہا کہ اذان دیوے تو فرمایا اس سے کہ ٹھنڈے وقت میں دے یہاں تک کہ دیکھ لیا ہم نے سایہ ٹیلوں کا۔ پھر فرمایا نبی علیہ السلام نے بیشک سختی گرمی کی جوش جہنم سے ہے پس جب سخت ہو گرمی تو ٹھنڈا کر کے پڑھو نماز کو پس ان دلائل قاطع سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز ظہر کا آخر وقت دو مثل تک رہتا ہے۔ کیونکہ موذن نے اپنی عادت مالوفہ پر اول وقت میں اذان دینا شروع کیا تو آپ نے اسکو بار بار روکا یہاں تک کہ ٹیلوں کے سایہ نظر آنے لگے تو آپ نے اسکو اجازت دی اور فرمایا کہ آئندہ اس بات کو یاد رکھنا کہ گرمی کے موسم میں نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا کہ نماز میں اچھی طرح دل لگ جائے۔ اور خضوع و خشوع سے نماز ادا ہو جائے اور حدیث مسلم اس پر شاہد ہے وہو ہذا۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَالَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرِّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ اَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ وَقَوِیْمِ صفحہ ۴۶ (ترجمہ) یعنی کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت ظہر کا جب ڈھلے آفتاب اور ہو جائے سایہ مرد کا اسکی لمبائی کے برابر یہاں تک کہ نہ آئے وقت عصر کا اور نہیں جاتا وقت عصر کا جبتک کہ نہ زرد ہو آفتاب اور وقت نماز مغرب کا جب تک کہ نہ غائب ہو زردی پچھم کی۔ اور وقت نماز عشاء کا پوری آدھی رات تک اور وقت نماز صبح کا طلوع فجر سے جب تک نہ طلوع کرے آفتاب اور نماز فجر کو پوری سفیدی میں پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ موطا امام محمد صفحہ اول وقویم صفحہ ۴۹ میں حدیث بایں طور مذکور ہے عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ اَخْرَجَهٗ اَصْحَابُ السُّنَنِ ۵ (ترجمہ) رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ بیشک فرمایا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوب سفیدی میں پڑھو نماز فجر پس اسکا پڑھنا سفیدی میں بڑا ثواب رکھتا ہے الخ پس ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز فجر کو اسفار میں پڑھنا اور نماز ظہر اور عصر کو اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے۔ ہاں اگر موسم گرما میں گرمی کی شدت ہو تو اسوقت دوسری مثل میں نماز ادا کرنا بہتر ہے۔ چنانچہ حدیثوں سے صاف صاف ثابت ہو چکا ہے۔ اور علاوہ اسکے اختلاف سے بھی بچاؤ ہوگا۔ اور قرآن مجید میں ہے فاستبقوا الخیرات لقولہ تعالیٰ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (ترجمہ) بیشک نماز مومنوں پر فرض ہے۔ مقررہ اوقات میں فقط:

سوال :- یہ پانچ نمازیں ہیں۔ اور پانچ اوقات کا ثبوت قرآن مجید سے دو۔ کیونکہ فرقہ چکڑالوی اسبات کا منکر ہے۔

جواب :- بیشک قرآن مجید میں ان ہر دو مسئلوں کا ذکر بہت جگہ پر ہے۔ لیکن اسجگہ صرف دو آیتیں حوالہ کے طور پر تحریر کر دی جاتی ہیں۔ وھوھٰذا :- حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى :- (ترجمہ) نگہبانی کرو نمازوں کی اور نماز درمیانی کی پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ نمازیں پانچ ہیں۔ کیونکہ چار عدد کا وسط ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر پانچ عدد ہونگے۔ تو پھر پانچواں عدد چار کا وسط ہو جائیگا۔ چنانچہ آیت اسکی صاف تفسیر کر رہی ہے۔ وہو ہٰذا قولہ تعالےٰ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ الخ (ترجمہ) پس پاکی و تقدس کرو اپنے رب کی جسوقت تم لوگوں کو شام ہو اور جسوقت تمکو صبح ہو۔ کیونکہ آسمان اور زمین میں وہی اللہ ہے۔ تعریف کے لائق اور اپنے رب کو یاد کرو جبکہ تم کو عشاء اور جبکہ تم کو وقت ظہر۔ پس ان ہر دو آیات سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نمازیں بھی پانچ ہیں۔ یعنی وقت نماز صبح و نماز ظہر۔ و نماز عصر۔ و نماز عشاء و مغرب۔ اور ایسا ہی عبداللہ چکڑالوی نے اپنے رسالہ صلوۃ القرآن صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے اور وہ عبارت اسکی یہ ہے۔ فجر دو فرض۔ ظہر چار فرض۔ عصر چار فرض۔ مغرب تین فرض۔ عشاء چار فرض۔ جمعہ دو فرض عیدین دو فرض۔ تہجد دو نفل۔ فقط باقی ذکر انشاء اللہ تعالےٰ کسی اور جلد میں ہوگا ؛

سوال : آذان نماز کب سے شروع ہوئی۔ اور کسطرح ہوئی۔ اور اسکا ثبوت کیا ہے۔ جواب دو ؛

جواب :- اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ مکہ معظمہ[1] میں شروع ہوئی۔ اور بعض نے کہا کہ مدینہ طیبہ میں اور صحیح تر یہ ہے کہ جب آپکی ذات بابرکات مکہ سے مع صحابہ کرام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور دن بدن اسلام میں ترقی ہونے لگی۔ تو صحابہ نے بطور مشورہ آپ کی ذات سے کہا کہ اب اس امر میں نہایت تکلیف ہے کہ لوگوں کو ہر نماز کے لئے خانہ بخانہ کوچہ بکوچہ آوازیں دیں اور بلائیں۔ اور ایک وقت معین پر ہر ایک کے لئے اسطرح دشوار ہے۔ سو کوئی ایسی چیز ہو جسکو سن کر سب لوگ جمع ہو جائیں۔ اور نمازیں اکٹھے ہو کر ادا کر لیں۔ تو ہر ایک نے اپنی اپنی رائے بیان کی۔ کسی نے کہا بلند مکان پر آگ جلائی جائے اور اسکو لوگ دیکھتے ہی دوڑ کر آجائیں۔ اور بعض نے کہا ناقوس بجایا جائے۔ اور بعض نے کہا سینگ۔ غرضیکہ یہ رائیں بھی صحابہ میں پاس نہ ہوئیں۔ کیونکہ ان چیزوں میں مشابہت غیر مذاہب مثل یہود و نصاریٰ کے پائی جاتی ہے۔ لیکن آپ نے حکم ناقوس بنانے کا کر دیا۔ اور ایک روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ آپنے ناقوس کو بھی منع کیا ہے۔ لیکن روایت ابوداؤد کی اسپر شاہد ہے کہ آپنے

---

[1] جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ میں ایمان لائے تو بآواز بلند آذان دلائی گئی۔ نقل از حملہ حیدری کتاب شیعہ فقط ؛

حکم دیا ہے کہ تم ناقوس بنالو تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہما نہایت غمناک ہو کر چلے آئے۔ اور خواب میں اسکو کلمات سکھائے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی اسکی تصدیق اور تائید کی اور فرمایا آپ نے کہ شکر ہے اللہ تعالےٰ کا کہ میرے صحابہ کو سرِ حق الہام ہوتے ہیں۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ قَالَ لَمَّآ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوْسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهٖ لِلنَّاسِ يَجْمَعُ الصَّلٰوةِ طَافَ بِيْ وَاَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اتبع النَّاقُوْسِ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ فَقُلْتُ نَدْعُوْا بِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ بَلٰى فَقَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ط حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ط حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ط حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط ثُمَّ اِسْتَاْخَرَ عَنِّيْ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ قَالَ تَقُوْلُ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ط حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ط حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ط حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ط قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط فَلَمَّآ اَصْبَحْتُ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَاَيْتَ فَقَالَ اِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ اِنْشَآءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَاَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَاَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ فَاِنَّهٗ اَنْدٰى صَوْتًا مِّنْكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ اُلْقِيْهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ قَالَ فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَآءَهٗ وَيَقُوْلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ مِثْلَ الَّذِيْ اُرِيَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (رواہ ابوداؤد) کتاب تفریج الاحباب صفحہ ۲۰۱ وقویم صفحہ ۵۴ (ترجمہ) عبداللہ بن زید بن عبدربہ سے روایت ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بنائے جانے کا حکم فرمایا کہ نماز میں جمع ہونے کے لئے لوگوں کے اسکو بجائیں۔ تو مجھے ایک شخص خواب میں دکھائی دیا۔ کہ وہ اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے ہے میں نے اس سے کہا اے خدا کے بندے کیا یہ ناقوس بیچتا ہے۔ اس نے کہا اس سے تو کیا کرے گا۔ .. .. .. میں نے کہا اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر چیز بتاؤں تجھ کو میں نے کہا ہاں اس نے کہا پہلے چار مرتبہ اللہ اکبر کہے پھر دو مرتبہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اور دو دفعہ

اشہدان محمد رسول اللہ۔ اور دو دفعہ حیّ علی الصلوۃ اسی طرح دو دفعہ حی علی الفلاح۔ پھر دو دفعہ اللہ اکبر۔ اور ایک دفعہ لاالہ الا اللہ کہو۔ یہ کہہ کر وہ شخص تھوڑی دیر مجھ سے پیچھے ہٹ کر کہنے لگا۔ جب جماعت کھڑی ہووے تو پہلے دو مرتبہ اللہ اکبر کہو اور پھر دو ہی دفعہ اشہدان لاالہ الا اللہ کہو۔ پھر دو دفعہ اشہدان محمد رسول اللہ اور دو دفعہ حی علی الصلوٰۃ اور اسی طرح حی علی الفلاح کہہ کر دو دفعہ قد قامت الصلوٰۃ کہے اور پھر اللہ اکبر دو دفعہ کہے اور لاالہ الا اللہ پس جب میں نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس خواب کو جو میں نے دیکھا تھا۔ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا بیشک یہ خواب حق ہے۔ اگر اللہ نے چاہا۔ تو بلال کے ساتھ کھڑا ہو کر کہ جو کچھ دیکھا ہے۔ اس سے سکھلا اور بتا تاکہ بلال ان کلموں کے ساتھ اذان دے کیونکہ بلال تجھ سے آواز میں زیادہ ہے۔ پس میں نے بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر انہی لفظوں کو بتانا شروع کیا۔ بلال ان لفظوں سے اذان دیتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب گھر میں سے یہ آواز سنکر اپنی چادر سنبھالتے ہوئے باہر آئے اور کہنے لگے اے رسول خدا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیساکہ عبد اللہ نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شکر ہے کہ میرے اصحاب پر حق الہام ہوتے ہیں۔ اور بخاری میں اسطرح پر ہے۔ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَحْزُرُوْنَ الصَّلٰوةَ لَيْسَ يُنَادِيْ بِهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ یعنی جب آئے مسلمان مدینہ منورہ میں پس وقت ٹھیراتے نماز کا پس نہ اذان دی جاتی تھی واسطے اسکے پس انہوں نے کلام کیا ایک دن اس میں پس کہا بعض نے بنالیا جاوے ناقوس نصاریٰ کے اور کہا بعض نے بوق پس کہا حضرت عمر نے نہیں مقرر کرتے تم آدمی جو پکارے ساتھ نماز کے پس فرمایا آپ کی ذات بابرکات نے اے بلال کھڑا ہو اذان دے ساتھ نماز کے اور آذان کا ثبوت قرآن مجید میں ہے چنانچہ سورہ جمعہ میں اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ آیت لقولہ تعالےٰ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ الآیۃ یعنی جب پکارتے ہو تم طرف نماز کی پکڑتے ہیں اسکو ٹھٹھا اور کھیل اس سبب سے کہ وہ ایک قوم ہے۔ نہیں سمجھتی۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اقامت میں بھی ہر ایک کلمہ کو اذان کیطرح تکرار کرے نہ کہ جیسا بعض فرقہ وہابیہ کا دستور العمل ہے۔ ہکذا فی البخاری باب الاذان ؛

سوال :۔ غیر مقلد کہتے ہیں کہ یہ تقلید حرام و بدعت ہے جو حنفی شافعی حنبلی مالکی وغیرہ میں ہے۔ کیونکہ یہ چوتھی صدی کی بنی ہوئی ہے۔ کیا یہ ان کی بات سچ ہے۔ انصاف سے جواب دو ؛

السائل فضل الٰہی مستری وزیر آباد۔ محلہ لکڑ منڈی ۲۰ر نومبر ۱۹۱۹ء ؛

جواب :- تقلید دو قسم پر ہے (۱) تقلید مثل کفار و رسوم آباو اجداد کی اور یہ تقلید بالکل حرام اور مردود اور شرک اور کفر ہے۔ اور اس تقلید کی حرمت پر خود قرآن مجید شاہد ہے بقولہ تعالےٰ هٰذَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا کیونکہ وہ بجز اس بات کے اور کوئی دلیل نہیں رکھتے۔ اور اسی تقلید کو خود مولانا رومی صاحب نے بھی بدیں الفاظ رد کیا ہے

ابیات

بشنو ایں قصد بے تہدید را — تا بدانی آفتِ تقلید را
آن مقلد صد دلیل و صد بیاں — بر زباں آرد ندارد ہیچ جاں
بسکہ تقلید است ایمان او — روئے ایماں را ندید جان او
بس خطر باشد مقلد را عظیم — از رہے رہزن ز شیطان رجیم
خلق را تقلید او برباد داد — ہفت صد لعنت بریں تقلید باد

اور دوم تقلید انبیاء و اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم و آئمہ دین شرح متین کی ہے۔ اور یہ تقلید[1] جسمیں ہم بحث کرتے ہیں جائز بلکہ فرض ہے۔ اور اس پر یہ دلائل شاہد ہیں۔ بقولہ تعالےٰ۔ اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا (ترجمہ) ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کر۔ آیت دوم۔ بقولہ تعالےٰ۔ اِتَّبِعْ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ یعنی اس شخص کی پیروی اور اتباع کر جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ آیت سوم بقولہ تعالےٰ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ترجمہ) اے رب ہمارے ہمکو راستہ گروہ مضبوط پر چلا جو انبیاء اور صالحین اور شہداء و آئمہ دین کا ہے یعنی جس راستہ پر وہ چلے ہیں۔ آیت چہارم بقولہ تعالےٰ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) پس پوچھ لو تم صاحب ذکر سے اگر تم لوگ ناواقف ہو۔ آیت پنجم۔ بقولہ تعالےٰ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۝ (ترجمہ) اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور اسکی پیروی کرو جو تم میں سے صاحب امر ہو۔ پس ان تمام آیات بینات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تقلید یعنی اتباع ہر ایک فرد کو لازم ہے کہ انبیاء و شہداء و ائمہ دین شرع متین کی کرے اور اسمیں کوئی قباحت نہیں۔ اور اگر فرقہ وہابیہ یہ کہے کہ ہم لوگ تو اس تقلید کو جائز کہتے ہیں۔ صرف تقلید ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے کو حرام یا بدعت سمجھتے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ آپ بتائیے کہ آئمہ اربعہ دین حق پر تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو پھر ہم لوگ ان میں سے ایک

---

[1] تقلید کے معنی اتباع اور پیروی کے ہیں چنانچہ کتب لغت اور کتاب حسامی مع نامی ص۸۶ حاشیہ صفحہ ۵ میں بایں طور لکھا ہے التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما تسمعہ بقول او فی فعلہ علی زعم انہ محسن بلا نظر والدلیل الخ :- خادم شریعت عفی عنہ ۱۲ :-

امام کی تقلید کرلیں۔ تو کیا ہم دین سے خارج ہو جائیں گے۔ جواب دو۔ کیا یہ حکم خداوند کریم کا نہیں۔ اِتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ یعنی اتباع کر اس شخص کی جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ کیا آیت کریمہ سے تقلید شخصی ثابت نہیں ہوتی لو ہم صرف دو تین حدیثیں بھی بیان کر دیتے ہیں۔ وہو ہذا۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرَ (ترجمہ) فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پیروی کرو بعد میرے ابوبکر اور عمر کی اور حدیث دوم فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ حدیث سوم قولہ علیہ السلام اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (ترجمہ) یعنی فرمایا آپ کی ذات بابرکات نے میرے اصحاب مانند ستاروں کے ہیں جو ان میں سے کسی ایک کا اتباع کرے گا وہی ہدایت پر ہوگا اور وہی اسکو جنت میں لے جائیگا۔ بس اب غیر مقلد صاحب فرمائیے کیا اب تقلید شخصی ثابت ہوئی یا نہیں۔ کیا امام صاحب تابعی تھے یا نہیں۔ کیا دوسرے امام خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم کے مصداق ہیں یا نہیں۔ جواب دو۔ پس ہم مقلد لوگ آئمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کو فرض سمجھتے ہیں۔ کیونکہ آئمہ اربعہ دین حق پر تھے صرف فرق ان کا فروعی مسائل میں تھا نہ اصول دین میں اور ان آئمہ دین کی تقلید تو بڑے بڑے علمائے دین شرع متین نے کی ہے۔ چنانچہ امام بخاری و مسلم و صاحب ترمذی و نسائی و عبداللہ بن مبارک و صاحب فتح القدیر و شامی و صاحب ہدایہ و صاحب قدوری و قاضی خاں و عالمگیر و حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ غرضیکہ تمام آئمہ دین و مفتیان شرع متین سب کے سب اپنے آپکو مقلد ہی کہلاتے چلے آئے ہیں اور صاحب نبراس صفحہ ۸ بحوالہ حطہ فی ذکر الصحاح ستہ باب ۳ فصل ۵ مطبوعہ مطبع نظامی سے بایں طور لکھا ہے۔ وَطَرِیْقَتُہٗ ھٰذَا کُلِّہٖ مَذْھَبُ حَنَفِیٌّ وَشِرْعَۃٌ حَقَّۃٌ اور صاحب نبراس نے صفحہ ۸ و فتح المبین صفحہ ۳۸۱ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب انصاف سے اسطرح امام بخاری کے بارہ میں لکھا ہے۔ وَمِنْ ھٰذَا الْقَبِیْلِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلُ الْبُخَارِیُّ فَاِنَّہٗ مَعْدُوْدٌ فِیْ طَبَقَاتِ الشَّافِعِیَّۃِ اِلٰی اَنْ قَالَ وَاسْتَدَلَّ شَیْخُنَا الْعَلَّامَۃُ عَلٰی اِدْخَالِ الْبُخَارِیِّ فِی الشَّافِعِیَّۃِ بِذِکْرِہٖ فِیْ طَبَقَاتِھِمْ وَکَلَامُ النَّوَوِیِّ الَّذِیْ ذَکَرْنَاہُ شَاھِدٌ لَّہٗ (ترجمہ) اسی قبیلہ سے ہیں محمد بن اسمٰعیل بخاری پس تحقیق وہ شمار کئے گئے ہیں طبقات شافعیہ سے اور جن علماء نے ان کو ذکر کیا ہے طبقات شافعیہ ان میں سے ایک تاج الدین سبکی ہیں۔ اور کہا اس سبکی نے کہ تحقیق اس نے فقہ سیکھی اور حمید نے امام شافعی سے اور دلیل پکڑی ہمارے شیخ علامہ نے اوپر داخل کرنے بخاری کے علمائے شافعیہ میں ساتھ ذکر اس بخاری

طبقات شافعیہ میں اور کلام نووی کا جسکو ذکر کیا ہم نے اسکا شاہد ہے۔ اور قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۲۸ و ۳۱ مطبوعہ مطبع نولکشور میں اسطرح لکھا ہے قَالَ الشَّیْخ تَاجُ الدِّین سبکی ذَکَرَہٗ یَعْنِی الْبُخَارِیَ اَبُوْعَاصِم فی طبقات اصحابنا الشافعیہ (ترجمہ) کہا شیخ تاج الدین سبکی نے ذکر کیا اسکو یعنی بخاری کو ابو عاصم نے بیچ طبقات ہمارے اصحاب شافعیہ کے اور باقی آئمہ محدثین کے مقلد ہونے کے دلائل مفصل طور پر انشاء اللہ تعالےٰ جلد پنجم میں مذکور ہوں گے۔ اور علاوہ اسکے جن لوگوں نے اس تقلید مجید کو برا کہا ہے۔ انکو علمائے دین شرع متین نے فرقہ اہل ہوا یہ اور مبتدع کہا ہے۔ چنانچہ صاحب طحطاوی نے لکھا ہے۔ وَھٰذِہِ الطَّائِفَۃُ النَّاجِیَۃُ قَدِ اجْتَمَعَتِ الْیَوْمَ فِی الْمَذْھَبِ الْاَرْبَعَۃِ وَھُمُ الْحَنَفِیَّوْنَ وَمَنْ کَانَ خَارِجًا مِنْ ھٰذِہِ الْمَذَاھِبِ الْاَرْبَعَۃِ فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْبِدْعَۃِ وَالنَّارِ (ترجمہ) یہ گروہ نجات حاصل کرنے والا ہے۔ آج کے دن جمع ہے۔ چار مذاہب میں وہ لوگ حنفی۔ شافعی و مالکی و حنبلی ہیں۔ اور جو ان چار مذاہب سے آج کے دن خارج ہوا وہ بدعتی اور دوزخی ہے اور عقد الجید صفحہ ۳۱ و ۳۲ میں لکھا ہے۔ کہ آئمہ اربعہ کی تقلید سے انکار کرنا گویا بڑی جماعت سے خارج ہونا ہے۔ اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ رواہ ابن ماجہ۔ پس اس حدیث شریف سے ثابت ہوا جس نے بڑی جماعت سے منہ پھیرا وہ جہنم کا ایندھن ہوا کیونکہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور جو اس جماعت کثیر سے ایک بالشت بھر خارج ہوا تو وہ شیطان کے پھندے میں پھنس کر جہنم میں جا پڑا۔ اب صاحبان انصاف فرمائیے کہ جماعت آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کثیر ہے یا فرقہ غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ کثیر ہے اور تقلید شخصی اور غیر شخصی ہر دو انبیاء کے زمانہ سے لے کر اب تک چلی آتی ہے اور آخر تک چلی جائیگی۔ اگرچہ دشمنان دین اس بات کو برا مانتے ہیں اور تقلید آئمہ اربعہ کی دوسری صدی سے شروع ہوئی ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب انصاف میں صفحہ ۵۶ پر لکھتے ہیں وَبَعْدَ الْمِائَتَیْنِ وَظَھَرَ فِیْھِمُ الْمَذَاھِبُ الْمُجْتَھِدِیْنَ بِاَعْیَانِھِمْ وَقَلَّ مَنْ کَانَ لَا یَعْتَمِدُ عَلٰی مَذْھَبِ مُجْتَھِدٍ بِعَیْنِہٖ وَکَانَ ھٰذَا ھُوَ الْوَاجِبُ فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ۔ (ترجمہ) اور بعد دو صدیوں کے لوگوں میں معین مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور اسوقت اس سے کم آدمی تھے۔ کہ مجتہدین پر اعتماد نہ رکھتے ہوں۔ اور اس وقت میں پابندی مذہب معین کی واجب تھی۔ اور عقد الجید مترجم صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے وَلَمَّا انْدَرَسَتِ الْمَذَاھِبُ الْحَقَّۃُ اِلَّا ھٰذِہِ الْاَرْبَعَۃَ کَانَ اِتِّبَاعُھَا لِلسَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالْخُرُوْجُ عَنْھَا خُرُوْجٌ عَنِ السَّوَادِ الْاَعْظَمِ (ترجمہ) جب وہ سچے مذہب والے ان چار مذاہب کے نیست و نابود ہونگے۔ تو ان کی

پیروی کرنی بڑی انبو کی پیروی کرنی ہے۔ اور ان سے باہر نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے اس لئے امام بخاری و ابن تیمیہ و ابن القیم و شوکانی و امام نووی و خطائی و سیوطی و ذہبی و قسطلانی و علامہ عینی و ملا علی قاری و شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالحق محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز وغیرہ علمائے دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین یکے بعد دیگرے جسقدر دنیا میں گذرے ہیں کسی نے تقلید سے قدم باہر نہیں رکھا۔ باوجودیکہ یہ لوگ اپنی بزرگی و علم میں کمالیت رکھتے تھے۔ پس جبکہ ایسے ایسے علمائے دین مقلد ہو کر دین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار ہوئے تو ان بیچاروں کے کہنے سے کون صاحب تسلیم کر سکتا ہے۔ اور اگر کوئی غیر مقلد کہے تو دیکھائیں۔ کہ کس کتاب معتبر میں لکھا ہے۔ ہم اسکے جواب پر تیار ہیں۔ اور باقی جلد اوّل و دوم و سوم میں ملاحظہ کریں۔ فقط ؛

سوال :۔ بیع سلم کی کتنی شرائط ہیں۔ اور یہ جائز ہے یا نہیں اور رہن میں مرتہن کو نفع اٹھانا کیسا ہے۔

السائل چودہری پیر اندتہ از رنیسوال ضلع لائلپور۔

جواب :۔ بیشک بیع سلم جائز ہے۔ اور اسپر قرآن مجید و احادیث و کتب فقہ شاہد ہیں۔ قولہ تعالےٰ اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی الخ و حضرت ابن عباس نے کہا ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے حلال کیا بیع سلم ایک معین مدت تک ذکر کیا اسکو صاحب نور الہدایہ اور شیخین نے اور اسکی شرطیں یہ ہیں (۱) بیان کرنا سلم فیہ کا مثلاً گیہوں ہے یا جَو (۲) بیان اسکی نوعیت کا (۳) بیان اسکی صفات کا یعنی عمدہ ہے یا ناقص (۴) بیان مقدار پیمانہ معتبرہ سے (۵) ذکر مدت ادائیگی (۶) بیان مقام جہاں ادا کی جائے (۷) بیان مقدار رأس المال اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو بیع سلم نا جائز ہے۔ نقل از قدوری و ہدایہ و شرح وقایہ وغیرہ ؛ اور مسئلہ رہن کے نفع اٹھانے میں علماء کا اختلاف ہے خواہ راہن اجازت دے یا نہ دے۔ ہر دو صورت میں محققین کے نزدیک ناجائز ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر حدیث بیہقی شاہد ہے اور کتاب غایۃ الاوطار شرح درالمختار جلد ۴ صفحہ ۸۰ پر بھی اسی طرح مذکور ہے لَا یَحِلُّ الرَّھْنُ تَھْنُ ذٰلِکَ وَلَوْ بِالْاِذْنِ لِاَنَّہٗ رِبٰوا الخ اور مضمرات میں ہے اگر بکری گروی رکھے اور مرتہن کو راہن نے کہا کہ بکری کا بچہ کھاؤ اور دودھ پیو۔ پس اسطرح مرتہن پر کوئی تاوان نہیں اور اسی طرح صاحب باغ نے مرتہن کو اجازت اسکے پھلوں کے کھانے کی دی اور صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کر کے کہا کہ مرتہن کو نفع ناجائز اگرچہ اسے اجازت دو۔ اور محمد بن اسلم سے منقول ہے کہ مرتہن کو باوجود اجازت نفع ناجائز ہے۔ اور اسکو بیاج سمجھا۔ اور مصنف نے اسے مکروہ تحریمی کہا اس سے اجتناب ضروری ہے باقی مفصل ذکر جلد پنجم میں ہے۔ فقط ؛

اعتراض: از جانب میاں عمرالدین وزیر آبادی وعبدالجلیل سامری مصنّف بوئے غسلین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں محرمات یعنی ماں بہن دھی سے نکاح کرنے سے حد لازم نہ ہونا۔ اگرچہ اسکو علم ہو:

جواب: ع دروغ آدمی راکند بے وقار۔ افسوس ہے کہ معترض صاحب نے بہتان صریح وطوفان قبیح آئمہ دین مجتہدین خصوصًا فقہائے کرام احناف پر بلا سوچے سمجھے باندھا اور دروازہ فتنہ فساد پردازی ودغابازی وجعلسازی وافترا پردازی کا کھول دیا۔ اور شب دروز اپنی عادت سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سنانیکی کر لی اور بمقتضائے ہمچوں دیگرے نیست۔ اپنے آپ کو فاضل اجل سمجھ کر اہل حدیث ہونے کا نقارہ بجایا ع ما اہل حدیثم دگر آنرا نشناسیم۔ خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے۔ شعر

خدایا مفتری رارو سیاہ کن زقہر قہروان خود تباہ کن

معترض صاحب کو لازم تھا کہ بزرگان دین پر نکتہ چینی بے سوچے سمجھے نہ کرتے ؎

نباشد نکتہ گیری آدمیت کہ کار سگ بود آہو گرفتن

دوسری بات معترض کو یہ لازم تھی کہ اگر مطیع عبدالوہاب نجدی وابن تیمیہ وبرادر مولوی محی الدین صاحب نومسلم بنارسی ومصنّف بوئے غسلین ہو کر حسد۔ عداوت وتعصب کا گلے میں ہار اور دل میں نقش جمانا تھا۔ اور شہر وزیر آباد اور اسکے گرد ونواح میں لوگوں کے دلوں میں فساد کا بیج بونا تھا اور اپنے مذہب جدیدہ باطلہ کو ظاہر کرنا اور مذہب آئمہ اربعہ خصوصًا مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا باطل کرنا منظور تھا۔ تو ذرا عبارت اصلی کتب فقہ حنفیہ مع صفحہ تحریر کرنی چاہیئے تھی۔ تاکہ ناظرین کو اطمینان ہو جاتا۔ اور لیاقت واستعداد علوم عربیہ یعنی قرآن مجید واحادیث شریف اور فقہ دانی کا راز اچھی طرح واضح ہو جاتا اور انصاف اس بات کا مقتضی تھا کہ تحقیق حق کا مدار اصول موضوعہ طبقات سبعہ مراتب مجتہد فیہ فقہائے کرام احناف پر ٹھیرلیتے۔ اور جو علامات بزرگان دین نے فتویٰ دینے کی مقرر کی ہیں تحریر کرتے اور روایات مرجوعہ وغیرہ مشہور کا حال بیان کرتے اور روایات مرجوع ومطروح وغیرہ مشہورہ کا حال بیان کرتے تاکہ کسی فرد بشر کو چوں وچرا کا موقعہ نہ ملتا اور جو امر مختلف فیہ تھا ہر ایک پر واضح ہو جاتا لیکن معترض صاحب نے ان امور کو تو ترک کر دیا اور جلدی سے بید ھڑک امام صاحب کے مذہب پر اعتراض کر دیا ع گفتہ گفتہ من شدم لسبیار گو۔ اور معترض صاحب کو اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ اگر عوام الناس میری من گھڑت بات سن کر لاعلمی کے باعث تسلیم کر لینگے۔ اور بزرگان دین پر لعن طعن شروع کر دیں گے تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ اور علاوہ ازیں یہ بات بھی صادق ہو جائے گی اَلصِّدْقُ يُنْجِيْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ اور بقول

؎ سنبھل کر رکھنا قدم دشتِ خار میں مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنا پا بھی ہے

معترض صاحب نے شاید تصنیف بنارسی یعنی الجرح علی ابی حنیفہ کی تردید کا مطالعہ نہیں کیا۔ جسمیں ہمارے مکرم مسمی مولانا مولوی حاجی نور بخش صاحب ایم۔ اے حنفی۔ نقشبندی توکلی ممبر انجمن نعمانیہ لاہور و مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب عالم باعمل و فاضل بے بدل بٹالوی نے ان بیہودہ سوالات کے دندان شکن جواب باصواب لفظ بلفظ دے دیئے ہیں۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

معترض صاحب ذرا بنگاہ غور دیکھئے اور پردۂ تعصب کو گوش ہوش سے دور کر کے سنئے کہ کسقدر علمائے احناف کے قلم سے درفشانی و علم معانی کی فراست ظاہر ہو رہی ہے (شعر) عالموں کے دماغ کو پہنچو بیعلم اتنا تیرا دماغ نہیں۔ دعویٰ تو فاضلیت کا ہے لیکن معلوم اتنا بھی نہیں کہ حد شرح کسکو کہتے ہیں۔ اور تعزیر کس لئے ہوتی ہے۔ اور مخالف ہونا اور خلاف کرنا کس کو بولتے ہیں۔

جھوٹ کہنے سے تو باز آؤ خدا کے واسطے چپ رہو اب منہ نہ کھولو تم خدا کے واسطے

معترض! کتب فقہ حنفیہ میں تو صاف صاف لکھا ہے کہ محرمات یعنی ماں۔ بہن۔ لڑکی۔ دادی۔ نانی۔ پھوپھی۔ خالہ۔ حقیقی بہن بھتیجی۔ پوتی۔ دہتی۔ بھانجی اور ساس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر کوئی محرمات ابدیہ کو حلال جان کر نکاح کرے تو اسکو قتل کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ شخص شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے۔ ہکذا فی فتح القدیر و عالمگیر و قاضی خاں و شرح وقایہ و ہدایہ و کنز وغیرہ باب المحرمات۔ اور آپ کی عبارت تحریر شدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جسکو علم ہو کہ یہ میری ماں یا بہن ہے۔ اور مسائل محرمات سے ناواقف ہے کہ یہ حلال ہیں یا حرام اور شبہ فی العقد میں آکر اس نے نکاح کر لیا تو کیا معترض صاحب اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تعزیر کا حکم لگا دیا تو اس میں کس حدیث کی مخالفت امام صاحب نے کی جبکہ تعزیر بالقتل بھی وارد ہے۔ اور اس عبارت سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ محرمات کیساتھ نکاح کرنا نزدیک امام صاحب کے جائز ہے۔ بلکہ یہ تو ایک مسئلہ کی صورت پر مبنی ہے۔ نہ یہ کہ محرمات سے نکاح کرنا درست ہے بلکہ اگر کسی شخص جاہل بے وقوف نے اپنی محرمات سے بواسطہ بے عملی نکاح شبہ بالعقد کر لیا تو اسپر تعزیر ہونی چاہیئے جو کہ قاضی و حاکم وقت کی رائے پر موقوف ہوگی۔ خواہ حاکم و قاضی اسکو سیاستاً قتل کرا دیں یا کوئی اور سزا مقرر کر دیں چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے اِدْرَءِ الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ کیونکہ شبہ بالعقد ہے۔ اور شبہات سے شرعاً حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اور شبہ تین قسم پر ہوا کرتا ہے۔ شبہ فی المحل۔ شبہ فی الفعل۔ و شبہ بالعقد۔ پس یہ مسئلہ امام صاحب علیہ الرحمۃ

حدیث شریف کے ہے جیساکہ ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اِدْفَعُوا الْحُدُوْدَ عَنْ عِبَادَ اللّٰہِ مَا وَجَدْتُّمْ لَہٗ مَدْفَعًا اور ترمذی و بیہقی و حاکم نے یوں بیان کیا ہے اِدْرَءُ الْحُدُوْدَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ معترض صاحب حدیث شریف سے تو صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ شبہات میں حد کا ساقط کر دینا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص محارم سے بدون نکاح کے صحبت کرے تو بالاتفاق اس پر حد لازم ہوگی۔ ہکذا فی کتب الفقہ اور امام صاحب اور صاحبین میں نزاع صرف محارم فی العقد میں ہے نہ حِلّت و حرمت میں۔ اور جو معترض صاحب نے حدیث بنا پر تردید مذہب امام صاحب کے تحریر کی ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی بی بی سے نکاح کیا اور اسکے لئے آپنے حکم دیا کہ گردن اسکی ماری جاوے اور مال اسکا لے لیا جاوے۔ جنابِ من اس حدیث سے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ شخص احکامِ شریعت سے انکار کرتا تھا اسلئے اس پر حکم مرتد ہونے کا لگا دیا گیا تھا۔ کیونکہ مال چھین لینا اور گردن مارنا تو لوازمات کفر یہ سے ہے نہ حد میں۔ جیساکہ اس حدیث کی شرح لمعات باب المحرمات میں مذکور ہے کَانَ الرَّجُلُ اِعْتَقَدَ حِلَّہٗ وَاَنْکَرَ حُکْمَ الشَّرِیْعَۃِ فَکَانَ مُرْتَدًّا فَلِذَا لِکَ اَمَرَ بِقَتْلِہٖ وَاَخْذِ مَالِہٖ اور جو آپنے قتل کا حکم دیا تھا وہ صِرف تعزیراً و سیاستاً تھا جیساکہ لواطت حیوانات و شراب خوری تا بار چہارم اور دزدی یعنی چوری تا بار پنجم میں ہے۔ حالانکہ بالاتفاق قتل ان امور میں حد شمار نہیں کیا جاتا اور ان میں صِرف تعزیراً و سیاستاً قتل کا حکم تصور کیا جائے گا۔ اور زنا کی صرف دو حدیں ہیں۔ محصن کو سنگسار کرنا۔ یہانتک کہ مرجائے۔ اور اگر غیر محصن ہو تو حد اسکی صرف تازیانہ درّہ ہے۔ اور علاوہ ازیں تعزیر قتل سے بھی ہو جاتی ہے۔ ہکذا فی درالمختار اور فرق صِرف حد و تعزیر میں یہ ہے اَنَّ الْحَدَّ مُقَدَّرٌ وَالتَّعْزِیْرُ مُفَوَّضٌ اِلٰی رَاْیِ الْاِمَامِ وَاِنَّ الْحَدَّ یُدْرَأُ بِالشُّبُھَاتِ وَالتَّعْزِیْرُ یَجِبُ مَعَ الشُّبُھَاتِ ط پس معلوم ہوا کہ حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اور تعزیر سبب سے واجب ہوتی ہے۔ جیساکہ امام ابوحنیفہ اور ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِدْرَءُ الْحُدُوْدَ بِالشُّبُھَاتِ۔ معترض صاحب ذرا غور سے دیکھئے کہ کِسقدر امام صاحب کے مذہب کی تائید میں احادیث مبارکہ پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں۔ اور آپنے تو موافقت کا نام مخالفت رکھدیا ہے۔ حالانکہ اسمیں کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی کیونکہ شبہ عقد میں حد ساقط ہو جاتی ہے۔ جیساکہ مشکوٰۃ باب الولی میں حدیث بطلان نکاح پر خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حد کو ساقط کر دیا اور تعزیراً حکم مہر کا مرد کے ذمہ لگا دیا۔ وہو ہذا۔ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ نُکِحَتْ بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّھَا فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ فَلَھَا الْمَھْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِھَا پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت بدوں اذن ولی

کے نکاح کرکے وطی کرے تو اس پر حد نہ کی جاویگی اگرچہ یہ نکاح باطل اور نادرست ہوا اور قرآن مجید و فرقان حمید میں نکاح محرمات کے لئے کسی جگہ حد کا ذکر نہیں آیا اور نہ دیکھا گیا ہے۔ ہاں اگر حدیث شریف میں اس مسئلہ کے بارے میں ذکر حکم رجم یا تازیانہ مارنے کا ہو چکا ہو تو بیان فرمائیں۔ کہ ہم امام صاحب کے قول کو چھوڑنے پر تیار ہو جائیں۔ اور بخدا وعدہ خلافی ہرگز نہ کریں گے۔ لیکن جب ان کا قول ہر طرح موافق ہو تو پھر ہم کسطرح آپ کی طرح بلا وجہ مخالفت حق کر سکتے ہیں ؛

نوٹ :۔ اگر کسی صاحب کو اسکے علاوہ کوئی اور اس معاملہ پر اعتراض ہو تو ہم اسکا جواب باصواب انشاء اللہ کسی دوسری جلدوں میں لکھیں گے فقط والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ؛

اعتراض ۲ : از جانب میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی بعد تشہد اگر قصداً و ارادتاً گوز مارے تو نماز کا صحیح اور تمام ہونا۔ اور اگر بے قصد گوز مارے تو نماز کا ہونا بروایت ابی سعید کے برخلاف ہے ؛

جواب :۔ معترض صاحب! حق تو یہ تھا کہ پہلے قاعدہ اصول حنفیہ کا کسی اصولی حنفی سے معلوم کرتے اور سیکھتے تو یہ اعتراض نہ کرتے اور چاہیئے تھا۔ کہ صفحہ و اصلی عبارت کتب فقہ حنفیہ تحریر کرتے تاکہ ناظرین کو اسکے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔ ؎

جھوٹے موتی کیطرف کب دیکھتے ہیں جوہری بے صداقت آبروئے بدگماں ملتی نہیں

الغرض معترض صاحب آئیے اور اصلی عبارت کو دیکھئے جو کہ شرح وقایہ وغیرہ باب الحدث میں مذکور ہے وَلَوْ حَدَثَ عَمْدًا بَعْدَ التَّشَهُّدِ اَوْ عَمِلَ مَا يُنَافِي الصَّلٰوةَ تَمَّتْ یعنی اگر کسی نے بعد تشہد پڑھنے کے عمداً حدث کیا یا کوئی اور عمل منافی نماز کیا تو نماز اسکی تمام ہو جاوے گی۔ یعنی اس نماز کا اعادہ کرنا امام صاحب کے نزدیک ضروری نہیں۔ کیونکہ حدث منافی نماز نہیں۔ اور خروج نماز بصنعہ اختیار خود فرض ہے۔ اور لفظ سلام سے باہر آنا واجب ہے۔ اور واجب کی ترک سے نماز ناقص ہوتی ہے۔ نہ فاسد اور اسکا اعادہ کرنا واجب[1] ہے۔ نہ فرض جیساکہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے الحدث توضاء واتم خلافا للشافعی ولو بعد التشهد خلافا لهما فانه اذا قعد قدر التشهد تمت صلوته وعند ابی حنیفة لا تتم لان الخروج بصنعه فرض عند الاستیناف افضل۔ یعنی صاحبین کے نزدیک بعد تشہد کے نماز ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک خروج بصنعہ بھی فرض ہے۔ اس لئے نماز کو بعد وضو تمام کرنا چاہیئے۔ معترض صاحب نے تو امام صاحب کے مذہب کو

[1] امام صاحب کے نزدیک افضل ہے۔ بشرطیکہ بعد از تشہد کے عمداً حدث کیا ۱۲ ؛

کرنے کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے لیکن آخرالامر کچھ نہ بنا۔ ؎

یہ مذہب وہ نہیں کہ جسے تو بگاڑ سکے کس وہم میں ہے اتنی تیری مجال نہیں

الغرض امام صاحب کا مذہب تو عین موافق قرآن کریم وحدیث شریف کے ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سکھایا آپ نے ان کو تشہد۔ پس جب پہنچا عبدہٗ ورسولہ تک تو فرمایا آپ نے کہ تو نے ادا کر لیا اپنی نماز کو۔ اگر تو چاہے کہ کھڑا ہو۔ تو کھڑا ہو۔ اگر تو چاہے کہ بیٹھے تو بیٹھ۔ پس اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبدہٗ ورسولہ تک نماز ہے اور بفعل مصلی نماز سے باہر آنا فرض ہے۔ اور اسکی تائید میں یہ حدیث بھی وارد ہے عَنْ عَلْقَمَةَ عن ابن مسعودؓ قال لَـه النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم حین علمه التشهد اذا قلت هٰذا او فعلت هٰذا فقد تمت صلوتك اخرجه ابوداؤد یعنی روایت ہے علقمہ سے انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرمایا ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبکہ سکھایا ان کو تشہد کہ جب کہا تو نے عبدہٗ ورسولہ یا کیا تو نے بیشک تمام ہوئی نماز تیری۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے؛ وَعَنْ عمر رفعه اذا قضی الامام الصلوٰة وقعد فاحدث قبل ان یتکلم فقد تمت صلوته ومن کان خلفه ممن اتم الصلوٰة اخرجه ابوداؤد والترمذی۔ یعنی ابن عمر سے روایت ہے اور پہنچایا پیغمبر تک یعنی پڑھ چکا امام نماز اور بیٹھا۔ اور پھر حدث کیا پہلے اسکے کہ بولا ہو۔ پس بیشک تمام ہوئی نماز اسکی اور جو پیچھے ہو اسکے ان لوگوں سے تمام پایا نماز کو۔ اور بایں الفاظ سنن ابوداؤد نے جامع الترمذی وسنن وبیہقی ودار قطنی میں حدیث مذکور ہے اذا قعد الامام فی آخر صلوته ثم حدث قبل ان یتشهد فقد تمت صلوته (ترجمہ) یعنی جب بیٹھے امام آخر نماز میں اور حدث کرے قبل التحیات پڑھنے کے تو نماز اسکی تمام ہو جاویگی۔ کیونکہ گوز مارنا منافی نماز نہیں بخلاف مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بدلیل تحلیلہا وتسلیمہا اور یہ عبارت کتب فقہ حنفیہ سے معلوم نہیں ہوتی کہ نمازی نماز میں گوز مارا کرے اور نماز کو مخول اور لغو اور ذلیل سمجھا کرے ہملوگ تو ایسے ناشائستہ فعل کے مرتکب کو زندیق وملحد وبد کیا دعوٰی کافر جانتے بلکہ مسجد میں گوز مارنے کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ تو مبنی ایک بات پر تھا۔ کہ اگر کسی شخص سے یہ فعل ناشائستہ بعد ازادائے فرض وارکان کے ہو جائے تو نماز اسکی تمام ہو جائے گی۔ کما مرّ فافہم ؎

شیوۂ جور وستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

اعتراض ۳۷ :- از جانب مولوی عمرالدین غیر مقلد وزیر آبادی شاگرد محمد اسمٰعیل دلاوری: جو شخص طلوع الشمس سے پہلے ایک رکعت صبح کی پڑھ چکے پھر سورج نکل آوے تو نماز کا نہ ہونا ؛

جواب:- مثل رقیب جھوٹے کے ہم آشنا نہیں جو راست ہو کہدیں ہزار ہیں

معترض صاحب جو آپ نے حدیث بیان کی ہے اسکے معنے امام نووی نے شرح مسلم میں اسطرح ذکر کئے ہیں۔ اذا ادرک من لایجب علیہ الصلوۃ رکعۃ من وقتھا لزمتہ تلک الصلوۃ وذلک فی الصبی یبلغ والمجنون والغمی علیہ یفیقان والحائض والنفساء وتطھران والکافر یسلم ومن ادرک من ھؤلاء رکعۃ قبل خروج الوقت لزمتہ تلک الصلوۃ یعنی اگر نابالغ بالغ ہوجائے اور مدہوش ہوش میں آجائے اور عورت حیض ونفاس سے پاک ہوجائے اور کافر مسلمان ہوجاوے دراں حالیکہ وقت نماز سے اسقدر پائیں کہ ایک رکعت پڑھ سکیں تو ان پر نماز کا اعادہ کرنا لازم ہوجاویگا۔ اور علاوہ اسکے یہ معنی ہیں اذا ادرک المسبوق مع الامام رکعۃ کان مدرکا لفضیلۃ الجماعۃ بلاخوف مسلم جلد اول صفحہ ۲۳۱۔ اور علاوہ اسکے اس حدیث کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے منسوخ بھی کیا ہے۔ جیساکہ درالمختار جلد اول میں مذکور ہے اِنَّ الامام الطحاوی قال ان الحدیث منسوخ بالنصوص الناھیۃ وادعی ان العصر یبطل ایضا کالفجر اور اگر معترض اعتراض کرے کہ بوقت طلوع آفتاب نماز کو پڑھ لیا جاوے تو میں کہوں گا کہ یہ حدیث مخالف حدیث مسلم کے ہوجائے گی۔ وقت الصلوۃ الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس فامسک من الصلوۃ فانھا تطلع بین قرنی الشیطن۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت نماز صبح کا طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ اور طلوع آفتاب کے مابین نماز کو نہ پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ آفتاب طلوع کرتا ہے۔ مابین دو قرن شیطان کے۔ اور حدیث مسلم عقبہ بن عامر سے مروی ہے۔ کہ آپنے تین وقت میں نماز پڑھنے سے سخت منع کیا ہے۔ یعنی بوقتِ طلوع آفتاب وبوقتِ زوال وبوقتِ غروب آفتاب یہاں تک کہ غروب ہوجاوے۔ پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ تین وقتوں میں نماز کا پڑھنا جائز نہیں ہوسکتا۔ اور اگر کہو کہ یہ حدیث منسوخ نہیں تو میں کہتا ہوں اگر بالفرض تسلیم کرلیا جاوے تو تعارض سے خالی نہیں ہوگی۔ کیونکہ بعض حدیثوں میں پڑھ لینے کا حکم آیا ہے۔ اور بعض میں ممانعت کا حکم ملتا ہے۔ پس بوقت تعارض دونوں حدیثوں پر عمل کرنا محال ہوگا۔ تو اسوقت جس حدیث کو قیاس ترجیح دے گا اس پر عمل کیا جاوے گا۔ چنانچہ لمعات میں تنقیح مذکور ہے وحکم التعارض لحدیثین الرجوع الی القیاس والقیاس دجح حکم ھذا الحدیث فی الصلوۃ العصر وحکم نھی فی الصلوۃ الفجر کما ذکرنا اگر معترض یہ اعتراض کرے کہ حدیث شریف سے تین وقت میں نماز پڑھنے کی جب ممانعت پائی جاتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ صبح کی ایک رکعت ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے پر پڑھے تو اسکی نماز نزدیک امام صاحب کے نہیں ہوسکتی اور عصر کی نماز اسی صورت پر ہو

جاتی ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ بنا کامل کی ناقص پر نہیں ہو سکتی اور بنا ناقص کی ناقص پر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وقت نماز عصر کا مائل بغروب ہونے سورج کے مکروہ تحریمہ ہوتا ہے۔ اور وقت صبح کا طلوع ہونے تک کامل رہ جاتا ہے۔ پس اسلئے وہ نماز صبح کا سورج نکلنے پر عدم جواز کا حکم دیا گیا۔ اور عصر کی نماز آغاز بوقت تحریمہ نماز بعد ادائے غروب آفتاب کے مع کراہت تحریمی کے حکم جواز کا دیا گیا ہے۔ فافہم ؛

اعتراض ۴:- از جانب میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی شاگرد محمد اسمٰعیل دلاوری؛ امام صاحب کا مذہب ہے اگر عورت دعویٰ کرے کہ فلاں مرد نے میرے ساتھ نکاح کیا ہوا ہے اور گواہ قائم کر دے۔ اور قاضی فیصلہ کر دے کہ یہ اسکی عورت ہے تو اسکو جائز ہے کہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرے۔ اگرچہ حقیقت میں نکاح نہیں کیا ہوا ؛

بقلم میاں عمر الدین وزیر آبادی مسجد بہ نیوالی مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۱۶ء ؛

جواب:- معترض صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسی استاد فقیہ سے علم فقہ کا کوئی سبق نہیں پڑھا۔ اور نہ کسی اہل اللہ کی مجلس اختیار کی ہے۔ اور محض سنی سنائی باتوں کو دل میں جما لیا ہے۔ اور اعتراض مذہب حنفیہ پر بے دھڑک کر دیا ہے۔ ؎

اگر ہوتا زمانے میں حصول علم بے محنت — تو پھر ساری کتابوں کو اک جاہل رٹا دیتا

سبحان اللہ معترض کی عبارت آرائی اور معنے فہمی و استعداد علمی کا اچھی طرح حال کھل گیا۔ ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اور اسجگہ بھی معترض صاحب نے اصلی عبارت کو ترک کر دیا۔ اور عبارت اول و آخر سے دور کر دی۔ اور اپنے خیال کے موافق معنے کر لئے۔ اور ناظرین خود اصلی عبارت کو دیکھ کر انصاف فرما سکتے ہیں۔ وہو ہذا: وان شهد شهدان على امرأة بالنكاح بمقدار مهر مثلها ثم رجع فلا ضمان عليهما وكذلك انا شهد باقل من مهر مثلها۔ یعنی جب کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے۔ کہ میں نے اس سے مہر مثل یا مہر مثل سے کم پر نکاح کیا۔ اور گواہ اس امر کی شہادت دیدیں۔ اور ان کی شہادت کے موافق فیصلہ کیا جاوے۔ پھر وہ دونوں شہادت سے رجوع کریں۔ تو ان کے رجوع کرنے سے نکاح فسخ نہ کیا جائیگا۔ اور ان دونوں پر کوئی ضمان نہ ہو گی۔ الخ معترض صاحب سے پہلے بھی یہی اعتراض امام طحاوی صاحب نے بلفظ بعض الناس کہہ کر امام صاحب پر کیا تھا اور اسکا جواب فی دفع الوسواس سے لے کر زیر زمین سکوت کا سبق ملائکہ سے پڑھ کر خواب استراحت میں سو گئے۔ اگر شک ہو تو صحیح بخاری کتاب الحیل باب فی النکاح میں مطالعہ کریں۔ اور بعض الناس فی دفع الوسواس صفحہ ۱۲ کو غور سے دیکھ کر راہ راست پر

نوٹ:- اعتراض یوں ہونا چاہیئے تھا کہ مرد نے ایک عورت پر یوں دعویٰ کیا کہ فلاں عورت نے میرے ساتھ نکاح کیا ہوا ہے اور اس پر دو شاہد جھوٹے قاضی کے پیش کر دئے الخ ؛

آجاویں اور بخاری[1] کے بخار سے نجات پائیں۔ معترض صاحب آپکو معلوم ہوگا کہ نزدیک علمائے احناف عقود و فسوخ میں حکم قاضی کا ظاہراً و باطناً نافذ ہوا کرتا ہے جسکی دلیل امام طحاوی معانی الآثار جلد دوم کتاب القضا در حق نہی عجلان الدیوی اسکی کے فیصلہ کر دیا تھا۔ اور چنداں اس عبارت کے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس مسئلہ کو مولوی نور بخش صاحب نے اپنی تصنیف میں اقوال الصحیحہ میں بصیغہ بسیط ذکر کر دیا ہے۔ لیکن بطور مشتے نمونہ از خروارے اسجگہ بھی چند الفاظ درج کئے دیتا ہوں۔ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰى شَيْءٍ آخَرَ وَهُوَ اَنَّ قَضَاءَ الْقَاضِي بِالْعُقُودِ وَالْفُسُوخِ كَالنِّكَاحِ وَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ بِشَهَادَةِ الزُّورِ يَنْفُذُ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا عِنْدَ الْاِمَامِ وَاخْتُلِفَ فِي ذٰلِكَ كَمَا قَالَ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ فِي الْمَبْسُوطِ بِمَا رُوِيَ اَنَّ رَجُلًا ادَّعٰى عَلٰى امْرَأَةٍ نِكَاحًا بَيْنَ يَدَيْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَقَامَ شَاهِدَيْنِ فَقَضٰى عَلَيْهَا بِالنِّكَاحِ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ يَكُنْ بَدٍ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَزَوِّجْنِيْ مِنْهُ فَاِنَّهُ لَا نِكَاحَ بَيْنَنَا فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ شَاهِدَاكِ زَوَّجَاكِ فَقَدْ طَلَبْتِ مِنْهُ اِلَخ یعنی یہ مسئلہ ایک قاعدہ پر مبنی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قاضی کا حکم عقود و فسوخ میں مثل نکاح و طلاق و عتاق کے جھوٹی شہادت سے امام صاحب کے نزدیک ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ شمس الائمہ نے مبسوط میں فرمایا ہے اور اسی روایت سے حجت پکڑی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے ایک عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور دو شاہد قائم کئے پس حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان دونوں کے درمیان نکاح کے ثبوت کا حکم دیا۔ اس پر اس عورت نے عرض کیا یا امیر المومنین اگر کوئی اور چارہ نہ ہو تو اس سے میرا نکاح کر دیں کیونکہ ہمارے درمیان نکاح نہیں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا۔ پس عورت نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے درخواست کی کہ اس زناہ سے بچاویں بدینطور کہ ان دونوں میں عقد نکاح کر دیں۔ مگر آپنے وہ درخواست منظور نہ فرمائی پس اس صورت میں اگر کوئی شخص کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے۔ یا عورت نکاح بائن طلاق کا جھوٹا دعویٰ کر دے۔ اور وہ گواہ پیش قاضی قائم کر دے اور قاضی نکاح و طلاق کا حکم کر دے تو یہ حکم اسکا ظاہر و باطن ان دونوں کے حق میں بعد ثبوت گواہاں نافذ ہوگا۔ اور اسی طرح ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اور اگر معترض نے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی دیکھنی ہو تو اقوال الصحیحہ فی جواب جرح علی ابی خلیفہ صفحہ ۲۹ در رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس کو مطالعہ کرے۔

نوٹ:۔ اگر میاں عمر الدین اسکے بعد اور کوئی اعتراض کرے گا تو انشاء اللہ تعالےٰ ہم اسکا جواب باصواب دوسری

---

[1] بخاری علیہ الرحمۃ کے اس بخار غضبی سے نجات پائیں۔

جلدوں میں دیں گے۔ اور اسے اور اسکے ہم مذہبوں کو ذرا اپنی کتابوں کو بھی ٹٹولنا چاہیئے کہ ان میں کیا کچھ تحریر ہے آئیے معترضین ذرا بگوش ہوش اپنے مذہب کی کتابوں سے بھی کچھ سن لیجئے اور پھر انصاف سے جواب دیجئے۔ وہو ہذا۔ صحیح ہو چکا ہے علی مرتضٰی سے اور عمر فاروق سے کہ انہوں نے فتوٰی دیا کہ اگر لڑکی گود میں نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا درست ہے۔ بعینہٖ عبارت نقل از فیض الباری شرح صحیح بخاری سیپارہ ۲۱ صفحہ ۱۱۵ سطر ۱۶۔ فرمائیے کہ کیا اس بات کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے کہ اگر عورت منکوحہ موطوعہ مرجاوے تو اسکے بعد اسکی لڑکی پچھلے خاوند کی جنی ہوئی اسے نکاح کرنا درست اور صحیح ہو سکتا ہے ہرگز نہیں اور رسالہ تحفۃ المومنین مطبوعہ نولکشور لکھنو صفحہ ۱۷ سے حضرت مولانا العلامہ الحاج احمد رضا خان صاحب مجدد مائۃ حاضرہ بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے بایں طور فتوی غیر مقلدین مثل مولوی نذیر حسن صاحب آنجہانی مرحوم و فرزان علی بانسوی و حیدر علی و عبدالحی و فتوحی وغیرہ کا نقل اپنے رسالہ الیر الشہابی مع علی تدریس الوہابی صفحہ ۳۵ میں تحریر فرمایا ہے وہو ہذا: پھوپھی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ جامع الشواہد میں میں ایک دوسرے غیر مقلد کا فتوٰی منقول ہے کہ سوتیلی خالہ سے نکاح حلال ہے خود جناب نذیر حسین صاحب دہلوی نے ایک فتوے میں فتوی دیا تھا کہ دودھ کے چچا کے بھتیجی رولے۔ کلکتہ سندریا پٹی سے ۱۳۱۷ھ میں سوال آیا تھا کہ ایک غیر مقلد نے اپنے ایک عالم کے فتوٰی کی رو سے اپنے سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ اور واقعی ؎

گر بہیں مفتیاں و ابن فتوٰی دختر و مادر حلال خواہد شد

اب فرض کیجئے کہ انہی فتووں پر عمل کر کے ایک غیر مقلدہ عورت دہابیہ تحلت نے صبح کے وقت اپنے سگے بھتیجے یا سوتیلے بھانجے یا دودھ کے چچا یا باپ کے ماموں صاحب سے نکاح کیا اور وہ حضرت بھی اسی کیطرح غیر مقلد وہابی تھے جنہوں نے اسے حلال و شیر مادر سمجھ لیا۔ یا جانے دیجئے یہ فتوی نئے ہیں تو غیر مقلدوں کے پرانے پیشوا داؤد ظاہری کے نزدیک جو دودھ کی بیٹی حلال ہے۔ جبکہ اپنی گود میں نہ پلی ہو یوں غیر مقلدہ نے اپنے سوتیلے باپ غیر مقلد سے نکاح کر لیا۔ پھر دن چڑھے ایک دوسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے اور اس نوجوان آفتاب جان سے فرمایا یہ نکاح باجماع آئمہ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز بے شوہر ہے اب مجھ سے نکاح کرلے۔ غیر مقلدہ بولی کہ ہمارے مذہب کے تو مطابق ہوا ہے۔ اسپر وہابی مولوی نے بکمال شفقت فرمایا کہ بیٹی ایک مذہب پر جمنا نہیں چاہیئے۔ اس میں شریعت پر عمل ناقص رہتا ہے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً ہر مذہب پر عمل ہو کر ساری شریعت پر عمل حاصل ہو۔ غیر مقلدہ بولی کہ اچھا مگر نکاح کو تو گواہ درکار ہیں۔ وہ اسوقت کہاں کہا اے ناداں لڑکی مذہب امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں۔ میں اور تو اسپر عمل کر کے نکاح کر لیں۔ پھر بعد کو اعلان کر دیں گے۔ چنانچہ دوسرا نکاح ہو گیا۔ دوپہر کو تیسرے غیر مقلد تشریف لائے کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاحی ہے آئمہ ثلاثہ کے

نزدیک اور خود حدیث کے حکم سے بے گواہوں کے نہیں ہوتا۔ حدیث میں الیسیوں کو زانیہ فرمایا ہے۔ میں دو گواہوں کو لے کر آیا ہوں مجھ سے نکاح کرلے اس نے کہا اسوقت میرا ولی موجود نہیں۔ وہابی مولوی صاحب نے فرمایا بیٹی تو نہیں جانتی کہ حنفی مذہب میں جوان عورت کو ولی کی حاجت نہیں ہم اسوقت مذہب حنفی کی اتباع کرتے ہیں۔ اسپار سا کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا پڑا لہذا یہ تیسرا نکاح کرلیا۔ تیسرے پہر کو چوتھے غیر مقلد صاحب آدھمکے کہ بیٹی تو اب بھی بے شوہر ہے۔ حدیث فرماتی ہے کہ بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت آئمہ کا ہے۔ میں تیرے ولی کو لیتا آیا ہوں کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے۔ اس نے کہا کہ تم میری کفو نہیں۔ نسب میں بہت کھٹکتا ہے کیا تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو جا تو پھر غیر کفو سے نکاح اکثر آئمہ کے نزدیک جائز ہے اسے تو پوری شریعت پر چلنا پڑا۔ غرضیکہ چوتھا نکاح ان سے کیا۔ پچھڑے وقت دو گھڑی دن رہے پانچویں غیر مقلد صاحب بڑی نزاکت سے پہنچے کہ بیٹی تو اب بھی کنواری ہے۔ ہمارے بڑے گورو ابن عبدالوہاب نجدی و ابن القیم و ابن تیمیہ صاحبان حنبلی تھے حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ عورت و ولی دونوں راضی ہوں یہ چوتھا تیرا کفو نہ تھا اب مجھ سے نکاح کر غیر مقلدہ سجدہ شکر میں گری کہ خدا نے چار ہی پہر میں پانچوں ہی مذہبوں کی پیروی دے کر ساری شریعت پر عمل کرایا یہ کہہ کر پانچویں بار ان سے نکاح کرلیا۔ اب وہابی صاحب فرمائیں کہ وہ وہابیہ ایک کی جورو ہے یا پانچوں کی؟ اگر ایک کی ہے تو باقیوں کو اس ایک ہی مذہب کی پابندی پر کس آیت یا صحیح حدیث نے مجبور کیا وہ کیوں نہیں مذاہب مختلفہ پر عمل کرکے اسے دوسروں کے لئے غیر محفہ اور ہر ایک اپنی جورو نہیں سمجھ سکتے اور وہ بیچاری وہابیت کی ماری کیوں پوری شریعت پر عمل سے روکی جارہی ہے۔ اور اگر وہاں اجازت ہے کہ لامذہبی کی بدولت پانچوں صاحب اپنی اپنی جورو جانیں اور وہ بیچاری پانچوں شریعت پر عمل کرنے کو ہر شوہر کی باری میں ظاہری۔ مالکی۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی پانچوں مذاہب پر عمل کرتی کراتی رہے تو ہم کیا عرض کریں مگر اپنے سچے ہم مذہب کی بنائی ہوئی کتھا کا وہ مسترادیا ذکر لیجئے

شعر:۔ دروپدی رانی مہابھوانی ارجن کی ناری ؛ پانچوں پنڈے تن کو بھوگیں اپنی اپنی باری۔ کہو یہ کون دھرم ہے ؛ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ بعینہٖ فقط۔ اب بہرحال کرپاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی و مولوی ثناء اللہ امرتسری مولوی عبدالجلیل و علم الدین ساکن وِنی و فرقہ غیر مقلدین کے علماء ان مسئلوں کا جواب با صواب بسند صحیح دیں ورنہ تقلید شخصی پر عمل کریں اور علاوہ انکے ایک غیر مقلد کے فتوی کی نقل میرے پاس موجود ہے۔ جس میں لکھا ہوا ہے کہ دو بہنوں سے ایک وقت نکاح درست ہے ؛

سوال :۔ از جانب مولوی محمد ابراہیم وغیرہ از حافظ آباد :۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہ کہتے ہیں کہ بالکل ہمارے مذہب

اہلحدیث کی کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہوا۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑے بھائی جیسی تعظیم کرنی چاہیئے اور انکو بڑا بھائی جاننا چاہیئے یہ محض حنفیوں کا افتراء ہے اور تعصب ہے۔ جناب اسلئے گذارش ہے کہ آپ مہربانی فرماکر اسکا جواب تحریر کریں تاکہ تسلی ہو ؛

جواب:۔ بیشک ان کی کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ میں مولوی اسمعیل نے بایںطور حدیث[1] اَکْرِمُوْا اِخَاکُمْ کے ذیل میں لکھ مارا ہے۔ اور یہ ان کے مطالعہ نہ کرنے کا قصور ہے۔ یا خود جان بوجھ کر اپنے خیالات فاسدہ کو چھپاتے ہیں۔ لیکن ہم کب چھپنے دیتے ہیں۔ وہو ہذا۔ ف یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے ہے۔ سو اسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اسکو چاہیئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء امام وامام زادہ۔ پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہمکو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے الخ من جنسہ۔ اب ناظرین درا انصاف فرمایئے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بھائی جیسی شان رکھتے ہیں۔ کیا تمہارا ایمان اور عقل یہ اجازت دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بڑے بھائی جیسا سمجھنا چاہیئے اور انکی ایک بڑے بھائی جیسی ہی تعظیم کرنی چاہیئے۔ خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے اور علاوہ اسکے ابن عبدالوہاب نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار اقدس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مزار وغیرہ کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے بت لات وعزی کفاروں کے تھے۔ اور عبارت عربی بعینہ جلد سوم میں مع ترجمہ تحریر ہو چکی ہے۔ جس صاحب کا جی چاہے دیکھ لے اور ان کے اعتقاد اور ایمان کو سمجھ کر ان کی دانست سے اجتناب کرے ؛

بحث شیعہ

سوال:۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ نے حضرت مولیٰ علی مشکلکشاء سے خلافت جبراً چھین لی تھی۔ اور نیز خاتون جنت سے باغ فدک کو بھی غصب کر لیا۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اہل بیت کے ساتھ منافقانہ برتاؤ رکھا (نعوذ باللہ منہم) کیا یہ باتیں سچ ہیں۔ قرآن مجید اور معتبر کتب شیعہ سے جواب دو ؛

الراقم فقیر اللہ بخش از متے ہٹی۔ علاقہ ملتان ؛

---

[1] یہ عبارت تقویۃ الایمان مطبوعہ افتراً دہلی صفحہ ۶۰ پر ہے ؛ ۱۲

جواب:۔ یہ محض ان لوگوں کی بناوٹی باتیں ہیں اور بالکل بے حقیقت جو کچھ دل میں آیا فوراً بے سوچے سمجھے بزرگوں کے حق میں کہدیا ؎

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پائینگے دیکھ لیں گے آج اسکی کیا سزا کل پائیں گے

دراصل بات یہ ہے کہ خلافت حق اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کو بحکم خداوند لایزل و کمیٹی صحابہ مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ملی اور بایمان و عدل و انصاف شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پورا پورا عمل کیا اور صراطِ مستقیم پر ہر ایک نے یکے بعد دیگرے شربت شہادت پی کر روضۃ الجنت میں دائیں و بائیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام فرمایا۔ اور یہ مسئلہ قرآن مجید و کتب فریقین سے بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ اور اسکا ذکر جلد اول میں بھی کتب شیعہ سے تحریر کر دیا گیا ہے۔ اور اس مقام پر بھی چند آیات بینات و معتبر کتب شیعہ سے فقیر عبارتیں بطور سند تحریر کر دیتا ہے۔ تاکہ ناظرین کو یہ یقین آجائے کہ ان کی کیا شان ہے۔ اور اس مسئلہ کا فیصلہ خداوند کریم نے کسطرح کیا ہے۔ اور معترضین بھی ضد و عناد کی پٹی چشم دل سے کھولکر بنظر غور دیکھ کر انصاف فرمائیں کہ یہ آیات بینات کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں۔ قال اللہ تعالےٰ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَآئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ سورۃ شوریٰ پ۲۵ (ترجمہ) اور جو کچھ نزدیک اللہ کے ہے بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والا واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے اور جب وقت کے غصے میں ہوتے ہیں بخش دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہ قبول کیا انہوں نے واسطے رب اپنے کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور کام ان کا مشورت سے ہے درمیان انکے اور اس چیز سے کہ دی ہے ہم نے انکو خرچ کرتے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ سورۃ توبہ پ۱۱ (ترجمہ) یعنی آگے بڑھ جانے والے ایمان لانے سے پہلے ہجرت کرنے والوں سے) اور مدد دینے والے سے اور وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں ان کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کئے واسطے ان کے باغات بہشت کہ چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہنے والی ہیں تحقیق ان کے یہ مراد پانا ہے بڑا۔ قولہ تعالےٰ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ پارہ چہارم (ترجمہ) اور مشورہ کر ان

نوٹ:۔ امت اسلامیہ کو قرآن کے ہر حکم پر عمل کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے اور اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ اور اسکے صحابہ کرام ہیں جنہوں نے قرآن کریم پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لی۔ فقط خادم شریعت عفا اللہ عنہ

بیچ کام کے پس جب تو قصد کرے پس بھروسہ کر اوپر اللہ کے۔ قولہ تعالےٰ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي (ترجمہ) وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ کرے گا۔ انکو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو جو پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کر دیگا واسطے ان کے دین ان کا۔ قولہ تعالےٰ۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ سورۃ فتح پ ۲۶ (ترجمہ) وہ اللہ جس نے بھیجا پیغمبر اپنا ساتھ ہدایت کے اور دین حق کے تاکہ غالب کرے اسکو اوپر تمام دینوں کے اور کافی ہے اللہ گواہی دینے والا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہے اللہ کا اور جو لوگ کہ ساتھ اسکے ہیں سخت اوپر کفار کے۔ رحمدل ہیں درمیان اپنے۔ دیکھتا ہے تو انکو رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل خدا کا۔ اور رضامندی اسکی اور انکے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں یہ صفت ان کی بیچ توراۃ کے اور صفت ہے ان کی بیچ انجیل کے۔ قولہ تعالےٰ:۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا پ ۵۔ (ترجمہ) اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور اسکے رسول کی پس یہ لوگ ساتھ ان لوگوں کے ہیں کہ نعمت کی اللہ نے اوپر ان کے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور صالحین سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق۔ ان آیات بینات سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حکومت وخلافت کی بنا شوریٰ یعنی مشورہ اجماع اصحاب مہاجرین وانصار مسلمین پر منحصر تھی سو یہ بات کسی فرد اہل علم پر مخفی نہیں کہ تمام اصحاب مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی بایں طور ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالےٰ ان کے افعال حسنہ صادر ہونے پر راضی ہوگیا۔ اور وہ اللہ سے خوش ہو کر جنت میں جانے اور جو شخص اجماع صحابہ سے منکر ہوا اسکا مقام دوزخ ہوا اور ان آیات کی تفسیر حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنے خط میں بھی اسی طرح بیان فرمائی ہے اور معتبر کتاب شیعہ اخبار[1] امام جلد اول مطبوعہ حسینی رامپوری صفحہ ۲۶۰ میں ہے

[1]: علاوہ اسکے کتاب حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ نولکشور سند معتبر شیعہ میں لکھا ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہ ہزار بار دعا میں اللہ تعالےٰ نے میری قبول فرمائی ہیں لیکن تیری خلافت کو اللہ تعالےٰ اس مقام پر قبول نہیں فرمایا چونکہ بعد میرے یہ تیرا حق نہیں فقط: اب شیعہ صاحبان جواب دیں: خادم شریعت عفا اللہ عنہ۔

فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدَہٗ عَلَیْہِ السَّلَام فی مَرْضِہٖ وبقی عندہ العباس والفضل وعلی اھل بیتہ خاصۃ فَقَالَ العبّاس یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یکون ھٰذا الامر فینا مستقرا من بعد فسرنا وانکنت تعلم انا نغلب علیہ فاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی اور علاوہ اسکے یہ طعن جو شیعہ کا ہے کہ اصحاب ثلاثہ منافق ہو کر مرے نعوذ باللہ یہ خیال بالکل باطل ہے اور فاسد ہے کیونکہ قرآن مجید سورہ احزاب میں اللہ تعالےٰ نے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے اور فرما دیا ہے کہ اے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرے شہر میں ہم کوئی منافق نہ رہنے دینگے اور نا ہی کوئی تیرا ہمسایہ منافق ہوگا۔ اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ اگر کوئی شخص برخلاف شریعت یعنی حکم تیرے کے کام کرے گا تو ہم اسکو تیرے شہر سے جلدی نکال دیں گے۔ اور ملعون بنا کر قتل کرا دیں گے۔ سبحان اللہ اصحاب ثلاثہ تو ان کی عنوان نبوت وحیاتی مبارک سے لیکر اب تک آپ کے روضہ طیبہ اور شہر میں دائیں اور بائیں رونق افروز ہیں اور وہ آیت یہ ہے لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ لَنُغْرِیَنَّکَ بِھِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْھَآ اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ ج اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ۝ (ترجمہ) البتہ اگر نہ باز رہیں گے منافق اپنی شرارت سے اور وہ لوگ جو بیچ دل ان کے کے بیماری ہو۔ اور بدخبر اڑانے والے بیچ شہر یعنی مدینہ کے البتہ پیچھے لگا دیں گے تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے بیچ اسکے مگر تھوڑے دن لعنت مارے۔ جہاں پائے جاویں پکڑے جاویں۔ اور قتل کئے جاویں خوب قتل کرنا۔ اور وہ خط حضرت علی علیہ السلام کا جو کہ بنام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لکھا گیا تھا وہ یہ ہے ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویۃ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان وعلی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد انما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذٰلک اللّٰہ رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الیٰ ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین ولا واللّٰہ ما تولّیٰ ولعمری یا معاویۃ لئن انظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی ابرء لناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلۃ عنہ الا ان تتجن فتجن ما بدا لک والسلام کتاب نہج البلاغۃ صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ ایران و مصری صفحہ ۹ جلد دوم (ترجمہ) بیشک اس قوم نے مجھ سے بیعت کی ہے جس نے ابابکر و عمر و عثمان کی بیعت کی تھی۔ اسی امر خلافت پر کی ہے اب نہیں کسی شخص حاضر اور غائب کو یہ اختیار کہ اس امر کو رد کرے اور علیحدہ کوئی رستہ اختیار کرے۔ کیونکہ یہ کام اجماع مہاج

وانصار سے محکم ہو چکا ہے پس جس شخص کو انہوں نے اجتماع یعنی کمیٹی سے نام زد کر دیا ہو وہ اللہ کے ہاں پسند ہے۔ پس اگر نکلا کوئی شخص اس معاملہ سے طعن یا جدائی کر کے پھر لاوا اسکو طرف اسکی جس سے وہ بھاگا ہے۔ پس اگر از کار کیا اسنے تو مار ڈالو اور نہ پیروی کرنے راستے مومنوں کے پھر پہنچا دیگا اللہ اسکو پسندیدہ بات پر اور قسم مجھے عمر بخشنے والے میرے کی اے معاویہ اگر تو نظر غور سے خیال کرے تو پائے گا تو بڑا بری تمام آدمیوں سے خون عثمان سے اور ضرور جانتا کہ تھا میں اسوقت گوشہ میں اس سے اگر تو بدلہ لیتا ہے تو اس سے لے جس پر تو ثبوت پاوے اور اسلام اور دوسرا خط حضرت امیر المومنین کا یہ ہے جو کہ بنام امیر معاویہ اسکے جواب میں لکھا ہے۔ واما[1] ذکرت منازل الخلفاء وفضائلهم فنقول نحن وجدنا افضلهم فی دین اللہ ابا بکر العتیق والصدیق ثم عمر فاروق الذی لم یخف فی اللہ لومۃ لائم ثم ذی النورین عثمان الذی یستحی منه الملائکه ولعمری ان مکانهم فی الاسلام لعظیم فرحمهم اللہ وجزاهم احسن ما عملوا (ترجمہ) یعنی اے معاویہ تو مجھ کو خلفاء کے فضائل یاد دلاتا ہے ہم نے ان کو یعنی مراتب سب خلفاء سے ابو بکر صدیق کو اللہ کے دین میں افضل پایا پھر فاروق جاری کرنے احکام دین میں کہ کسی ملامت کنندہ سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور پھر ذی النورین کہ انسے فرشتے مقرب بھی حیا کرتے تھے مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ اسلام میں خلفاء مذکورہ کا بڑا مرتبہ ہے۔ اللہ تعالے کی ان پر رحمت ہو اور اچھے اجر ان کو ملیں اور قاتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قنبرہ اور سودان ہیں جو اسوقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہی قتل کئے گئے یعنی محاصرہ میں اور وہ مصریوں میں سے تھے اور باقی محاصرین وغیرہ نے توبہ کر لی اور تو حاضل کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ نقل از شرح نہج البلاغۃ اور کتاب احقاق الحق وما تا علی الحق امام جعفر علیہ السلام سے شیخین کی بایں طور تعریف ہے۔ هما اماما ن عادلان قاسطان کانا علی الحق رحمهما اللہ تعالے الی یوم القیامۃ (ترجمہ) وہ دونو امام عادل تھے یعنی ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما صاحب انصاف تھے اور دونوں حق پر تھے۔ اور دونوں حق پر گذرے۔ اللہ تعالے انکو اپنی مہربانی سے رحمت کرے قیامت کے دن۔ اور کتاب معتبر شیعہ تحفۃ الاشعریۃ مطبوعہ یوسفی مقصد اول صفحہ ۴۳۷ بروایت کشف الغمہ میں ہے سئل امام ابو جعفر علیہ السلام عن حیلۃ السیف هل یجوز فقال نعم الصدیق نعم الصدیق قد حلی ابو بکر الصدیق سیفه فقال الراوی اتقول هکذا فوشب الامام عن مکانه فقال نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یکن له الصدیق فلا صدق اللہ فی الدنیا والاخرۃ (ترجمہ) کسی نے امام جعفر محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ پر چاندی سونے سے نقش و نگار کرنا جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ بیشک ابو بکر

---

[1] : یہ خطبہ شرح نہج البلاغت اصفہانی مولوی سلطان محمود شیعہ نے جزو ۱۴ میں لکھا ہے۔ ۱۲ خادم شریعت:۔

صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا زیور لگایا تھا۔ راوی نے کہا کیا وہ صدیق تھے جو آپ کہتے ہو۔ پس آپ غصہ میں آکر مکان سے اچھلے اور فرمایا ہاں صدیق ہاں صدیق جوان کو صدیق نہ جانے اللہ تعالےٰ اسکے قول کو دنیا اور آخرت میں سچا نہ جانے

اور جواب دربارۂ باغ فدک جو کہ موضع خیبر کے نزدیک تین منزل مدینہ طیبہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا تھا اور آپ اسکو مال فئی کے طور پر سال بسال بوجہ مال غیر منقولہ ہونے کے اقرباء و مساکین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور آپ کی ذات بابرکات کو تین وجہ سے مال حاصل ہوا کرتا تھا یا تو مالِ غنیمت جو کہ جنگ و جدل و سبیل قہر و غلبہ سے یا مال فئی جو صلح و بغیر فوج کشی کے۔ پس اگر یہ باغ فدک مال غنیمت میں تصور کریں یا مال فئی میں تو ہر دو صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقرباء ہی اسکے حقدار نہ ہوں گے۔ بلکہ جملہ اصحاب مہاجرین و انصار و یتیم و مسکین بھی قیامت تک حقدار رہیں گے۔ چنانچہ قرآن مجید ان ہر دو صورت میں صورت میں مال کی تقسیم اور مستحقین کے لئے مفصّل بیان کرتا ہے۔ وہو ہذا۔ قال اللہ تعالےٰ: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ پ۱۰ (ترجمہ) فرمایا اللہ تعالےٰ نے اور جانو تم یہ جو کچھ کہ لوٹ لو کسی چیز سے پس واسطے اللہ کے ہے پانچواں حصّہ اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابتیوں رسول کے اور واسطے یتیموں کے اور فقیروں کے اور مسافروں کے اگر ہو تم ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور مال فئی کی تعریف و تقسیم بایں طور اللہ نے فرمائی ہے وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ۳ الخ مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ الاٰیہ پ۲۸ (ترجمہ) اور جو کچھ پھیرلایا اللہ اوپر رسول اپنے کے انمیں اور نہیں دوڑائے تم نے اوپر اسکے گھوڑے نہ اونٹ ولیکن اللہ مسلط کرتا ہے رسولوں اپنے کو اوپر اسکے جسے چاہتا ہے الخ جو کچھ پھیرلایا اللہ اوپر رسول اپنے کے اور بستیوں والوں سے واسطے خدا کے اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابت والے اور یتیموں کے اور مسکین کے اور مسافروں کے اور اسکے آگے یوں فرمادیا ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (ترجمہ) یہ مال واسطے فقیروں وطن چھوڑنے والوں کے ہے جو نکالے گئے اپنے گھروں سے۔ اور مال اپنے سے چاہتے ہیں۔ فضل خدا کے سے اور رضامندی اور مدد دیتے ہیں خدا کو اور اسکے رسول کو یہ لوگ وہی ہیں سچے۔ اور خود کتب شیعہ معتبرہ سے ثابت ہے۔ کہ مال گروہ انبیاء کا صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو حصہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغ فدک دیدیا تھا۔ اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین خلیفہ پر راضی ہوگئی تھیں چنانچہ کافی کلینی کتاب شیعہ العقل والجہل باب صفت العلم بروایت امام جعفر صادق اور اسکی شرح شافی میں ہے اِنَّ الانبیاء لم یرثوا درھمًا ولا دینارًا وانما یرثوا من احادیثھم فمن اخذ بشئ منھا فقد اخذ حظًا وافرًا از اینہا ہرچہ باقی ماندہ اگرچہ ترک است دراں حکم ترکہ نیست۔ اور کتاب فریقین میں یہ بات بھی ظاہر ہے کہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے خلیفہ اول کیطرف ایک قاصد بھیجا اور اپنے دروازے پر بلاکر باغ فدک کے بارہ میں گفتگو روبرو اپنے خاوند ابن عباس کے خلیفہ اول سے کہی اور ابوبکر صدیق نے یہ حدیث انکے جواب میں بیان کی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ اور حاضرین کو کہا کہ تم نے یہ حدیث حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کبھی سنی ہے یا نہیں تو مولا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک ہم نے سنی ہے تب خاتون جنت نے سکوت اختیار کیا۔ آخر الامر خلیفہ اول نے یہ باغ فدک خاتون جنت کو لکھدیا دیکھو کتاب شیعہ معتبرہ نہج الکرامت شیخ ابن مطہر علی۔ لما وعظت فاطمۃ ابا بکر فی فدک کتب لھا کتابًا یعنی جب کہ خاتون جنت نے صدیق اکبر کو وعظ فدک کے معاملہ میں کیا تو صدیق اکبر نے لکھ کر باغ فدک انکو واپس کردیا اور کتاب نہج البلاغت جلد اول جزو ۲ میں لکھا ہے کہ بڑی خوشی سے مولا علی نے بعد انتقال خاتون جنت کے بیعت صدیق اکبر کی اور اتنی مدت ناراض اسلئے رہے کہ مہاجرین والانصار نے بوقت مقرر کرنے خلیفہ اول کے ان سے مشورہ نہیں لیا تھا۔ اور وہ عبارت یہ ہے معتبر شرح نہج البلاغۃ جلد اول جزو ۲ وغضب علی علیہ السلام فی بیعۃ ابی بکر رضی اللہ وقال ما غضبت الا فی المشورۃ وانا لنری ابا بکر احق الناس بھا کصاحب الغار وانا لنعرف لہ سنۃ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوۃ فی الناس وھو حیٌّ الخ یعنی حضرت علی نے رنجیدگی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں ظاہر فرمائی اور کہا کہ میں صرف مشورہ میں نہ بلائے جانیکی وجہ سے ناراض ہوں اور البتہ ہم ابوبکر کو سب لوگوں سے دربارۂ خلافت زیادہ حقدار سمجھتے ہیں بوجہ صاحب ہونے غار کے اور بسبب بڑی عمر کا ہونے کے بعد اور بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حین حیات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا تھا۔ اور کتاب شرح نہج البلاغہ میں مولوی سلطان محمود نے جزو دوم میں نیز بایں طور لکھا ہے۔ وروی انہ کانت وجوہ الناس الی علی علیہ السلام فلما ماتت فاطمۃ علیہا السلام انصرفت وجوہ الناس عنہ وخرج من بیتہ فبایع ابا بکر رضی اللہ عنہ وکانت مدۃ بقائھا بعد ابیھا علیہ السلام ستۃ اشھر مروی ہے کہ آدمیوں کے خیالات بوجہ تعجب کے علی علیہ السلام کیطرف دربارۂ بیعت کے ہو گئے تھے پس جب

بائی فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے انتقال فرمایا لوگونکے وہ خیال رفع ہوگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خانہ سے نکل کر حضرت ابوبکر کی خدمت میں تشریف لاکر پھر بڑی خوشی سے بیعت کرلی. اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے بعد چھ ماہ زندہ رہ کر فوت ہوگئیں ؛

مزیدار مناظرہ شیعہ باسنّی سنہ ۱۹۱۷ء

فضائل خلفاء الراشدین میں گفتگو شروع ہوئی تو پہلے شیعہ صاحب نے کہا کہ آپکو معلوم نہیں کہ حضرت مولا مشکلکشا کے بارہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اسد اللہ الغالب رفیق حنفی نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا لیکن اسد اللہ المغلوب کو تو جانتا ہوں شیعہ صاحب سنکر متعجب ہوگئے اور کہا مولوی صاحب یہ کیا بات آپ نے کہی رفیق حنفی نے جواب دیا. کہ جناب دیکھو اور سنو بقول آپ کے خلیفہ اول نے خلافت مولا علی رضی اللہ عنہ سے چھین لی وہاں بھی مغلوب ہی رہے ہے. اور جب خلیفہ اول کا انتقال ہوا تو پھر بقول آپ کے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی خلافت چھین لی. وہاں بھی ان کی مغلوبیت ظاہر ہوئی. پھر انکے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم نے بھی بقول آپ کے خلافت چھین لی وہاں بھی مغلوب ہی رہے. پھر بعد ان کے جب آپ خلیفہ ہوئے تو پھر آپ سے بھی امیر معاویہ نے بقول آپ کے ملک چھین لیا. اور پھر اسکے بعد بقول آپ کے اسکے بیٹے یزید عنید نے بھی مولا مشکلکشا کے فرزندوں سے ملک وغیرہ چھین کر ان کو بھی شہید کر ڈالا. جنکا اب تک شیعہ صاحبان سال بسال تعزیہ نکالتے ہیں. کیا پھر بھی اسد اللہ الغالب ہیں کہ جو ہر بات اور ہر امر میں غالب ہوتا ہے پھر بھی وہ کبھی اپنا حق تلف اور غصب ہونے دیتا ہے اور تقیہ کرسکتا ہے. ہرگز نہیں. شیعہ صاحب لاجواب ہوکر خاموش ہوگئے. فقط پھر تھوڑی دیر کے بعد رفیق حنفی نے کہا بیشک حضرت مولا علی کے حق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حدیث فرمائی لیکن اسکے معنی اور مطلب اور ہے. اور اگر شیعہ صاحبان کہیں کہ یہ بات غلط ہے ایسا معاملہ نہیں ہوا تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ پر اعتراض کیا اور کس لئے شب و روز خلافت کے بارہ میں جھگڑا کرتے رہتے ہو. اور طرح طرح کے طعن و تشنیع بزرگان خدا پر کرتے ہو ؛

سوال : شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ بوقت انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم دوات طلب کی اور منشاء یہ تھا کہ حق خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کردی جائے لیکن عمر فاروق نے اس سے انکار کردیا اور حکم آپ کی ذات کا نہ مانا اور ع

نوٹ :- یہ مولانا مولوی نور الدین حکیم صاحب ٹہنڈالوی حال وارد چک نمبر ۴۴ ڈاکخانہ سمندری کا ہے. فقط.

ہوا (نعوذ باللہ من ذلک) اب مہربانی کرکے اسکا جواب کتب شیعہ سے تحریر فرمایا جاوے ؛

جواب :- یہ محض ان لوگوں کی غلطی اور کوتاہ فہمی کی بات ہے اور اپنی کتابوں کا مطالعہ نہ کرنے کا سبب ہے دیکھو انہی کی کتاب معتبر اخبار ماتم مطبوعہ حسینی رامپوری میں مجلس اول صفحہ ۶۰ پر مذکور ہے۔ فَلَمَّا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی مَرْضِہٖ وَلَقِیَ عِنْدَہُ الْعَبَّاسَ وَالْفَضْلَ وَعَلِیًّا وَاَھْلَ بَیْتِہٖ خَاصَّۃً فَقَالَ لَہُ الْعَبَّاسُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّکُوْنَ ھٰذَا الْاَمْرُ فِیْنَا مُسْتَقِرًّا مِنْ بَعْدِکَ فَبَشِّرْنَا وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّا نَغْلِبُ عَلَیْہِ فَاَوْصِ بِنَا فَقَالَ اَنْتُمُ الْمُسْتَضْعَفُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ :- اسکا ترجمہ مجمع نے اسطرح پر لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں جب سب حاضرین بعد پوچھنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلے اور باقی رہے عباس و فضل و علی علیہم السلام تو عباس نے کہا کہ اے رسول خدا اگر امر خلافت بعد آپ کے ہمکو ملے تو آپ اسکی بشارت دیں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم باز رہیں گے تو ہمیں وصیت کر دیں جواب دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم عاجز ہو اٹھانے بوجھ امارت سے بعد میرے الخ اور تفسیر مجمع البیان جلد دوم آیت سورت تحریم کے ذیل میں لکھا ہے۔ وھو ہذا۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ۔ الآیۃ، روی عن النبی اَنَّہٗ خَلَا یَوْمًا مَعَ عَائِشَۃَ مَعَ جَارِیَتِہِ الْقِبْطِیَّۃِ فَوَقَفَتْ حَفْصَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا عَلٰی ذٰلِکَ فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا تُعْلِمِیْ عَائِشَۃَ بِذٰلِکَ وَحَرَّمَ مَارِیَۃَ عَلٰی نَفْسِہٖ وَلَمَّا حَرَّمَ مَارِیَۃَ اَخْبَرَ حَفْصَۃَ اَنَّہٗ یَمْلِکُ مِنْ بَعْدِہٖ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا الخ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عائشہ کے دن اپنی لونڈی قبطیہ سے خلوت کی اور یہ بات حفصہ اپر واقف ہو گئی اور فرمایا آپ نے اے حفصہ عائشہ کو اس بات کی خبر نہ کرنا اور جب کہ حرام فرما دیا اپنے پر ماریہ قبطیہ کو اور خبر دی حفصہ نے عائشہ کو راز مذکورہ کی اور پوشیدہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور خبر کر دی اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو اس بات کے ساتھ اس آیت کے واذا سر النبی الخ اور جب حرام کیا آپ نے ماریہ کو تو خبر دی کہ بعد میرے ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہما میرے خلیفہ ہونگے اور ایسا ہی تفسیر عمدۃ البیان معتبر شیعہ مطبوعہ مطبع یوسفی جلد ۲ صفحہ ۵۸۲ میں صاحب مجمع نے بایں طور عبارت نقل کی ہے۔ کہ رسول خدا نے ماریہ قبطیہ کو اپنے پر حرام کیا اور حضرت حفصہ کو اس راز کے پوشیدہ رکھنے کی بہت تاکید کی اور فرمایا ایک راز میرا اور ہے تیرے سوا تجھ کو بھی بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے پیچھے ابوبکر اور عمر باپ تیرا رضی اللہ عنہما مالک اس امت کے ہونگے اور بادشاہی کریں گے اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حکومت کریں گے

نوٹ :- شیعہ نے ایک مسئلہ میں سخت غلطی کھائی ہے۔ کیونکہ نہج البلاغت میں صاف لکھا ہے کہ خلافت حق اصحاب ثلاثہ ہے اور اسمیں دخل دینا اور دعویٰ کرنا فساد اور فتنہ ڈالنا زمین میں ہے اور پھل خام کھانے والے کی مانند ہوتا ہے ۱۲ ؛

حفصہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئی اور دونوں راز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جاکر کہدیئے اور خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی۔ اذاسرالنبی الیٰ بعض ازواجہ الآیۃ: پس ان ہر دو روایت کتب شیعہ سے صاف صاف ثابت ہوا کہ خلافت بلافصل حق اصحاب ثلاثہ کے ہو چکی تھی۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی و فضل و عباس رضی اللہ عنہم نے خود اس بارہ میں سوال کیا تو آپ نے صاف صاف زبان فیض ترجمان سے فرما دیا کہ تم یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے تم ضعیف و ناتوان ہو۔ تو پھر فرمایئے کہ شیعہ صاحبان نے یہ کہاں سے نکال لیا کہ آپ کی ذات کا منشاء حق خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھدینے کا تھا۔ ذرا وہ کوئی دلیل صحیح تو پیش کریں اور علاوہ اسکے کتاب اہلسنت والجماعت ترمذی شریف جلد دوم میں بایں طور لکھا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَۃُ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا ثُمَّ یَقُوْلُ سَفِیْنَۃُ اَمْسِکْ خِلَافَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ سَنَتَیْنِ وَخِلَافَۃَ عُمَرَ عَشْرَۃً وَعُثْمَانَ سَنَتَیْ عَشْرَۃً وَعَلِیٍّ سِتَّۃً نقل از مشکوٰۃ کتاب الفتن۔ یعنی میری امت میں سلسلۂ خلافت موافق سنت میری کے تیس برس تک رہیگا بعد اسکے بادشاہ بہت آئیں گے۔ پھر سفینہ واسطے سمجھانے کے کہتا ہے اس بات کو یاد رکھ کہ خلافت ابوبکر کی پھر عمر کی پھر عثمان کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم پس اس بناء پر اس حدیث شریف سے انکی خلافت بایں طور پر ہی ثابت ہوئی۔ اور نقشۂ مدت خلافت مفصلہ ذیل ہے:۔

نقشۂ خلافت خلفاء الراشدین بمع مدت خلافت[1]

خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ	خلافت عمر رضی اللہ عنہ	خلافت عثمان رضی اللہ عنہ	خلافت علی رضی اللہ عنہ
۲ برس ۴ چار ماہ	۱۰ برس ۶ چھ ماہ	۱۲ برس چند یوم کم	۴ برس ۹ ماہ یا ۵ ماہ

مادر جو شیعہ صاحبان نے یہ کہا ہے کہ آپکا منشاء خلافت مولا علی کو لکھدینے کا تھا سو یہ بات انکی ان دلائل قاطع سے قطع ہو گئی۔ کیونکہ جب آپ پہلے ہی یہ حکم بحالت صحت و تندرستی ترتیب وار حق خلفاء الراشدین فرما چکے تھے تو پھر یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی! اور دراصل سچ بات یہ ہے کہ باعث طلب کاغذ قلم دوات کوئی آدمی نہیں جانتا کہ آپ کی ذات بابرکات کا مافی الضمیر کیا لکھنے کا تھا یہ محض مذہب فریقین کی اپنی اپنی رائیں ہیں۔ کیونکہ جب آپ اسکا فیصلہ پہلے ہی فرما چکے تھے جیساکہ کتب شیعہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے اور ایسا ہی کتب اہل سنت والجماعت میں مذکور ہے چنانچہ کتاب مناقب العشرہ فصل ثانی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپکی ذات امارت دینیہ سے سوال کئے گئے ہیں تو آپ نے فرمایا ان تؤمروا ابابکر تجدوہ امینا زاھدا فی الدنیا راغبا فی الاٰخرۃ وان تؤمروا

نوٹ:۔ یہ حساب تقریبی ہے جس سے ۱۰ کی تعداد حذف معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو نقشہ جامع الاصول میں فقط۔ [1] مظاہر حق جلد چہارم صـ ۳۲۲ ۱۲

عُمَرَ تَجِدُوہُ قَوِیًّا اَمِیْنًا لَایَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ الحدیث (ترجمہ) یعنی اگر تم ابابکر کو امیر دین میں بناؤ گے تو اسکو پاؤ گے تم امانت دار اور پرہیزگار دنیا میں اور قیامت میں راغب اور اگر بناؤ گے عمر فاروق کو امیر تو پاؤ گے اسکو قوی امین اور نہ ڈرے گا کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے احکام کے جاری کرنے میں۔ اور علاوہ اسکے یہ بھی فرمادیا فَاقْتَدُوا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرَ نقل از ترمذی جلد دوم۔ یعنی حذیفہ سے ہے کہ ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ فرمایا آپ نے کہ میری تمہارے درمیان کتنی حیاتی باقی ہے پس تم پیروی کرو تم پیچھے میرے ابوبکر اور عمر کی (یعنی ان کو امیر بناؤ) اور یہ بھی فرمایا کہ ھٰذَانِ السَّمْعُ الْبَصَرُ یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یہ دونوں بمنزلہ چشم وگوش کے ہیں نقل از تفسیر حسن عسکری اور علاوہ اسکے جو شیعہ صاحبان کا خیال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامان لکھنے کا نہ آنے دیا بلکہ اور کو بھی منع کر دیا۔ اور آپ نے ضرور لکھنا تھا۔ کیونکہ آیت وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اسپر شاہد ہے۔ سو اسکا جواب فقیر چند وجہ پر تحریر کرتا دیتا ہے اول تو یہ ہے کہ واقعہ بروز پنجشنبہ ہوا اور آپ کا وصال بروز دوشنبہ ہوا تو پھر آپ کی ذات بابرکات نے چار پانچ روز میں باوجودیکہ نمازیں بھی مسجد میں آکر ادا کیں تو پھر اگر لکھنا ضروری تھا تو کیوں نہ لکھایا کیوں نہ اسوقت آپ نے اقرباء کو فرمادیا کہ تم سامان لکھنے کا لاؤ بلکہ بجائے اسکے اہلبیت کے سوال پر آپ نے فرمایا تمہارا یہ کام نہیں۔ تم اس سے عاجز ہو کما مرّ اور دوسری بات یہ ہے کہ اسوقت آپ کی ذات مبارک کو شدت مرض میں نہایت تکلیف ہو رہی تھی اور عمر فاروق آپ کے نہایت عاشق تھے اور اگر آپ کو کوئی کسی وجہ سے تکلیف ہوا کرتی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ کتاب شیعہ زبدۃ المصاحب مطبوعہ نولکشور مجلس ۶ صفحہ ۹۱ میں مذکور ہے کہ ایک دن ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کچھ کلمات ناشائستہ کہے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسکو گرفتار کرنے کے لئے غصہ میں کھڑے ہو گئے۔ فھو ہذا: فَوَثَبَ لَہٗ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ لِیَبْطِشَ بِہٖ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْلِسْ یَا اَبَا الْحَفْصِ فَقَدْ کَادَ الْحَلِیْمُ یعنی عمر ابن خطاب اسکے گرفتار کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اے ابوحفص اور ایسا ہی یہ واقعہ ہوا کہ آپ کو اس روز بیماری کی وجہ سے سخت تکلیف ہو رہی۔ اور لوگ طرح طرح کے خیال اور آراء ظاہر کر رہے تھے اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو تم شور مت کرو چونکہ آپ کی

نوٹ:۔ ۲ھ وما ینطق عن الھوی سے مراد منطوقات خصوصاً قرآن ہیں نہ تمام منطوقات آپکی ذات والاصفات کے۔ اور اگر تمام منطوقات مراد ہوتے تو پھر خداوند کریم آپ کے بعض افعال پر اعتراض نہ کرتا دیکھو جب کہ آپنے نفس کے لئے شہد حرام کر دیا تو آیت لاتحرم ما احلّ اللّٰہ لک نازل ہوئی۔ علیٰ ہذا القیاس فافہم فلا تعجل: خادم شریعت عفا اللہ عنہ:۔

ذات کو سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن مجید موجود ہے۔ اور اسمیں کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو ظاہر نہ ہو چکا ہو۔ لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ اور مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (علی ہذا القیاس) بھی شاہد ہے غرضیکہ قرآن مجید میں ہر طرح کے مسائل عبادات واشارۃً وکنایۃً ودلالۃً واقتضاءً وصراحۃً موجود ہیں۔ اور قرآن مجید ہر طرح سے مکمل ہو چکا ہے۔ اور فرمایا قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ الحدیث: یعنی آپ کی ذات پر بیماری کا غلبہ سخت ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن مجید ہے۔ کافی وافی ہے تمکو قرآن اب شیعہ صاحبان ذرا سوچیں اور انصاف کریں اور اسکا جواب دیں۔ اور دوسرا جو شیعہ صاحبان نے آیت پیش کی ہے کہ آپنے بحکم وحی قلم دوات طلب کی تھی یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر یہ حکم ایسا ہی ہوتا تو آپ ضرور لکھتے۔ کیونکہ یہ نبی کا کام نہیں کہ تبلیغ احکام سے رکیں یا چھپائیں۔ اور پورا نہ کریں۔ چنانچہ کتاب شیعہ امارۃ البصائر جلد دوم مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔ جناب سید المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر کو جائز نہیں ہے کہ جسکے ساتھ مرسل ہوا ہے چھپائے گر خوف قتل کا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس سے یقین حاصل ہے ساتھ اس بات کے حق تعالےٰ نے اسی پیغمبری پر اپنی مبعوث فرمایا۔ اور وہ اسکو بچانیوالا ہے قتل سے اسوقت تک کہ رسالت ادا کی جاوے اور دعوت سنائی جاوے ورنہ غرض بعثت ناقص ہو جائیگی الخ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپنے بحکم وحی یہ حکم صحابہ کو نہیں فرمایا تھا۔ ورنہ کیوں اتنی مدت میں تحریر نہ کرتے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ بقول شیعہ عمر فاروق نے نافرمانی کی اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے۔ معاذ اللہ۔ تو پھر حضرت مولا علی مشکلکشاء نے اپنی دختر ام کلثوم کا کیوں نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا جواب دیا جائے۔ فقط۔

سوال:- شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید چالیس سیپارے تھے۔ عثمان نے دس سیپارے نکال کر جلا دئے جنمیں فضائل اہلبیت ومسئلہ خلافت حق علی علیہ السلام مذکور تھا اور اسکو بے ترتیب جمع کیا کیا یہ بات صحیح ہے کتب معتبرہ سے جواب دیا جاوے۔

جواب:- یہ محض اہل تشیع کا تعصب ہے اور بے ثبات خیال ہے۔ شعر۔

نیش عقرب نہ از پئے کیں است ، مقتضائے طبیعتش ایں است

اور اب ہم اس مقام پر مختصراً قرآن مجید اور کتب معتبرہ شیعہ سے بانصاف تحریر کر دیتے ہیں۔ وھو ہذا: اعتقاد نا فی القرآن ان القرآن الذی انزل اللہ تعالیٰ علی نبیہ ما ھو ما بین الدفتین وھو ما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلک ومبلغ سورہ عند الناس مائۃ واربعۃ وعشر سورۃ وعندنا والضحیٰ والم نشرح

سہ نوٹ:- اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد۔ دیکھو کتاب مجالس للمومنین وفروع کافی کتاب النکاح ۱۲ فقط۔

واحدۃ ولئلاف الم ترکیف سورۃ واحدۃ ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک نهر
کاذبؒ یعنی شیخ صادق ابوجعفر محمد ابن علی بابویہ نے جو اس فرقہ کا بڑا عالم ہے یعنی اعتقاد ہمارا قرآن میں یہ ہے۔ کہ بیشک
قرآن جسکو خداوند کریم نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا ہے۔ جو دو دفتیں میں موجود ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہتے زیادہ اس
سے نہیں ہے اور لوگوں کے نزدیک سورتیں اسکی ایک سو چودہ ہیں۔ اور ہمارے نزدیک سورۃ الضحیٰ والم نشرح ایک
سورت ہے۔ اور لائلاف والم ترکیف ایک سورت ہے۔ اور جو کوئی اسبات کو نسبت کرتا ہے۔ کہ ہم کہتے ہیں کہ قرآن
اس سے زیادہ تھا وہ بڑا جھوٹا آدمی ہے۔ اور ایسا ہی صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۴۶ میں کتاب مجمع البیان سے تحریر فرماتا ہے
اور علاوہ اسکے خود حافظ لوح محفوظ اسکی حفاظت کیواسطے وعدہ ہے۔ وہو ہذا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ
لَحَافِظُوْنَ (ترجمہ) بیشک ہم نے اتارا اس قرآن مجید کو اور بیشک ہم ہی اسکے نگہبان ہیں۔ ولقولہ تعالےٰ
وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۵ اور اسکا
ترجمہ معتبر شیعہ ملا فتح اللہ کاشانی نے خلاصۃ المنہج میں بایں طور لکھا ہے۔ بدرستیکہ قرآن ہر آئینہ کتابے است ارجمند
وگرامی تر وگویند قرآن بجہت آں عزیز است کہ کلام رب العزت است ونامۂ دوستاں عزیز می باشد یا عزیز است
زیرا کہ ہیچکس قادر نیست کہ مثل آں بیارد ویا باعتبار آنکہ محفوظ است از تغیر وتبدل وتحریف یا آں اعتبار کہ بر اتم صفات
واحکام است ویا اینکہ واجب است کہ اوامر ونواحی آنرا عزیز دانند وازاں تجاوز نکنند پس ان دلائل قاطع کتب شیعہ
معتبر سے ثابت ہوا کہ یہ قرآن مجید وہی ہے جو آپ کی ذات پر نازل ہوا تھا اور اسمیں رائی برابر بھی کسی نے کمی بیشی نہیں کی اور
جو اس بات کا قائل ہے کہ قرآن مجید میں تحریف[1] اور کمی بیشی ہو چکی ہے وہ کاذب اور مفتری ہے اور ان کی نمازیں اور
جو اس قرآن کو پڑھ کر مُردوں کو بخشتے ہیں وہ بھی عبث ہے کیونکہ ان کے نزدیک جب یہ قرآن مجید وہ نہیں اور تحریف
شدہ ہے تو پھر ان کے یہ افعال کسطرح پر قبول ہونگے۔ افسوس ایسے لوگوں پر۔ اور شیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ وہ
قرآن مجید ہمکو بھی دکھلائیں جو کہ حضرت مولا علی مشکلکشاء نے جمع کر کے آپ کو دیدیا ہے تاکہ ہم اہلسنت بھی اسکو یاد کر
لیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسکی قدر ومنزلت کریں اور اسپر عمل کریں۔ ہاں اگر کوئی گالی گلوچ والا مجموعہ آپ کے پاس
ہو تو پھر ہمیں اسکی ضرورت نہیں بلکہ اس سے پناہ بخدا ہے۔ اور علاوہ اسکے یہ بہتان عظیم جو شیعہ صاحبان نے حضرت
ذوالنورین پر لگا دیا ہے کہ فضائل امیر المومنین واہلبیت کے بارہ میں جو اس قرآن مجید میں آیتیں تھیں وہ نکال دی ہیں

---

[1] نوٹ:۔ متقدمین شیعان کے نزدیک واقعی یہ قرآن مجید محرف ہو چکا ہے لیکن متاخرین اس سے انکار کرتے ہیں باقی مفصل ذکر
اسکا حقیقت مذہب میں ملاحظہ کریں۔ ۱۲۔ از خادم شریعت عفا اللہ عنہ ۔

تو یہ بات بھی بالکل غلط ہے کیونکہ یہ کتاب لاریب فیہ ہے۔ جسکی حفاظت کا وعدہ خود خداوند کریم نے فرمادیا ہے اور علاوہ اسکے آیت مباہلہ و آیات بینات جو شان مولا علی مشکلکشاء و اہلبیت و خلافت کے بارہ میں نازل ہوئی تھیں موجود ہیں چنانچہ کتب تفاسیر فریقین سے بخوبی واضح ہیں اور جو شیعہ صاحبان نے کہا ہے کہ حضرت عثمان نے قرآنوں کو جلوادیا تھا۔ اور بے ادبی کی معاذ اللہ یہ بات بھی بالکل غلط ہے کیونکہ کسی معتبر مفسر شیعہ و اہلسنت جماعت نے نہیں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنوں کو جلوادیا تھا بلکہ یہ لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے دعا قنوت وغیرہ دعائیں عربی بطور تفسیر بناکر قرآن میں تصور کرلیں۔ اور ان کو قرآن مجید سمجھ بیٹھے۔ تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بمشورہ امیر المومنین حضرت علی و دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کو بڑی کوشش سے جمع کیا اور ماسوا قرآن مجید کے ان عبارتوں کو محو کردیا۔ اور خاص قرآن مجید صحیح الترتیب کو لکھوا کر ملکوں میں تقسیم کرایا اور اس قرآن مجید کو حضرت علی اپنی خلافت میں تلاوت فرماتے رہے اور اپنی اولاد کو بھی یہی قرآن مجید پڑھایا۔ پس بقول شیعہ اگر یہ قرآن مجید بے ترتیب اور مشکوک اور تحریف شدہ ہوتا تو ضروری آپ اس بارہ میں کچھ فرماتے اور اپنے فرزند کو اسکی تعلیم نہ دیتے۔ اور نا ہی مجتہد مفسر شیعہ صاحبان اسکی تفسیریں لکھتے اور نا ہی اسپر عمل کرنے کا حکم دیتے۔ اور علاوہ اسکے صاحب بدر الضحیٰ نے صفحہ ۱۹۰ میں کتاب شیعہ مجمع البیان طبری سے عبارت عربی نقل کی ہے جسکا ترجمہ بعینہ یہ ہے۔ ذکر علی بن الحسین الموسلوی نے کہ قرآن تھا حضرت پیغمبر صلعم کے وقت جمع اور ترتیب کیساتھ اسطور پر جیساکہ اب موجود ہے اور وہ دلیل لایا اسبات پر اسطرح سے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قرآن پڑھا جاتا تھا تمام وکمال اور ایک جماعت صحابہ کی اسکے حفظ کرنے پر معین تھی۔ اور حضرت کے ساتھ پڑھا جاتا تھا اور ایک جماعت صحابہ نے مثل ابن مسعود ابن کعب وغیرہ نے ختم کیا بہت ختم روبرو حضرت کے اور اولیٰ تامل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب باتیں دلالت کرتی کہ قرآن مرتب تھا۔ پراگندہ نہ اور ذکر کیا اسنے کہ جن امامیہ اور حشویہ نے کچھ اس قرآن موجودہ میں اختلاف کیا اسکا اعتبار نہیں اسواسطے کہ وہ خلا ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اخبار ضعیفہ نقل کئے ہیں اور ان کو صحیح سمجھا ہے پس معلوم ہوا کہ یقینی کو چھوڑ کر ا کا قول معتبر نہ ہوگا۔ اور جو شیعہ صاحبان نے یہ کہا ہے کہ حضرت عثمان نے قرآن کو جلادیا اور بے ادبی کی۔ معاذ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے نہ قرآن کو جلایا اور نہ بے ادبی کی بلکہ جو کچھ ماسوا قرآن کے تھا تلف کردیا۔ اسمیں کسی قسم کی بے ادبی نہیں پائی جاسکتی۔ اگر بفرض محال یہ بے ادبی ہے۔ تو کتب شیعہ سے بکثرت ایسی بے ادبیا آئمہ دین سے مذکور ہیں۔ چنانچہ صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۸۹ معتبر کتاب شیعہ کلینی سے بایں طور ذکر کرتا ہے۔ وہو ہذا

نوٹ:۔ ان تمام اعتراضات کا جواب حقیقت مذہب شیعہ میں مفصل ملاحظہ کریں: فقط ؛

انہ قرأ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان یکونوا ائمہ ھی ازکی من ائمتکم فقلت جعلت فداک ائمہ قال ای واللہ قلت انما یقراء ادبی قال ومالادبی دمی بیدہ نظرھا اھانۃ الخ یعنی زید بن جہم ہلالی نے امام جعفر صادق سے یہ روایت کی ہے اور مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جب اس آیت میں حضرت امام جعفر نے امتہ کی جگہ ائمہ پڑھا تو زید مذکور نے عرض کی کہ اے حضرت کیا یہاں ائمہ ہے فرمایا ہاں۔ زید کہتا ہے پھر میں نے عرض کی کہ لوگ تو ادبی پڑھتے ہیں اور اپنے ازکی پڑھا فرمایا ادبی کیا چیز ہے پھر قرآن کو اہانت سے ہاتھ میں لے کر زمین پر پٹک دیا۔ الخ پس واضح ہوا کہ شیعہ صاحبان نے تو اپنے مطلب کے مطابق تکونوا کی جگہ یکونوا۔ اور امت کی جگہ ائمہ اور ادبی کی جگہ ازکی بنالیا اور پڑھ لیا۔ حالانکہ قرآن مجید میں اسطرح نہیں ہے۔ اور علاوہ اسکے کتاب استبصار شیعہ میں بایں طور مذکور ہے۔ کہ مرد و عورت ناپاک قرآن مجید کی تلاوت کریں تو جائز ہے۔ وھو ہذا۔ لا بأس ان یتلو الحائض والجنب القرآن اور کتاب من لایحضر الفقیہ میں لکھا ہے کہ بقدر آیت الکرسی پاخانہ میں پڑھنا درست ہے نقل از کتاب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۸ پس شیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ اس قرآن مجید کو سچا سمجھیں اور اسکی بے ادبی نہ کریں۔ اور ان باتوں کا جواب دیں اور خداوند کریم کے غضب سے ڈر کر توبہ کریں اور دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو دیں۔ فافہم فقط۔

سوال:۔ مذہب شیعہ کا بانی کون شخص تھا۔ کتب شیعہ سے جواب دو۔

جواب:۔ اس مذہب شیعہ کا بانی مبانی و مقتداء عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی ہے۔ اور جب ملک مصر و شام و روم فتح اسلام ہوا اور ان کے اہل و عیال وغیرہ کو صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ منورہ میں گرفتار کر کے لے آئے تو پھر بعد ان کے یہ بھی مغلوب الحال ہو کر بطور تقیہ ایمان لایا اور صحابہ کی تلوار سے اپنی جان کو بچایا۔ لیکن تعلیم عقائد باطلہ و فاسدہ کی دیتا رہا۔ چنانچہ کتاب تاریخ طبری مترجم جلد اول باب اول کتاب نہج البلاغت در باب شکایت شرارت و شکاوت خطبہ جناب امیر المومنین در کتاب اطواق الحمائت تالیف ابن حمزہ زیدی شیعہ و کتاب نہج المقال فی تحقیق الرجال مجتہد شیعہ المذہب سے صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۵۳ نے بایں طور نقل کیا ہے فانظروا الی عبارۃ الکشی ذکر بعض اھل العلم ان عبد اللہ بن سبا کان یھودیا فاسلم والی علیا وکان یقول وھو علی یھودیتہ فی یوشع وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی علی مثل ذلک فکان اول من اشھر بالقول بفرض امامۃ علی علیہ السلام واظھر البراءۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ اکفرھم فمن ھھنا قال من خلف الشیعۃ اھل التشیع والرفض

ماخوذ من الیھود (ترجمہ) پس دیکھو تم اس عبارت کیطرف کسی نے ذکر کیا بعض علماء معتبر شیعہ سے کہ تحقیق عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ پس اسلام لایا۔ اور دوستی اختیار کی علی کی اور کہتا تھا (یعنی آپ کو دوست حضرت علی کا بتاتا تھا) اور حال یہ ہے کہ وہ اوپر دین یہودیت کے تھا (یعنی جسطرح سے کہ زمانہ یہودیت میں غلو کے ساتھ حضرت یوشع بنی کو وصی حضرت موسیٰ کا جانتا تھا۔ ویسا ہی حالت اسلام میں بعد وفات حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ بہ نسبت حضرت علی کے مثل اسکے اعتقاد رکھتا تھا۔ پس تھا پہلا شخص کہ مشہور کیا ساتھ قول کے بسبب فرض کے امامت بلافصل علی علیہ السلام اور ظاہر کی بیزاری ان کے دشمنوں سے اور ظاہر کیا ان کے مخالف یعنی سوا چار یا چھ اصحاب کے معاذ اللہ جملہ اصحاب رسالت مآب) کافر و منافق تھے۔ پس اسوقت سے کہا اس شخص نے کہ پیچھے آیا شیعوں کے کہ اصل مذہب تشیع ملت رفض کے ماخوذ ہے طریقت یہودیت سے الخ اور کتاب شیعہ نہج البلاغت و کتاب اطواق الحمایت آخر بحث امامت میں سوید بن غفلہ سے بایں طور مذکور ہے قال مررت لقوم ینتقصون ابا بکر و عمر فاخبرت علیاً وقلت لولا انھم یرون انک تضمرھا علنوا ما فجروا علی ذلک عبداللہ بن سبا وھو کان الاول من اظھر ذلک فقال علی اعوذ باللہ رحمھما اللہ ثم نھض واخذ بیدی وادخلنی المسجد فصعد النبر ثم قبض علی لحیتہ وھی بیضاء فجعلت دموعہ یتجاوز علی لحیتہ وجعل ینظر للبکاء حتی اجتمع الناس ثم خطب فقال ما بال قوم یذکرون اخوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووزیریہ وسیدی قریشی وابوی المسلمین وانا بری مما یذکرون وعلیہ اعاقب صھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالحد ولھم الوفاء والحمد فی امر اللہ یأمران وینھیان ویقضیان ویعافیان لا یری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوابیھما رأیا لا یحب کحبھما حبا لما یری عزمھما فی امر اللہ فقبض وھو عنھما راض المسلمون راضون فی تجاوزی فی امرھما او سیرتھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ فی حیاتہ وبعد موتہ فقبضا علی ذلک رحمھما اللہ فوالذی خلق الحبۃ وبراء النسمۃ لا یحبھما الا مومن ناضل ولا یبغضھما الا شقی مارق وحبھما قربۃ و بعضھما مروق الخ اور اسکا ترجمہ صاحب تکملہ بدر الضحیٰ نے بایں طور لکھا ہے۔ روایت ہے سوید بن غفلہ سے کہا گذرا میں تحقیق اس قوم پر کہ حقارت کرتی تھی ابو بکر و عمر کی پس خبر دی میں نے علی کو اور کہا میں نے اگر نہ وہ ہے کہ یہ لوگ گمان رکھتے ہیں کہ تو چھپاتا ہے جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہیں البتہ جرأت نہ کرتے اوپر اسکے ان سب کا مرغنہ عبداللہ بن سبا ہے اور وہ پہلا اس شخص کا ہے کہ ظاہر کیا اس بات کو پس کہا علی نے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ خدا کے

رحمت کرے خدا ان دونوں پر کھڑے ہوگئے اور پکڑا ہاتھ میرا اور داخل کیا مجھ کو مسجد میں۔ پس چڑھے ممبر پر پکڑی اپنی داہڑی مٹھی میں اور وہ سفید تھی پس شروع ہوئے آنسو بہنے اونکے داہڑی پر اور نگاہ کی طرف مکانات مسجد کی یہانتک کہ جمع ہوئے آدمی پھر خطبہ پڑھا۔ پس کہا کیا حال ہے اس قوم کا کہ ذکر کرتے دو گواہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دو وزیر انکے کا اور دو رفیق انکے کا اور دو سردار قریش کا اور دو باپوں مسلمانوں کا میں بیزار ہوں اس چیز سے کہ کرتے ہیں۔ اور اس ذکر پر میں ان کو عذاب کروں گا وہ دونوں اصحاب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوشش اور وفاداری اور سعی کے حکم رانی کرتے تھے اور جھگڑتے تھے اور فیصلے خصومات کے کرتے تھے اور سزا دیتے تھے۔ نہیں دیکھتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مثل رائے ان کی رائے کسی کی اور دوست نہ رکھتے تھے مثل دوستی ان کی کے کسی کو بسبب اسکے کہ دیکھے تھے انکو کار خدا میں مستعد پس وفات پائی حالانکہ دونوں سے راضی تھے اور تمام مسلمان راضی تھے۔ پس فرق نہ کیا دونوں نے اپنے کام میں اور دستور میں مصلحت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کے کام سے یعنی جمیع افعال حضرت شیخین کے مطابق افعال رسول اللہ کے تھے حالات حیات صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اور بعد وفات پس دونوں نے وفات پائی اسی حال پر رحمت بھیجے دونوں پر خدا۔ پس قسم اس شخص کی کہ چیرا کردانہ کو پیدا کیا جانکو دوست ان کا نہیں مگر مومن بلند درجہ سا اور دشمن ان کا نہیں مگر بے نصیب خارج دین سے اور اسی کتاب میں روایت دوم یہ ہے لعن اللہ من اضمر بھا الا الخسن الجمیل وسیری ذلک انشاء تعالیٰ ثم ارسل ابن سبا فسیرہ الی المدائن وقال لا تساکنی فی بلدۃ آبدا۔ یعنی لعنت کرے خدا اس شخص کو جو اپنے جی میں رکھے ان دونوں کے حق میں سوائے نیکی اور خوبی کے اور عنقریب تو دیکھے گا یہ انشاء اللہ تعالیٰ پھر بھیجا ابن سبا کیطرف کسی کو پس نکال دیا اسکو مدائن کیطرف اور کہا نہ ٹھہر تو ہمیشہ شہر میں فقط۔ پس ان دلائل قاطعہ شیعہ سے یہ ثابت ہوا کہ ان تبرائیوں شیعوں کا استاد و بانی مذہب عبداللہ بن سبا تھا۔ اور علاوہ ان کے یہ باتیں بھی ثابت ہوئیں کہ حضرت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عادل اور صادق اور صاحب جنت اور برادر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذات کا ہمیشہ ان پر راضی رہنا اور ان کی رائے کو ہر امر میں پسند سمجھنا اور ان کا خاتمہ بالخیر ہونا اور ان کے لئے دعائے رحمت طلب کرنا اور ان کے دشمنوں کو سزا دینا اور ان سے بیزار ہونا۔ اور ان کے ساتھ دشمنی رکھنے والے کو ناپاک کافر اور بے دین سمجھنا۔ اور ان پر تبرا بولنے والے پر لعنت خدا کہنا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ آپکی داہڑی مبارک اسقدر دراز تھی کہ بخوبی طور پر اسپر ہاتھ پھیر سکتے تھے۔ اور افسوس ان شیعوں پر کہ وہ داہڑی کو صاف چٹ کرا کے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہیں اور اپنے آپ کو پھر محب علی

واہلبیت تصور کرتے ہیں اور اپنے مذہب پاک کو چھپاتے ہیں۔ ؎

نزدیک شد کہ عشق نہاں بر بلا شود ، چشم نیاز و ناز بہم آشنا شود

اِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

سوال: امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے والے کون لوگ تھے جواب دو اجر ملیگا ؛

جواب:۔ شیعہ لوگ تھے چنانچہ کتاب سعادت الکونین صفحہ ۸۴ پر بایں طور مذکور ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ للحسین بن علیؓ من شیعتہ وشیعتہ ابیہ علیؓ امیر المؤمنین سلام علیکَ امّا بعد فان الناس ینتظرونک ولا رأی لھم فی غیرک فالتعجل التعجل یا ابن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یجمعنا علی الحق ویؤیدکم السلام یعنی ہم متفق ہو کر سچے دل سے عرض کرتے ہیں کہ یہاں بہت لوگ آپکی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ اور اس خیال کے سوا ہمارا کوئی خیال اور وہم نہیں پس اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد تشریف لائیں۔ اور صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۲۶ نہج البلاغہ کتاب شیعہ سے بایں طور لکھا ہے کہ نہج البلاغت میں چند خطبے ہیں ان سے ثابت ہے کہ حضرات شیعان خاص نے جناب امیر سے ہمیشہ بے وفائی کی یہاں تک کہ صبح بیعت کرتے تو شام کو توڑ دیتے اور جلاء العیون میں ہے کہ شیعان پاک نے حضرت امام حسن کو ایسا زخمی کیا کہ آنجناب مظلوم و معصوم مدت دراز تک مدائن میں علاج کراتے رہے اور ایسے حرکات سے حضرت امام کو انکی بیوفائی پر کمال درجہ کی اگاہی ہوتی اور باقی مفصل ذکر شہادت وغیرہ انشاء اللہ آئندہ جلدوں میں بیان ہوگا ؛

سوال:۔ شیعہ کہتے ہیں کہ زینب و رقیہ و ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے نہ تھیں کیا یہ سچ ہے۔

جواب:۔ بیشک آپکی ذات بابرکات کی یہ چار بیٹیاں پشت مبارک اور مائی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئیں جسکا مفصل ذکر بحوالہ کتب شیعہ و عبارت اصلی عربی معہ ترجمہ جلد اول میں تحریر ہو چکی ہے اور علاوہ اسکے کتاب تہذیب الاحکام ابو جعفر طوسی امام جعفر صادق سے بایں مضمون روایت کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقَیَّۃَ بِنْتِ نَبِیِّکَ وَاللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمِّ کَلْثُوْمٍ بِنْتِ نَبِیِّکَ الخ یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی دعا میں یوں کہا کرتے تھے کہ اے خداوند عالم رحمت کر رقیہ اور ام کلثوم پر جو کہ تیرے نبی کی لڑکیاں ہیں اور صاحب تکملہ صفحہ ۲۱۴

نوٹ:۔ قاتلان امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ تمام شیعہ کوفی تھے چنانچہ ناسخ التواریخ شیعہ جلد ۶ صفحہ ۴۰ کتاب دوئم میں بایں طور لکھا ہے۔ لشکر ابن زیاد ہشتاد ہزار سوار نگاشت و گوید ہمگاں کوفی بودند و حجازی و شامی بایشاں نبود۔ شیعہ تھے۔ دیکھو جلاء العیون

و اخبار ماتم شیعان ۱۲ خادم شریعت عفا اللہ عنہ ؛

بحوالہ کلینی شرح نہج البلاغت میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ فقط ؛

سوال :۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ عمر نے اہلبیت کے دروازہ پر لکڑیاں جمع کرا کر آگ لگا دی ابوبکر نے خانہ خاتون جنت کے جلا دینے کا ارادہ کیا۔ اور مولا مشکلکشاء کے گلے میں رسی ڈالی اور خاتون جنت کے سر پر عمر نے تازیانہ مارا جسکے صدمہ پر شکم خاتون جنت سے حضرت محسن ساقط ہوئے۔ حق الیقین ۳ طعن میں بھی یہ باتیں تحریر ہیں۔ کیا یہ باتیں سچ ہیں جواب دو ؟

جواب :۔ یہ تمام باتیں از روئے عقل و نقل غلط بالکل بے اصل ہیں اور انکا ثبوت کسی معتبر متقدمین شیعہ کی کتابوں میں سے نہیں پایا گیا۔ پس یہ محض بعض متاخرین شیعہ متعصبین کی گھڑی بنائی باتیں ہیں جو جی میں آیا لکھ مارا دیکھو معتبر شیعہ صاحب نہج البلاغۃ میں کسطرح تحریر کرتے ہیں۔ وھوہذا :۔ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنِّیْ وَاللّٰہِ لو لقیتھم واحدا وھم ملا الارض کُلُّھا ما بالیت ولا استوحشتُ ما فی من ضلالتھم الّتی ھم فیھا وَ نھدی الّذی انا علیہ لعلی بصیرۃ من نفسی ویقین من ربّی وانی الی لقاء اللّٰہِ وحُسن الثواب المنتظر راج الخ اور صاحب بدر الفجی نے صفحہ ۱۷۲ میں اسکا ترجمہ یوں کیا ہے۔ ترجمہ۔ امیر المومنین نے فرمایا بتحقیق مجھکو قسم ہے خدا کی اگر ملاقات کروں میں لوگوں کی تنہا اور وہ لوگ تمام روئے زمین میں پر ہوں۔ کچھ پرواہ نہ کروں میں اور دہشت نہ کھاؤں میں اور بتحقیق گمراہی سے ان لوگوں کی کہ ہیں اس میں اور وہ ہدایت کہ میں اسپر ہوں۔ با خبر اپنی جان سے اور یقین رکھتا ہوں میں اپنے پروردگار سے ملنے کا اور اسکے ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں الخ پس اسی روایت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ جبکہ تمام جہاں آدمیوں پر غالب اور بے خوف تھے۔ تو پھر یہ باتیں کیونکر صرف اصحاب ثلاثہ انکے ساتھ کر سکتے تھے باوجودیکہ اسوقت تمام اصحاب مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم بھی موجود تھے۔ اور اسوقت ان کی ایسی شوکت تھی اگر کوہ قاف کیطرف نظر کرتے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اور اہلبیت لشکر ابن جعفر اگر غضب کی نظر فرماتے تو جبل بھی ہیبت آتش کے خاک ہو جاتا۔ اور کتب تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے۔ کہ حضرت محسن خاتون جنت کے شکم مبارک سے زندہ پیدا ہوئے اور چند یوم زندہ رہکر فوت ہوئے اور علاوہ اس بات کے پھر کیوں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اصحاب ثلاثہ کی اپنے خطبات میں تعریفیں کرتے اور انکے دشمنوں کو گالی گلوچ دینے والوں کو سزائیں دیتے۔ اور اگر ہم بفرض محال چند لمحہ کے واسطے اسکو تسلیم بھی کر لیں تو پھر کیوں حضرت مقداد و حضرت سلمان فارسی و عمار یاسر و ابوذر غفاری وغیرہم محبان رضوان اللہ علیہم و شیعان پاک نے مدد مولا مشکلکشاء و حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو نہ دی مہربانی فرما کر ذرا انصاف کی نظر سے کسی متقدمین کی کتاب معتبرہ شیعہ سے ہی ان ناگفتہ باتوں کا جواب دیں تاکہ پھر ہم انکا جواب دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ فقط۔

سوال :۔ حضرت مولا مشکلکشاء کے زمانہ میں کتنی قسم کے گروہ شیعہ کے پیدا ہوئے جواب دو ؛

جواب :۔ صاحب تکملہ صفحہ ۱۴۹ وغیرہ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ چار قسم کے گروہ شیعہ حضرت موصوف کی خلافت میں ظاہر ہوئے۔ شیعہ مخلصین یعنی اولی جو کہ شیعہ اہلسنت والجماعت ہیں اور وہ تمام صحابہ وازواج مطہرات و کرامات بزرگان دین کو برحق مانتے ہیں۔ اور ان کا ادب کرتے ہیں اور اپنے ظاہر و باطن کو ان کا تابعدار اور فرمانبردار بناتے ہیں۔ دوم فرقہ تفضیلیہ ہے۔ یہ تمام صحابہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتا ہے۔ سوم فرقہ سبیہ یہ تمام اصحابہ کو ظالم وغاصب ومنافق جانتا ہے۔ چہارم فرقہ شیعہ غلاتیہ یہ فرقہ شیعہ حضرت علی کی الوہیت کا قائل ہے۔ اور باقی ان کی شاخیں ہیں۔ فقط ؛

سوال :۔ کوئی خطبہ حضرت علی کا در بارۂ فضیلت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتب شیعہ سے تحریر کریں۔ خدا سے اجر ملیگا ؛

جواب :۔ میرے صاحبان کتاب نہج البلاغت[1] میں دو خطبے اس مضمون کے لکھے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق نے ارادہ جہاد کا طرف روم کے کیا اور حضرت مولا مشکلکشاء سے اس بارہ میں مشورہ لیا تو حضرت علی نے یہ خطبہ بڑی نرم دلی سے بیان کیا۔ وہو ہذا : قد شاورکم عمر بن خطاب فی الخروج الی غزوالروم بنفسہ وقد توکل اللہ لاھل ھذا الدین باعزاز الجوزۃ وستر العورۃ والذی نصرھم وھم قلیل لایتصرون ومنعھم وھم قلیل لایمتنعون حی لایموت انک متی تسر الی ھذا العدو بنفسک فتلقھم فتنکب لاتکن للمسلمین کانفقۃ دون اقصی بلادھم ولیس بعدک مرجع یرجعون الیہ فابعث علیھم رجلا محربا واحضر معہ اھل البلاد والنصیحۃ فان اظھر اللہ فذالک ماتحب وان تکن الاخ کنت رداء الناس ومثابۃ للمسلمین الخ (ترجمہ) یعنی مشورہ کیا حضرت امیر سے حضرت عمر بن الخطاب نے بنفس نفیس کوچ فرمانے واسطے جہاد طرف غزوہ ملک روم کے حضرت وزارت وستگاہ نے بنظر مصلحت یہ جواب باصواب دیا کہ تحقیق اللہ تعالے کفیل ہوا ہے واسطے متبعان اس دین پاک کے اور غالب اور قوی کرنے اہل اسلام کے اطراف کے اور انکی مستورات کی عزت اور نگہبانی کا اور حبس خدا نے ان کی مدد کی۔ اس حال میں کہ وہ کم تھے۔ دشمن مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور ان کو دشمنوں سے روکا اس حال میں کہ وہ کم تھے

---

[1] جلد اول صفحہ ۳۱۰ : ۱۲۔

نوٹ ؛ کتب حق الیقین شیعہ صفحہ ۳۵۵ اردو میں لکھا کہ اسکے بعد اثنی فرقہ شیعہ کے ہوں گے ۱۲ خادم شریعت عفا اللہ عنہ ؛

ان کے آگے نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ وہ زندہ ہرگز فناہ نہ ہوگا۔ اگر آپ بذات اس دشمن کیطرف جاؤگے اور مقابل ہوگے تو تکلیف ہوگی۔ اور بڑی دشواریاں پیش آئیں گی بایں ہمہ مسلمان کا کوئی نگہبان و پناہ نہ ہوگا۔ ان کے دو شہروں اور تمہارے بعد ان کے کوئی بازگشت نہ ہوگی کہ جسطرف وہ رجوع کریں۔ پس بھیجئے اہل روم کی جانب ایک مرد آزمودہ کار اور روانہ کیجئے کہ اسکے ہمراہ جنگ دیدہ خیر خواہ لوگوں کا اگر اسکو خدا تعالےٰ نے کفار پر غالب کیا تو یہ عین تمہاری مراد ہے۔ اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو تم آدمیوں کے مددگار اور مسلمانوں کے بازگشت رہوگے فقط پس اس خطبہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نہایت درجہ کی شفقت اور محبت در حق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پائی جاتی ہے۔ جسکا اندازہ خود صاحب انصاف کرسکتا ہے۔ اور خطبہ دوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مضمون بایں طور مسطور ہے۔ کہ جب خلیفہ ثانی نے مشورہ لیا حضرت مولا مشکلکشا ءسے دربارۂ جنگ، اہل فارس کے تو فرمایا امیر المومنین نے کہ اے بھائی تو اگر وہاں چلا جائے گا۔ تو اہل عرب آپ کی طرف ٹوٹ پڑیں گے اور وہاں سخت خونریزیاں آدمیوں کی ہوں گی اور یہ ملک عرب و ایران ہو جائیگا۔ اور لوگ اہل عجم آپ کو جملہ عرب سے بہادر اور پیشوا سمجھ کر آپ پر حملہ کرینگے اور یہ بات اہل عرب کی مستورات اور یتیموں مسکینوں کے لئے اور ہمارے لئے سخت دشوار ہوگی اور اس دین حق کا حافظ جو اللہ تبارک وتعالےٰ ہے اور اسنے خود وعدہ مسلمانوں سے بایں طور کیا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ یعنی اسکا وعدہ کہ ہم تم مسلمانوں سے خلیفہ زمین کریں گے۔ جیسے کہ پہلے خلیفہ ہوئے۔ غرضیکہ آپکو یہاں رہنا اور دین اسلام اہل عربوں کو سکھانا نہایت بہتر بات ہے اور یہ دین ہر گوشہ زمین طلوع آفتاب پر آپ کی تعلیم سے روشن ہو رہا ہے۔ اور ہوتا رہیگا اے بھائی تو مجھ سے جدا نہ ہو۔ نقل از تکملہ اظہار لہدیٰ صفحہ ۶۵ انشاء اللہ تعالےٰ اس خطبہ کی اصلی عبارت عربی آئندہ جلد میں مع ترجمہ تحریر کی جائے گی۔[1]

سوال:۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ خاتون جنت سے ابوبکر نے باغ فدک جبراً غصب کر لیا اور پھر خاتون جنت تادم زیست ابوبکر سے کوئی بات نہ کی اور ناراض رہے اور آپ کی ذات کا فرمان ہے کہ جس نے میری بیٹی فاطمہ کو ناراض کیا سنے مجھے ناراض کیا کیونکہ وہ میرے جگر کا گوشت ہے پس آپ کی ذات جسپر ناراض ہو وہ ناری ہوا اب اسکا جواب دو۔

جواب:۔ یہ بات شیعہ صاحبان کی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ انہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے جب باغِ فدک طلب کیا تو حضرت ابابکر صدیق نے بایں مضمون حدیث بیان کی کہ پیغمبروں کا مال حکم صدقہ کا رکھتا ہے

[1] حقیقت مذہب شیعہ میں اصل عبارتیں درج ہیں وہاں سے ملاحظہ کریں۔ ۱۲:۔

اور ان کے مال کا وارث کوئی نہیں ہوتا۔ اور اسکی حضرت علی و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی تائید و تصدیق کی تو مائی صاحبہ نے سکوت اختیار کیا۔ لیکن پھر بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بڑی نرم دلی سے بایں طور سمجھایا اور عرض کی کہ اے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھا کرتا تھا کہ حضور پر نور آپ کے والد ماجد اسکو بایں طور تقسیم فرماتے تھے کہ اہل بیت کو ان کا قوت دیتے تھے اور باقی مساکین وغیرہ تقسیم کر دیتے اور میں بھی ایسا ہی کیا کروں گا۔ تو مائی صاحبہ اس بات پر وعدہ لے کر ابوبکر صدیق سے راضی ہو گئیں۔ چنانچہ کتاب شیعہ منہاج السالکین سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۲۸ پر بایں طور لکھا ہے ان ابا بکر لما رای فاطمۃ انقبضت عنہ واھجرت ولم تتکلم بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عندھا فاراد استرضاھا فقال لھا صدقت یا ابنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فیما ادعیت ولکنی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ولکنی راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسمھا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یوتی منھا قوتکم والصالحین بھا فقالت افعل کما کان ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فیھا فقال ذلک اللہ علی ان افعل فیھا ما کان یفعل ابوک فقالت واللہ لتفعلن فقال واللہ لافعلن ذلک فقالت اللھم اشھد فرضیت بذلک واخذت العھد علیہ لتفعلن فکان ابوبکر یعطیھم قوتھم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل الخ اور اسکا ترجمہ صاحب مجمع الاوصاف صفحہ ۹۰ نے یوں کیا ہے یعنی ابوبکر صدیق نے جب دیکھا کہ فاطمہ ناراض ہو گئیں ان سے اور ترک کر دیا اور نہ کلام کیا اسوقت کے بعد امر فدک میں تو بھاری گذری ابوبکر پر یہ بات پس ارادہ کیا راضی کرنے فاطمہ کا پس آئے ابوبکر فاطمہ کے پاس اور کہا سچ آپ نے فرمایا ہے اے دختر رسول پاک اپنے دعویٰ میں۔ مگر میں نے آنحضرت کو دیکھا ہے کہ اسکو تقسیم فرماتے یعنی تمہاری قوت کے بعد فقراء و مساکین اور مسافروں کو دیتے تھے اور قوت کارگذار انکی نکالتے تھے۔ پس حضرت سیدہ نے فرمایا کہ آپ بھی ایسا کیا کریں جیسا میرے باپ کرتے تھے حضرت ابوبکر نے کہا کہ آپ کے لئے اللہ شاہد ہے کیا میں اسمیں وہی عمل کروں جو آپ باپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ آپ واللہ یونہی کیا کریں۔ پھر ابوبکر نے کہا واللہ یونہی کروں گا۔ پھر حضرت فاطمہ نے کہا الٰہی تو گواہ رہ اس بات کا پس راضی ہو گئیں اسپر فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس بات کا عہد ابوبکر سے لے لیا بعد حضرت ابوبکر ان کا قوت دیکر باقی ماندہ کو فقراء و مساکین و ابن السبیل پر صرف فرماتے تھے۔ الخ پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ مائی صاحبہ نے جو اپنے اجتہاد سے فدک وغیرہ مال جو وارث ہونے پر ابوبکر صد

سے طلب کیا تھا۔ اور بوجہ نہ ملنے وراثت کے ناراض ہوئیں اور بعد تحقیق کرنے کے راضی ہو گئیں اور اپنے اجتہاد کو خطا جان کر حکم شارع کیطرف رجوع کر لیا اور خلیفہ اول کے ساتھ تادم زیست خوشی سے گفتگو کرتی رہیں۔ چنانچہ بیہقی وماثبت من السنۃ میں شعبی سے مروی ہے انّ ابا بکر عاد فاطمۃ فقال لھا علی ھذا ابوبکر یستأذن علیک قال اتحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیھا وھذا حدیث صحیح (ترجمہ حدیث) یعنی ابوبکر نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حالت بیماری میں پوچھا۔ پس حضرت علی نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق اندر آنے کے لئے اذن طلب کرتے ہیں۔ حضرت سیدہ نے حضرت علی سے دریافت فرمایا۔ کہ آپ کی خواہش ہے کہ میں ابوبکر صاحب اندر آنے کی اجازت دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق اندر آئے پس دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی خوشی سے باتیں کیں الخ۔ اور صاحب مجمع نے غضبہا کے یہ معنی کئے ہیں کہ حضرت سیدہ کو کوئی شخص محض ہوائے نفسانی کی غرض سے اگر ناراض کرے تو وعید کے محل میں داخل ہوگا نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے اور احکام شرعی جاری کرنے میں جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا غضبناک ہو جائیں تو یہ بھی وعید میں داخل ہو جائے۔ معاذ اللہ اگر ایسا ہو تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ من ذلک حضرت علی بھی وعید میں داخل ہو جائیں۔ کیونکہ حضرت علی اور جناب فاطمہ کے درمیان بھی کئی بار غیظ و غضب کے معاملے پیش آئے تھے۔ منجملہ ان کے ایک وہ ہے جو حضرت نے ابوجہل بن ہشام کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا جسکے سبب سے حدیث مشہورہ اغضب وارد ہے۔ چنانچہ ترمذی جلد ثانی ان یطلق ابن ابی طالب ابنتی و ینکح ابنتہ فانما ھی بضعۃ منی الخ مطلب اس حدیث صحیح کا یہ ہے کہ جب آپ کی ذات کو یہ خبر پہنچی کہ علی بنت ابوجہل سے نکاح کا قصد کیا ہے تو آپ نے منبر پر آکر جوش سے فرمایا کہ اے لوگو علی ابن ابی طالب میری بیٹی سیدۃ النساء پر دختر ابوجہل کو نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تو میں اسکو اذن ہرگز نہ دوں گا اسوقت تک یا تو علی ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دیدیوے اور دختر ابوجہل کو نکاح کر لیوے۔ کیونکہ فاطمہ پارہ گوشت میرے سے ہے۔ تہمت دی مجھکو جس نے تہمت دی اسکو اور ایذا دیا مجھے جس نے ایذا دی اسکو اور کتاب روضۃ الشہداء باب پنجم و علل الشرائع میں بھی بایں طور مذکور ہے۔ کہ روزے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخانہ فاطمہ آمد علی آنجا ندید از فاطمہ پرسید کہ پسر عم تو کجا است گفت یا رسول اللہ میان من و وے چیزے واقع شد خشم کردہ بیرون رفت و نزد من قیلولہ نفرمود گفت یا رسول اللہ کسے را فرمود کہ ببیں کہ وے در کجا است آنکس آمد و گفت یا رسول اللہ در مسجد در خواب است۔ رسول اللہ آنجا رفت وے را دید خفتہ و روئے او از دوش افتادہ

نوٹ: کتاب شیعہ احتجاج طبرسی صفحہ ۵۹ و حق الیقین میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسقدر سامنے ہو کر غیظ

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھیں)

ودوش مبارکش خاک آلودہ شد رسول آں خاک را بدستِ مبارک خود از دوش او دور میکرد و میگفت قم یا ابا تراب وقم یا ابا تراب الخ اور کتاب ہدایات الرشید مطبوعہ مطبع قدوسی دہلوی صفحہ ۸۶۵ میں لکھا ہے کہ ایک کنیزک حضرت جعفر طیار نے بھیجی۔ اور جنابہ سیدہ نے جناب امیر کا سر مبارک اسکی کنار میں دیکھکر کسقدر غیض وغضب فرمایا کہ جناب امیر کی قسموں کو کہ کوئی امر واقع نہیں ہوا سچا نہ جانا اور حضرت کے پاس جاکر شکایت فرمائی الخ۔ اور کتاب شیعہ قران السعدین جو کہ ترجمہ البحار الانوار علامہ مجلسی کے صفحہ ۷۹ و ۸۰ میں بھی بعینہٖ اسی طرح مفصل مسطور ہے۔ اگر کسی صاحب کو شک ہو تو فقیر کے پاس خود آکر دیکھلے۔ اور علاوہ ان باتوں کے جو شیعہ صاحبان کا خیال ہے وَرِثَ سلیمان وداؤد ورثنی من اٰل یعقوب۔ یعنی جبکہ ان تمام نبیوں نے ورثہ اپنے بزرگوں سے پایا تو حضور علیہ السلام کی اولاد کو کیوں محروم رکھا گیا ہے۔ میرے صاحبان اس ورثہ سے ورثہ مراد علم و درجہ نبوت علمائے دین و مفسرین نے مراد لیا۔ چنانچہ معتبر کتاب اصول کافی مطبوعہ مطبع نولکشور کتاب العلم و باب صفت العلم سے صاحب مجمع نے بایں طور لکھا ہے ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذٰلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احادیثھم من اخذ بشئ منھا فقد اخذ حظا وافرا الخ یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے باسناد صحیح مروی ہے کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے کہ انبیاء نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں کیا اور جزیں نیست کہ وارث کیا ہے انہوں نے احادیث کا اپنی حدیثوں سے پس جس نے کیا کچھ اس سے البتہ لیا اس نے بہت حصہ کامل الخ پس اس عبارت سے صاف صاف مطلب ظاہر ہوا کہ انبیاء کا ورثہ بدوں علم دین کے اور کچھ نہیں ہوتا ؛

بحث مذہب نصاریٰ

سوال :۔ بعض عیسائی لوگ مسیح کو خدا کا اقنوم ثانی اور اسکا بیٹا مانتے ہیں اور مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ تمہارے نبی کی کہیں آسمانی کتابوں میں صفت نہیں پائی جاتی۔ مہربانی فرماکر اس بات کا بھی جواب آسمانی کتابوں سے ہی

(نوٹ پچھلے صفحہ سے آگے) وغضب میں بُرے و درشت الفاظ کہے کہ کوئی مہذب بھی سن نہیں سکتا وہ الفاظ یہ ہیں یا ابن ابی طالب اشتملت شملۃ الجنین وقعدت حجرۃ الظنین یعنی اے ابیطالب کے بیٹے اے بچہ شکم کیطرح تو چھپ کر بیٹھا ہے اور تہمت زدہ کیطرح گوشہ نشین ہوگیا ہے اور میری اسقدر رسوائی ہوئی ہے اور افسوس کہ میں اس سے پہلے مرجاتی اور تو باہر نہیں نکلتا الخ اب شیعہ صاحب فرمائیں کہ مطابق حدیث غضب فاطمہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کیا حال حشر میں تمہارے نزدیک ہوگا ۱۲ فقط ؛

تحریر فرماویں۔ السائل علی محمد:۔

جواب:۔ یہ محض ان لوگوں کی غلطی اور ناسمجھی کی بات ہے۔ دیکھو کتاب تورات جلد دوم خروج باب ۲۰ آیت ۱ ہمارے مکرم نصیر الدین ڈاکٹر صاحب نے یوں لکھا ہے۔ آیت پہلا حکم میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہوا لخ آیت دوم موسیٰ کی کتاب ۶/۴۔ میں اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے اور کتاب زبور ۸۱/۷۶ دیکھو میرے لوگو سنو کہ میں تجھ پر گواہی دونگا اے اسرائیل سن اگر تو میری سنے گا تو تیرے درمیان کوئی دوسرا معبود نہ ہووے۔ تو کسی اجنبی معبود کو سجدہ نہ کرنا۔ خداوند تیرا خدا میں ہی ہوں الخ اور مرقس کی انجیل ۱۲/۲۹ کہ دیکھو کہ یسوع نے ایک سائل کے جواب میں کیا کہا آیت یہ ہے سب حکموں میں اول حکم یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے۔ اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر۔ اول حکم یہی ہے الخ اور متی کی انجیل ۲۲ سے ۳۶ سے ۳۷ میں یوں لکھا ہے۔ آیت۔ استاد شروع میں بڑا حکم کون ہے۔ یسوع نے اس سے کہا خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر پہلا اور بڑا حکم یہی ہے الخ اور لوقا کی انجیل ۱۰/۲۷ میں بایں طور آیت تحریر ہے۔ ان دونوں میں ایسا ہوا کہ یہاں پر دعا مانگنے کو گیا۔ اور خدائے دعا سے دعا مانگنے میں رات بتائی الخ اور عبرانیوں کے خط ۵/۷ مسیح نے زور اور آنسو بہا بہا کے اس سے جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا۔ دعائیں۔ اور منتیں کیں الخ اور مسیح کی آخری دعا یہ ہے اے خدا تیری مرضی ہو تو یہ پیالہ یعنی موت کا پیالہ مجھ سے دور کر سکتا ہے۔ اور رسولوں کے اعمال کی کتاب ۲/۲۲ یہاں طور لکھا ہے۔ یسوع ناصری ایک مرد تھا جسکا خدا کیطرف سے ہونا تجھ پر ثابت ہوا۔ اور مرقس ۴/۶ میں لکھا ہے ایک خدا جو سب کا باپ کہ سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور تم سب میں ہے الخ پس ان تمام آیات سے یہ ثابت ہوا کہ خداوند کریم ایک واحد لاشریک ہے۔ اور اسکا کوئی ہمسر نہیں اور نہ وہ کسی کا محتاج ہے۔ اور نہ اسکا کوئی حقیقت میں فرزند ہے اور نہ وہ کسی سے مدد طلب کرتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور اسکے لئے موت نہیں وہ ہمیشہ حی قیوم ہے۔ وہ جسطرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور ہر ایک چیز پر وہ غالب ہے۔ اسکو کسی کا خوف نہیں اور اسی زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔ برعکس حضرت مسیح علیہ السلام کے کیونکہ وہ ایک بشیر تھا جو مائی مریم علیہا السلام کے شکم مبارک سے بلا باپ پیدا ہوا اور پہاڑوں پر جا جا کر روتا اور دعائیں مانگتا اور موت سے ڈرتا۔ اور ہماری طرح کھاتا پیتا اور لوگوں کو تعلیم توحید کی دیتا۔ اور وہ اللہ کیطرف سے نبوت کا تاج لے کر ظاہر ہوا اور وہ سچا نبی تھا اور اگر عیسائی صاحبان ان آیات میں کچھ تاویل کریں تو لو ہم ایک اور آیت مفصل تحریر کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین

کو یقین آجائے۔ متی کی انجیل ۴ سے ۹ تک ملاحظہ فرمائیں۔ وہو ہذا۔ یسوع روح کے وسیلے بیابان میں لایا گیا تاکہ شیطان اس سے آزمائے اور جب دن اور چالیس رات کا روزہ رکھ چکا اخیر بھوکا ہوا تب آزمائش کرنے والے نے اسکے پاس آکر کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ یہ پتھر روٹی بن جائے اس نے جواب میں کہا کہ آدمی صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے جیتا ہے۔ اب شیطان اسکو مقدس شہر میں لے گیا اور ہیکل کے گنگورے پر کھڑا کر کے اس سے کہا اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے وہ تیرے لئے اپنے فرشتوں کو حکم کرے گا اور وہ تجھ کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا لیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔ یسوع نے اسے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو مت آزما۔ پھر شیطان اسکو ایک اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور انکی ساری شان و شوکتیں اسے دکھائیں اور اسے کہا اگر تو مجھ کو سجدہ تو یہ سب کچھ تجھے دوں گا۔ یسوع نے اسے کہا کہ اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ نہ کرنا الخ۔ ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کہ کون شخص بیابان میں آزمایا گیا اور کون شخص شیطان کا کہا مان کر اسکے ساتھ شہر مقدس اور پہاڑوں میں پھرتا رہا۔ کیا یہ خدا کے بیٹے کا کام ہے؟ شیطان کے ساتھ ہمراہ ہو کر بیابان اور پہاڑوں پر سیر کرنا۔ ہرگز نہیں پس معلوم ہوا کہ وہ ایک اللہ تعالے کا بندہ تھا جو کہ آزمائش کے لئے بیابان میں بھیجا گیا تھا اور اگر کوئی عیسائی صاحبان کے پاس اس بات کا ثبوت ہے تو جواب دیں ۔

اور جو عیسائی صاحبان نے یہ کہا ہے کہ تمہارے پیغمبر یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کتابوں میں کہیں نام و نشان نہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ ان کا کہنا بالکل غلط ہے دیکھو استثنا موسیٰ کی کتاب توریت جلد ۵ ۱۸ ۱۵ سے ۱۸ تک۔ میرے مکرم ڈاکٹر ناصر الدین صاحب نے اپنے رسالہ لاجواب میں دندان شکن جواب اس بات کا دیدیا ہے اور فقیر بھی اس مقام پر چند سطور بحوالہ تحریر کر دیتا ہے۔ وہو ہذا: وَیَظُنُّ کُلُّ شَخْصٍ اِنِّیْ صُلِبْتُ لٰکِنَّ ھٰذِہِ الْاِھَانَۃَ وَالْاِسْتِھْزَاءَ تبکیان الی ان یجیٔ محمد رسول اللہ فاذا جاء فی الدنیا ینبئہ کل من ھو علی ھذہ الغلط وترفع ھذہ الشبھۃ من قلوب الناس الخ یعنی نقل کیا ہے صاحب توضیح نے انجیل برناس ترجمہ قرآن سیل پادری مطبوعہ ۱۸۵۰ء مقدمہ سے ترجمہ، گمان کرے گا ہر شخص کہ میں سولی دیا گیا ہوں یہ اہانت اور مسخرہ پن باقی رہیگا یہاں تک کہ آئیگا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس جب آئیگا دنیا میں خبردار کرے گا اسی کو جو کوئی غلطی پر ہوگا اور اٹھا دیگا یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے الخ اور یوحنا باب ۱۶ آیت ۲۶ مطبوعہ ۱۶۷۱ء میں بایں طور مذکور ہے انا اطلب من الاب فیوتیکم فارقلیط[1] (ترجمہ) میں مانگوں گا اپنے باپ سے پس دے تمکو مدد قلیط۔ اور کتاب

[1] یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

استثنا کی کتاب یعنی کتابِ موسیٰ جلد ۵ صفحہ مذکورہ پر بایں طور ہے۔ خداوند تیرا خداوند تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں سے تیری مانند ایک نبی آیا کرے گا تم اسکی طرف کان دھریو یہیں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالوں گا الخ۔ پس اب عیسائی صاحبان اس آیۃ شریفہ سے ذرا غور فرمائیں کہ یہ جو فرمایا ہے کہ تیری مانند یعنی موسیٰ کی مانند اب وہ کون شخص موسیٰ کی مانند ہوا حضرت مسیح ہے یا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بعد چالیس سال کے لئے نبوت ملی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بعد چالیس کے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیوی اور بچے تھے اور آپکے بھی اہل و عیال تھے اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی پاسبانی کی اور آپنے بھی کی اور موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور بادشاہی ملی اور آپ کی ذات با برکات کو بھی نبوت اور بادشاہی ملی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے والدین تھے اور آپ کی ذات کے بھی والدین تھے۔ اور علاوہ اسکے یہ جو فرمایا کہ تیرے بھائیوں میں سے۔ تو اسوقت بنی اسرائیل کے بھائی کون تھے بنی اسماعیل علیہ السلام تھے یا کوئی اور جواب دو۔ غرضیکہ اس آیت شریفہ سے تمام مشابہت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے من کل وجوہ پائی جاتی ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی کیونکہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بادشاہی ملی اور نہ اولاد اور نہ بیوی اور نہ کوئی معین مکان اور نہ چالیس سال کے بعد نبوت ملی اور نہ بھیڑوں کی پاسبانی کی اور نہ ہی ان کا کوئی باپ تھا اگر ہے تو ذرا عیسائی صاحبان ان کا باپ ہی تو دکھائیں۔ اور موسیٰ کی مانند ہونا مسیح علیہ السلام کا من کل وجوہ ثابت کریں۔ اگر نہ کرسکیں تو ان عقائد باطلہ سے توبہ کریں اور سچے دل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں اور تمام نبیوں کو برحق مانیں۔ فقط والسلام علی من اتبع الہدیٰ ؛

بحث فرقہ میرزائی

سوال :۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے پر اجماع امت کا ہے یا نہیں ؟ جواب دو اجر ملے گا ؟

جواب :۔ بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ و اجماع مفسرین اسپر شاہد ہے۔ وہو ہذا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یعنی نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا ہے اور نہ سولی دیا گیا ہے۔ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ۔ بلکہ اسمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی طرف زندہ ہی اٹھا لیا ہے پس اس آیت سے اظہر من الشمس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہی اٹھایا گیا ہے۔ کیونکہ فعل قتل اور صلیب کا جسم عنصری پر ہوا کرتا ہے۔ ندوح پر پس جسکو قتل اور صلیب سے بچایا گیا ہے۔ اسکو اٹھایا گیا ہے۔

اور صاحب فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ اور علامہ سیوطی کتاب الاعلام میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے نزول فرما کر ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے۔ اور اسی پر اجماع امت کا ہے۔

انہ یحکم بشرع جنینا وقد وردت بہ الاحادیث والعقد علیہ الاجماع وقد تواتر الاحادیث بنزول عیسیٰ جسماً الخ فتح البیان اور تفسیر بیضاوی پ ۲/۸۳ میں لکھا ہے۔ روی عن عیسیٰ ینزل من السماء یخرج الدجال فیھلک۔ اور تفسیر معالم میں نیز یاں طور وارد ہے بل رفع اللہ عیسیٰ الی السماء اور نیز تفسیر زاہدی ورق ۶۴ صفحہ ۳ پر رفع اللہ عیسی حیا الی السماء ہے۔ اور ایسا ہی تفسیر حسینی اور تفسیر اکسیر اعظم پ ۲/۴۰ وتفسیر عرائب القرآن پ ۶/۱۹ وتفسیر رؤفی وتفسیر قادری وخلاصۃ التفاسیر پ ۱/۴۷۳ وتفسیر جلالین وغیرہ ہیں۔ اور ان کے علاوہ تمام علمائے دین وفقہائے کرام حنفیہ وشافعیہ وحنبلیہ ومالکیہ کا بھی اس بات پر اتفاق ہے اور تمام نے یہی لکھا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور ایسا ہی تمام محدثین نے لکھا ہے۔ چنانچہ امام بخاری ومسلم ونسائی وطبرانی وغیرہ اور ایسا ہی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ صفحہ ۴ میں بایں طور لکھا ہے ان عیسی ابن مریم نبی ورسول انہ لا خلاف انہ ینزل فی اخر الزمان حکما مقسطا عدلا الخ (ترجمہ) یعنی بیشک عیسیٰ ابن مریم نبی ورسول ہے اور اسمیں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخر زمان میں عدل وانصاف آکر کرے گا۔ اور باقی بزرگان خدا کا بھی اسی پر اتفاق ہے۔ جیساکہ امام شعرانی وحضرت پیر محی الدین وعلامہ ابو طاہر وامام قرطبی وعلامہ نووی وشیخ احمد بن حنبل وعلامہ تفتازانی شرح عقائد نصفی وحضرت داتا گنج بخش کتاب کشف المحجوب وخواجہ معین الدین اجمیری کتاب انیس الارواح وعلامہ قاضی عیاض صحیح مسلم وشاہ رفیع الدین علامات قیامت اور مولانا خرم علی جونپوری تحفۃ الاخبار ترجمہ مشارق الانوار میں بایں طور مذکور ہے۔ امام مہدی کے وقت میں حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے اور نصرانی دین کو ہٹادیں گے۔ اور ایسا ہی مشکوۃ باب نزول عیسیٰ کے حاشیہ پر ہے۔ اور کتاب عون المعبود شرح ابو داؤد پ ۲/۲۰۳ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ تواتر الاخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نزول عیسیٰ من السماء بجسدہ العنصری الی الارض عند قرب الساعۃ ان عیسی حی فی السماء ینزل فی اخر الزمان اور صاحب در منثور پ ۲/۲۴۳ میں بایں طور لکھا ہے اخرج ابن ابی شیبۃ واحمد والطبرانی والحاکم عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسی عند صلوۃ الفجر الخ اور ایسا ہی حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات دفتر سوم صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ از آسمان نزول خواہد فرمود ومطالعت شریعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مترجم رموز قصص الانبیاء صفحہ ۶۰ مطبع احمدی

ہیں لکھا ہے واجمعوا علی قتل عیسیٰ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین فجعل لہ فیہ مشابھۃ ورفعہ الی السماء اور ایسا ہی انجیل برنباس ۱۱۲ آیت ۱۳ میں ہے اور خود مرزا صاحب بھی اپنی کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ پر یوں حروف تحریر کئے ہیں۔ اور جب حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔ اور حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۳۱۲ نمبر ۲۴ میں لکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔ اور تقویۃ الایمان میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے اور ایسا ہی غنیۃ الطالبین میں ہے۔ (والتاسع) رفع اللہ عزوجل عیسی ابن مریم الی السماء غرضیکہ تمام کتب احادیث واصول فقہ وکتب تفاسیر وتواریخ حضرت عیسی علیہ السلام کے زندہ ہونے اور دوبارہ ان کے آنے پر پکار پکار کر آوازیں دے رہی ہیں اور اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد سوم سلطان الفقہ کا مطالعہ کرے اگر کوئی اعتراض ہو تو مطلع کرے۔ فقط۔

سوال:۔ رفع کے کیا معنی ہیں؟

جواب:۔ رفع کے معنی از روئے علم لغت اونچا کرنے اور اٹھانے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید واحادیث شریف وکتب فقہ بھی انہی معنوں پر شاہد ہیں۔ دیکھو سورت یوسف ورفع ابویہ علی العرش اونچا بٹھایا اپنے والدین کو تخت پر۔ اور سورت بقر ورفعنا فوقکم الطور اونچا کیا ہم نے تم پر پہاڑ اور حدیث رفع حجرا عن الطریق کتب لہ حسنۃ جو شخص واسطے رفع تکلیف آدمیوں کے راستہ سے پتھر اٹھائے تو اسکے لئے نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور دوسری حدیث میں اسطرح ہے رفع یدیہ فی الرکوع فلا صلوۃ لہ یعنی جو رکوع میں ہاتھ اٹھائے اسکی نماز نہیں ہوتی۔ اور کتب فقہ میں اسطرح لکھا ہے واذا اراد الدخول فی الصلوۃ کبر رفع یدیہ حذاذنیہ یعنی جب ارادہ کرے داخل ہونے نماز میں تو اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے علاوہ ان دلائل کے خود مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۹ وسطر ۴ میں بھی اسطرح تحریر کرتے ہیں رفعت وجعلت مبارکا یعنی تو اونچا کیا گیا۔ اور مبارک بنایا گیا۔ پس ان تمام دلائل سے یہ معلوم ہوا کہ رفع بمعنی اونچا کرنا ہے اور اٹھانا ہے۔ فقط۔

سوال:۔ مرزائی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کسی حدیث صحیح سے زندہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور خود امام بخاری کا یہی مذہب ہے۔ کیا ان کی یہ بات سچی ہے؟ جواب دوا اجر پائے گا۔ السائل حافظ خدا بخش از فرخپور

جواب:۔ یہ محض ان لوگوں کی کم فہمی وکم علمی کا سبب ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف جلد دوم باب نزول عیسیٰ علیہ السلام۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر

من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابو ھریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ الخ نقل از بخاری و مسلم (ترجمہ) کہا ابوہریرہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قسم ہے اس خدا کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور اتریں گے حضرت عیسیٰ بیٹے مریم کے آسمان سے بیچ تمہارے درآنحالیکہ وہ صاحب عدل و انصاف ہونگے۔ پس توڑ دیں گے صلیبی نصرانیوں کی اور قتل کر دیں گے خنزیروں کو اور رکھدینگے جزیہ اور ان کے زمانہ میں بہت ہوگا مال۔ یہاں تک کہ کوئی قبول نہ کریگا اسکو یہاں تک کہ ہو جائے گا ایک سجدہ بہتر دینار سے اور ہر چیز سے کہ دنیا میں ہے۔ اور پھر سمجھانے کیخاطر کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ اگر تم کو شک ہو اس امر میں تو پڑھو اس آیت شریفہ کو۔ اگر چاہو کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر کہ ایمان لائیگا عیسیٰ پر پہلے مرنے ان کے کے اور مسلم و بخاری کی نیز ایک روایت میں بایں طور مذکور ہے۔ قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (ترجمہ) یعنی فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے لوگو کیا ہوگا حال تمہارا جسوقت کہ اترے گا عیسیٰ بیٹا مریم درمیان تمہارے اور ہوگا تم سے امام تمہارا۔ الخ یعنی قریب ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمادیں گے اور نصرانی دین کو مٹادیں گے اور محمدی دین پر عمل کریں گے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نیز بایں طور حدیث مذکور ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر نقل از مشکوٰۃ (ترجمہ) یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے زمین کیطرف پس پھر نکاح کریں گے اور پیدا کی جائے گی اولاد ان کے لئے اور ٹھہریں گے زمین پر پینتالیس برس پھر مریں گے۔ پھر دفن کئے جائیں گے بیچ قبرے میرے کے۔ پس اٹھوں گا۔ میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک قبرہ سے درمیان ابوبکر اور عمر کے الخ اور حدیث مسلم و مشکوۃ باب العلامات میں نیز حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ قبل قیامت کے دس نشانیاں ظاہر ہونگی وہ یہ ہیں الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسیٰ بن مریم ویاجوج وماجوج وثلثۃ خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب بجزیرۃ العرب وآخر نار تخرج من عدن تسوق الناس الی المحشر وفی روایۃ فی العاشرۃ وریح تلقی الخ (ترجمہ) یعنی فرمایا۔ دھواں نکلنا اور دجال و دابۃ الارض کا ظاہر ہونا اور آفتاب کا نکلنا مغرب کیطرف سے اور اترنا عیسیٰ ابن مریم کا۔ اور ظاہر ہونا یاجوج و ماجوج کا اور تین خسفوں کا ایک خسف مشرق سے اور ایک خسف مغرب سے زمین عرب میں اور واقع ہوگی ایک آگ یمن کیطرف سے ہانکے گی لوگوں کو طرف

محشر کے۔ اور ایک آگ نکلے کی کنارے عدن سے ہانکے گی لوگوں کو طرف محشر کے اور ایک روایت میں ذکر ہوا کا آیا ہے الخ پس ان تمام دلائل قاطع سے ثابت ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اب تک زندہ آسمانوں پر ہیں۔ اور قریب زمانہ امام مہدی علیہ السلام کے نزول فرمائیں گے۔ اور ان کے زمانہ میں نہایت درجہ کا عدل و انصاف ہوگا۔ اور مال سے لوگ نہایت درجہ غنی ہونگے۔ اور کوئی مال دنیا کی پرواہ نہ کرے گا۔ اور تمام لوگ عابد و زاہد ہوں گے۔ اور بت پرستی اور بدعت رسومات کا نام و نشان بھی دنیا پر نہ رہے گا اور امام مہدی علیہ السلام اسوقت امام ہونگے اور نصرانیوں کی عملداری نہ رہے گی۔ بلکہ ان کی صلیب اور بے غیرتی اور سود خوری کی بیخ کنی کی جائے گی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکاح کریں گے اور ان سے اولاد بھی ہوگی۔ اور ۴۵ سال دنیا میں تبلیغ فرمائیں گے۔ . . . . . اور مدینہ طیبہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقبرہ شریف میں دفن ہونگے۔ پس جائے انصاف ہے کہ مرزا صاحب میں یہ باتیں کہاں پائی جاتی ہیں۔

السوال:۔ مرزائی کہتے ہیں کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم نبی نہ تھے۔ نبوت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا اور جو خاتم النبیین قرآن میں وارد ہے اسکے معنی مہر کے ہیں۔ یعنی جو ان کے پیچھے آئیں گے وہ آپ کی تصدیق کریں گے۔ کیا ان کی یہ بات سچ ہے؟ جواب دو اجر پاؤ گے۔

جواب:۔ یہ معنی ان کے بالکل غلط اور خلاف احادیث صحیحہ و ائمہ مفسرین ہیں۔ اور اصل میں ختم بمعنی بند اور تمام کرنے کے ہیں۔ چنانچہ ختم اللہ علیٰ قلوبہم اور حدیث بخاری و مشکوٰۃ جلد چہارم فضائل سید المرسلین میں نیز اسی معنی پر وارد ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر من بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار ویتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا صدرت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی المرسل وفی روایۃ انا لبنۃ وانا خاتم النبیین متفق علیہ (ترجمہ) یعنی کہا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا حضور نے مثل میری اور مثل انبیاء کے جیسے ایک محل ہے کہ اچھی بنائی گئی دیوار اسکی گرد کی چھوڑ دی گئی اس محل سے ایک اینٹ کی جگہ پھر گرد پھرنے لگے اسکے دیکھنے والے اور حالانکہ تعجب کرتے تھے اس دیوار کی خوبی سے مگر ایک اینٹ کی جگہ سو میں ہوا کہ بند کی میں نے اینٹ کی جگہ جو خالی کی گئی۔ ساتھ میرے وہ دیوار ختم کئے گئے ساتھ میرے تمام رسول اور ایک روایت میں ہے۔ پس میں ہوں مثال اس اینٹ کی اور میں ہوں ختم کرنے والا سب نبیوں کا۔ اور ترمذی میں ہے لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر ہوتا۔

اور ترمذی وابوداؤد مشکوٰۃ میں بایں معنی شاہد ہے وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی الخ اور بخاری ومسلم میں ہے کہ فرمایا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا لا نبی بعدی الخ یعنی تو لے علی مجھ کو بمنزلہ ہاروں کے موسیٰ کی ہے مگر فرق یہ ہے کہ کوئی نبی نہیں میرے بعد۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ ثابت ہوا کہ بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اگر آئیں گے تو کاذب اور مفتری تیس ۳۰ یا اس سے زیادہ جو کہ جھوٹا دعوی کریں گے۔ اور علاوہ اسکے خود مرزا صاحب اپنی کتاب حمامۃ البشری صفحہ ۲۶ وازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۶۱ میں ختم کے معنی اختتام اور بند ہونے کے لکھے ہیں۔ وہو ہذا۔ قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بواسطہ جبریل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل یہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بروشد اختتام

فقط۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۰ ومن یتولی فان اللہ ھو الغنی الحمید ومن کفر فان اللہ غنی العالمین ۰ نسئل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۰۰ تمام شد

چند ابیات بطور تقریظ از مرزا ظہور الدین خانصاحب محلہ لکڑمنڈی وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

رہیں خوش مولوی صاحب نظام الدین ملتانی! جنہوں نے کر دیا تصنیف ہے تحفہ یہ لاثانی
مخالف کرتے ہیں احناف پر جن اعتراضوں کو جواب ان کا دیا ہے آپ نے اسمیں بآسانی
لکھا بیّن جواب ہر ایک کا ہے ساتھ خوبی کے دلائل قاطع سے اور بہ برکت فقہ نعمانی
نکھرا حق و باطل کا ہوا ہے اسمیں اب سارا چمک اٹھیں گے حق والے ز فضل رب یزدانی
مضامین اسکے ہیں برجستہ اور منقح فصاحت سے کریں گے اہل حق اسکی دل و جاں سے قدردانی
نقارہ اب بجیگا دین حق کا ساری دنیا میں پڑے اب سر کی کھائیں گے جو ہیں گمراہ و ہذیانی
ندا ہیں ہم کروڑوں بار ملتانی کی ہمت پر چلائی ہے مخالف پر جنہوں نے تیغ برہانی
ظہور الدین دعا مانگو اب حق میں مولوی جی کے رہے ہے مہر و ماہ کی جب تلک دنیا میں درخشانی
خدا رکھے سلامت انکو اپنے فضل و رحمت سے ببرکت سرور حق اور ببرکت پیر جیلانی

حصّہ ہشتم از فتاوی مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اللہ تعالےٰ سے ہے یا نہیں۔ اور حدیث اوّل مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور حدیث دوم لَوْلَاکَ الخ صحیح ہے یا ضعیف۔ کیونکہ غیر مقلد وہابی لوگ ان دونوں حدیثوں کو بناوٹی کہتے ہیں۔ جواب دوا جر لیگا ؛

الجواب:۔ بیشک یہ دونوں حدیثیں کتب احادیث باسناد صحیح مسطور ہیں۔ لیکن یہ محض فرقہ ظاہریہ باطلہ کی جہالت و کم علمی کا سبب ہے۔ دیکھو کتاب مواہب الدنیہ امام احمد قسطلانی و سنن الہمزیہ فی شرح خیر البریہ و عبد الرزاق نے حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بایں طور باسناد صحیح حدیث بیان کی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا مَنْ اَوَّلُ شَیْءٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ قَالَ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ (ترجمہ) یعنی کہا جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے سب چیزوں سے اول کس چیز کو پیدا فرمایا۔ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب اشیاء سے اول اپنے نور سے تیرے نبی کا نور۔ نقل از شرح مولود علامہ زرقانی صفحہ ۲۔ اور صاحب تجلی الیقین صفحہ ۳۲ بحوالہ مواہب لدنیہ بایں طور حدیث نقل فرمائی۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ رب العالمین میری کنیت ابی محمد کس لئے ہوئی حکم ہوا کہ اپنا سر اٹھا اور دیکھ اور آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا اور دیکھا سرا پردہ عرش پہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر آیا اور عرض کی یا رب العالمین یہ نور کیسا ہے۔ حکم ہوا ھٰذَا نُوْرُ نَبِیٍّ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ اِسْمُہٗ فِی السَّمَاءِ اَحْمَدُ فِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاہُ مَا خَلَقْتُکَ وَلَا خَلَقْتُ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ الخ (ترجمہ) یعنی یہ نور ایک نبی کا ہے جو تیری اولاد سے ہے اس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھکو نہ بناتا نہ آسمان اور نہ زمین کو پیدا کرتا اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۵ میں حامی سنّت ماحی بدعت مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا العلامہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ نُوْرُ نُوْرِیْ وَسِرُّ سِرِّیْ وَکُنُوْزُ ھَدَایَتِیْ وَخَزَائِنُ مَدْرَفَتِیْ

جَعَلْتُ فِدَاكَ مُلْكِیْ مِنَ الْعَرْشِ اِلٰی مَا تَحْتَ الثَّرٰی كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَائَكَ يَا مُحَمَّدُ (ترجمہ) یعنی اے محمد تو میرے نور کا نور ہے۔ اور میرے راز کا راز اور میرے راز کی کان اور میری معرفت کا خزانہ ہیں نے تو اپنے عرش فلک سے لے کر تحت الثریٰ تک سب کچھ قربان کر دیا۔ اور عالم میں ہے جو کوئی میری رضا مندی چاہتا ہے اور میں تیری رضا مندی چاہتا ہوں۔ اور امام قسطلانی و مواہب اللدنیہ نے لکھا کہ امام عبدالرزاق نے اپنے مسند میں حدیث جابر بن عبداللہ کو صحیح اسناد کے ساتھ بایں طور نقل کیا ہے۔ کہ کہا جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان اور میرے ماں باپ کی جان آپ پر قربان ہو۔ مجھے خبر دیجئے کہ سب چیز سے اول کونسی چیز ہے جسکو خداوند کریم نے پیدا کیا۔ فرمایا آپ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے بنایا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہی سے پھرنے لگا۔ جس جگہ اللہ نے چاہا اور اسوقت نہ قلم تھی نہ تختی نہ باغ نہ کوئی فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ کوئی جن نہ انسان غرضیکہ کوئی شئے نہ تھی پھر خداوند کریم نے چاہا کہ خلق کو پیدا کروں تو پھر اس نور کے چار حصے کر دئے۔ پہلے حصہ سے قلم کو بنایا۔ دوسرے سے تختی کو تیسرے سے عرش کو۔ پھر چوتھے حصے کو چار کر دیا پہلے سے حاملین عرش۔ دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے پہلے سے آسمان بنائے دوسرے سے زمین تیسرے سے باغ اور آگ پھر چوتھے حصے کے چار حصے کئے پہلے سے ایمانداروں کی نظریں۔ دوسرے سے ان کے دلوں کا نور اور تیسرے سے ان زبانوں کا نور جس کے سبب سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر یقین رکھا کرتے ہیں۔ اور قول سعدی علیہ الرحمۃ کا بھی اسی پر شاہد ہے۔ ؎

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست ہمہ نورہا پرتو نور اوست

اور کتاب ترمذی و مشکوٰۃ باب اسماء النبی میں حضرت جابر بن سمرہ سے نیز بایں طور حدیث مذکور ہے۔ کہا جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَيْلَةٍ اَضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَى الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ وَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ رواہ الترمذی والدارمی (ترجمہ) یعنی دیکھا میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چاندنی رات میں پس میں رسول اللہ کی طرف اور چاند کیطرف دیکھنے لگا۔ اور آپ پر حلہ احمر تھا پس ناگاہ آپ میرے نزدیک چاند کی روشنی سے زیادہ خوبصورت تھے۔ علاوہ ان دلائل کے خود قرآن مجید بھی شاہد ہے۔ وہو ہذا۔ قال اللہ تعالےٰ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ (ترجمہ) فرمایا اللہ تعالےٰ نے آیا پاس تمہارے اللہ کیطرف سے نور و کتاب روشن اور اسکی تائید پر یہ آیت مسطور ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ

اَلْمِصْبَاحُ فِي الزُّجَاجَةِ الخ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (ترجمہ) اور نور آسمانوں کا اور زمینوں کا ہے صفت اس نور کی منسوب طرف اسکے ہے۔ مانند طاق کے ہے اور بیچ اسکے چراغ ہے روشن وہ چراغ روشن بیچ شیشے کی قندیل کے ہے روشنی اوپر روشنی کے اللہ تعالےٰ جسکو چاہتا ہے اسکو یہ نور بخشدیتا ہے۔ اور صاحب تفسیر رؤفی نے اسکے تحت میں یوں بیان کیا ہے۔ کہ نور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ خلعت خلیل نور علیٰ نور پدر نور و پسر ہے نور مشہور یہ ہے رافت سمجھ نور علیٰ نور۔ ؎

سب اشیاء نور سے اسکے ہیں پیدا — کہاں ہووے دو عالم سے ہویدا
بن اسکے درک ہو کب درک اشیاء — نہیں بس درک میں ہر درک کی جا
کرے ادراک اسے کیا منہ سے ادراک — کہ وہ ہے درک سے ادراک سے پاک

اور اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کو سراج منیر سے بھی یاد فرمایا ہے وہو ہذا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ یعنی بیشک بھیجا ہم نے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور اسکے حکم سے ڈرانے والا اور چراغ روشن اور دارمی صفحہ ۲۳ میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے حضرت براء سے پوچھا کہ آپ کی ذات کا چہرہ تلوار کی طرح تھا۔ کہا نہیں چاند کیطرح چمکتا ہے۔ اور ایک روایت میں یوں بھی مذکور ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اگر تو دیکھتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا سورج نکلا ہوا اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی تصنیف سرور المحزون ترجمہ قرۃ العیون میں لکھا ہے کہ جب آپکی ذات پیدا ہوئے تو خوشی میں آپ کے دادا عبدالمطلب نے یہ شعر آپ کی صفت نوری میں کہے۔ ؎

وَانت لما ولدت اشرقت الارض — واضاءت بنورك الافق
ونحن فی ذٰلك الضیاء وفی النور — وسبیل الرشاد نخترق

اور جب تو پیدا ہوا زمین روشن ہوگئی اور تیرے نور سے افق چمک گئے اور ہم اس روشنی اور نور میں ہدایت کے رستے چلتے۔ اور بحث قضیہ مرضیہ کے جواب میں کسی عاشق منطقی نے کیا خوب کہا ہے۔

رباعی

مثالے راکہ در شرطیہ گفتہ — بگو با منطقی کاں مست مردود!
رخ و زلفیں یار مرا نظر کن — کہ شمس طالع است دلیل موجود

اور کسی صاحب حال نے کیا خوب کہا ہے۔

شعر

زنور مصطفےٰ ہر سو کہ بینی تجلّی گاہِ یزداں است امشب

اور صاحب حدیث اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں بڑے زور شور سے بیان فرمایا ہے اگر کوئی وہابی چکڑالوی نیچری کو در پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان وعظمت اور ان دلائل قاطع کا منکر ہے تو بیشک وہ ملحد ہے۔

شعر

پہلے تمام شے کے خدا کے ظہور سے پیدا نبی کا نور کیا اپنے نور سے

سوال ۲ کا جواب: حدیث لولاک کا مطلب ومعنی مطابق احادیث صحیحہ کے ہیں اور اصول محدثین کے نزدیک جو حدیث وضعی یا ضعیف ہو اور اسکے معنے اور مضمون حدیث صحیح سے ملتا جلتا ہو۔ تو اسکو حکم حدیث صحیح کا لگا دیتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث کئی طرح سے کتب احادیث میں آئی ہے۔ وہو ہذا۔ لما اقترف اٰدم الخطیئۃ قال رب اسئلک بحق محمد اغفرلی قال وکیف عرفت محمدًا قال لانک لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت راسی فرایت علی قوائم العرش مکتوبًا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک قال صدقت یا اٰدم انہ لاحب الخلق الیّ ما اذا سالتنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما غفرت وما خلقتک ذکر کیا اس حدیث کو امام بیہقی وطبرانی وابن عساکر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے (ترجمہ) جبکہ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ یارب العٰلمین صدقہ محمد رسول اللہ کے میری مغفرت فرما۔ تو فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ تو نے میرے حبیب کو کسطرح سے پہچانا۔ آدم نے عرض کی کہ جب تو نے مجھے اپنی قدرت کے ہاتھ سے بنایا۔ اور میرے وجود میں روح ڈالی تو میں نے سر اٹھایا اور دیکھا کہ عرش کے پایوں پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوقات سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اے آدم تو نے سچ کہا۔ وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے۔ اب تو اسکا وسیلہ لایا میں نے تجھے اسکی خاطر مغفرت کی اگر وہ نہ ہوتا تیری مغفرت نہ کرتا اور نہ ہی تجھے پیدا کرتا۔ اور طبرانی وبیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں رَاَیْتُ فِیْ کُلِّ مَوْضِعٍ مِنَ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ اَنَّہٗ اَکْرَمُ خَلْقِکَ اور حاکم نے مافادہ تصحیح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو اسطرح پر ذکر کیا ہے

وہوہذا یعیسیٰ اٰمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَمَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْ اُمَّتِکَ اَنْ یُؤْمِنُوْا بِہٖ فَلَوْلَا مَا خَلَقْتُ اٰدَمَ وَلَا الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ ط (ترجمہ) وحی کی اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کہ ایمان لا میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو تیری امت سے اسکا زمانہ پائیں۔ ان کو بھی یہ حکم کر دے۔ کہ اس پر ایمان لائیں۔ اگر میرا حبیب محمد رسول اللہ نہ ہوتا۔ تو نہ پیدا کرتا آدم علیہ السلام کو اور نہ جنت و دوزخ کو اور ایسا ہی صاحب دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ذکر کیا۔ کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اَتَانِیْ جِبْرَائِیْلُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ لَوْلَاکَ خَلَقْتُ النَّارَ (ترجمہ) جبرائیل میرے پاس آیا اور عرض کی کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر تم نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ ونقل از تجلی الیقین صفحہ ۲۷ مولفہ حضرت مولانا مجدد صاحب مائۃ حاضرہ۔ ؎

مقصود ذاتِ او ست دیگر جملگی طفیل — منظور نور او ست دیگر جملگی ظلام

اور صاحب تفسیر روح مجددی ابتدا تفسیر کا اسی مضمون سے شروع کرتے ہیں۔ وہوہذا ؎

نظم

محمد شفیع ایوان نبوت — محمد مشعل بزم فتوحات

محمد آفتاب مشرق نور — محمد ماہتاب مطلع سور

محمد مظہر ستہ الٰہی — محمد کان نور لاتناہی

محمد باعث تخلیق عالم — محمد مفخر حواؤ و آدم

محمد رحمۃ العالمیں ہیں — بروز دین شفیع المذنبیں ہیں

نہ ہوتے وہ تو کل عالم نہ ہوتا — کبھی تخم ظہور اللہ نہ ہوتا

غرضیکہ اللہ تعالےٰ نے اس نور کو ان لوگوں کے کہنے سے اور پھونک مارنے سے کبھی نہیں مٹائیگا۔ اگرچہ یہ لوگ شب و روز صاحبِ نور کی شان مبارک و تعظیم کو بڑے بھائی جیسے یا اسکے غریب اور علم کو پاگلوں اور دیوانوں اور بہائم جیسا جانیں یا اپنی قلم سے اسکی بے ادبی میں ہزار ہا اوراق سیاہ کر ماریں تو پھر بھی شان محمدی میں رائی کے کروڑویں حصے کے برابر بھی خداوند کریم کمی نہیں کرے گا۔ چنانچہ قرآن مجید اس بات کا شاہد ہے۔ قال اللہ تعالےٰ۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاہِہِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ

(ترجمہ) ارادہ کرتے ہیں مخالف لوگ یہ کہ بجھا دیں منہ اپنے سے نور اللہ کا اور نہیں قبول رکھتا اللہ مگر یہ کہ پورا کرے نور اپنے کو اور اگرچہ ناپسند رکھیں کافر اور وہ اللہ جس نے بھیجا رسول اپنے کو ساتھ حق کے تاکہ غالب کرے اسکو اوپر دین سب کے اگرچہ ناخوش رکھیں اس امر کو مشرک لوگ۔ اور ناظرین کو معلوم ہوگا کہ یہ فرقہ وہابیہ چکر الویہ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کیسے بے ادبانہ و گستاخانہ الفاظ اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں۔ کہ دیکھنے سے ایماندار انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور الاماں الاماں بے ساختہ زبان سے شروع ہو جاتا ہے اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد اوّل و سوم و چہارم سلطان الفقہ میں مطالعہ کرے اور ان کی مجالست و موانست سے بچے اور وہ حدیث جس میں فضائل و اوصاف ستودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق ہوں اسکو بر سر چشم بلا حیل حجت تسلیم کر لیا جائے اگرچہ وہ حدیث کسی اسناد میں ضعیف بھی کیوں نہ ہو۔ ؎

طفیل سرور عالم ہوا سارا جہاں پیدا — زمین و آسماں پیدا مکین و لامکاں پیدا
نہ ہوتا گر فروغ نور پاک رحمت عالم — نہ ہوتی خلقتِ آدم نہ گلزار جناں پیدا
شہ لولاک کے باعث حبیب پاک کے باعث — جناب حق تعالےٰ نے کیا کون و مکاں پیدا

فتدبر و لاتعجل

سوال:۔ اسماء الٰہی و اسمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مساوات قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں اگر ہے تو ثبوت کرو۔ اور باقی گیارہ سوالات جو مرزائی کے ہیں انکا جواب دو اجر ملے گا:۔

جواب:۔ بیشک مساوات اسماء خداوند کریم و اسمائے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ناموں میں قرآن مجید سے پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنا نام حمید رکھا یعنی صفت کیا ہوا اور اپنے حبیب کا نام محمد الرسول اللہ رکھدیا یعنی بہت صفت کیا ہوا۔ اور اگر اپنا نام رؤف الرحیم رکھا تو اپنے حبیب کا نام بالمومنین رؤف الرحیم رکھدیا اور اگر اپنا نام حق مبین رکھا تو اپنے حبیب کو بایں طور کہدیا قُلْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ وَقُلْ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ اور اگر اللہ تعالےٰ نے اپنا نام نور رکھا تو اپنے حبیب کو بھی نور سے خطاب کیا اور وہ یہ ہیں۔ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ اور اگر اپنا نام شہید رکھا تو اپنے پیارے کو بھی اسی معنی سے یاد فرمایا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا الخ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا اور اگر اپنا نام کریم رکھا تو اپنے حبیب کو اسی نام سے یاد فرمایا۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ اور اگر اپنا نام عظیم رکھا تو اپنے حبیب کا نام بھی اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ سے مشہور کر دیا۔ اور اگر اپنا نام فتاح فرمایا تو اپنے پیارے نبی کو بھی تمام لوگوں میں اسی نام سے مستفید و مستفتح

کردیا۔ لَتَسْتَفْتَحُوْنَ فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ اور اگر اپنا نام شکور رکھا تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا سے زیور پہنایا اور اگر اللہ تعالےٰ نے اپنا نام علیم و علام و عالم الغیب رکھا تو اپنے حبیب کو بھی عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ سے شاد فرمایا۔ اور اگر اپنا نام اول آخر رکھا تو اپنے پیارے کو بھی وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے عہدہ سے سرفراز کیا اور اگر اپنا نام قوی وذی القوۃ المتین فرمایا تو رسول علیہ السلام کو بھی ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ الْعَرْشِ الْمَكِيْنِ کا تاج عطا فرمایا۔ اگر اپنا نام صادق رکھا تو اپنے حبیب کو بھی صادق و مصدوق فرمایا اگر اپنا نام ولی و مولیٰ رکھا تو اپنے حبیب کو بھی اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ فرمادیا۔ اگر اپنے آپ کو عفو سے یاد کیا تو اپنے پیارے کو بھی حکم فرمایا خُذِ الْعَفْوَ وَاعْفُ عَنْهُمْ اور اگر اپنا نام ہادی رکھا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ فرمادیا اور اگر اللہ تعالےٰ نے اپنا نام مومن و مہیمن سے یاد کیا تو اپنے حبیب کو بھی مُطَاعٌ اَمِيْنٌ وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ فرمادیا اور اگر اپنا نام قدوس فرمایا تو اپنے حبیب کو بھی وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کے صیغہ سے ارشاد فرمایا۔ اور اگر اپنا نام عزیز فرمایا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ سے سرفراز فرمایا اور اگر اپنے آپ کو بصیر فرمایا تو اپنے حبیب کو بھی (اسمیں اپنے ساتھ شریک فرمایا وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ اور علاوہ ان اسماء کے اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یٰسین وطٰہٰ ومدثر ورحمۃ اللعالمین وَاسْمُهٗٓ اَحْمَدُ سے پکارا اور اسکے بعد اسکی عمر کی قسم فرمائی لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ یعنی تیری زندگی کی قسم ہے وہ قوم لوط کی اپنی مستی میں سرگرداں ہیں۔ اور فرمایا لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ اور میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی یعنی مکہ معظمہ کی کہ تو اس میں حلال ہونے والا ہے۔ پس اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس شخص کی عمر اور جسکے شہر کی قسم خود اللہ تعالےٰ اٹھائے اور اپنے اسماء کے ساتھ اسکے اسماء حسنےٰ کی تعریف فرمائے تو پھر ہم لوگوں کی زبانوں کو کیا جرأت ہے اور ہماری قلموں کو کیا طاقت ہے کہ اسکی صفت اور تعریف بیان کریں اور لکھیں گے۔ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پس اب فرقہ مرزائیہ وفرقہ نجدیہ ووہابیہ وچکڑالویہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان مبارک کی کسر شان بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم (معاذ اللہ) پاگلوں اور مجنونوں جیسا تھا۔ اور کسی چیز کے مختار نہ تھے اور اللہ کی شان کے سامنے چمار سے ذلیل تر تھے۔ اور بڑے بھائی جیسا شان رکھتے تھے اور ان کا خیال نماز میں آنا گدھے اور زناہ کنجری اور بیل سے بدتر ہے (نقل از تقویۃ الایمان وصراط مستقیم مصنفہ اسمٰعیل

شہید) اور ان کو اپنی موت کی خبر بھی نہ تھی۔ وہ ایک چپڑاسی کیطرح ہے۔ پس اپنے پروانے دے کر چلے گئے نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ وَمِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اب ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کسی نبی کی شان بھی تسلیم کی جا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ باقی مرزائی کے سوالوں کے جواب میرے مکرم پوسٹ ماسٹر پیر بخش لاہوری پنشنر نے دیدیئے ہیں۔ اسلئے بندہ نے اسکے دو سوالوں کا جواب دیکھ کر قلمبند کر لیا اور مرزائی کے سوالات مع جوابات اخیر جلد میں ملاحظہ کریں۔ فقط۔

سوال: ہمارے سردار جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کسقدر تھا۔ اور آپ کو علم غیب کا بھی تھا یا نہیں۔ کیونکہ فرقہ وہابیہ۔ دیوبندیہ و فرقہ نجدیہ اس سے سخت منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں آپ کی ذات کو ہرگز علم غیب نہ تھا۔ اور دوسرا آپ کی ذات کا علم شیطان سے کم ہے کیونکہ اسکا علم نص سے ثابت ہے اور آپ کی ذات کا علم نص سے ثابت نہیں۔ اور مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے رسالہ اہلحدیث میں لکھا ہے کہ آپ کی ذات کو نہ علم غیب ذاتی اور نہ وہبی اور نہ کسبی تھا اور میاں عبدالعزیز پسر روشن دین مصنف شمع محمدی چراغ محمدی نے اپنی کتاب اصول زرد صفحہ ۲۹ و ۳۰ میں لکھا ہے کہ اگر آپ کی ذات کو علم غیب ہوتا تو اپنا دندان مبارک کیوں شہید کراتے اور کیوں عبداللہ بن مکتوم کے بارے میں عتاب پاتے اور کیوں عائشہ صدیقہ کے متہم ہونے پر ۳۰ دن تک غمناک رہتے اور کیوں فرماتے مجھ کو کل کی خبر نہیں کہ کیا ہوگا اور کب مرنا ہے اور کب قیامت ہوگی۔ اسکا مفصل جواب باسند بیان کرو۔

الجواب:۔ علم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ۔ جمیع اشیاء کا اللہ تعالےٰ نے عطا فرمایا چنانچہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں۔ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ (ترجمہ) یعنی میرے حبیب میں نے وہ علم آپ کو عطا کیا جسکی آپکو کچھ خبر نہ تھی اور یہی تیرے رب کا آپ پر بڑا فضل ہے اس آیت کے تحت ملا کاشفی تفسیر حسینی میں لکھتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وہ علم عطا کیا کہ کوئی شے مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مجھ پر پوشیدہ نہ رہی۔ اور طبرانی نے بایں طور حدیث نقل کی ہے اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیْ دُنْیَا وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ یعنی اللہ تعالےٰ نے تمام دنیا کو میرے سامنے کیا اور میں اسمیں دیکھتا ہوں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اور تمام اطراف و جوانب اسکے میرے سامنے ایسے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی اور صاحب ترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بایں طور حدیث نقل فرمائی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ وَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِہٖ یعنی میں نے عزوجل کو اس حال میں دیکھا کہ اس نے اپنی قدرت

کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا پس اسکے پوروں کی ٹھنڈک میری دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر شے روشن ہو گئی۔ اور بخاری کی روایت میں ہے عَلِمْتُ وَعَرَفْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وارد ہے۔ اور امام بخاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے۔ قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ ہمارے درمیان ایک دن آپ کی ذات کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ابتدا سے جسقدر مخلوقات پیدا ہوئی سب کی خبر مجھ کو ہے یہاں تک کہ مقامات اہل جنت و اہل النار کے ہیں اور صحیحین میں صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے قَالَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ شَیْئًا یَکُوْنُ فِیْ مَقَامِہٖ ذٰلِکَ اِلَی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا حَدَّثَ بِہٖ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک مقام پر کھڑے ہو کر جو کچھ قیامت تک ہونیوالا تھا سب کچھ بیان کر دیا تھا کوئی چیز نہ چھوڑی۔ اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک دن فرمایا کہ جس قدر میرے ساتھ لوگ ایمان لائیں گے اور جو نہ لائیں گے سب خبر مجھکو ہے۔ اور منافق لوگ مثل فرقہ نجدیہ کے استہزاء کے طور کہنے لگے کہ اب ہمارے ساتھ اور ہماری طرح ہو کر خبریں غیب کی بھی بتانے لگے ہیں۔ تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بات سن کر کھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء کی اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا کہ میرے علم پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور فرمایا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَۃِ اِلَّا اَنْبَاْتُکُمْ بِہٖ یعنی نہ سوال کرو تم مجھ سے کسی شے کا اور درمیان تمہارے اور درمیان قیامت کے ہے مگر میں تمکو اس کی خبر دوں گا۔ اور آیت دوم وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ یعنی نہیں ہے اللہ تعالےٰ یہ کہ خبر کرے تمکو اوپر غیب کے مگر اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے کے لئے جسکو چاہتا ہے۔ اور آیت سوم بھی اسکی تائید پر شاہد ہے عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۃ جن) یعنی وہی ہے جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جسکو پسند کرتا ہے پیغمبروں سے۔ اور ایک آیت کے شان نزول میں یہ ذکر ہے کہ جو شخص آپ کی ذات بابرکات کے علم غیب پر ہنسی یا استہزاء کرے وہ کافر اور منافق ہے۔ وہ آیت یہ ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ (پ۱۰ سورۃ توبہ) (ترجمہ) اور اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل کرتے جاتے تھے۔ اے رسول آپ ان کو کہدیجئے کہ کیا تم اللہ تعالےٰ اور اسکی آیتوں اور اسکے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ پس بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر یعنی

مرتد ہو چکے۔ اس آیت کی تفسیر حضرت ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وامام مجاہد وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بایں طور تفسیر در منثور جلد سوم صفحہ ۲۵۴ وتفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر جلد دہم صفحہ ۱۰۵ میں مسطور ہے قَالَ رَجُلٌ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ۔ اور اسکا ترجمہ قاضی فضل احمد صاحب نے اپنی تقریروں میں یوں کیا ہے۔ یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اور اسکی تلاش تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی فلاں شخص کی فلاں جنگل میں فلاں جگہ پر ہے۔ اس پر ایک منافق بولا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں فلاں جگہ جنگل میں ہے۔ وہ غیب کی بات کیا جانے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت شریف نازل فرمائی کہ اللہ اور اسکے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ منافق لوگ بہانے مت بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی بات کیا جانے کے کہنے سے کافر ہو گئے۔ اور کتاب عینی شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۶۸ وقسطلانی جلد ۶ صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے کہ ایک اصحابی نے آپ کے سامنے یہ قصیدہ بنا کر پڑھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے سن کر نہایت خوش ہوئے اور دعا فرمائی۔ اور وہ یہ ہے ؎

اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَاَنَّكَ مَامُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٍ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند کریم اکیلا رب ہے سوا اسکے۔ اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ یا رسول اللہ آپ تمام غیبوں پر مامون ہیں۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات کو علم جمیع اشیاء ماکان ومایکون وعلم غیب اضافی بھی تھا۔ اس سے انکار کرنا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنا ہے جسکے انکار کرنے سے کفر لازم آتا ہے۔ اور ابو نعیم دلائل میں حضرت ام الفضل عبداللہ بن عباس سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ کہا ام الفضل رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درانحالیکہ میں حاملہ تھی اور آپ کے ساتھ چلی جا رہی تھی اور کہا مَرَرْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكِ حَامِلَةٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِيْهِ جَائَتْنِيْ (ترجمہ) یعنے گذری میں ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ نے فرمایا تیرے حمل میں لڑکا ہے۔ پس جب وہ پیدا ہو تو میرے پاس لائیو اور آگے فرماتی ہیں فَلَمَّا وَلَدْتُهٗ اَتَيْتُهٗ فَاَذَّنَ فِيْ اُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَاَقَامَ فِي الْيُسْرٰى پس میں نے جبکہ اسکو جنا تو پھر میں اسکو آپکی خدمت اقدس میں لائی آپ نے اسکے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں میں اقامت۔ اور میدان بدر میں آپ کی ذات نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر کہا کہ یہاں فلاں شخص قتل ہو گا اور زمین پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اسجگہ فلاں فلاں شخص کی قبر ہو گی۔ سو ایسا ہوا۔ وَمَا تَجَاوَزَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور آپ نے ام المومنین کو فرمایا تیری موت شقی

زمین مقام وفات میں ہوگی اور نعمان بن بشیر اور حضرت علی اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم کی تمام کیفیت موت کی پہلے ہی بیان فرمادی پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات پاک کو علم مَافِی الْاَرْحَام وَبِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کا بھی پورا پورا تھا۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں اور شاہ عبدالعزیز ابریز میں تحریر فرماتے ہیں ذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰی اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُوْتِیَ عِلْمَ الْخَمْسِ الْاَخِیْرَةِ وَعِلْمَ وَقْتِ السَّاعَةِ وَالرُّوْحِ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْءٌ مِّنَ الْخَمْسَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِی الْاٰیَةِ الشَّرِیْفَةِ یعنی آپ کی ذات پر علوم خمسہ جو آیہ شریف میں مذکور ہے پوشیدہ نہیں اور تفسیر خازن تحت آیت قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ الخ کے لکھا ہے کہ آپ کی ذات کو علم غیب کا تھا اور جہاں کہیں آپ نے غیب کی نفی فرمائی ہے وہاں مقصود کسر نفسی وتواضع اور اپنی عبودیت کا اقرار کرنا ہے نہ یہ کہ آپ کی ذات کو علم غیب اضافی کی کیونکہ خاصہ علم غیب اللہ تعالےٰ کو ہی ہے اور جو فرقہ وہابیہ نے بے ادبانہ الفاظ سے آپ کے علم غیب کی نفی پر دلائل پیش کئے ہیں اسکا جواب بھی یہی ہے اور آپ کی ذات کی ابتداء میں ایک حالت تھی اور آپنے رضاو قضاربانی کا سبق یاد کیا ہوا تھا اسپر پوری تعمیل کی. فافہم واللہ اعلم بالصواب۔ باقی اعتراضات کے جوابات (القول المقبول فی علم غیب رسول) میں ملاحظہ کریں جو کہ حال ہی میں خادم شریعت نے تالیف کی ہے۔

سوال:۔ فرقہ وہابیہ نجدیہ کہتے ہیں. کہ حنفی لوگ بڑے مشرک ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ خداوند کریم کی ذات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شریک بنالیتے ہیں اور ہر ایک صفت خداوند کریم کے مساوات کرتے ہیں حالانکہ وہ ایک ہماری طرح بشر تھا اور کسی چیز کا مختار نہ تھا۔ دیکھو مظہر البدعت وتفویتہ الایمان۔ کیا ان کی یہ بات حق ہے جواب دو اجر ملے گا ؛

جواب:۔ یہ اس فرقہ کی ناسمجھی اور جہالت اور تعصب کی بات ہے۔ ہملوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز خدا نہیں مانتے اور نہ ہی ہم آپ کو ہمسر اور ثانی خدا سمجھتے ہیں۔ اور مساوات تو تب آتی ہے کہ اگر ہم علم آپ کی آپ کی ذات کا خداوند کریم جیسا مانتے۔ ہم تو اس میں اسطرح فرق کرتے ہیں خداوند کریم کا علم ذاتی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطائی۔ اللہ تعالےٰ کا علم حقیقی حضور علیہ السلام کا علم اضافی۔ خدا کا علم قدیم حضور کا علم حادث خدا کا علم ممتنع التغیر حضور کا علم ممکن التغیر۔ خدا کا علم تفصیلی ہر فرد کو محیط ہے حضور علیہ السلام کا اجمالی۔ ہاں اصل بات یہ ہے کہ ہملوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق وذوق میں بذریعہ پیشوایان وراہ نمایا کے تجلیات وانوار محمدی قلب پر پاتے ہیں اور محو ہو کر اس پیارے حبیب کے گیت گاتے ہیں اور ملا جیسی پڑھتے ہیں اور درد کی اس

طرح پر صدائیں کرتے ہیں :۔

نسیما جانب کوئش گذر کن بگوآن نازنین شمشاد مارا
بہ تشریف قدوم موازنامے مشرف کن خراب آباد مارا
کہ بے پا بوس تو اسباب شادی نشائد خاطر ما شاد مارا

اور فقیر کو یہ بات تجربہ و مشاہدہ اور اس فرقہ ظاہر پرست کے بیچ چند سال رہنے سے معلوم ہو چکی ہے کہ بوجہ نا پکڑنے مرشد کامل کے اس ذوق و نعمت عظمیٰ سے محروم و محجوب رہ جاتے ہیں اور ہم محبان خدا اور رسول پر فتویٰ کفر و نفاق کے بوجہ حسد و عداوت کے لگانے تلے جاتے ہیں۔ ؎

ایکہ در عشقم ملامت میکنی معذور دار گر ترا انصاف باشد عذرم آری مذکرم

اور ذرا فرقہ ظاہریہ کو اس آیت کریمہ کی طرف جو مشت نمونہ خروار تحریر کی جاتی ہے ملاحظہ کریں وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ اور بتلائیں کہ دولت مند بنانا اور فضل کرنا کس کا کام ہوتا ہے۔

اور محققین نے شرک کے معنے یہ کئے ہیں کہ الوہیت باری میں کسی کو شریک قرار دیا جائے جیسے کہ مجوسی کا عقیدہ ہے یا کسی کو مستحق عبادت قرار دیا جائے جیسے کہ بت پرست بتوں کو قرار دیتے ہیں۔ پس اس عبارت سے واضح ہوا کہ شرک کا مدار صرف گنتی و تعداد پر ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ توحید صرف وحدانیت پر محدود منحصر ہے اور علاوہ اسکے یہ کہنا ان کا کہ وہ ہمارے جیسا بشر تھا نعوذ باللہ ہرگز ہرگز نہیں۔ ؎ چہ نسبت خاک را بعالم پاک

حدیث لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ یعنی فرمایا آپ نے کہ میں تم سے کسی ایک کیطرح نہیں ہوں۔ اور فرمایا اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ کون مجھ سا ہے ماورٰی فرمایا اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ یعنی مجھے میرا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور فرمایا آپ نے لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ۔ ملک مقرب یعنی واسطے میرے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ نہیں گنجائش کرتا اسمیں فرشتہ مقرب۔ نقل از بحر الاسرار صفحہ ۶۱ و مشکوٰۃ اور علاوہ ان دلائل کے قرآن مجید میں کہیں تو اللہ تعالےٰ اپنے حبیب کو مَا زَاغَ الْبَصَرُ فرمایا اور کہیں فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا یعنی میری آنکھوں میں ہے۔ اور کہیں قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا قرب فرمایا اور یہ باتیں ہملوگوں کے لئے کہاں۔

السوال :۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوقت درود شریف یا تشہد پڑھنے کے حاضر سمجھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور آپ کی ذات ان اوقات میں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں۔ مولوی محمد مستقیم غیر مقلد ساکن میتر انوالی علاقہ لائلپور وغیرہ فرقہ نجدیہ بھی اسکو شرک و کفر سمجھتا ہے۔ یہ کیونکر ہے۔ جواب دوا جر لیگا :۔ (السائل چوہدری پیراں تا ساکن زیوال)

جواب:۔ ہر وقت اور ہر لحظہ خداوند کریم کی ذات کو حاضر ناظر سمجھنا چاہیئے۔ لیکن ان اوقات مخصوصہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر ناظر سمجھنا یا اپنے اقوال و افعال کے اوپر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع ہونے کا اعتقاد رکھنا جائز ہے۔ اسمیں کوئی قباحت نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں بایں طور مذکور ہے وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور تین جگہ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا اور دوسری جگہ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا یعنی ہوگا رسول اوپر تمہارے قیامت میں گواہ۔ پس ان آیات بینات سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں پر گواہ ہوں گے اور اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے کو شاہد بنایا۔ اور شاہد کے واسطے مشاہدہ ہونا ضروری ہے اور جو شخص بلاد بعید کے گواہی دے تو اسکی گواہی عند الشرع نامنظور و نامقبول ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک افعال و اقوال امت مرحومہ کے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ خود طبری نے حدیث بیان کی ہے کہ آیت سوم نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ یارب العلمین تو نے خود مجھے حکم دیا ہے کہ جو شخص بلاد بعید کے اور مشاہدہ کے گواہی دے تو اسکی گواہی مردود و نامقبول عند الشرع ہوگی۔ اور اُدھر تو نے مجھے تمام لوگوں کی شاہدی کا حکم دیا ہے اور بلاد بعید شہادت میری کیونکر قبول ہوگی۔ اور کسطرح گواہی دے سکوں گا۔ فاوحی اللہ تعالےٰ الیہ ایھا السید نحن اسمعنی بک الینا نشاھد ملکوت الارض الخ پس اس پر اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ اے سردار ہم آپ اپنی طرف بلائیں گے تاکہ تمام ملکوت اعلیٰ کا مشاہدہ کرادیں اور اسکی تائید پر حدیث دلائل الخیرات شریف میں بایں طور مسطور ہے قیل آرایتک صلوٰۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک فما حالھما عندک فقال اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوٰۃ غیرھم عرضا (ترجمہ) حضور کیخدمت میں عرض کیا گیا کہ جو لوگ آپکو مخاطب کر کے آپ پر درود شریف پڑھیں یا بعد آپ کے تو ان کا درود پڑھنا آپ کو کسطرح معلوم ہوگا تو فرمایا آپ نے کہ میں اپنی محبت و عشق والوں کا درود خود حاضر ہو کر سنوں گا اور دوسروں کا فرشتہ موکل پہنچا دیگا۔ اور ابو داؤد و احمد و بیہقی و مشکوٰۃ میں نیز ابو ہریرہ سے اس امر پر حدیث شاہد ہے مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ یعنی فرمایا آپ نے کوئی شخص نہیں کہ درود بھیجے مجھ پر مگر اللہ تعالےٰ پھیرتا ہے مجھے روح میرے کو یہاں تک میں درود پڑھنے والے پر سلام کا جواب دیتا ہوں اور تحفہ احمدیہ میں و عین العلم و ملا علی قاری مرقات میں بھی اسطرح معنے کئے ہیں اور نجوم الشہابیہ صفحہ ۱۶ میں بین السطور معنے تحریر کئے ہیں۔ اور ابیات۔

اشعار

ایں چنیں تصریح در مرقات کردہ کہ جواب — آن خطاب میکند نے غائبانہ آنجناب
کرد در شرح شفاء آن فاضل قاری بیاں — ظاہراً اطلاق شامل ہر مکاں ہر زماں
یعنی آں سرور بگفتا ہر کہ میگوئد سلام — رد کنم بروئے نکردہ قید از زمان و مقام
یعنی کہ در زمانے در عجم یا در عرب — میکند تسلیم گویم جواب اورا باب

اور ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً حدیث طبرانی و حرز الثمین و اذکار امام نووی و حصن الحصین میں ہیں ہیں الفاظ مسطور ہے فَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ وَقَدْ جَرَّبَ ذٰلِکَ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے تو سہ بار یہ الفاظ کہے۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں مراد آپ کی ذات مع ابدال کے وہ فرشتے ہیں وہ حاضر ہو کر اسکی چیز گم ہو گئی ہوئی کو پیش کر دیتے ہیں چنانچہ تحفہ احمدیہ میں ہے۔

بیت

حضرت قاری محقق اندراں حرز ثمیں — از عباد اللہ مرد رحمت اللعالمین

اور میرے مخدومی قبلہ عالم مفسر تفسیر سورہ مزمل نور مکمل کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں ؎

تاں جو دیاں جواب سلام اس سرور نے فرمایا — تے روح میرا اس پاس آوے جس ہوگ سلام پہنچایا
تے روح نبی سرور دا آوے حاضر پاس جنہاندے — رحمت ربدی نازل ہووے ہر دم اوپر تنہاندے

اور کتاب انوار الانتباہ صفحہ ۱۱ بحوالہ ابن الحاج مکی مدخل و امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے قَدْ قَالَ عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مشاہدتہ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِہِمْ وَنِیَّاتِہِمْ وَعَزَائِمِہِمْ وَخَوَاطِرِہِمْ وَذٰلِکَ جَلِیٌّ عِنْدَہٗ لِاِنْکِشَافِ (ترجمہ) یعنی بیشک ہمارے علمائے دین رحمہم اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت حیات دنیوی اور اسوقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے۔ وہ اپنی امت کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔ احوال ان کے اور نیتیں ان کی اور ان کے دلوں کے خطرات اور ارادے ان کے اور آپ کی ذات پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں سب روشن ہیں۔ اور کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۶۰ وغیرہ کتب صحاح میں لکھا ہے کہ فرشتے ہمراہ حضور علیہ السلام کے مومنین کی قبر میں تشریف لاتے ہیں اور مومنین پہچانتے ہیں کہ یہ ہمارے سردار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فرشتے کہتے ہیں هٰذَا الرَّجُلُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ فرشتوں

کا مقولہ ہے ہذا اسم اشارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشارٌ الیہ اور بقاعدہ نحوی اگر مشارٌ الیہ موجود نہ ہو تو اشارہ مشارٌ الیہ کیطرف کرنا لغو اور بے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی وہابی اعتراض کرے کہ آپ کی ذات کا حاضر ہونا ہر جگہ غیر ممکن ہے تو میں کہتا ہوں عزرائیل علیہ السلام ایک فرشتہ ہے جو کہ مشرق تا مغرب و شمال تا جنوب تک ایک آن میں جانیں قبض کر لیتا ہے۔ تو حضور علیہ السلام جن کے وجود سے ہزار ہا ایسے وجود پیدا ہوں اور عزرائیل کے رتبہ سے بھی کئی کروڑ ہا درجہ زیادہ رکھتے ہوں تو پھر ان کا ہر جگہ حاضر ہونا غیر ممکن کسطرح ہو سکتا ہے۔ جواب دو اجر لیگا ؛

اور کتاب مراقی الفلاح و معراج الدرایہ و کتاب شامی و نہر الفائق شرح کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ بوقتِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھنے کے آپ کو دل میں حاضر سمجھے اور اس کلمہ طیبہ کو حکایت و اخبار کے طور نہ پڑھے۔ وہو ہذا۔ لَابُدَّ اَنْ يَقْصِدَ فِي الْاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعْنَاهَا الَّتِيْ وَضَعَتْ لَهٗ عَاَنَّهٗ يُحَيِّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَيُسَلِّمُ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَعَلٰى اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَيْ اَنَّهٗ يَقْصُدُ الْاِنْشَاءَ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ لَا الْاِخْبَارَ۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احیاء العلوم فصل مَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَحْضُرَ الْقَلْبَ میں نیز بایں طور لکھتے ہیں وَاحْضُرْ فِيْ قَلْبِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَهُ الْكَرِيْمَ وَقُلِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اور علامہ شامی کی یہ عبارت ہے وَالْحِكَايَةُ عَمَّا وَقَعَ فِي الْمِعْرَاجِ یعنی نمازی نہ ارادہ کرے کہ میں خبر دیتا ہوں یا حکایت کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے شبِ معراج میں اپنے حبیب کو فرمایا تھا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اور صاحب معیار ۲۹ میں لکھا ہے جو شخص اسطرح پڑھیگا اسکی نماز نہ ہوگی اسکو اعادہ کرنا پڑے گا اور کتاب انہار الانوار مجدد مائۃ حاضرہ صفحہ ۲۴ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری و اختیار شرح درمختار سے لکھتے ہیں يَتَوَجَّهُ اِلٰى قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقِفُ كَمَا يَقِفُ فِي الصَّلٰوةِ وَيَتَمَثَّلُ صُوْرَتَهُ الْكَرِيْمَةَ الْبَهِيَّةَ مُلْتَقِطًا۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مقدس کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہووے جیسے کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور آپ کی ذات کا تصور باندھے اور امام ابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں۔ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ مَتٰى ذَكَرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ ذُكِرَ عِنْدَهٗ اَنْ يَخْشَعَ وَيَتَوَقَّرَ وَيَسْكُنَ مِنْ حَرَكَتِهٖ اَوْ يَاْخُذَنِيْ هَيْبَتُهٗ وَاِجْلَالُهٗ بِمَا كَانَ يَاْخُذُ بِهٖ نَفْسَهٗ الخ (ترجمہ) ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب آپ کی ذات اقدس کی یاد کرے اور اسکے سامنے ذکر آوے تو خضوع و خشوع بجالائے اور باوقار ہو جاوے اور اعضاء کو حرکت و سینے سے باز رکھے اور اپنے اوپر ہیبت و تعظیم کی حالت لاوے اور ادب کرے۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو ادب سکھایا اور قصیدہ ہمزیہ میں شاہ ولی اللہ بایں طور لکھتے ہیں۔ ؎

؎ یُنادی صارعا بخضوع قلب ذل وابتہال والتجاء!

رسول اللہ یا خیر البرایا لوالک ابتغ یوم القضاء

یعنی جبکہ آپ سے حضوری حاجت طلب کرنی ہو تو تضرع وخضوع وتذلل وزاری قلب سے سب کچھ بجالاوے پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات کو حاضر وناظر سمجھنا کفر وشرک نہیں اور آپ کی ذات ہر جگہ حاضر وناظر ہو سکتے ہیں۔ اور ان پر کوئی قید نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

السوال :- وہابی ومرزائی وشیعہ وچکڑالوی کا وعظ سننا جائز ہے یا نہیں۔ قرآن مجید واحادیث شریف وآثار صحابہ سے جواب دو۔

الجواب :- بیشک فرقہ وہابیہ وشیعہ وچکڑالوی ونیچری وغیرہ مذاہب باطلہ کا وعظ سننا اور ان کو مسند اہل اللہ پر بیٹھانا نزدیک مذہب حقہ یعنی اہلسنت وجماعت کے جائز نہیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہدایت کرنا اسی شخص کا کام ہوتا ہے جو خود راہ ہدایت پر ہو اور حدیث کا مصداق ہو نہ ہو وہ شخص کہ گرفتہ گمراہی وضلالت میں مستغرق ہو کر سرگرداں وپریشان حال رہتا ہو اور قرآن مجید واحادیث شریف وآثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہو چکا ہے کہ ظالموں اور فاسقوں اور اہل بدعت واہل ہوا کے ساتھ مجالست وموانست ومواکلت ومشاربت کرنا منع ہے۔ وہو ہذا : لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور اسکی تفسیر تفسیر احمدی میں اسطرح مذکور ہے اِنَّ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ هُمُ الْمُبْتَدِعُ وَالْفَاسِقُ وَالْكَافِرُ وَالْقُعُوْدُ مَعَهُمْ يعنی ظالم لوگ بدمذہب وفاسق وکافر ہیں ان سب کے ساتھ بیٹھنا منع ہے۔ اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ظالم لوگوں کیطرف میل مت کرو کہ تم کو ان کے سبب سے دوزخ کی آگ چھوئے۔

اور علاوہ اسکے قرآن مجید کا یہ بھی حکم ہے کہ اگر تمہارے پاس فاسق خبریں لے کر آئیں تو ان پر اعتماد نہ کرنا تا وقتیکہ اسکو اچھی طرح جانچ نہ لو۔ وہو ہذا : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا یعنی اے ایماندارو اگر تمہارے پاس فاسق خبر لائے تو اسکو تحقیق کرو یعنی فاسق کے کہنے پر اعتماد نہ کرو تا وقتیکہ اسکی پڑتال نہ کر لو فتفرعو وتفحصوا نقل از خازن وکبیر اور طبرانی وغنیۃ الطالبین صفحہ ۱۷۹ میں معاذ بن جبل وحضرت انس رضی اللہ عنہما سے بایں طور منقول ہے۔ وَاَنَّهٗ يَجِيْءُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَنْقُصُوْنَهُمُ الْاَتْجَالِيْسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ مَعَهُمْ (ترجمہ) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرقہ ہوائیہ

مبتدع کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ پیو اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ اور نہ ان کے ساتھ رشتہ بندی کرو۔ اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب تم بدمذہب کو دیکھو تو اس سے ترش روئی کے ساتھ دیکھو اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مذکور ہے۔ فرمایا آپ نے رَبِّ عَابِدٍ جَاهِلٍ عَالِمٍ فَاجِرٍ فَاحْذَرُوا یعنی بہت عابد جاہل ہو جائیں گے اور بہت عالم تباہ کار اور تم جاہل عابدوں اور تباہ کار عالموں سے بچو۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص کہ قابل اس امر کے نہ ہو تو اسکو اس امر پر مقرر نہ کیا جاوے اور کسی شخص نے ایسا کر بھی دیا تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی خیانت کی اور ایک روایت میں نیز اسطرح مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ یا حضرت فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا آپ نے تجھے معلوم ہے کہ اس نے کوئی بدمذہبی کا طریق ایجاد کیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اسکو میرا سلام نہ کہنا اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدمذہب کو سلام کہنا گویا اسکو دوست بنانا ہے۔ وہو ہذا۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اَنَّ فُلَانًا يُقْرِئُكَ السَّلَامَ فَقَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّهُ قَدْ اَحْدَثَ، فَاِنْ كَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ عَلَيَّ السَّلَامَ وَاَمَّا نَحْنُ اَمَامُنَا اَمَامُ اَحْمَدُ ابْنِ حَنْبَلٍ قَالَ مَنْ سَلَّمَ عَلٰى صَاحِبِ بِدْعَةٍ فَقَدْ حَبَّتْهُ۔ اور ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک دن ایک بدمذہب نے امام ابن سیرین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابوبکر آپ کی خدمت میں ایک حدیث بیان کرنی چاہتے ہیں۔ فرمایا نہ۔ اور انہوں نے کہا کہ ایک آیت قرآن مجید کی۔ تو فرمایا تم چلے جاؤ یا میں خود چلا جاؤں گا۔ اور آخر وہ دونوں چلے گئے۔ اور بعد میں ان سے کسی نے کہا کہ یا حضرت اگر وہ کوئی آیت قرآن مجید کی آپ کے آگے پڑھتے تو کیا حرج تھا۔ فرمایا کہ میں ڈرا کہ وہ آیت پڑھ کر کچھ معنے میں تحریف کر لے اور میرے جی میں جگہ کرتی۔ اور حضرت حسن بصری و محمد بن سیرین نے کہا کہ بدمذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور سلامت صالحین کا یہ طریق تھا کہ جب کسی بدمذہب کو دیکھتے تو اس راستہ سے کنارہ کشی کر جاتے تھے۔ کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بدمذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھو کہ بلا کھجلی کیطرح اثر لگتی ہے۔ اور امام غزالی کتاب احیاء العلوم باب منکرات مساجد میں تحریر کرتے ہیں فَالْوَاعِظُ الْمُبْتَدِعُ يَجِبُ مَنْعُهُ وَلَا يَجُوْزُ حُضُوْرُ مَجْلِسِهِ اِلَّا عَلٰى قَصْدِ اِظْهَارِ الرَّدِّ عَلَيْهِ یعنی مبتدع واعظ کا روکنا واجب ہے۔ اور اسکے وعظ میں جانا نا جائز ہے۔ مگر جبکہ اسکے رد کرنے کا قصد ہو۔ اور علامہ طحاوی نے لکھا ہے اَمَّا الْفَاسِقُ الْعَالِمُ فَلَا يُقَدَّمُ لِاَنَّ فِيْ تَقْدِيْمِهٖ تَعْظِيْمَهٗ وَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِمْ اِهَانَتُهٗ شَرْعًا یعنی اگر فاسق عالم سب سے زیادہ صاحب علم تو اسکو امام بنانا جائز نہیں

کیونکہ اسکو آگے کرنا اسکی تعظیم لازم آتی ہے حالانکہ اسکی اہانت کرنا شرعًا واجب ہے اور ایسا ہی صاحب حلبی نے شرح منیہ میں لکھا ہے اَلْمُبْتَدِعُ فَاسِقٌ مِنْ حَيْثُ الْاِعْتِقَادِ وَهُوَ اَشَدُّ مِنَ الْفِسْقِ مِنْ حَيْثُ الْعَمَلِ یعنی بدمذہب عقیدہ کا فاسق ہے اور وہ عمل کے فسق سے بدتر ہے۔ اور کتاب مسلم بروایت ابوہریرہ سے اسطرح مذکور ہے يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَاْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ (ترجمہ) یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ آخر زمانہ میں فریبی اور مکار اور جھوٹے لوگ آئیں گے اور لائیں گے تمہارے پاس ایسی حدیثیں کہ نہ سنی ہونگی تم نے اور نہ تمہارے باپ دادوں نے اور تم اپنے آپکو ان سے بچاؤ اور ان کو اپنے سے ایسا نہ ہو کہ تمکو کہیں گمراہ نہ کر دیں۔ اور فتنہ فساد میں نہ ڈالدیں۔ اور ایک روایت بخاری و مسلم میں اسطرح سے منقول ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم کم سن کم عقل اور سوا حدیث و قرآن کے انکی گفتگو نہ ہوگی اور قرآن پڑھے گی لیکن ان کے گلے سے قرآن نیچے نہ اتریگا۔ یعنی دین سے خارج ہونگے۔ جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اور اس حدیث کے اخیر الفاظ یہ ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمُرُوْقِ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ الحدیث مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اور صاحب ترمذی نے لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُ الذِّئَابِ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہونگی اور دل ان کے بھیڑیوں سے زیادہ سخت ہونگے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی تفسیر میں ذیل اس آیت کریمہ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اَسْمَائِهٖ کے لکھا ہے کہ ایماندار آدمی کو ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا وغیرہ نہ چاہیئے۔ وہو ہذا: فَاِنَّهٗ لَا يُوَانِسُ الْمُبْتَدِعَ وَلَا يُجَالِسُهٗ وَلَا يُوَاكِلُهٗ وَلَا يُشَارِبُهٗ مطلب یہ ہے کہ ایماندار کو جائز نہیں کہ وہ بدمذہب کے ساتھ محبت کرے یا اسکے ساتھ بیٹھے یا اسکے ساتھ کھانے یا پیئے۔ اگر ایسا کرے گا تو اس کے ایمان میں نقصان پہنچے گا۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ ثابت ہوا کہ اہلسنت وجماعت کو ہرگز ہرگز نہیں چاہیئے کہ فرقہ ہوائیہ مثل شیعہ وہابی و مرزائی و چکڑالوی و نیچری وغیرہ کو اپنے مسند اہل اللہ پر جگہ دیں اور ان کا وعظ سنیں اور ان کی بات پر اعتماد کریں دلقبول شخصے۔ تعجب ہے کہ ہنرمنداں بمیرند و بے ہنراں جائے ایشاں گیرند: شعر

کس نیاید بزیر سایۂ بوم در ہما از جہاں شود معدوم

لہذا برادرانِ اہلسنت وجماعت کو چاہیئے کہ فرقہ عدو اللہ کو مسند اہل اللہ پر ہرگز نہ بیٹھنے دیں ورنہ نتیجہ اسکا اچھا نہ ہوگا۔

منشیں بابداں کہ صحبت بد گرچہ پاکی ترا پلید کند

باقی ذکر مفصل اسکا طردُ المبتدعین عن مجالس المسلمین اور قہر کبریائی بر قلعہ ثنائی میں جو فقیر کی تصنیف ہیں سے ہے ملاحظہ کریں: وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ط

سوال:۔ مبتدع فرقہ یعنے ضالہ فرقہ اور اہلسنت والجماعت فرقہ کون ہے؟

جواب:۔ اسکا مفصّل ذکر جلد اول و دوئم و سوم و چہارم میں گذر چکا ہے اور مختصر بات یہ ہے کہ اہلسنت و جماعت وہ فرقہ ہے جو آئمہ اربعہ سے کسی ایک کا پیرو ہو کر چلے۔ اور اسی فرقہ کو ناجی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب طحطاوی نے کتاب الذبائح میں ذکر کیا ہے۔ وہو ہٰذا۔ وَھُوَ ھٰذِہِ الطَّائِفَۃُ النَّاجِیَۃُ قَدِ اجْتَمَعَتِ الْیَوْمَ فِیْ مَذَاھِبِ الْاَرْبَعَۃِ وَھُمُ الْحَنَفِیُّوْنَ وَالْمَالِکِیُّوْنَ وَالشَّافِعِیُّوْنَ وَالْحَنْبَلِیُّوْنَ وَمَنْ کَانَ خَارِجًا مِنْ ھٰذِہِ الْمَذَاھِبِ الْاَرْبَعَۃِ فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْبِدْعَۃِ وَالنَّارِ یعنی نجات پانے والا گروہ آج کے دن جمع ہے چار مذاہب میں وہ حنفی اور مالکی شافعی اور حنبلی ہیں۔ جو ان ہر چہار مذاہب سے خارج ہے وہ بدمذہب جہنمی ہے اور مجموعی طور پر ان ہر چہار مذاہب کو اہلسنت و جماعت کہا گیا ہے۔ کیونکہ بہت عقاید اصولیہ یہ ایک ہی ہیں اور بحیثیت اختلاف مسائل فروعیہ میں ان کو الگ الگ گنا گیا ہے ورنہ دراصل یہ چاروں ناجی ہیں۔ اور اسکی تائید پر خود قرآن مجید شاہد ہے۔ وہو ہٰذا۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔ یعنی اے امت مرحومہ اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے۔ پس اس آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ جو بڑی جماعت مسلمانوں کی ہے ان پر ہی اللہ کریم کا فضل اور رحمت ہوئی اور وہی اپنے آپ کو ناجی فرقہ کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نیز اس بات پر شاہد ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پیروی کرو تم بڑی جماعت کی۔ پس جو بڑی جماعت سے نکلا وہ جہنم میں ڈالا گیا۔ اور ایک حدیث میں ہے لَاتَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جماعت کثیر مسلمانوں کی حق پر ہوگی اور وہی خلود جنت کا حق رکھتی ہے۔ پس اب ذرا فرقہ وہابیہ وچکڑالویہ ومرزائیہ وشیعہ کو انصاف اور غور کرنا چاہیئے۔ کہ گروہ مسلمانوں سے کونسا گروہ گروہِ کثیر ہے۔ اور جواب دیں اور میں کہتا ہوں کہ اگر تمام گروہ بھی جمع کریں تو پھر بھی اہلسنت و جماعت کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال: فرقہ وہابیہ کہتا ہے کہ اہل قبور ہماری آوازیں نہیں سن سکتے اور اپنے دعوے پر یہ دلائل پیش کرتا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے میرے حبیب مردے نہیں سنتے۔ اور مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح فرماتی ہیں۔ اور صاحب فتح القدیر وغیرہ کتب معتبرہ حنفیہ باب الیمین میں بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔ پس جب کہ یہ بات ثابت ہوئی تو پھر صاحب قبور کیا امداد دینگے۔

(السائل حاجی اللہ بخش چک نمبر ۵۶)

جواب:- یہ محض ان لوگوں کی ناسمجھی ہے۔ قرآن مجید و احادیث شریف میں تو یہ کہیں نہیں ثابت ہوتا کہ اہل قبور نہیں سن سکتے اور نہ ہی ان ہر دو آیتوں کے یہ معنی ہیں جو کہ اس فرقہ ضالہ نے کئے ہیں۔ اور نہ ہی ان سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ فی الحقیقت اہل قبور نہیں سن سکتے دیکھو تفسیر حسینی ورؤفی جلد دوم سورہ فاطر و ہو ہذا: اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ (ترجمہ) تحقیق اللہ سنا دیتا ہے اور سمجھا دیتا ہے جیسا چاہتا ہے ساتھ توفیق اور ہدایت کے اور نہیں تو سنانے والا ان شخصوں کو جو ہیں قبروں کے ہیں یعنی کفاروں کو نہیں تو مگر ڈرانے والا تجھ پر یہی ہے کہ پیغام پہنچاوے اور ڈراوے کہ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ اور آیت دوم سورہ دوم کے معنی اسطرح پر ہیں فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ پس تحقیق تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکار جبوقت کہ پھر جاتے ہیں پیٹھ موڑ کر سمجھ لیجئے کہ قید پر بٹھانے کی اور پیٹھ پھیرانے کے واسطے تاکید کی ہے کہ بہرا جو روبرو ہو اگرچہ کلام نہ سنے لیکن حرکات لب و دہان سے کچھ سمجھ جاتا ہے۔ اور جب پیٹھ پھیرے تو کچھ بھی نہیں سن سکتا۔ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ترجمہ) نہیں تو راہ دکھانے والا اندھوں کو گمراہی ان کی سے یعنی تجھے قدرت نہیں کہ توفیق ایمان کی دے مشرکوں کو نہیں سناتا تو پند اور نصیحت قرآن کی مگر اس شخص کو کہ ایمان لاتا ہے ساتھ کتاب ہماری کے۔ الخ

ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کیا ان ہر دو آیتوں پیش کردہ سے یہ کہیں ثابت ہو سکتا ہے کہ اہل قبور ولی اللہ اور عام مومنین ہماری زندوں کی آوازیں نہیں سن سکتے۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہوا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اے حبیب یہ لوگ کفار مردے ہیں تو ان کو نہیں سنا سکتا نہ تیرے وعظ کو غور و تفکر سے سن سکتے ہیں اور نہ ہی تو ان کو ہدایت پر لا سکتا ہے۔ صرف کام تیرا میرے احکام پہنچا دینا اور ڈرا دینا اور تو گھبرا مت کیونکہ سمجھانا اور ہدایت پر لانا انکو طاقت بخشنا یہ حقیقت میں میرا کام ہے۔ جیسا کہ ان ہر دو آیتوں کی تفسیر سے ظاہر ہے

لقولہ تعالےٰ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنی حقیقت میں کسی کو ہدایت پر لانا یا مارنا خداوند کریم کا کام ہے۔ اسی طرح توفیق حقیقی سماعت کی بخشنا بھی اسی کا کام ہے۔ اور علاوہ اسکے یہاں نفی اسماع کی ہے نہ سماع کی اور نفی اسماع کی مستلزم نفی سماع کو نہیں ہوا کرتی جیساکہ خود ظاہر ہے۔ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ الایۃ۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی وَ لَا تُسْمِعُ الدُّعَاءَ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نفی اسماع وغیرہ امور کی مجازاً مخاطب کو کیگئی ہے نہ حقیقتہً ؛

اور یہ بھی قرآن کریم سے ظاہر ہوا ہے کہ کفار لوگ ظاہر میں دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں۔ اور حقیقت میں ان امور سے بعید ہیں۔ چنانچہ سورہ اعراف پارہ ۹ میں ہے وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ مطلب یہ ہے یعنی بہت آدمی اور جن پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل تو ہیں لیکن حقیقت میں بات کو نہیں سمجھتے اور ان کی آنکھیں تو ہیں۔ لیکن ان سے حق کو نہیں دیکھتے اور ان کے کان ہیں لیکن ان سے حق سخن نہیں سنتے یہ لوگ مانند چارپاؤں کے ہیں۔ بلکہ ان سے بدتر گمراہی میں ہیں اور غفلت میں ہیں اور پارہ دوم میں ان کی مثال فرماکر کہدیا ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ اور پارہ اول میں اسکا سبب بھی بیان کر دیا ہے۔ وہو ہذا: خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ یعنی اللہ تعالےٰ نے بسبب اصرار و سرکشی و غفلت و ایذا دینے ان کے فرمایا کہ مہر لگادی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور جو میرے حبیب کو ایذا دیتے ہیں۔ اور ان کی سزا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ہے۔ سچ ہے ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور صاحب تحفہ احمدیہ صفحہ ۳۲ میں ذیل میں ان ہر دو آیت کا یوں مطلب لکھتے ہیں۔

کافر انرا خواند موتےٰ در نبی رب الجلیل — وآں منافق را مریض القلب وذوی رای علیل

مومنانرا خواند حی قیوم ذوالمنن — بل ہم احیاء بخواں آیہ لا تحسبن!

نشنوی مردگاں کافر انرا اے رسول — آں سماع منتفع بہ سمع فہم است قبول

گوش کن از بہر آں توضیح و تحقیق مقام — گفتہ در شرح منازل ایں قیم ایں کلام

اور علاوہ اسکے سماع بھی تین قسم پر ہوتا ہے سماع ادراک۔ سماع فہم۔ سمع وہم۔ یہاں سے نفی سمع فہم کی ہے

اور اعتراض نمبر ۲ کہ ام المؤمنین سماع موتے سے بالکل منکر ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ شیخ عبدالحق شرح مشکوٰۃ و امام قسطلانی مواہب لدنیہ و شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ام المومنین نے رجوع کر لیا تھا اور کتاب شرح برزخ صفحہ ۲۲۲ میں حضرت امیر المومنین سے بایں طور حدیث مذکور ہے عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَزُوْرُ قَبْرَ اَخِيْهِ وَيَجْلِسُ عِنْدَهٗ اِلَّا اسْتَانَسَ وَرَدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى يَقُوْمَ (ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں کوئی شخص جو اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اسکی قبر کے نزدیک بیٹھے مگر مردہ خوشحال ہوتا ہے اور اُنس کرتا ہے۔ سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور اسی کتاب و صفحہ میں ابوہریرہ سے روایت بایں طور مسطور ہے۔ کہ کہا ابوہریرہ نے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کی قبر کی زیارت کے لئے جاتا ہے اور سلام کرتا ہے۔ تو وہ صاحب قبر اسکے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور زندہ کے لئے دعاء خیر کرتا ہے۔ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے اَلْمَيِّتُ يُؤْذِيْهِ فِيْ قَبْرِهٖ مَا يُؤْذِيْهِ فِيْ بَيْتِهٖ فرمایا مائی صاحبہ نے کہ جس بات سے میت کو گھر میں ایذاء ہوتی ہے۔ قبر میں بھی اس سے پاتا ہے اور ترمذی میں تحریر ہے کہ خود مائی صاحبہ نے اپنے بھائی کی قبر پر جاکر باتیں کیں۔ اور حاکم و طبرانی نے حضرت خرم سے حدیث نقل کی ہے۔ کہ کہا خرم نے کہ مجھے ایک نے قبر پر بیٹھا دیکھا تو فرمایا صاحب القبر انزل من القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک (ترجمہ) صاحب قبر والے قبر سے اُتر صاحب قبر کو ایذا نہ دے اور وہ تجھے ایذا نہ دے۔ اور مجدد صاحب تأیید حاضرہ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ ابو قلابہ بصری فرماتے ہیں کہ میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا رات کو خندق میں اترا اور وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا۔ جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا مجھ سے گلہ کرتا تھا۔ لَقَدْ اٰذَيْتَنِيْ مُنْذُ اللَّيْلَةَ یعنی اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی اور مسند امام احمد رحمۃ اللہ میں حضرت ام المومنین سے بایں طور حدیث مذکور ہے عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَضَعُ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ (ترجمہ) کہا میں اپنے حجرہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق دونوں ہیں میں اسمیں کھلی پھرا کرتی بایں خیال کہ ہر چند یہ مجھے ننگے سر دیکھتے ہیں۔ پھر کچھ ہرج نہیں کیونکہ حضرت تو میرے شوہر ہیں۔ ابوبکر تو میرے باپ ہیں۔ جب حضرت عمر وہاں دفن ہوئے تو پھر میں کبھی ایسی کھلی نہیں رہتی ہوں کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ میرے غیر محرم ہیں مجھے ان سے شرم آتی ہے۔ ہکذا فی رحمۃ الرضوان صفحہ ۹ اور ایک روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ جب تم گورستان میں جاؤ تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ

پس ان تمام دلائل قاطع سے صاف صاف معلوم ہوا کہ مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بھی یہی مذہب تھا کہ مردے سنتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں اور پہچان لیتے ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ اور ان کو زندوں کی طرف سے ایذا بھی پہنچتی ہے۔ فقط ::

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ واقعی مذہب امام صاحب کا صحیح یہی ہے کہ مردے سنتے ہیں اور اگر ان کا مذہب یہ نہ ہوتا تو ضرور کوئی شاگردان کا بیان کر دیتا اور کسی نہ کسی کتاب معتبرہ میں اسکا ذکر ہوتا اور جو بعض کتب فقہ معتبرہ باب الیمین میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں شخص سے بات چیت نہ کروں گا اور پھر اسکے مرنے کے بعد اسکی قبر یا اسکی میت سے بات چیت کی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ وہ نہیں سن سکتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے یہاں عرف کو اختیار فرمایا ہے نہ حقیقت کو چنانچہ تحفہ احمدیہ صفحہ ۳۸

نظم

آں تکلم بافریق مردگاں در عرف عام — نشمرند آنرا سماع از مردہ از زندہ کلام
لاجرم حانث نگردد صاحب سوگند ازاں — چونکہ بحرف آمدہ مبنائے ایماں ایواں
پس منافی باسماع کہ حقیقی ہست نیست — زانکہ نفی آں آں حقیقی لازم ایں نفی نیست
گر نخورد سوگند بخورم لحم را من بعد زاں! — لحم ہائے خورد او حانث نمیگردد ازاں!
باوجود آنکہ گفت اخلاق الناس دیرکی — سمک ماہی را دراں تنزیل خود لحم طری

غرضیکہ جہاں کہیں کسی کتب فقہ معتبرہ میں نفی سماع موتیٰ کی آئی ہے وہاں عرف ہی مراد ہوگی نہ حقیقتاً اور شریعت عرف کو اکثر جگہ پکڑتی ہے اور اسکا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف سے ظاہر ہے۔ جسکا مفصل ذکر انشاء اللہ تعالےٰ جلد ششم میں آئے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ::

السوال :- بزرگان خدا کے آگے سجدہ تعظیمی کرنا یا ان کے آگے جھکنا یا ان کے پاؤں کو بوسہ دینا جائز ہے یا حرام۔ کیونکہ بناوٹی اہلحدیث کہتے ہیں کہ یہ سب امور شرک اور کفر ہیں چنانچہ مولوی اصول زندگی نے لکھا ہے۔ جواب دوا جر ملے گا ::

الجواب :- سجدہ عبودیت کا اللہ تعالےٰ کے لئے ہے غیروں کے لئے ہرگز جائز نہیں۔ اور سجدہ تعظیمی و تکریمی میں علماء دین کا نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے جائز کہا ہے اور بعض نے ناجائز کہا ہے اور صاحب محیط و فتاویٰ بزازیہ قلمی صفحہ ۲۲۷ میں بایں طور لکھا ہے۔ اَلسُّجُوْدُ لِلسُّلْطَانِ اِذَا کَانَ بِقَصْدِ التَّعْظِیْمِ وَالتَّحِیَّۃِ دُوْنَ الْعِبَادَۃِ لَا یَکُوْنُ کُفْرًا لِاَنَّ الْمَلٰئِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاُمِرَ اِخْوَۃُ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالسُّجُوْدِ لِیُوْسُفَ

عبارت سے معلوم ہوا سجدہ تعظیمی وتکریمی کے کرنے سے انسان کافر نہیں ہوسکتا ورنہ فرشتوں اور اخوان یوسف علیہ السلام کو خداوند کریم سجدہ کا حکم نہ دیتا۔ کیونکہ یہ شان خداوند لایزل کی نہیں کہ ان کو شرک کی تعلیم دے اور علاوہ اسکے قرآن کریم واحادیث صحیحہ سے سجدہ تعظیمی کی نفی اشرف المخلوقات کی خاطر کہیں بھی نہیں دیکھی گئی۔ اگر ہے تو وہاں مراد اباحت ہوگی نہ حرمت اور تفسیر رؤفی ذیل اس آیت کریمہ کے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ کے لکھا ہے اور یاد کرا اے حبیب یہ بھی کہ جب کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے یکبار سجدہ کرو تم آدم کو تعظیم کا پس کیا تمام ملائکہ نے مگر ابلیس نے انکار کیا۔ اور صاحب بیضاوی نے اس سجدہ کے یہ معنے کئے ہیں وَاَمَّا الْمَعْنَى اللُّغَوِيُّ هُوَ التَّوَاضُعُ اور صحیح تر یہ معنی ہیں کہ فرشتوں نے سرزمین پر بر صیغہ تواضع رکھا تھا۔ اور وہی سجدہ ہوا لہذا اپنے سر کو اپنے بڑے بزرگوں کی خاطر جھکا دینا جائز ہوا۔ چنانچہ ان دلائل سے ظاہر ہوتا ہے۔ بقولہ تعالےٰ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الخ اور وَاخْفِضْ جَنَاحَ الذُّلِّ الخ (ترجمہ) جھکا لیجئے اپنے پروں کو مومنوں کے لئے اور الذل کے معنے تنزل وتواضع وفروتنی کے ہیں۔ اور صحیح ترمذی میں مذکور ہے کہ آپنے یہودیوں کے گروہ کو چند باتوں کی نصیحت فرمائی تو انہوں نے آپ کے پاؤں اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آپ کی نبوت پر تصدیق کی فَقَبَّلُوْا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ نَبِيٌّ اور تنبیہ الغافلین میں ہے کہ ایک اعرابی نے اذن مانگا کہ آپکے پاؤں اور سر مبارک کو بوسہ دوں تو آپ نے اسکو اجازت فرمائی۔ وہوہذا: قَالَ اَعْرَابِيٌّ ائْذَنْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقَبِّلْ رَأْسَكَ وَرِجْلَيْكَ فَاَذِنَ لَهٗ فَقَبَّلَ رَأْسَهٗ وَرِجْلَيْهِ۔ اور تواضع بھی کئی قسم پر ہوتی ہے۔ تواضع واسطے نبی کے تواضع واسطے مومنوں کے۔ تواضع واسطے والدین کے۔ اور بڑوں کے غرضیکہ جیسا کہ کسی صاحب کا مرتبہ ہو ویسے ہی اسکی تواضع کرنی چاہیئے۔ چنانچہ حدیث میں ہے اَنْزِلِ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ اور بخاری شریف میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبادہ بن اسامہ کی تعظیم کے لئے سر کو جھکا لیا اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور کہا کاش کہ اگر دیکھا ہوتا اسکو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو البتہ درست رکھتے اسکو۔ اور یہ حدیث شفا شریف میں قاضی عیاض سے بایں الفاظ مسطور ہے۔ وَرُوِيَ اِبْنِ عُمَرَ مُحَمَّدَ بْنَ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَقِيْلَ لَهٗ هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ اُسَامَةَ فَطَاطَاَ ابْنُ عُمَرَ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ الْاَرْضَ وَقَالَ لَوْ رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهٗ الخ اور صاحب فتاویٰ جواہر نے لکھا ہے اَنَّهٗ لَوْ قَبَّلَ وَجْهَهٗ السُّلْطَانِ الْعَادِلِ اَوْ

(حاشیہ) عرض خادم شریعت کی اسمیں یہ ہے کہ سجدہ تعظیمی کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا اور صحیح بات یہی ہے اور اسکے جواز اور عدم میں اختلاف ہے۔ فقط ::

عَالِمٍ اَوْ زَاهِدٍ اَعِزَّالِلدِّيْنِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ بغرض ثواب و محبت پیدا کرنے کے تواضع و فروتنی اسقدر تک کرنی بھی مسنون ٹھہری نہ شرک و نہ بدعت اور اگر شرک فروشوں کے پاس ان دلائل قاطع کے قطع کرنے کے لئے ہتھیار ہے تو دکھائیں اور فقیر انشاء اللہ تعالےٰ ان کے ہتھیاروں کو بے دھار کر دے گا۔ ؎

جھک جانا تواضع سے چومنے دست و پا خدمتیں بزرگوں کی یوں جائے تو جاتا جاء

سوال:۔ غلام نبی و عبدالنبی و غلام محی الدین و پیر بخش و پیر اندتا یہ نام رکھنے جائز ہیں یا نہیں۔ فرقہ غیر مقلدین ان اسماء کو شرک و کفر سمجھتا ہے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب:۔ بیشک ان اسماء کے رکھنے میں کوئی شرک و کفر نہیں کیونکہ دارومدار عملوں کی نیت پر ہوتی ہے اور نیت والدین کی متبرکاً ہوتی ہے نہ نیت کفر و شرک یہ نیت نہیں ہوتی کہ لڑکا مجھ سے محمد و پیر نے بخشا ہے خدا نے نہیں بخشا۔ معاذ اللہ۔ ایسا تو کوئی نادان آدمی بھی نہیں کہہ سکتا اور علاوہ اسکے یہ نام اکثر ملکوں کے رواج پر رکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ عبدالمطلب، عبدالشمس، عبدالحارث، عبدالمناف، عبدالدینار، حنظل، عمر، عثمان وغیرہ حدیثوں میں مذکور ہیں۔ اور آپ کی ذات یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اسماء کو اپنی حیات میں بالکل تبدیل نہیں کیا۔ دیکھو مشکوٰۃ، بخاری، اور بلحاظ قاعدہ نحو کے بھی یہ نام رکھنے میں کسی قسم کا شرک نہیں آتا۔ کیونکہ جب امر و اسم مل جائیں تو معنی اسم فاعل و مفعول و اسم ظرف و اسم آلہ و مصدر وہاں کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جلد ساز جلد بنانے والا۔ خطا بخش گناہ بخشنے والا۔ پیر کے بخشنے والا۔ پس پیر کے بخشنے والا اور نبی کے بخشنے والا خدا تعالےٰ ہوا۔ اور علاوہ ازیں مجازاً ابن مریم کو بزبان مہندی جبریل بخش بھی کہا گیا ہے۔

قرآن شاہد ہے۔ یعنی جبرائیل نے کہا میں تجھے لڑکا بخشتا ہوں اور ایسا ہی نام جیونا چنانچہ اسمہٗ یحییٰ۔ یعنی نام اسکا جیونا ہوگا۔ اور علاوہ اسکے ناموں کا اثر مولود پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ مولود نبی بخش یا عبدالنبی یا پیر بخش کہنے سے کافر ہو جائے۔ چنانچہ کسی شخص کا نام عبدالجبار یا عبداللہ یا عبدالمنان یا عبدالجلیل ہو اور اسکے افعال شرک و کفر و بدعت کے ہوں تو اسکے وجود پر ان ناموں کا کیا اثر پڑے گا۔ ہاں مواہب و نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ جن ناموں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہوگا۔ ان ناموں کی خاطر اللہ تعالےٰ ان اسماء والوں کو بخشدیگا ؛

اور کتاب سیوف البارقہ علیٰ رؤس فاسقہ مؤلفہ علامہ محمد عبداللہ خراسانی صاحب نے لکھا ہے کہ عبدالمصطفےٰ

غلام محمد، غلام محی الدین۔ غلام حسین وغیرہ نام رکھنے تبرکاً وتیمناً ثواب ہے۔ اور ایسے ناموں کی تعظیم کیجاوے۔ ہکذا فی فتاویٰ ذوالفقار حیدریہ سندیہ صفحہ ۱۷۲۔ غرضیکہ ایسے نام رکھنے جائز ہیں اور ایسے نام والے مسلمانوں کو اس وجہ سے کافر و مشرک کہنے والا خود کافر ہوتا ہے۔ جیساکہ حدیث میں ظاہر ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے اور اسمیں وہ کفر کی بات نہ ہو تو کہنے والا خود کافر ہوتا ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

سوال :۔ فجر کی سنتیں اگر کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کو پہلے سورج نکلنے کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور اقامت ہوتے سنتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ جواب دو اجر لیگا ؛

السائل محمد وارث و محمد شریف از چنیوٹ ضلع جھنگ

مورخہ ۲۰ر اگست سنہ ۱۹۱۹ء

الجواب :۔ پہلے سورج نکلنے سے سنتیں فوت شدہ کا پڑھنا کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی صحابی کو حکم صراحتاً دیا ہے کہ تم طلوع آفتاب سے پہلے سنتیں فوت شدہ پڑھ لیا کرو۔ بلکہ آپ نے سورج نکلنے سے پہلے سنتیں فوت شدہ کے ادا کرنے کو سخت منع کیا ہے۔ چنانچہ اس پر حدیثیں صحیح اور آثار صحابہ شاہد ہیں۔ وہو ہٰذا :

حدیث نمبر۱ : بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ابوداؤد و ترمذی شریف و دار قطنی میں بایں طور مذکور ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ رواہ ابوداؤد رحمہ اللہ (ترجمہ) فرمایا آپ نے نہی سورج نکلنے سے پہلے کوئی نماز درست اور نماز بعد عصر کے جہاں تک کہ غروب ہو شمس۔ کوئی نماز نہیں بعد صبح کے۔

حدیث نمبر۲ : صحیح ترمذی و دار قطنی باسناد صحیح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث مسطور ہے عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیُصَلِّھِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ (ترجمہ) فرمایا ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جس شخص نے نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس چاہیئے کہ ادا کرے انکو بعد نکلے سورج کے اور کہا حاکم نے اپنے مستدرک میں یہ حدیث باسناد صحیحاً مرفوع ہے ؛

حدیث نمبر۳ : اَنَّ بَلَغَہٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ فَاتَتْہُ رَکْعَتَا الْفَجْرِ فَقَضَاھُمَا بَعْدَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّ رواہ موطا امام مالک ط امام مالک کو اس بات کی خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے دو رکعت سنتیں فجر

کی فوت ہوئیں تو ان کو انہوں نے ادا کیا بعد سورج نکلنے کے :۔

حدیث نمبر۴ :۔ عَنْ اَبِیْ مَجْلَزٍ قَالَ دخلت المسجد مع ابن عمرُ بن عباسُ الامام یُصَلِّیْ فامّا ابن عمر فدخل فی الصَّفِ وامّا ابن عباس فصلّی رکعتین ثمّ دخل مع الامام فلما سلم الامام قام ابن عمر مکانه حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین ہذا نقل از معانی الاثار (ترجمہ) کہا مجلزم نے کہ داخل ہوا میں ساتھ عبداللہ بن عباس کے مسجد میں درحالیکہ امام نماز پڑھا رہا تھا۔ پس عبداللہ بن عمر صف اول میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ لیکن عبداللہ بن عباس دو رکعت پڑھ کر شریک نماز جماعت میں ہوئے پس جبکہ امام نے سلام پھیرا تو عبداللہ بن عمر اسی مقام پر بیٹھے رہے۔ اور سورج نکلنے کے بعد دو رکعت سنتیں فوت شدہ کو ادا کیا پس اس حدیث سے دو تین باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو جماعت قائم ہونے پر سنتوں کا پڑھنا دوسرا سنتیں فوت شدہ کو بعد از طلوع آفتاب پڑھنے کا حکم ظاہر نہ ہوتا۔ تیسری یہ بات کہ ہر دو فعل جماعت صحابہ کے سامنے ہوئے تو کسی نے ان ہر دو صحابہ رضی اللہ عنہما کو نہ روکا ۔:

حدیث نمبر۵ :۔ اخرج ابن ابی شیبة عن ابن عمر انه رکعتی الفجر بعد ما الضحیٰ (ترجمہ) یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دو رکعت فجر پڑھی بعد سورج نکلنے کے الخ

اور فرقہ غیر مقلدین جو حدیث قیس و ابن عروانی پیش کرتے ہیں۔ ان کو صاحب ترمذی و ابوداؤد و امام نووی ضعیف و منقطع وغیرہ الفاظ سے بیان کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ قیس ایک واقعہ اپنا ایک وقتہ کا بیان کرتا ہے جس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور آپ کا چپ کرنا ایک مصلحت کے لئے تھا۔ اور وہ یہ تھی کہ جب پھر جماعت کثیر جمع ہو گی تو اسکا فیصلہ دیا جاوے گا۔ سو آپ نے موقعہ پاکر باآواز بلند کہدیا کہ سنتیں فجر کی جس کی فوت ہو جاویں تو وہ سورج نکلنے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے۔ چنانچہ بخاری۔ مسلم و ترمذی کی حدیث سے ظاہر ہو چکا ہے ۔:

اور عند المحدثین یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ جب حدیث قولی اور فعلی جمع ہو جائیں تو قولی کو ترجیح ہوتی ہے اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی ذات اور صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے پہلے پڑھنے کی یہاں تک کیوں کوشش کرتے کہ اقامت ہونے پر بھی ان کو ادا کر لیتے۔ اگر سورج نکلنے سے پہلے ان کا پڑھنا جائز تھا۔ جواب دو اور وہ حدیثیں یہ ہیں۔ عن ابی اسحاق عن الحارث عَنْ علیّ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلّی رکعتی الفجر عند الاقامة نقل از مسند امام احمد ؛ یعنی کہا حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ وقت اقامت کے دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور ایسا ہی سنن ابن ماجہ میں ہے۔ کان النبیّ

صلی اللہ علیہ وسلم یصلی رکعتین عند الاقامۃ۔ اگر کسی صاحب کو اس سے زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی کرنی منظور ہو تو معانی الاثار وسنہ ضروریہ محدث فیض پور کو مطالعہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۔ مرتد شخص ورثہ مسلمان بھائی کا یا والدین کا ورثہ پا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ توبہ کرے تو پھر کیا حکم ہے؟

(السائل مبارک شاہ سلانوالی ڈاکخانہ بکھر)

الجواب :۔ مرتد شخص کو ہرگز ورثہ مسلمان بھائی و والدین کا نہیں مل سکتا۔ چنانچہ کتب ذیل میں درج ہے المرتد لا یرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ کذا فی المحیط وفتاویٰ عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۴۵۸ اور خزانۃ المفتین میں ہے۔ المرتد لا یرث من احد لا من المسلم ولا من الذمی ولا من مرتد مثلہ اور درمختار صفحہ ۲۸۳ میں ہے موانعۃ الرق والقتل واختلاف الدین اسلاماً وکفراً یعنے وارث کے مانع غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا اور دونوں میں کفر و اسلام کا اختلاف ہونا۔

اور فتاوے جامع الفوائد میں ہے وَمَنْ انکر شرائع الاسلام فقد ابطل قولہ لا الہ الا اللہ ھکذا فی فتاویٰ غرائب اگر مرتد ان کی زندگانی میں توبہ کرے تو توبہ اسکی صحیح مذہب اہلسنت وجماعت میں قبول ہو گی پھر اسکو ورثہ مل سکتا ہے۔ چنانچہ تنویر الابصار مطبع ہاشمی صفحہ ۳۱۹ میں مذکور ہے۔ کل مسلم مرتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر یستب نبی او الشیخین او احدھما اور ایسا ہی فتاوے خیریہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۹۴ و ۹۵ اور البصائر صفحہ ۱۸۶ میں لکھا ہے کل کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والاخرۃ الخ یعنی ہر ایک مرتد کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن جو سبب شیخین یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسکی توبہ قبول نہیں ہوتی اور ایسا ہی در مختار صفحہ ۳۲۰ میں ہے اور فتاویٰ غرائب میں ہے یومر بالتوبۃ والرجوع عن ذلک وتجدید النکاح مع امراتہ پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مرتد شخص اپنے مسلمان بھائی کا ورثہ نہیں پا سکتا ہاں اگر توبہ تجدید اسلام و تجدید نکاح ان کی زندگانی میں کرے تو پھر اسکو ورثہ پہنچ سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

المجیب خادم شریعت نظام الدین ۱۵ رجون ۱۹۲۰ء۔

سوال :۔ وہابی و نیچری و مرزائی وغیرہ مذہب باطلہ اپنے بھائی اہلسنت وجماعت یا والدین کے مال متروکہ متروکہ سے وارث ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ جواب دوا جر پائے گا۔

الجواب:۔ اگر ان کی نوبت کفر تک پہنچ چکی ہو تو پھر یہ لوگ بیشک اپنے بھائی والدین مسلمان اہلسنت وجماعت کے مال متروکہ کے وارث نہیں ہو سکتے چنانچہ در مختار صفحہ ۶۶۸ و فتاویٰ عالمگیری جلد ۶ صفحہ ۱۳۲

سے حضرت مولانا العلامہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مجدد مائۃ حاضرہ نے اپنے رسالہ روافض میں لکھا ہے صاحب الھویٰ ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد یعنی اگر بدمذہب عقیدہ کفر رکھتا ہے تو وہ بمنزل مرتد کے ہے اور ایسا ہی ملتقی البحر و فتاویٰ ہندیہ و فتاوی طہیریہ وغیرہ میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ

استفتاء

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں اگر کسی عورت بیوہ ذات چندڑ زمیندار نے بلا اجازت ولیوں کے اپنا نکاح کسی دھوبی سے کر لیا ہو۔ اور وہ دھوبی خوف کیوجہ سے کہیں چلا گیا ہو اور وہ زمیندار زمیں داروں کے ہاتھ آگئی ہو اور وہ زمیندار اسکے نکاح کو فسخ کرانا چاہتے ہیں کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

(فقط السائل حکیم نذر محمد از چکیرہ کلاں ڈاکخانہ ساہیوال مورخہ ۱۲ اگست سنہ ۱۹۱۹ء)

الجواب :۔ یہ نکاح ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ زمیندار قوم اعلیٰ ہے اور دھوبی قوم خسیس۔ اور دھوبی زمیندار عورت کی کفو نہیں اور شریعت نے کفو کا بہت لحاظ رکھا ہے۔ کیونکہ زمینداری کی عزت میں اسمیں نہایت بٹہ لگتا ہے۔ لہذا یہ نکاح بوجہ ناراض ہونے ولیوں کے فسخ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر ولی اقرب اس نکاح کو جائز رکھے تو نکاح مذکور صحیح رہے گا۔ چنانچہ کتب فقہ معتبرہ میں مذکور ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی عند ابی حنیفۃ وابی یوسف فی ظاھر الروایۃ وقال محمد ینعقد موقوفاً سواء کان الزوج کفواً اولاً ط نقل از چلپی۔ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے روی عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رح لایجوز فی غیر الکفو۔ اور فتاویٰ حمادیہ و خزانۃ المفتین و فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے وروی الحسن عن ابی حنیفۃ عدم جوازہ وعلیہ الفتویٰ اور وقایۃ الروایات میں ہے لاینعقد ای یجوز النکاح ان کان کفواً والا لایجوز اصلاً وھو المختار للفتویٰ اور برجندی جلد دوم صفحہ ۹ میں لکھا ہے الاعتراض ھھنا ای اذا زوجت المرأۃ نفسھا عن غیر کفو فللولی الاعتراض ای لیفسخ النکاح وذلک بان یرفع الامر الی القاضی لیفسخ النکاح بینھما الخ اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے واذا تزوجت المرأۃ نفسھا من غیر کفو فللاولیاء ان یفرقوا بینھما دفعاً تضرر العار عن انفسھم الخ اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے الکفاءۃ فی النکاح معتبرۃ اور درمختار میں ہے ولتعتبر الکفاءۃ لزوم النکاح خلاف المالک اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے انہ یعتبر الکفاءۃ فی الحرفۃ وھو المختار ط اور نور الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے عورت فراش ہے مرد کی اور عمدہ فراش مرد خسیس کو لائق نہیں الخ پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اس نکاح کو بحکم قاضی وقت فسخ کرا دینا

چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ؛

سوال :۔ اگر کسی عورت باکرہ یا ثیبہ اعلیٰ خاندان کی نے کسی عالم نیک بخت کے ساتھ بلا اجازت ولی نکاح کر لیا۔ اور عالم کا بدوں شغل علم دین کے اور کوئی کام نہیں۔ کیا اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ جواب دوا جر پلیگا ؛

الجواب :۔ بیشک یہ نکاح صحیح اور درست ہے اور یہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علم کو فضیلت ہر ایک نسب پر اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ قرآن مجید و احادیث شریف و کتب فقہ میں ہے۔ لِاَنَّ شرف العلم فوق شرف النسب کذا فی در مختار و برجندی و خزانۃ المفتین و نادر الجواہر و خانیہ و محیط و خزانہ میں اَلْکِفَاءۃ اِنَّمَا ھِیَ فِیْ حق النِّسَاءِ خَاصَّۃً حَتّٰی اَنَّ الزَّوْجَ الشَّرِیْفَ اِذَا تَزَوَّجَ بِالْاَرْذَلِ مِنَ النِّسَاءِ لَیْسَ لِلْاَوْلِیَاءِ اِعْتِرَاضٌ فَاِنْ لَمْ یَکُنْ کُفُوًّا ط اور اسکی شرافت پر آیت شاہد ہے۔ اُولُوا الْعِلْمِ۔ درجہ فقط المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ ؛

سوال :۔ سیدہ صحیح النسب کے ساتھ عالم یا بیعلم شخص زمیندار نے نکاح کر لیا تو یہ نکاح صحیح ہو گیا یا نہیں۔ اور ان سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ مولوی کوتارڑاں والہ اور ثناء اللہ امرتسری اسکو جائز قرار دیتے ہیں۔

(السائل امام شاہ از کوتارڑاں)

الجواب :۔ نکاح سیدہ سے عامی شخص صاحب خاندان یا عالم فاضل ہو۔ نزدیک محققین اہلسنت وجماعت کے صحیح مذہب میں ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے برابر کوئی خاندان نہیں۔ چنانچہ ترمذی میں ہے کہ فرمایا آپ نے انا خیرھم نفسًا وخیرھم بیتًا میں تمام آدمیوں سے بہتر ہوں اور میرا خاندان تمام خاندانوں سے اعلیٰ ہے۔ اور میرے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے تمام خاندانوں سے چن لیا ہے اور غایۃ الاوطار میں لکھا ہے کہ عجمی مرد کفو عربیہ کا نہیں ہو سکتا۔ وھو ھذا :۔ یکون کفوا المعربیۃ ولو کان العجمی عالمًا او سلطانًا وھو الاصح۔ اور در مختار میں ہے و تعتبر الکفاءۃ لزوم النکاح یعنی معتبر ہے کفایت واسطے لزوم نکاح کے اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ہے الکفاءۃ فی النکاح معتبرۃ قال علیہ السلام الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الکفاءۃ یعنی کفاءت معتبرہ ہے نکاح میں جیسا کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ نکاح کریں عورتوں کا مگر ولی اور نہ نکاح کی جاویں مگر ان مردوں سے جو کفو ہیں۔ یہ حدیث دار قطنی و بیہقی کی ہے اور یہی ہدایہ میں ہے الکفاءۃ تعتبر فی النسب لانہ یقربہ التفاخر فقریش لبعضھم اکفاء بعض والعرب اکفاء لبعض والاصل فیہ قولہ علیہ السلام قریش اکفاء لبعض

لبعض قبیلة بقبیلة الخ اور درمختار میں ہے المراد بالعجم من لم ینسب باحدی قبائل العرب ویسمون الموالی هکذا فی فتاویٰ عبدالحی جلد۲ صفحہ ۱۵۸۔ اور برجندی میں ہے ان فی العجم لا یعتبر النسب لانهم ضیعوا انسابهم هکذا فی چلپی اور صاحب برجندی نے جلد۲ صفحہ ۱۲ میں خود بایں طور بعض مجوزین کا قول نقل کرکے یہ فیصلہ کردیا ہے۔ وہو ہذا۔ ان الفقیه کفو للعلوی ان شرف الحسب فوق شرف النسب و هکذا ذکر فی المحیط وقال فی المضمرات الاصح انه لا یکون زوجا کالسلطان والعالم اور فتاویٰ ابراہیم شاہی وفتاویٰ نادرالجواہر قلمی صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے مجهول النسب لا یکون کفوا للمعروف النسب الصحیح عند ابی حنیفة یعنی مجہول نسب والا معروف نسب والے کے واسطے کفو نہیں ہوتا امام صاحب کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ الخ

پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ سیدہ علویہ کے ساتھ نکاح کسی عالم وسلطان وغیرہ کا ہرگز جائز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نہ تو ہم ان کے کفو ہیں اور نہ ہم لوگ اہل عرب ہیں۔ اور نہ ہی ہمارے انساب صحیح اور درست ہیں۔ اور نہ ہی ہمارا شجرہ نسب ان سے کہیں مل سکتا ہے۔ پس جبکہ ہماری نسبتیں بھی ذائع ہوچکی ہیں تو پھر نکاح ان سے کرنا کسطرح جائز ہوسکتا ہے۔ اور جو بعض لوگ بے دھڑک کہدیتے ہیں کہ سیدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضور علیہ السلام نے آپس میں رشتہ داری کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ تمام قریشی قبیلہ واحد اور اہل عرب اور صحیح النسب اور دور ونزدیک میں برادری اور اہل تقویٰ اور ایک دوسرے کے جانثار تھے لہذا ان کے نکاح آپس میں جائز ہوئے اور ہمارے ہیں یا مورکھیاں اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ کس کھیت کی مولی ہیں۔

؎ چہ نسبت خاک را بعالم پاک

(فقط واللہ اعلم بالصواب المجیب فقیر نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

السوال:۔ اگر لڑکی عاقلہ بالغہ باکرہ یا ثیبہ اپنی کفو میں بلا اجازت ولی کے نکاح پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ بیشک یہ نکاح صحیح اور درست ہے کیونکہ لڑکی عاقلہ بالغہ بنسبت ولی کے بہت حقدار ہے اپنے نفس کی نکاح کرنے اپنی کفو میں۔ چنانچہ حدیث مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وموطا امام مالک میں بایں طور مسطور ہے اَلْاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِیِّهَا یعنی بیوہ بہت حقدار ہے اپنے ولی سے اپنے نفس پر نکاح کرنے میں اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے لَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ۔ ان کو منع نہ کرو نکاح کرنے ازواج اپنے سے اور ایسے ہی کتب فقہ مثل ہدایہ وغیرہ میں ہے اور جو غیر مقلدین حدیثیں عدم جواز کی اس امر میں پیش کرتے ہیں وہ سب

کی سب ضعیف ومنسوخ ہیں۔ دیکھو نورالہدایہ شرح غواشی اصول الشاشی فقط ہوالشی ؛

سوال :۔ عدت میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر کسی نے عدت میں نکاح کر دیا تو اس نکاح خواں اور دیگر گواہوں پر کیا تعزیر ہونی چاہیئے۔ جواب دوا جر ملیگا ؛

الجواب :۔ عدت میں نکاح کرنا حرام ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ یعنی عدت میں نکاح کرنے کا قصد مت کرو یہاں تک کہ اسکی میعاد پوری نہ ہو جاوے اور کتب فقہ میں ہے لَا يَجُوْزُ نِكَاحُ مَنْكُوْحَةِ الْغَيْرِ معتدة الغير عند الكل اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے لَا يَجُوْزُ النِّكَاحُ لَا فِي عِدَّةِ الْغَيْرِ وَمَنْ نَكَحَ مَنْكُوْحَةَ الْغَيْرِ اَوْ فِي عِدَّةِ الْغَيْرِ يَجِبُ عَلَى الشُّهُوْدِ وَالنَّاكِحِ التَّشْهِيْرُ اے تعزیرا لم یعنی نہیں جائز ہے نکاح پر نکاح کرنا اور عدت میں نکاح کرنا اگر ایسا کریں گے تو ان پر تعذیر واجب ہوگی اور اس مسئلہ پر ہر ایک کا اتفاق ہے۔ پس نکاح خواں وحاضرین مجلس وگواہاں کو توبہ کرنی چاہیئے اور حسب الطاقت مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہیئے۔ لِاَنَّ الصَّدَقَةَ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ؛

سوال :۔ عدت حاملہ اور بیوہ اور مطلقہ کی کتنی ہے قرآن مجید سے جواب دو ؛

الجواب :۔ عدت عورت حاملہ کی وضع حمل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی جو عورتیں حاملہ ہیں تو ان کی عدت یہ ہے کہ وضع حمل کریں اور عدت بیوہ کی چار مہینے دس یوم ہے چنانچہ اس آیت شریفہ سے ثابت ہے يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ط یعنی خاوند جن کے تم سے مرجاتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں۔ روک رکھیں وہ بیویاں اپنے نفسوں کو چار مہینے اور دس دن تک اور عورت مطلقہ جسکو حیض آتا ہو اسکی عدت تین حیض ہیں۔ بقولہ تعالےٰ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ یعنی مطلقہ روک رکھیں اپنے نفسوں کو تین حیضوں تک اور حدیث میں ہے اَلرَّجُلُ اَحَقُّ بِامْرَاتِهٖ حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنْ حَيْضَتِهَا الثَّالِثَةِ ط نقل از موطا امام محمد اور جن عورتوں کو حیض نہیں آتا بوجہ کم سن یا بڑی عمر ہونے کے اور بشرطیکہ مطلقہ ہوں تو ان کی عدت تین ماہ تک ہے۔ فقط ؛

سوال :۔ حاملہ بالزنا کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب دوا جر ملیگا ؛

(بقلم خود نادر شاہ از سٹیشن جھمرہ)

الجواب :۔ یہ نکاح صحیح اور درست ہوگا چاہے جسکا اسکو حمل ہوا اس سے نکاح کرے چاہے اس کے غیر سے ہر دو صورت نکاح صحیح ہوگا۔ چنانچہ رد المختار در برجندی۔ شرح وقایہ و در مختار میں مذکور ہے وَصَحَّ نِكَاحُ

حُبْلیٰ مِنَ الزِّنَا عِنْدَهُمَا وَقَالَ اَبُوْ یُوسُفَ لَا یَصِحُّ وَالْفَتْوٰی عَلٰی قَوْلِهِمَا۔ یعنی نکاح حاملہ زنا سے امام صاحب و امام محمد کے نزدیک صحیح اور درست ہے۔ اور انہیں کے قول پر فتویٰ ہے۔ اور امام ابی یوسف کے نزدیک صحیح نہیں۔ لیکن ان کا قول قابل عمل نہیں۔ لَوْنَكَحَهَا الزَّانِی حَلَّ وَطْیُهَا اتِّفَاقًا نقل از درالمختار وفتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۳۰۴ اور برجندی جلد ۲ صفحہ ۷ میں لکھا ہے یہ نکاح اجماعاً صحیح ہے۔ لیکن وطی کرنی اس سے غیر زانی کو جائز نہیں تاوقتیکہ وضع حمل نہ ہو جائے۔ لَا تَوْطَأُ الْحُبْلیٰ مِنَ الزِّنَا بَعْدَ نِكَاحِهَا حَتّٰی تَضَعَ حَمْلَهَا لَوْ كَانَ هُوَ الزَّانِی یَجُوْزُ لَهُ الْوَطْیُ پس اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نکاح زانی اور غیر زانی کو حبلے بالزنا سے صحیح ہے۔ اور وطی غیر زانی کو جائز نہیں تاوقتیکہ اسکا وضع حمل نہ ہوئے۔ فقط۔

سوال:۔ ایک شخص موضع بہرمٹ علاقہ میرپور میں ہے۔ اس نے ایک عورت کے ساتھ ناجائز طریق نشست و برخاست رکھے۔ چند عرصہ کے بعد اس شخص کے باپ نے ہمراہ عورت مذکورہ بالا کے نکاح کر لیا۔ اب اس عورت کے ہمراہ دونوں باپ بیٹا مجامعت کرتے ہیں اور عورت کا بھی یہی بیان ہے۔ اب وہ عورت ان دونوں میں کس پر حلال ہوگی۔ جواب دو۔

الراقم حافظ عبدالکریم از پیر ڈاک خانہ ہیڈ بنگلہ علاقہ میرپور مورخہ ۱۹ اگست سنہ ۱۹۲۰ء

الجواب:۔ عورت مذکورہ باپ بیٹے دونوں پر حرام ہوئی۔ اب اسکو کوئی نہیں رکھ سکتا چنانچہ بحرالرائق سے مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ اَرَادَ بِحُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ الْمُحَرَّمَاتِ الْاَرْبَعِ حُرْمَةَ الْمُرَاةِ عَلٰی اُصُوْلِ الزَّانِی وَفُرُوْعِهٖ نَسَبًا وَرَضَاعًا وَحُرْمَةَ اُصُوْلِهَا وَفُرُوْعِهَا عَلَی الزَّانِی نَسَبًا وَرَضَاعًا كَمَا فِی وَطْیِ الْحَلَالِ الخ صفحہ ۲۲۷ جلد ۱۔ مطلب یہ ہے کہ جس عورت سے اس نے زنا کیا ہے وہ عورت زانی کے اصل و فرع پر حرام ہے۔ اور مرد زانی پر اس عورت کی اصل و فرع حرام ہے۔ یعنی اس عورت کے ساتھ زانی کا باپ دادا وغیرہ نکاح نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی زانی کے بیٹے اور پوتے وغیرہ اس سے نکاح کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی زانی مرد اس زانیہ کی ماں بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔ اس مسئلہ کی صورت ایسی ہے جیسی رضاعی و نسبی وحلت وطی سے فروع و اصول کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اور آثار امام محمد صفحہ ۱۷۸ میں لکھا ہے کہ مطلق نظر سے حرمت مصاحرت کی ثابت نہیں ہوتی مگر شہوت کے دیکھنے سے۔ اِلَّا اَنْ یَنْظُرَ اِلَی الْفَرْجِ بِشَهْوَةٍ حُرِّمَتْ عَلٰی اَبِیْهِ وَابْنِهٖ وَحُرِّمَتْ عَلَیْهِ اُمُّهَا وَابْنَتُهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی متربئی والدہ سے زناہ کیا ہے اب وہ عورت اس کے باپ پر کسی صورت حلال ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر لیگا۔ (السائل لہانہ پنڈی بھٹیاں)

نوٹ:۔ مسئلہ حرمت مصاحرہ فرقہ نجدیہ وہابیہ کے نزدیک اسکی کچھ اصل نہیں۔ مدخولہ باپ کی بیٹے پر حلال ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی مدخولہ بیٹے کی باپ پر وغیرہ۔ نقل از کتاب کنز الحقائق تصنیف وحید الزمان۔

الجواب :۔ یہ عورت کسی صورت میں اس کے باپ پر حلال نہیں ہوسکتی۔ اور نہ ہی اسکو کوئی اور شخص نکاح میں لاسکتا ہے تاوقتیکہ خاوند اسکو طلاق نہ دے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری و امینیہ وخزانۃ المفتین سے صاحب فتاوی جامع الفوائد نے لکھا ہے تحریم المصاھرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لھا التزوج بزوج آخر وان مضٰی علیھا سنون الا بعد المتارکۃ ولو وطی الا ان یکون زنا فلا یجب علیہ الحد ھکذا فی فصول عمادی وفتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۸۸ و ۸۹ پس ایسی عورت سے حذار رہنا چاہیئے۔ باقی ذکر مفصل اسکا سلطان الفقہ جلد نہم ودہم میں مطالعہ کرو۔

سوال :۔ اگر کسی شخص نے اپنی ساس سے زناہ کیا یا بوسہ لیا تو اس صورت میں وہ زوجہ کو اپنے خانہ میں آباد کرسکتا ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر لیگا :۔

الجواب :۔ ساس سے زناہ کرنے پر عورت اسکی اس پر حرام ہوگی۔ اب ہرگز وہ اسکو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ آثار امام محمد صفحہ ۷۸ میں مسطور ہے۔ محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال اذا قبل الرجل ام امراتہ او لمسھا من شھوۃ حرمت علیہ امراتہ قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ (ترجمہ) جب کہ کسی شخص نے زوجہ کی والدہ کا بوسہ لیا یا ہاتھ شہوت سے لگایا تو اسکی زوجہ اس پر حرام ہوجائے گی۔ کہا امام محمد نے ہم نے اس کو لیا ہے اور یہی قول امام صاحب کا اور درالمختار میں ہے۔ قبل ام امرتہ حرمت علیہ امراتہ مالم یظھر عدم الشھوۃ وفی المس لا تحرم مالم تعلم الشھوۃ اور اسی میں ہے لا فرق بین المس والنظر بشھوۃ بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ انتھی۔ نقل از فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۲۲۸ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۔ عورت بیوہ یا کنواری عاقلہ بالغہ کا جبراً نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ کنواری اور بیوہ کا نکاح جبراً نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ کتب فقہ معتبرہ میں مسطور ہے۔ ولا یجوز للمولی اجبار البکر علی النکاح خلافا للشافعی نقل از ہدایہ جلد ۲ و برجندی جلد ۲ صفحہ ۸ چلپی۔ یعنی ولی کو جائز نہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ باکرہ پر در بارہ نکاح کے اجبار کرنا۔ بیوہ اکراہ تزوج کند عقد جائز نباشد واللہ اعلم بالصواب :۔

سوال :۔ اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح باپ یا دادا نے کردیا اور جبکہ وہ بالغہ ہوگئی اور اسنے اس نکاح کو ناپسند کیا۔ اور ایک شخص کے ساتھ مل کر مقدمہ کردیا اور کہدیا کہ میرا کوئی نکاح نہیں ہوا۔ اور اگر ہوا ہے تو پھر بھی میں اسے پسند نہیں اور گواہاں اور نکاح خواں نے بھی گواہی دے دی ہے لیکن لڑکی کو سرکاری عدالت کی جانب سے اجازت مل گئی تو جہاں چاہے نکاح کرلے۔ اب یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں۔ جواب دو اجر لیگا :۔

(السائل حافظ بدرالدین از چھوکر خورد)

الجواب :۔ نکاح ثانی جائز نہیں کیونکہ باپ اور دادا کا نکاح نابالغہ کا کیا ہوا فسخ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے فَاِنْ زَوَّجَهَا الْاَبُ اَوِالْجَدُّ یعنی الصَّغِیْرُ وَالصَّغِیْرَۃَ فَلَا خِیَارَ لَهُمَا بَعْدَ بُلُوْغِهِمَا وَاِنْ زَوَّجَهُمَا غَیْرُ الْاَبِ وَالْجَدِّ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خِیَارٌ اِذَا بَلَغَ اِنْ شَاءَ اَقَامَ عَلَی النِّکَاحِ وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ یعنی اگر لڑکا اور لڑکی نابالغہ کا باپ دادا نے نکاح کیا تو بعد بلوغ کے ان کو اختیار فسخ کا نہیں اور اگر ان کے ماسوا کسی اور ولی نے پڑھا دیا تو ان کو اختیار فسخ وقت وقت بلوغت کے ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال :۔ جو شخص کبھی نماز پڑھتا ہے اور کبھی نہیں پڑھتا کیا ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب :۔ بیشک ایسے شخص کا نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ نماز کے ترک کرنے سے انسان گناہ گار ہوتا ہے نہ کافر اور حدیث شریف میں ہے اَلصَّلٰوۃُ وَاجِبَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ رواہ ابوداؤد یعنی ہر مسلمان نیک و بد پر نماز پڑھنا واجب ہے۔ اگرچہ اسکے گناہ بڑے ہوں۔ اور حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ مومن گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا اور نہ ہی دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ وہٰذا: مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا تَکْفُرُهٗ بِذَنْبٍ وَلَا تُخْرِجُهٗ مِنَ الْاِسْلَامِ اور ہدایہ شریف میں ہے اَلْمُؤْمِنُ لَا یَخْرُجُ عَنِ الْاِیْمَانِ بِارْتِکَابِ کَبِیْرَۃٍ اور اگر کوئی شخص پرہیزگار سیاستہ نہ پڑھے تو اسپر کوئی جرم نہیں۔ بلکہ بہتر ہے کہ ایسے شخص کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ انتہیٰ واللہ اعلم بالصواب :۔

سوال :۔ اگر کوئی شخص وتروں میں امام کے ساتھ شریک ہوجاوے اور تراویح کی کچھ رکعتیں رہ جائیں تو وہ شخص پھر وتروں کے بعد ادا کرے یا نہ۔

الجواب :۔ بیشک باقی ماندہ نماز تراویح کو ادا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ کتاب ماثبت بالسنہ صفحہ ۲۳۰ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اذا فاتته ترویحة او ترویحتان وقام الامام فی الوتر اختلف فیه فقیل یوتر مع الامام ثُمَّ یقضی ما فاته وقیل یقدم القضاء یعنی جسکو فوت ہوجاوے تراویح کا ایک شفعہ یا دو شفعہ اور امام وتروں میں کھڑا ہوگیا۔ تو اس صورت میں کہا بعض نے فوتہ کو مقدم ادا کرے حتیٰ لو صلیا بعد الوتر جاز انتہیٰ واللہ اعلم بالصواب :۔

استفتاء

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس گاؤں جمعہ اور عیدین نماز باجماعت اور آذان ہوتی ہو وہاں عید

سے پہلے قربانی کرنی جائز ہے یا نہیں۔ اگر کسی شخص نے عید پڑھنے سے پہلے قربانی کر دی تو اسکی قربانی ہوگی یا نہ جواب دو اجر ملے گا۔ (السائل غلام نبی و محمد یٰسین از میتر انوالی)

الجواب :۔ نماز عید کے ادا کرنے سے پہلے جہاں کہیں عید و جمعہ پڑھا جاتا ہو وہاں قربانی کرنی ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ ایسی بستی کو حکم قصبہ کا لگایا گیا ہے۔ اور قصبہ حکم شہر کا رکھتا ہے۔ جیسا کہ جلد اول بحث جمعہ میں گذرا ہے۔ اور مصر کی شرائط سے یہ بھی شرطیں ہیں کہ ہر پیشہ اور آدمی کا اس میں ہونا اور حوائج ضروریہ کا وہاں حاصل ہونا اور مسجد اکبر جامع کا ہونا پس بہرحال ایسے گاؤں میں جہاں یہ شرائط پائے جاتے ہوں وہاں پہلے عید نماز کے قربانی کرنی جائز نہ ہوگی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من ذبح قبل الصلوٰۃ فلیعد وفی بعض الاخبار من ذبح قبل ان یصلی فلیعد اخری (ترجمہ) یعنی ابن قیس نے روایت کی ہیں نے دیکھا نبی علیہ السلام کو قربانی کے دن ایک قوم کی طرف گذرے جنہوں نے قبل نماز قربانی کی تھی۔ پس آپ نے ارشاد فرمایا جس نے پہلے نماز پڑھنے کے قربانی کی ہے وہ پھر قربانی کرے صفحہ ختم اس از غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۶۱ مطبوعہ نولکشور تقطیع کلاں۔ اور اسی میں ہے کہ کہا حضرت ابن عازب نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی پس وہ گویا ہمارے اصحاب قربانی کرنے والوں میں شریک ہوا۔ اور جس شخص نے پہلے نماز پڑھنے کے قربانی کی وہ بکری کا گوشت ہے۔ وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَتِلْکَ شَاۃُ اللَّحْمِ۔ اور حدیث بخاری و مسلم و مشکوٰۃ صلوٰۃ العیدین حضرت براء سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسکہ واصاب سنۃ المسلمین جس شخص نے ذبح کیا پہلے نماز کے پس گویا کہ اس نے اپنے نفس کے لئے کیا اور جس شخص نے پیچھے نماز کے ذبح کیا پس اسکی قربانی پوری ہو گئی اور پہنچا سنت مسلمانوں کی۔

سوال :۔ عید نماز کے پہلے یا پیچھے نماز نفلوں کی پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :۔ قبل از نماز عید اور بعد اسکے ہرگز نفل پڑھنے جائز نہیں۔ چنانچہ کتب فقہ و احادیث میں مذکور ہے۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلھا ولا بعدھا متفق علیہ (ترجمہ) ابن عباس سے مروی ہے کہ تحقیق تھے نبی علیہ السلام دو رکعت عید فطر میں پڑھتے پہلے اور پیچھے اسکے کچھ نہ پڑھتے۔ یہ حدیث مسلم و بخاری کی ہے۔

استفتاء :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب عورت بچہ جننے لگے اور اسوقت نماز ادا کرنا چاہے تو کسطرح پر ادا کرے اور جو کتاب نجات المومنین میں اسکی ترکیب لکھی ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں اور کہیں اسکا ثبوت ہے۔ جواب دو اجر لیگا:۔ (السائل محمد وارث سیٹھ از شہر چنیوٹ ۲۷ جون سنہ ۱۹۲۰ء)

الجواب:۔ اہل شریعت نے اس حالت میں ایسی عورت کیلئے نماز پڑھنے کی ترکیب یہ لکھی ہے وفی ذخیرۃ امرأۃ خرج رأس ولدھا وخافت فوت الوقت توضأت ان قدرت والا تیممت وجعلت رأس ولدھا فی قدر او حفرۃ و صلت قاعدۃ برکوع وسجود فان لم تستطعھما تؤمی ایماءً نقل از مبینہ افغانی صفحہ ۱۶۲ اور کتاب نفع المفتی والسائل صفحہ ۱۰ مؤلفہ مولوی عبدالحی میں لکھا ہے تصلی قاعدۃً ان قدرت علیٰ ذلک وجعلت راس ولدھا فی خرقۃ او حفاۃ فان لم تستطع تؤمی ایماء (ترجمہ) ایک عورت ہے اسکے بچے کا سر کا کچھ حصہ باہر نکلا ہوا ہو۔ اور نماز کے فوت ہو جانیکا بھی ڈر ہو۔ اگر اسکو طاقت وضو کی ہے۔ تو وضو کرے ورنہ تیمم کرے اور سر بچہ کا پارچہ میں لپیٹ لے یا انگیٹھی یا خندق میں دیدے۔ نماز کو بیٹھ کر رکوع وسجود سے ادا کرے۔ اگر اسکو یہ طاقت نہیں تو اشارہ سے نماز کو ادا کرے اور کتاب کبیری وصغیری شرح منیہ صفحہ ۲۰۱ میں لکھا ہے کہ عورت کو جو خون قبل از ولادت سے ظاہر ہوتا ہے وہ نماز کو مانع نہیں کیونکہ وہ خون استحاضہ کا کہلاتا ہے۔ قبل الولادۃ خروج الولد استحاضۃ لا تمنع الصلوٰۃ اور اس پر دلائل ہیں۔ کہ نماز ہر حال مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ صرف عورت کو حیض ونفاس نماز سے مانع ہے ورنہ کسی حالت میں نماز ساقط نہیں ہو سکتی چنانچہ قرآن مجید میں ہے الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم یعنی وہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور لیٹ کر اور کہا حضرت عبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وحضرت جابر رضی اللہ عنہم نے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی اور علاوہ اسکے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم نے میدان جنگ وجدال دشمنان دین کے مقابلہ میں بھی جہاں کو جانوں کا سخت خوف تھا نمازیں بحکم خداوند کریم ادا کیں اور ترمذی شریف میں ہے کہ آپ نے ابن حصین کو کہا۔ وصل قائماً فان لم یستطع فقاعداً فان لم تستطع فعلی الجنب تؤمی ایماء الخ کہ نماز پڑھو کھڑے ہو کر پس اگر تجھے طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پس اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو کروٹوں پر لیٹ کر اشارہ سے ادا کر لیں۔ اس مختصر دلائل سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نماز کو کسی طرح قضاء کرنا درست نہیں اور اگر کسی صاحب کے پاس اس کے عدم جواز کی دلیل ہے تو پیش کرے اور جہال کی باتوں پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ۞

سوال:۔ اگر چہ بچہ ماں کے شکم سے خارج ہوتے ہی مر جائے تو اسکا جنازہ جائز ہے یا نہیں ۞

الجواب:۔ اسکی دو صورتیں ہیں اگر بچہ نے آواز اور سانس لیا ہے تو جنازہ اسکا جائز اگر اس نے کوئی سانس اور آواز نہیں لیا تو جنازہ اسکا نہ جائز ہے چنانچہ آثار محمد ومعانی الآثار وہدایہ جلد اول صفحہ ۱۶۳ میں مذکور ہے وَمَنِ اسْتَهَلَّ بَعْدَ الْوِلَادَةِ سُمِّيَ وَغُسِّلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُودُ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ الخ وَمَنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ أُدْرِجَ فِي خِرْقَةٍ الخ واللہ اعلم بالصواب ۞

سوال :۔ کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے امام صاحب کی توہین اپنی کتاب تاریخ وکتاب بخاری میں کی ہے اور فرقہ وہابیہ نجدیہ شب وروز امام صاحب اوران کے متبعین کی توہین کرتے رہتے ہیں۔ اور کتبِ فقہ متداولہ کے پڑھنے والے کو کافر جانتے ہیں۔ چنانچہ بوئے غسلین صفحہ ۷ و ۸ میں لکھا ہے کہ ان کتابوں کو جلادینا چاہیئے کیونکہ ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہوجاتا ہے۔ جواب دو اجر ملے گا ؂

الجواب :۔ امام بخاری کی عداوت اس لئے امام صاحب کے ساتھ ہوئی اور ۲۴ جگہ بخاری میں حقارت سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعض النّاس سے یاد کیا کہ امام ابوحفص کبیر بخاری شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ انہوں نے امام بخاری کو فتویٰ دینے سے منع کیا۔ اور کہا کہ تم فتویٰ دینے کے قابل نہیں چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امام بخاری نے لوگوں سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر لڑکی اور لڑکا مل کر ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیں تو ان میں حرمت رضاع ثابت ہو جائیگی یا نہ اسی وقت لوگوں نے اسکو ملک بخارا سے نکال دیا۔ اور اسی بناء پر بخاری کے دل میں ایک ذاتی قسم کی عداوت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اوران کے متبعین کے ساتھ ہوگئی چنانچہ نمونہ خروارے وہ کلمات درج کئے جاتے ہیں جو کہ امام صاحب اوران کے شاگردوں کے حق میں انہوں نے لکھے ہیں۔ زندیق۔ مرجیہ رائی المذہب۔ بعض الناس۔ فسادی۔ شرارتی۔ باغی۔ نقل از تاریخ صغیر للبخاری دبنارسی واعتساف اوراس لئے اس مقام پر علامہ عینی عمدۃ القاری جزو رابع صفحہ ۴۵۴ میں لکھا ہے ان ابن التین لما وقف علیٰ ما قالہ البخاری فی تاریخہ فی حق ابی حنیفۃ مِمّا لا ینبغی ان یذکر فی حق من اطراف الناس فضلا ان یقال فی حق امام ھو احد ارکان الدین۔ یعنی بخاری نے اپنی تاریخ میں امام ابوحنیفہ کے حق میں جو کلمات لکھے ہیں وہ ایسے ہیں جو کسی ادنیٰ آدمی کے حق میں بھی لکھے جانے کے لائق نہیں چہ جائیکہ ایک ایسے امام کی نسبت لکھے جائیں جو ایک رکن ہوارکان دین میں سے اور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب علیٰ جرح البخاری صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے کہ یہ کوئی بڑی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ امام بخاری نے تو صحابہ کرام رسول علیہ السلام کی سخت توہین کی ہے وہو ہذا باب قول الرجل للرجل اخساء بخاری مطبوعہ احمدی صفحہ ۹۱۱ یعنی یہ باب ہے قول رجل کا واسطے رجل کے اخساء پس یہاں پر رجل اول سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رجل دوم سے مراد ابن صیاد ہے باب قول الرجل مَرْحبا یعنی یہ باب قول الرجل مرحبا یعنی یہ باب ہے قول رجل کا مرحبا بخاری مطبوعہ ایضاً صفحہ ۱۱۲ اسجگہ بھی رجل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سوم باب ماجاء فی قول الرجل ویلک یعنی یہ باب ہے قول میں رجل کے وملک بخاری مطبوعہ صفحہ ۹۱۰ یہاں بھی رجل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؂

باب قول الرجل لشی لیس بشیٔ بخاری مطبوعہ صفحہ ۹۱۷ اس مقام پر بھی رجل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس اب دیکھئے کہ بخاری کی متعدد جگہوں میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہا بلکہ بجائے اس کے لفظ رجل کا جو کہ عوام الناس کے حق میں بولا جاتا ہے کس کشادہ پیشانی سے بیدھڑک استعمال کیا گیا ہے کہ جو ہر حال میں سخت افسوس کے قابل ہے۔ بخاری پر ست سب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل اپنے ایک آدمی جانتے ہیں اسکا ماخذ بھی کتاب بخاری ہو تو تعجب نہیں ہے الخ۔ اور یہ جو عبد الجلیل نے لکھا ہے کہ تمام کتبِ فقہ کو جلا دینا چاہیئے کیونکہ ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے۔ وکتبِ فقہ میں گندگی بھری ہوئی ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ فقہ کا ماخذ قرآن مجید و حدیث شریف ہے۔ فقہ اور حدیث میں صرف تغائر اسمی ہے مسمیٰ ایک ہی ہے پس جو شخص کتبِ فقہ کا منکر ہے وہ فی الحقیقت قرآن مجید و حدیث شریف کا منکر ہے۔ اور جو قرآن و حدیث شریف و فقہ کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے و فریضہ عادلہ یعنی فقہ شریف اور علم فقہ کی خود حضور علیہ السلام نے بایں طور تعریف فرمائی ہے من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین و انما انا قاسم و اللہ یعطی۔ نقل از بخاری و مسلم کہ جس شخص کو اللہ تعالےٰ خیر دینے کا ارادہ کرتا ہے اسکو دین میں تفقہ دے دیتا ہے اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے۔ یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ اور خود امام بخاری نے فقہ حضرت حمید کے آگے دوزانو ہو کر سیکھی۔ اگر فقہ پڑھنی حرام ہوتی تو پھر امام بخاری وغیرہ محدثین کیوں پڑھتے۔ اور کتابیں فقہ کی کیوں تصنیف فرماتے اور اگر کتبِ فقہ میں بقول فرقہ نجدیہ وہابیہ نعوذ باللہ گندگی بھری ہوئی ہے تو ذرا مہربانی فرما کر بیان کریں کہ بدوں کتاب اللہ کے کونسی کتاب علم حدیث میں ہے جس میں حدیثیں بناوٹی اور نامعقول باتیں درج نہیں اگر کہو کہ صحاح ستہ میں سے بخاری شرّاً علی کتاب بعد کتاب اللہ قابل عمل ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل لغو اور بناوٹی ہے کیونکہ اس مجموعہ بخاری کی حدیثوں کی صحت پر کسی زمانہ میں کسی محدث کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ ہی تمام حدیثیں جو اس میں ہیں اور علاوہ ازیں امام بخاری نے مرجیہ و شیعہ و جبریہ و قدریہ و جہمیہ و اہل بدعت و ہوائیہ فرقہ سے حدیثیں نقل کی ہیں جن کی باتوں پر اعتماد کرنا منع ہے۔ اور اسکا مجملاً ذکر جلد گذر چکا ہے۔ اور بوئے غسلین کے رد میں جرعہ غسلین در حلقِ غیر مقلدین مع[1] اغلاط البخاری بھی تیار کر دی گئی ہے۔ اور یہاں صرف چند حدیثیں برائے تسکین خاطر ناظرین کے درج کر دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ یہ بخاری کی مقبول فرقہ نجدیہ کے قابل ہیں وہو ہذا۔ حدثنا نعیم بن حماد حدثنا حشیم عن حصین عن عمرو بن

---

[1]: الجرح البخاری ۱۲ روپیہ سے مل سکتی ہے۔ اب اغلاط البخاری کی ضرورت نہیں رہی ۔

میمون قال رأیت فی الجاھلیۃ قردۃً اجتمع علیھا قردۃ قد زنت فرجموھا فرجمتھا معھم
سپارہ ۱۵ باب قساسۃ فی الجاھلیۃ۔ میں نے ایک بندر کو دیکھا اس نے زنا کیا اور بندر سب جمع ہوئے اور
سبھوں نے مل کر اس بندر کو رجم کیا۔ یعنی زمین میں ایک گڑھا کھود کر سینہ تک بندیا کو گاڑا اور پتھروں سے اسقدر مارا کہ
وہ مرگئی اور ہم نے بھی سب بندروں کے ساتھ مل کر اس کو رجم کیا۔ الخ۔

ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کہ یہ حدیث عقل و نقل کے مطابق ہے ہرگز نہیں کیونکہ درندے پرندے اور بہائم تو شریعت کے مکلف ہی نہیں اور نہ ہی ان میں کوئی نبی ہے۔ پس جب یہ بات نہیں تو پھر وہ کس طرح پورے طور پر حدود شرعیہ کو ادا کر سکتے تھے۔ اور اگر فرقہ وہابیہ کے پاس ان کے مکلف ہونے کی کوئی دلیل ہے تو بتلائیے ؎

حدیث نمبر ۲ :۔ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلّٰی لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ اٰخِرَ حَیَاتِہٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَۃِ سَنَۃٍ مِنْھَا لَا یَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ۔ سپارہ اول صفحہ ۵۴ باب ہمہ بالعلم۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر حیات میں اپنے کے کہ سو برس میں روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہے گا۔ پس یہ حدیث بالکل موضوع یعنی بناوٹی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ زمین پر سو برس گذر چکے ہیں اور آپ کی پیشین گوئی بھی غلط نہیں ہو سکتی اور بدوں اس حدیث کے موضوع کہنے کے کوئی چارہ نہیں دیکھو فواتح الرحمت شرح مسلم الثبوت صفحہ ۴۱۲ و اخبار اہل فقہ ؎

حدیث نمبر ۳ :۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اِرْتَقَیْتُ عَنْ ظَھْرِ بَیْتٍ حَفْصَۃَ لِبَعْضِ حَاجَتِیْ فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْضِیْ حَاجَتَہٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَۃِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ۔ یعنی عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ ہم پشت مکان حضرت حفصہ سے بعض کام کو اپنے چڑھے۔ پس دیکھا میں نے آنحضرت کو قضائے حاجت کرتے ہوئے درانحالیکہ پشت آپ کی جانب قبلہ کے تھی اور منہ آپ کا جانب شام کے مطلب یہ ہے کہ آپ نے پشت جانب قبلہ کے فرما کر حاجت کی حالانکہ آپ کی شان سے یہ بات بعید ہے۔ کیونکہ آپ نے خود اس سے منع کیا ہے ؎

حدیث نمبر ۴ :۔ حَدَّثَنِیْ اَیُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ قَالَ یَاْتِیْھَا فِیْ دُبُرِھَا بِحَذْفِ الْمَجْرُوْرِ وَھُوَ الظَّرْفُ اَیْ فِی الدُّبُرِ یَجُوْزُ۔ مطبوعہ احمدی باب قولہ تعالیٰ نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ وتسطلانی اسجگہ یہ مطلب ہے کہ قبل و دبر میں وطی جائز ہے اور اس حدیث کو خواہ مخواہ حضرت عبداللہ بن عمر کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ غلطی کیسی بخاری سے فاش ظاہر ہوتی دیکھو ترمذی و ابوداؤد و نسائی میں کہ اس کے برعکس حدیث

مذکور ہیں جو کہ وطی فی الدبر کی حرمت پر شاہد ہیں ؛

حدیث نمبر ۵ :- اَنَّهٗ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امرأتہٗ فَلَمْ یُنْزِلْ قَالَ یَغْسِلُ مَامَسَّ المرأۃ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ وَیُصَلِّیْ قَالَ ابو عَبْدُ اللّٰہِ اَلْغُسْلُ اَحْوَطُ ۔ یعنی ابی ابن کعب سے مروی ہے کہ کہا اس نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرد اپنی عورت سے جماع کرے اور اسکو انزال نہ ہو تو کیا حکم ہے ۔ فرمایا اپنے سر کو دھوئے وضو کرے ۔ پھر نماز پڑھے الخ باب غسل مَا یُصِیْبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْأَۃِ صفحہ ۱۴ پ ۲ ۔ ناظرین فرمائیے کہ یہ حدیث قابل عمل ہے اور اس پر اجماع صحابہ کا ہے ہرگز نہیں ہاں شاید غیر مقلد اسپر عمل کرتے ہوں گے اگر کرتے ہیں تو بتلائیں ؛

حدیث نمبر ۶ :- عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی فَقَدْ کَذَبَ (ترجمہ) ابو ہریرہ سے ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا بخاری باب ایضاً وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور اسی باب میں ہے فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لَا تُفَضِّلُوْا بَیْنَ اَنْبِیَاءِ اللّٰہِ ۔ پس ان ہر دو حدیث کا یہ مطلب ہے کہ کسی نبی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے ۔ اگر کوئی شخص کسی نبی کو یونس بن متی پر فضیلت دیگا وہ کاذب ہے کیا غیر مقلدین صاحب ایمان سے بیان کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یونس بن متی سے بہتر اور افضل ہیں یا نہیں ۔

حدیث نمبر ۷ :- بخاری باب البول قائماً وقاعداً حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مذکور ہے اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُبَاطَۃَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَجِئْتُہٗ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ۔ یعنی آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے خاکروب پر پس پیشاب کیا آپ نے وہاں کھڑے ہو کر پھر پانی طلب فرمایا میں حضرت کی خدمت میں پانی لایا تو آپ نے وضو کیا ۔ پس یہ حدیث کئی وجہ سے خلاف عقل کے ہے کیونکہ یہ شان و امامت و اخلاق علوی کے بالکل خلاف ہے کہ ایک ایسے شان والا نبی لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر پیشاب کرے اور بعد پیشاب کرنے کے باتیں کرے اور اس بات کا خیال بھی نہ کرے کہ پاؤں پر فطرات پڑیں گے اور لوگ کیا کہیں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد نبوی میں ہمیشہ کتے آتے جاتے تھے ۔ تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پانی نہیں چھڑکتے تھے ۔ اور اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے لکھا ہے احتجّ بہ البخاری علیٰ طھارۃ بول الکلاب ۔ یعنی حجت پکڑی ہے اس حدیث سے بخاری نے اوپر پاک ہونے پیشاب کتے کے بخاری جلد اول مطبوعہ احمدی صہ ۲۹ ؛

اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے پیالہ پانی منگوایا پس اسی پیالہ میں ہاتھ منہ دھویا اور کلی ڈالی بخاری

سپارہ اول صفحہ ۸۳ ؛

اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں دَعَا بِقَدَحٍ فِیْہِ مَاءٌ فَغَسَلَ یَدَیْہِ وَوَجْھَہٗ فِیْہِ وَمَجَّ فِیْہِ الخ ؛ کیا ناظرین انصاف فرمائیے کہ اسی پیالہ میں منہ دھونا اور اسی میں کلی ڈالنا یہ امر عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کریں اور لوگوں کو تعلیم دیں ہرگز نہیں۔ اور علاوہ ان باتوں کے ایک اور عجیب قصہ ہے جو کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری سے مؤلفہ جرح البخاری واخبار اہل فقہ نے بندر کی کہانی کی تائید پر نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے۔ ایک گھوڑے کو ایک گھوڑی سے جو اسکی ماں تھی ملانے کے لئے لے گئے تو گھوڑے نے توجہ نہ کی کیونکہ وہ گھوڑی اسکی ماں تھی پھر یہ تجویز کی گئی کہ گھوڑی پر پردہ ڈالا گیا تاکہ گھوڑا اسکو پہچان نہ سکے مگر جب گھوڑے نے اس پر جست کی تو سونگھنے سے اسکو معلوم ہوگیا کہ ماں ہے پس اس گھوڑے نے اپنے منہ سے اپنے عضو مخصوص کو کاٹ ڈالا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ جب گھوڑے میں اتنی تمیز ہے کہ اپنی ماں پر جست نہیں کرتا تو بندر تو بہ نسبت گھوڑے کے زیادہ سمجھدار ہے اگر بندروں نے کسی بندریا کو زنا کی سزا میں رجم کر دیا تو کوئی تعجب نہیں الخ ؛

ناظرین یہاں بھی غور فرماویں اور وہابیوں سے دریافت کریں کہ کیا بندروں میں بھی کوئی قاضی ہے اور ان میں نکاح وطلاق کا قاعدہ مقرر ہے اور گھوڑے میں یہ تمیز ہے اور گھوڑے کا منہ عضو مخصوص تک بھی پہنچ سکتا ہے ہرگز نہیں (حل مشکلات بخاری صفحہ ۹۴ جلد اول) پس اب غیر مقلد مؤلف بوئی غسلین فرمائیں کیا یہ باتیں بخاری کی قابل تسلیم وزائق تعمیل ومطابق قرآن مجید واقوال جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ہیں ہرگز نہیں اگر ہیں تو جواب دیں ورنہ تم بخاری وغیرہ کتبِ حدیث صحاح ستہ کو ضائع کر دو تاکہ غیر مذاہب ان کو دیکھ کر حملہ نہ کریں اور فرقہ شیعہ وچکڑالوی ونیچری ومیرزائی وغیرہ اسلام پر ہنسی نہ اڑائیں فقط فافہم ولا تعجل ؛

سوال :۔ مولوی عبدالجبار صاحب امرتسری کے کیسے خیال تھے کیونکہ اکثر لوگ ان کو اچھا سمجھتے ہیں انصاف سے

جواب دو ؛ (السائل مولوی جلال الدین موحی والا ضلع فیروزپور)

الجواب :۔ مولوی عبدالجبار کے اکثر خیالات دیگر غیر مقلدین کی طرح تھے لیکن اسکی تحریر وتصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ مادہ انصاف وخدا ترسی کا بھی تھا اس لئے اکثر غیر مقلد وناقص کے حنفی اسکو اچھا مانتے ہیں۔ اور اسجگہ بطور مشتے نمونہ از خروارے اسکی علمیت وعقیدہ کا نقشہ تحریر کر دیتا ہوں دیکھو مولوی عبدالاحد خانپوری کی کتاب اقامۃ البرہان پر تصحیح وتصویب (اسکے دستخط ہیں جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ خدا کی ذات حادث ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک اور اصل عبارت یہ ہے ورنہ لازم آئیگا۔ کہ حدوث افلاک وما فیہا اور ارھنین وما فیہا اور حدوث ملائکہ وجن وآدم وابراہیم وموسیٰ و

عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حدوث جمیع انبیاء و صحابہ و اولیاء وغیرہم اور حدوث بارش رحمت اور جملہ صفات فعلیہ اللہ عزوجل کے مثل خلق و احسان و رزق و اماتت و احیاء و رحم و عطاء و مغفرت و عذاب و غصہ و رضا و فرح و بغض وغیرہ تمام افعال لازمی و متعدی اللہ عزوجل کی صفات ناقصہ سے ہونگے اور اللہ کے ساتھ قائم نہ ہونگے۔ الخ نقل از اقامۃ البرہان صفحہ ۸۳ ؛

پس اس عبارت کا نتیجہ مختصر یہ نکالا ہے جب حدوث ہر شے کا قائم بذاتہ باری اسمہ ہوا تو اللہ تعالیٰ معاذ اللہ حادث ٹھہرا کیونکہ حادث اسی کو کہا جاتا ہے کہ جس کے ساتھ حدوث قائم ہو چنانچہ ضرب لمن قام بہ الضرب پس ناظرین اس آیت سے مفہوم سمجھ لیں وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ اور علاوہ اسکے ستہ ضروریہ کے صفحہ ۱۷ تا ۲۰ سوم چہلم و میلاد مبارک و نذر نیاز بزرگان دین و آپ کی ذات کے علم غیب سے صاف انکار کر دیا ہے بلکہ یہ لکھدیا ہے جو ان کے قائل ہیں وہ جاہل مشرک ہیں پس ان کلمات پر مولوی عبدالجبار امرتسری کے دستخط ہیں فقط ؛

مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد

منقول از صفحہ ۲۷ کالم ۲ اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۹۱۰ء مورخہ ۹ و ۱۶ ستمبر ؛

س ۲۵۱ ایک شخص نے اپنی جد کی زوجہ سے نکاح کیا۔ اور عورت منکوحہ سے ہمبستر ہو کر مجامعت کیا اور بعد چند روز کے اس منکوحہ کو حمل رہا اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور علماء شریعت اس بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں نکاح ہوا یا نہ لڑکا کس کی جانب قرار دیا جائیگا اس کے شوہر پر نان و نفقہ واجب ہوگا یا نہ فقط ؛

ج ۲۵۱ بحکم لَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ حقیقی والد کی منکوحہ سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع ہے۔ مگر جد و دادا کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں اس لئے نکاح مذکور صحیح ہوگا بچہ بھی صحیح النسب فقط ؛

صاحبان یہ اعتقاد مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اور دیگر اعتقادات غیر مقلدوں کے ہر چہار جلد سلطان الفقہ میں تحریر کئے گئے ہیں اور اسجگہ ان کے پیشوا ابن عبدالوہاب کا اعتقاد تحریر کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں لو اقدرت علی حجرۃ رسولِ اللہ صلعم لهدمتها یعنی اگر میں طاقت پاؤں تو روضہ رسول اللہ کو توڑ ڈالوں۔ اور اپنے رسالہ کتاب التوحید میں لکھا ہے کہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کا روضہ مثل لات و منات و عزیٰ کے ہے۔ اور ان کا دیکھنا ایسا ہے جیسے ان بتوں کا دیکھنا ہے اور تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ بزرگوں کے مکانوں کی تعظیم کرنی شرک ہے۔ اور کتاب اعتصام السنہ صفحہ ۷ و ۸ میں لکھا ہے کہ چار اماموں کے پیرو اور چار

خاندان مشرک اور کافر ہیں۔ اور مظہر البدعت میں لکھا ہے کہ خاندان چشتیہ کنجروں سے بدتر ہیں۔ الخ نعوذ باللہ من ذالک:

سوال :۔ چاند دو ٹکڑے ہونے کا بھی کہیں ثبوت ہے اسکا جواب قرآن مجید و حدیث سے دو کیونکہ بعض لوگ اس معجزہ کے سخت منکر ہیں:۔

(السائل غلام رسول مینجر کتب فروش بہاولپور)

الجواب :۔ اس معجزہ میں کسی قسم کا شک نہیں اور اسکا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف سے ظاہر ہے اور وہ یہ ہے قال اللہ تعالیٰ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ط نزدیک آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھے کوئی نشانی منہ پھیر لیویں۔ اور کہتے ہیں جادو ہے ہمیشہ کا قوی اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی خواہشوں اپنے کی اور ہر بات قرار پکڑنے والی ہے۔ اور کتبِ حدیث و تواریخ بھی اس پر شاہد ہیں کہ حج کے دنوں میں آدھی رات کو کافر جمع ہوئے تھے حضرت ان کو سمجھاتے تھے۔ اور انہوں نے ایسی نشانی طلب کی آپ نے فرمایا دیکھو آسمان کی طرف جب انہوں نے نظر کی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور ان میں سے ایک مشرق کو چلا دیا اور ایک مغرب کو اور جب انہوں نے خوب طرح دیکھ لیا تو پھر وہ آپس میں مل گیا اور کتاب بخاری سیپارہ ۱۴ باب سوال المشرکین میں حدیث صحیح تیر مسطور ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُوْا یعنی کہا ابن مسعود نے کہ حضور کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا پس فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو دیکھو اور گواہ رہو اور ایسا ہی ابن عباس و انس بن مالک و علی و حذیفہ و ابن عمرو جبیر بن مطعم وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے حدیثیں مذکور ہیں۔ اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے کہ شق القمر آپ کا ایک بڑا معجزہ تھا جو کہ کسی نبی کو نہیں ملا اور اگرچہ اسکا واقعہ ہونا بروز قیامت کے تھا۔ لیکن اس معجزہ عظیم سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سرفراز کرنا اپنے علم میں رکھا ہوا تھا۔ اس لئے یہ معجزہ آپ کی ذات کو ہی ملا اور اس پر اجماع امت کا ہے اور اس سے انکار کرنا صریح کفر ہے:۔

سوال :۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کو جب آپ نے چند آیتیں سورہ برات کی دیکر مدینہ سے مکہ کو روانہ کیا تو بعد ازیں وحی نازل ہوا اور حکم ہوا کہ یہ کام ابو بکر صدیق کا نہیں۔ یہ علی کے سپرد کرو۔ تو آپ نے ناقہ پر علی کو سوار کیا اور حکم دیا کہ اس سے چھین لیں پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو بکر صدیق پر اعتبار نہ تھا ورنہ کیوں چھینتے:۔

(السائل حیات علی خاں نقشبندی ساکن موضع کھٹار تحصیل میرپور)

الجواب :۔ یہ محض بعض متعصب شیعہ کی نا سمجھی ہے دیکھو کتاب روضۃ الصفاء جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں صاف صاف

واضح ہے کہ حضرت ابوبکر کو حضور علیہ السلام نے پہلے ہی سے امیر حج مقرر فرماکر بھیجا تھا بعد ازاں سورہ برأت کا نزول ہوا تو آپ نے اسکی تبلیغ کے لئے حضرت علی المرتضیٰ کو روانہ فرمایا۔ اس صورت میں معترض کا اعتراض سرے سے ہی غلط ٹھہرتا ہے کہ جس کام کے لئے وہ کام، خیر تک انہوں نے ہی انجام دیا اور حضرت علی کو جس ڈیوٹی پر بعد میں روانہ کیا گیا آپ نے ادا کی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر امیر حج مقرر کر کے روانہ کئے گئے تو یہ کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا کہ سورہ برات کے احکام کی تبلیغ کر دی جائے لیکن بعد میں حضرت علی کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لئے حضرت ابوبکر کا ہاتھ بٹانے کے لئے روانہ کیا گیا جو انہوں نے بماتحتی حضرت ابوبکر انجام دیا۔ عادت عرب یہ تھی کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا اسکو توڑنا ہوتا اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا خواہ ایسے شخص کے ہاتھ سے سرانجام پذیر ہو سکتا تھا جو بادشاہ کی قوم میں سے اس کا فرزند یا داماد ہو دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی شخصیت رکھتا ہو اس کام کے لئے منتخب نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ برات اس امر کا اعلان مقصود تھا کہ سابقہ معاہدات ختم ہو چکے اب مشرکین کو مسجد نبوی اور حرم محترم میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے یہ فرض بغیر حضرت علی کے جو آپ کے عمزاد بھائی اور داماد تھے۔ دوسرے سے ہوتا تو کفار کا حسب دستور اعتراض ہوتا کہ اگر ایسا اعلان مقصود تھا تو کسی شاہی خاندان کے خاص آدمی کے ذریعہ اسکا اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔ کفار کے اس عذر کے دفع کرنے کے لئے حضرت علی کو اس ڈیوٹی کو انجام دہی کے لئے بھیجا گیا اس میں قابلیت یا عدم قابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے اگر حضور علیہ السلام جناب ابوبکر (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) میں قابلیت نہ پاتے تو ابتداء میں آپ ان کو اس کام کے لئے کیوں انتخاب فرماتے۔ بیشک ان سے بھی بڑے بڑے ذمہ داری کے کاموں کے لئے آپ صدیق اکبر ہی کا انتخاب پسند فرمایا کرتے تھے اور یہاں بھی جو کام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا وہ بہت بڑا اہم اور ذمہ داری کا کام تھا کیونکہ حضرت ابوبکر لاکھوں نفوس کے سردار قرار دیئے جانے کے بعد احکام حج کی تبلیغ اور انتظام کے لئے بھیجے گئے تھے اور جسقدر واقعات و حوادث وہاں رونما ہونے والے تھے ان سب کا تصفیہ و فصل خصومیات کا کام صدیق اکبر کے سپرد تھا۔ جسقدر شرعی مسائل پیش آنے والے تھے سب کا فتویٰ آپ نے صادر کرنا تھا۔ ایسے کام کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو بڑا مجتہد بڑا منتظم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو بخلاف اس کے سورہ برأت کی چند آیات باواز بلند پڑھ کر سنا دینا ایک معمولی کام تھا جو ہر ایک حافظ قرآن جہر الصوت اسکو پورا کر سکتا تھا اس لئے قیاس نہیں ہو سکتا کہ امارت حج کا عظیم الشان کام انجام دینے کی قابلیت جس شخص میں تھی وہ ایک سورہ قرآن کے جابجا سنا دینے کے قابل نہیں۔ غرض اس سے نہ تو حضرت صدیق اکبر پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ اس سے حضرت علی المرتضیٰ کو آپ پر کوئی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ کتب حدیث و سیر سے ثابت ہے کہ اس موقعہ پر جناب امیر ایک امر میں حضرت ابوبکر کی اقتداء کرتے تھے

نماز ان کے پیچھے ادا کرتے تھے اور مناسک حج میں بھی ان کی متابعت فرماتے تھے۔ کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ جناب امیر نبواری ناقہ قطع مسافت کر کے بعجلت تمام حضرت ابوبکر کے پاس جا پہنچے تو آپ نے پوچھا اَمِیْرًا جِئْتَ اَمْ مَامُوْرًا (کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر۔ آپ نے جواب میں فرمایا رِجِئْتُ مَامُوْرًا) میں آپ کے ماتحت مامور ہو کر آیا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ امیر الحج کے ذمہ جو چند لاکھ نفوس کے سردار تھے اتنا بڑا کام تھا کہ ان سے اعمالتاً سودہ برات کا جا بجا ہر خیمہ میں جا کر سنانا مقصد تھا اس لئے اس کام کے لئے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا چنانچہ جناب امیر نے یہ کام بوجہ احسن پورا کیا اور حضرت ابوبکر نے اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دیا اور یوں حضور علیہ السلام کی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ ان ہر دو اصحاب میں سے کسی ایک کی بے قدری کی جائے۔

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو مسلمان سمجھنا چاہیئے یا اس کے برعکس؟

کیونکہ ایک مولوی نظام آباد میں مسمی فضل احمد کہتا ہے کہ وہ مسلمان نہ تھے اور نہ ہی ناجی ہیں۔ کیا اسکا یہ کہنا سچ ہے اور ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب دوا جر ملے گا۔

السائل خاکسار فضل الٰہی نقشبندی۔ قوم آہنگر۔ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

جواب :۔ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ناجی اور مسلمان تھے۔ اور ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و علمائے متاخرین رحمہم اللہ کے اقوال سے ثابت ہے۔ وہو ہذا :۔ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ پ۱۹ تفسیر درمنثور میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بایں طور حدیث شریف نقل فرماتے ہیں مَازَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَلَّبُ فِيْ اَصْلَابِ الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اصلاب انبیاء میں پھرتے چلے آئے حتی کہ آپ کو ان کی ماں نے جنا اور نسیم الریاض قاضی عیاض صفحہ ۱۶ سطر ۱۹ میں بایں طور حدیث مذکور ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنْ نَّبِيٍّ اِلٰى نَبِيٍّ حَتّٰى اَخْرَجْتُكَ نَبِيًّا یعنی میں تم کو ایک نبی سے دوسرے نبی کی جانب منتقل کہتا رہا۔ اور بخاری شریف میں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بُعِثْتُ رَسُوْلًا مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ یعنی میں بنی آدم کے بہترین طبقات سے مبعوث ہوا ہوں۔ قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا جس سے ہوا۔ اور مسلم شریف میں ہے کہ فرمایا آپ نے کہ خداوند کریم نے اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے

کنانہ کو چن لیا اور اس سے قوم قریش کو اور ان سے بنی ہاشم کو اور ان سے مجھکو اور ترمذی میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام قبیلوں سے اچھے قبیلہ سے پیدا کیا۔ پھر گھروں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے گھر میں ظاہر فرمایا۔ اور تفسیر لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کے ذیل میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نَسَبًا وَّصِهْرًا وَّحَسَبًا لَيْسَ فِيَّ اٰبَائِيْ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ سِفَاحٌ كُلُّنَا نِكَاحٌ یعنی میں نسب اور صہر اور حسب سب باتوں تم ہی میں کا ہوں۔ اور حضرت آدم سے لے کر اسوقت تک میرے باپ دادوں میں زنا نہیں ہے۔ سب کے سب نکاحی ہیں۔ اور کہا ابن کلبی نے کہ میں نے پانسو دادوں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قلم زد کیا۔ ان میں سے کسی پر عیب جاہلیت وزنا کا نہیں پایا۔ نقل از نسیم الریاض صفحہ ۱۶۔

اور حافظ ابو نعیم دلائل النبوۃ میں بسند متصل بایں طور حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرماتے ہیں لَمْ يَلْتَقِ اَبَوَايَ فِيْ سِفَاحٍ اَصَابَنِيْ اَللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَنْقُلُنِيْ مِنْ اَصْلَابٍ طَيِّبَةٍ اِلٰى اَرْحَامٍ طَاهِرَةٍ صَافِيًا مُّهَذَّبًا یعنی میرے والدین زنا میں نہیں ہوئے اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف صاف و مہذب نقل کرتا رہا۔ اور اس حدیث کی تائید میں خود قرآن مجید شاہد ہے وہو ہذا۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ پ۱۸ یعنی گندی عورتیں گندے مردوں کے واسطے ہیں۔ اور گندے مرد گندی عورتوں کے واسطے ہیں۔ الخ

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے۔ اما آبائے کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس ہمہ اینستان از آدم عبداللہ طاہر و مطہر اند از دنس کفر و رجس و شرک الخ۔

اور کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۸۰۶ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صاحب طبرانی نے یہ حدیث تحریر فرمائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ سے مکہ کی طرف دوبارہ تشریف لائے تو راستہ میں مقام ابواء میں جائے نزول والد کی تربت پر بیٹھ گئے۔ بعد ازاں بڑی خوشی سے تشریف لائے۔ اور میں نے بڑے ادب سے دریافت کیا تو فرمایا آپ نے سَاَلْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فَاَحْيَا لِيْ اُمِّيْ وَاٰمَنَتْ لِيْ ثُمَّ رَدَّهَا اور دوسری حدیث میں اَحْيَا اَبَوَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اٰمَنَا بِهٖ یعنی حضرت کے والدین زندہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ایمان لائے ساتھ آپ کے اس سے آپ کو نہایت خوشی پر خوشی ہوئی۔ اور بعض محدثین نے اس حدیث پر کلام کیا ہے لیکن علمائے محققین نے فیصلہ دیا ہے۔ اِنَّ اَبَوَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاجِيَانِ وَلَيْسَا فِي النَّارِ وَالْكَلَامُ فِيْ اٰيَاتِهِ الشَّرِيْفَةِ طَوِيْلٌ وَالسُّكُوْتُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اَحْوَطُ یعنی بیشک آپ کے والدین ناجی ہیں۔ دوزخی نہیں۔ اور اس میں بہت

گفتگو ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں سکوت کرنا بہتر ہے۔ اور در مختار میں ہے لَا یُفْتٰی بِتَکْفِیْرِ مُسْلِمٍ کَانَ فِیْ کُفْرِہٖ خِلَافٌ وَلَوْ رِوَایَۃً ضَعِیْفَۃً یعنی فتویٰ نہ دیا جائے تکفیر پر اوس مسلمان کے حق میں کہ جس کے کفر میں اختلاف ہو۔ اگرچہ دلیل اس کی اسلام کی ضعیف ہو۔ الخ

نقل از سرور المحزون ترجمہ قرۃ العیون صفحہ ۲۳ جلد اول از تصنیف شاہ ولی اللہ اور کتاب ما ثبت بالسنۃ وقرۃ العیون صفحہ ۲۷ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وصاحب عیون علامہ حافظ شمس الدین ومشقی بن ناصر الدین کا فیصلہ اس بارہ میں یوں ہے۔ شعر

حَیَّ اللّٰہُ النَّبِیَّ مَزِیْدَ فَضْلٍ	عَلٰی فَضْلٍ وَکَانَ بِہٖ رَءُوْفًا
فَاَحْیٰی اُمَّہٗ وَکَذَا اَبَاہُ	لِاِیْمَانٍ بِہٖ فَضْلًا لَطِیْفًا
فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِذَا قَدِیْرٌ	وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِہٖ ضَعِیْفًا

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بڑی بزرگی پر بزرگی بخشی اور اللہ ان پر بڑا مہربان ہے۔ پس ان کی ماں اور ایسے ہی ان کے باپ کو زندہ کیا اپنے فضل لطیف سے ان پر ایمان لانے کے واسطے پس مان اس بات کو کہ خدائے قدیم کی ذات قادر ہے اگرچہ اس حدیث میں کلام ہے۔

اور کتاب قرۃ العیون صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی قاضی ابوبکر بلخی سے سوال کرتا۔ کہ اگر کوئی شخص کہدے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین دوزخ میں ہیں تو اسکے بارے میں کیا حکم ہے۔ تو فرماتے وہ شخص ملعون ہے بحکم آیت شریف اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ الخ یعنی جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو۔ لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں۔ اور حدیث شریف میں ہے لَا تُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ۔ یعنی ایذا نہ دو تم زندوں کو ساتھ بدگوئی مُردوں کے۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء وامہات آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب مسلمان موحد اور آلودگی شرک وکفر وبدکاری سے پاک صاف رہے۔ کیونکہ مشرک کے حق میں الفاظ طاہر ومختار وغیرہ کبھی استعمال نہیں کئے جاتے۔ بلکہ اس کے حق میں نجس کا کلمہ استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن شریف اس پر شاہد ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ۔ سورہ توبہ۔ اور یہ بھی ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مطلق ایذا سبب لعنت کا ہوتا ہے۔

پس ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس اذیت سے اور کونسی اذیت زیادہ ہوگی جو آپ کے والدین کو بے دھڑک کافر اور مشرک اور دوزخی کہدے۔ اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقہ اکبر میں امام صاحب نے فرمایا ہے کہ مَاتَ عَلَی الْکُفْرِ

تو اسکا جواب صاحب عیون نے صفحہ ۱۳۱ میں یوں لکھا ہے فَقَدْ دُسُوْسٌ عَلَی الْاِمَامِ وَیَدُلُّ علیہ ان اَلنسخ المعتمدۃ مِنْہُ لَیْسَ فِیْھَا شَیْءٌ من ذٰلِکَ ۔ یعنی جو کہ فقہ اکبر میں ہے۔ کہ والدین آپ کے فوت ہوئے کفر پہ۔ بہتان داخل کیا ہے امام پہ اور دلالت کرتا ہے اس پر یہ کہ معتبر نسخوں میں فقہ اکبر کے اسکا کچھ نشان نہیں ہے۔ بلکہ یہ منقولہ ہے ابو حنیفہ بن یوسف بخاری کا نہ نعمان بن ثابت کوفی کا ایسا ہی کہا ہے ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ میں۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جاوے تو اسکے یہ معنے ہوں گے کہ مرے وہ کفر کے زمانہ میں نہ کہ کفر پہ۔ اور بعض علمائے دین نے کہا کہ ماتا کے قبل ماتا فیہ تھا۔ کسی طرح سے ساقط ہوگیا ہے۔ اصلی عبارت یہ تھی ۔ مَامَاتَا عَلَی الْکُفْرِ۔ چنانچہ ارشاد الغبی صفحہ ۵ امیں ہے۔ اور بعض علمائے دین کہتے ہیں کہ فقہ اکبر ماماتا صاحب کی تصنیف نہیں ہے۔ اور جو قائل ہیں اسکا جواب شاہ عبدالعزیز نے اپنے فتاویٰ میں دے دیا ہے۔ اور در مختار کا استدلال بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں سوادبی پائی جاتی ہے۔ اور جن حدیثوں سے کچھ عدم اسلام ظاہر ہوتا ہے وہ سب کی سب ضعیف اور متروک ہیں۔ قابل اعتقاد کے نہیں۔ غرضیکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو کافر و مشرک و ناری کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے اسلام و موحد ہونے پر بڑے بڑے علمائے دین کے فتویٰ موجود ہیں جن کے اسمائے مبارک یہاں پہ مختصراً درج کئے جاتے ہیں۔ وہو ہذا۔

امام ربانی ابن حجر عسقلانی۔ اور امام ہادی کبیر اور امام قرطبی اور خطیب بغدادی اور امام ابن عساکر اور علامہ اصلاح الدین صفدی اور حضرت شمس الدین دمشقی۔ اور حضرت محب الدین طبری اور حضرت ابن حجر مکی اور شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ وغیرہ اور جو شخص آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو مشرک اور ناری کہے اسکے پیچھے نماز ہرگز درست نہیں تاوقتیکہ وہ توبہ اور تعزیر اادا نہ کرے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

المجیب

خادم شریعت فقیر نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی اللہ عنہ از خلفائے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

سوال :۔ عبدالمطلب و ہاشم و عبدالمناف کا اصلی نام کیا تھا۔ اور ان کی وجہ تسمیہ کیا تھی؟ جواب دو اجر پاؤ گے۔

نوٹ :۔ حضرت شیخ کمال الدین شمسی علیہ الرحمۃ سے کسی شخص نے پوچھا کہ جو شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں کہے کہ وہ دوزخ میں ہیں اس کے لئے آپ کا کیا فیصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ملعون ہے۔ بحکم آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ اور کتاب اشعۃ اللمعات صفحہ ۶۹۵ جلد ۴ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو علامہ جلال الدین سیوطی پر کہ جس نے کئی رسالے اس بارے میں لکھے کہ حضور کے والدین مسلمان تھے۔ اور خوب رد کیا ملا علی قاری کے فتویٰ کا جس میں تکفیر والدین کا ذکر تھا۔ اور ملا علی قاری کی اس حرکت پر سخت افسوس ہے۔ ۱۲

خادم شریعت محمد نظام الدین عفا اللہ عنہ ملتانی۔ وزیر آباد۔

جواب :- عبدالمطلب کا نام شیبۃ الحمد اور شیبہ کہتے ہیں سر کے بالوں کی سفیدی کو۔ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے بال سفید تھے۔ اور سب سے پہلے کوہ حرا میں سال بسال ماہ رمضان میں جاکر گوشہ میں ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کو شیبۃ الحمد سے پکارا جاتا تھا۔ اور بڑے سخی و پرہیزگار تھے۔ سیرت نبویہ احمد زینی۔

اور ہاشم کا اصلی اسم مبارک عمرو ہے۔ اور ہشیم بمعنی خشک روٹی کے ریزہ ریزہ کرنے کے عربی زبان میں آتے ہیں اور اسکی وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ ملک عرب میں ایک سال نہایت درجہ کا قحط پڑا۔ تو انہوں نے ملک شام میں جاکر میدہ و خشک روٹیاں خریدیں۔ اور موسم حج میں گوشت کے شوربہ میں روٹیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ثرید بناکر لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے اور حاجیوں کی مہمانی کرتے۔ ان کی پیشانی میں نور محمدی اسقدر جھلک دیتا تھا کہ ان کو لوگ قمر البطحا بھی کہتے تھے۔ سیرت ابن ہشام۔

اور عبد مناف کا نام مغیرہ چنانچہ سید جعفر بن حسن برزنجی مدنی اپنی کتاب مولود صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں: فَاَقُوْلُ هُوَ سَيِّدُنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اسْمُهٗ شَيْبَةُ الْحَمْدِ بْنِ هَاشِمٍ وَاسْمُهٗ عَمْرٌو ابْنُ عَبْدِ مَنَافٍ وَاسْمُهُ الْمُغِيْرَةُ ابْنُ قُصَيٍّ وَاسْمُهٗ لَجْمَعُ الخ یعنی میں کہتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد بیٹے عبداللہ کے وہ بیٹے عبدالمطلب کہ نام ان کا شیبۃ الحمد ہے۔ اور عبدالمطلب بیٹے ہاشم کے کہ اسم ان کا عمرو ہے۔ اور ہاشم بیٹے عبدالمناف کے ان کا اسم مغیرہ ہے۔ وہ بیٹے قصی نام مبارک ان کا مجمع ہے۔ یہ سب قریشی ہیں۔ اور کعب کی وفات سے لے کر آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان فاصلہ پانچسو اٹھ سال کا ہوا ہے۔ اور کعب بیٹے لوی بیٹے غالب بن فہر اور قریش ان کو اس لیے کہتے ہیں کہ سمندر میں ایک حیوان ہوتا ہے۔ جو کہ تمام بحری جانوروں پر غالب رہتا ہے۔ اور کشتیوں کو الٹ دیتا ہے۔ فہر کی ہیبت اور قوت کی مشابہت سے ان کو قریش کہا گیا ہے۔ اور فہر بیٹے مالک سے ہیں ان کے درمیان اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان فاصلہ بارہ (۱۲) پشتوں کا ہے۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد نظام الدین عفا اللہ عنہ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قریشیان ہاشمی اولاد حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر قریشیان اولاد ابا و یار کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک کفو اور ایک ہی قبیلہ و کنبہ سے ہیں؟

لہ تفسیر مظہری صفحہ ۱۸ سورۃ توبہ زیر آیت ما کان للنبی الخ لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کے والدین اور چچا ابو طالب و عبدالمطلب یہ سب مومن و موحد تھے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ مشرک تھے وہ غلطی پر ہیں۔ قال تعالیٰ وجدک ضالا فھدیٰ کا ترجمہ ابن عباس نے گمنام کیا ہے اور آزر جو ابراہیم علیہ السلام کا والد تارخ بھی مسلمان تھا اور آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ فتفکروا والعلم عند اللہ ۱۲ (خادم شریعت)

یا نہیں؟ اور باہم اولاد امایین و دیگر قریشیان مذکورۃ الصدر وغیرہ کا ایک دوسرے فریق سے ناطہ داری و نکاح دختراں جائز ہے یا نہیں اور اصحاب اور ان کی اولاد امیوں میں داخل ہیں یا اہل قبیلہ اور سید شیعہ کا اہل سنت جماعت قریشی و سید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور پیشتر اسکے بزمان حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں درمیان اس قوم قریش کے ناطہ داری و نکاح باہم ایک دوسرے کے کیا دستور تھا۔ اور اب کیا ہے۔ اگر سب ایک کفو ہیں اور باہم ایک دوسرے کی دختر سے نکاح جائز ہے تو پھر پنجاب و ہندوستان میں کیا وجہ ہے کہ قریشیان ہاشمی و دیگر قریشیان کا باہم ناطہ نکاح بند ہے اور برا سمجھا جاتا ہے۔ آیا اس کے بند ہونے کی کوئی حدیث مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یا کوئی آیت فرقان حمید کی ہے۔ مفصل جواب اس مسئلہ کا آیات و احادیث صحیح کے ساتھ بحوالہ کتب تحریر فرما دیں۔ بینوا توجروا؟

سب کا خادم پیرزادہ نصرت حسین قریشی سائل از وزیر آباد ۱ ۲/۳

جواب ۵۔ بیشک علویہ عورت کا اگر باپ قریشی شخص صحیح النسب سے نکاح کر دے تو باتفاق آئمہ دین شرع متین کے جائز ہے کیونکہ جو علوی ہوتا ہے وہ قریش بھی ہوتا ہے۔ لہذا یہ سب ایک ہی قبیلہ گنا گیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ جلد (۲) صفحہ ۲۵ میں مذکور ہے۔ فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ وَالْاَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ بَطْنٌ بِبَطْنٍ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ قَبِيْلَةٌ بِقَبِيْلَةٍ اور اسکے تحت میں یوں لکھا ہے۔ یعنی فضیلت نیست میان آنہا از ہاشمی و نوفلی و عدوی وغیر آں۔ اور شرح وقایہ صفحہ ۹۵ میں لکھا ہے وَيُعْتَبَرُ الْكَفَاءَةُ فِي النِّكَاحِ نَسَبًا فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَيِ الْعَرَبِ الَّذِيْ لَمْ يَكُوْنُوْا مِنْ قُرَيْشٍ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ اِعْلَمْ اَنَّ كُلًّا مِنْ اَوْلَادِ نَضْرِ بْنِ كِنَانَةَ قُرَيْشٌ وَاَمَّا اَوْلَادُ مَنْ هُوَ فَوْقَ النَّضْرِ نَزَلَ اور برجندی جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ میں بایں طور مذکور ہے۔ فَقُرَيْشٌ كَقَوْلِ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ اَيِ اَنَا قُرَيْشِيٌّ مِنْ مَكَانِ وَلَدِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ وَمَنْ لَمْ مِنْ وَلَدِهٖ فَلَيْسَ بِقُرَيْشِيٍّ الخ اور فتاوی جامع الرموز و جامع الفرائد صفحہ ۱۲۳ میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق سے کر دیا وہو ہذا۔ وَتَزَوَّجَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ هٰذَا شَيْبِيٌّ بِنْتَ فَاطِمَةَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ عَدَوِيٌّ اور کتاب غایۃ الاوطار شرح

نوٹ ۱:۔ اگر کوئی عالم سید یا امی کسی کتاب فقہ معتبرہ سے یہ ثابت کر دے کہ علوی اور قریشی ایک نہیں تو خادم شریعت بڑی خوشی سے اپنی غلطی کو تسلیم کر کے اس کی تصحیح کرے گا۔ اور اطلاع کنندہ کا ممنون ہو گا۔ ہاں اگر لڑکی علویہ نے خود نکاح بلا اجازت ولی کسی سے کر لیا تو وہ ناجائز ہو گا۔ فقط۔

نوٹ ۲:۔ قریشی علوی کا نکاح غیر قریشی علوی سے خادم شریعت کی تحقیق میں درست نہیں۔ چنانچہ اسکی بحث اسی جا میں گذر چکی ہے۔

خادم شریعت محمد نظام الدین عفا اللہ عنہ ملتانی؛

درمختار جلد دوم صفحہ ۲۷ میں نیز بایں طور مسطور ہے فَقُرَیْشٌ بَعْضُهُمْ اَکْفَاءُ لِبَعْضٍ سو قریش آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں۔ قریشی ان کو کہتے ہیں جو اولاد نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارہویں پشت میں اور چاروں خلفائے راشدین قریشی ہیں۔ باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہیں۔ خواہ ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اور اسواسطے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق۔ سے نکاح کر دیا۔ حالانکہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہاشمی ہیں الخ اور ایسا ہی کتاب صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کی جلد اول کتاب الجہاد وصفحہ ۴۳۰ بر حاشیہ بحوالہ کرمانی کے لکھا ہے۔ اَمَّ کَلْثُوْمٍ بِضَمِّ الْکَافِ وَضَمِّ الْمُثَلَّثَةِ بِنْتِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلَدَتْ فِیْ حَيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَطَبَهَا عُمَرُ اِلٰی عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ اَنَا بَعَثْنَا اِلَيْكَ فَاِنْ رَضِيْتَهَا فَقَدْ تَزَوَّجْنَاهَا فَبَعَثَهُمَا اِلَيْهِ بِبُرْدٍ الخ اور فتاویٰ قاضی خاں جلد اول صفحہ ۱۶۰ وفتاویٰ برہنہ جلد دوم صفحہ ۵۴ معیار شرح کنز جلد اول صفحہ ۱۸۸ وخزانۃ المفتین وفتاویٰ نادر الجواہر ونور الہدایہ جلد دوم صفحہ ۱۷ وغیرہ کتب فقہ معتبرہ میں لکھا ہے کہ قریشی ایک دوسرے کی کفو ہیں۔ اور ان میں پھر اعتبار نقصان وفضل کا نہیں۔ پس اگر سید اور قریشی صحیح النسب ایک دوسرے کو نکاح کر دیں تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ تو سب ایک ہی قبیلہ اور کفو ہیں۔ اور علاوہ ان دلائل کتب اہلسنت وجماعت کے کتب شیعہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تھا۔ چنانچہ کتب شیعہ فروع کافی وتحیۃ الاخبار صفحہ ۳۶ اور کتاب حد تحقیق صفحہ ۸ میں لکھا ہے کہ شرف دامادی میں حضرت عثمان علی کے شریک ہیں۔ کیونکہ ان کو پیغمبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں کہ وہ دونوں خدیجۃ الکبریٰ کے پیٹ سے تھیں۔ اور ایسا ہی کتب شیعہ ایجاد الانوار کے ترجمہ قرآن السعدین وبحنات الخلود صفحہ ۲۲۴ ہے اور اس سے انکار کرنا اور اس بات کو برا جاننا محض جہالت اور نا سمجھی کی بات ہے۔ اور یہ بات اور ہے کہ وہ نکاح ایک دوسرے کو دیں یا نہ دیں۔ ان کی مرضی۔ باقی نکاح علویہ کا قریشی صحیح النسب سے درست ہے۔

سوال نمبر ۱ کا جواب:۔ اہلسنت وجماعت کی لڑکی کا نکاح سید شیعہ وغیرہ سے ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ اکثر اس زمانہ میں شیعہ لوگ اصحاب ثلاثہ کی خلافت سے انکار کرتے ہیں اور ان کو گالی دیتے ہیں۔ اور مائی عائشہ صدیقہ کے بارے میں برے الفاظ بولتے ہیں۔ اور کتب فقہ کو پوتھی کی مانند سمجھتے ہیں۔ اور قرآن مجید کو محرف سمجھتے ہیں اور مونچھیں بڑھانے کو حلال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب امور کفر ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ودر مختار وتبیین الحقائق وحاشیہ طحاوی جلد اول صفحہ ۲۲۴ وخزانۃ المفتین قلمی۔ کتاب الصلوٰۃ وذخیرا امام کروزی مطبوعہ مصر جلد ۳ وواقعات المفتیں مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳ وبرجندی شرح وقایہ جلد ۴ صفحہ ۲۱ وفتاویٰ ظہیریہ وبحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۳۱ ومجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول صفحہ ۱۰۵

فہرست جامع الفتاوی حصہ اوّل تا ہشتم

حصہ اول از فتاوی شیخ الاسلام شاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	حرف آغاز۔	۳
۲	مرد مرزائی ہوجائے تو منکوحہ اس کی زوجیت سے علیحدہ ہوجائے گی اور اولاد صغار اس کی ولایت سے نکل جائے گی۔	۵
۳	خلاصہ جوابات امرتسر۔	۵
۴	۱: جواب ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی صاحب	۵
۵	۲: جواب عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی صاحب	〃
۶	۳: جواب ابو الحسن غلام مصطفٰی صاحب	〃
۷	۴: جواب ابو محمد یوسف غلام محی الدین صاحب	〃
۸	۵: جواب احقر عباد اشد علی واعظ عبد الغنی صاحب	〃
۹	۶: تصدیق احقر العباد خدا بخش خیر الدین صاحب	۶
۱۰	۷: جواب ابو الوفاء ثناء اللہ مصنف تفسیر ثنائی امرتسری۔	〃
۱۱	۸: جواب ابو تراب محمد عبد الحق امرتسری بازار صالونیاں۔	〃
۱۲	۹: جواب صاحبزادہ صاحب ظہور الحسن قادری فاضلی۔	〃
۱۳	۱۰: جواب نور احمد صاحب۔	۶
۱۴	مراسلت حامی سنت جناب مولانا مولوی محمد عبد الغنی صاحب امرتسری باسم سامی حضرت عالم اہلسنت دام ظلہم العالی۔	〃
۱۵	فتوائے حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ عالم اہلسنت وجماعت مدظلہ العالی۔	۷
۱۶	مرزا قادیانی کے دس کفر۔	۷
۱۷	۱: میں احمد ہوں جو آیا مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے۔	۷
۱۸	۲: میں محدث ہوں اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔	۸
۱۹	۳: سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔	۸
۲۰	۴: خدائے تعالٰی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔	۸
۲۱	۵: صفحہ ۱۰ دافع البلاء پر عیسٰی علیہ السلام پر	۱۳

صفحہ ۱۰۰ میں بایں طور مذکور ہے۔ التقلید قبول قول الغیر بان یستبین من غیر معرفۃ دلیلہ فاما مع معرفۃ دلیلہ فلا یکون ازالۃ المجتہد لہ وقف معرفۃ الدلیل علی معرفۃ سلامتہ من المتعارض بناء علی وجوب البحث ویجب التقلید علی من لم یبلغ رتبۃ الاجتہاد المطلق عاصیا محضا او غیر عاص بقدر الحاجۃ۔ یعنی تقلید تسلیم کر لینا غیر کے قول کو اس طور پر کہ اسکے چاہنے کا اعتقاد کرنا بلا دلیل پہچانے کے لیکن ساتھ دلیل کے اس مسئلہ کو پہچانتا سوائے مجتہد کے کسی اور کو حاصل نہیں کیونکہ دلیل کا معلوم کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ دلیل کسی متعارض سے سالم ہو اور بنا اسکی وجوب بحث متعارض پر ہے۔ اور جو شخص درجہ اجتہاد کو مطلق نہیں پہنچا اس پر تقلید واجب ہے۔ (محض جاہل ہو یا مبتدی وغیرہ) اور شرح مسلم الثبوت صفحہ ۶۲۴ بایں طور تقلید کے معنے لکھے ہیں۔ التقلید العمل بقول الغیر حجۃ متعلق بالعمل والمراد بالحجۃ ما یحتج بہ من الادلۃ الاربعۃ والا فقول المجتہد دلیلہ وحجتہ کما ان اخذ العامی من المجتہد واخذ المجتہد عن مثلہ فالرجوع الی النبی علیہ وآلہ واصحابہ والصلوٰۃ والسلام او الی الاجماع لیس منہ۔ اور اسکے یہ معنے علمائے دین نے اسطرح پر کئے ہیں۔ یعنی تقلید کہتے ہیں عمل کرنا غیر کے قول پر (اور غیر سے مقصود مجتہد ہے) بغیر دلیل کے (یعنی بغیر وقوف کے دلیل پر) اور من غیر حجۃ متعلق عمل سے ہے۔ یعنی عمل اس قول پر بے معرفت دلیل ہو) اور حجت سے مقصود کوئی ادلہ اربعہ سے ہے۔ ورنہ مجتہد کا قول مقلد کے لئے دلیل و حجت ہے۔ جیسے پوچھ لینا عامی کا (یعنی غیر مجتہد کا) مجتہد سے اور مجتہد کا اپنے جیسے سے رجوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا اجماع کی طرف تقلید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو رجوع کی طرف دلیل کے ساتھ ہے جیسے ان ہر دو عبارات سے عیان معلوم ہوا کہ اتباع مجتہد کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ اور مجتہد سے دلیل طلب کرنی کچھ ضروری نہیں۔ اور مجتہد سے غیر مجتہد کو سوال کرنے کا حکم بنص قطعی ثابت ہوا ہے۔ وہو ہذا۔ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اہل ذکر سے مراد مجتہدین ہیں۔ اور مجتہد کو ضروری ہے کہ اپنے مقلد پر اس مسئلہ کی دلیل ظاہر کرے۔ اور مقلد کو یقین ہے کہ یہ مجتہد جسکی میں پیروی کر رہا ہوں اسکا ماخذ ادلہ اربعہ سے ہی ہے۔ اور جو کچھ اسنے نکالا ہے شرع سے نکالا ہے۔ اسلئے مقلد کا عمل بھی بلا دلیل نہ ہوا اور اسکے علاوہ شرح مسلم الثبوت مطبوعہ نولکشور صفحہ ۶۳۶ میں لکھا ہے کہ غیر مجتہد کو اگرچہ عالم ہو ضروری تقلید کرنی چاہیئے وہو ہذا۔ غیر المجتہد المطلق ولو کان عالما یلزمہ تقلید المجتہد یعنی غیر مجتہد مطلق اگرچہ عالم ہو اسکو بھی کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔ اور شرح عین العلم صفحہ ۲۳۰ میں مقلد کو بایں طور حکم فرماتے ہیں۔ فلو التزم احد مذہبا کابی حنیفۃ او الشافعی رحمہما اللہ یقلد غیرہ فی مسئلۃ من المسائل الخ یعنی اگر التزام کر لیا کسی آدمی نے ایک مذہب کو امام ابو حنیفہ کا ہو یا شافعی کا ہو پس لازم ہے اسکو ہمیشہ اسی مذہب پر رہنا نہ تقلید کرنی اور مجتہد کی الخ اور باقی ان شاء اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ غیر مقلد اور تسری کے رسالے میں جو رد تقلید ہے اسکے جواب میں مفصل بحث کی جاوے گی فقط المجیب فقیر محمد نظام الدین اعانی عفا اللہ عنہ عظیم آبادی (جامع الفتاوی تمام شد)

؎ هذا هو الحق الذی لا محیص عنه ؎ المجیب مصیب لا شك فیه

فقیر عبدالرحمن امام مسجد ایبٹ آباد فقیر میر عالم ساکن میر ضلع ہزارہ

؎ فی صحة هذا الجواب اتفاق فلیس لاحد فیه شقاق ؎ هذا الجواب عین الصواب مطابق

للسنة والکتاب

محمد یار خطیب و مفتی مسجد طلائی لاہور قاضی محمد عبدالقیوم عفی عنه

؎ ذلك حکم ذلك ؎ مقیم ڈلہٹہ بقلمہ

عبدالحافظ خدا بخش فرخپوری بقلمہ ؎ خاکسار محمد اسمٰعیل موضع ڈھیری

؎ الجواب صحیح ؎ میر عالم ضلع ہزارہ

فقیر محمد عبدالسلام عفی عنه سکنہ ریوری۔ ؎ المجیب مصیب

؎ محمد عالم امام گمٹی بازار لاہور فضل حق از قاضیاں۔

الجواب صحیح کما فی الشامی فی اسباب الکفر ولو تزوجت هاشمی قریشان غیر هاشمی لم یرد عقده وان تزوجت عربیا غیر قریشی لهم رده کتزوج فی العربیه عجمیا ؎

سوال :- تقلید کے کیا معنے ؟ کیونکہ مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری ہمیشہ ہر ایک دیان مناظرہ میں جہاں کہیں تقلید کی بابت بحث ہوتی ہے پہلے یہی سوال مناظر غیر مقلد کر دیتا ہے۔ لہذا عرض ہے کہ اس کے صحیح معنی بیان کریں۔

السائل قطب الدین

جواب :- تقلید بمعنی اتباع یعنی ایسے شخص کا پیرو ہونا۔ کہ جسکو قوت اجتہاد و استنباط کی ہو۔ اور اسکے اتقاء و پرہیزگاری پر پورا پورا اعتماد ہو۔ پس ایسے شخص کے قول کو بلا دلیل مان لینے کا نام تقلید ہے۔ چنانچہ کتاب عقد الفرید و استبصار الحق

ملہ :- شرح مختصر منار حسامی مع نامی حاشیہ باب متابعة اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ میں نیز با ینظور لکھا ہے۔ کہ تقلید بمعنی اتباع کے ہیں وہو ہذا التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعہ یقول او فی فعلہ علی زعم انه محقق بلا نظر فی الدلیل۔ اور ایسی تقلید سے انکار کرنے والا قابل قتل ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں سے صاف ظاہر ہوتا ہے من قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اتاکم وامر کم جمیع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جمعتکم فاقتلوہ رواہ مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۸۔ اور کتاب صراط مستقیم تالیف اسمٰعیل پیشوا غیر مقلدین صفحہ ۷۸ میں لکھا ہے کہ در اعمال اتباع مذہب اربعہ کے رائج اور تمام اہل اسلام امت بہتر و خوب امت ۲

خادم شریعت عفا عنه

عقود الدرایہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۹۲ و ۹۳ وغیرہ کتب فقہ میں بایں طور مذکور ہے۔ اَلرَّافِضِیُّ اِذَا کَانَ یَسُبُّ الشَّیْخَیْنِ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ فَھُوَ کَافِرٌ اِتِّفَاقًا وَلَوْ قَذَفَ عَائِشَۃَ بِالزِّنَا فَقَدْ کَفَرَ اِتِّفَاقًا وَمَنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ فَھُوَ کَافِرٌ اِتِّفَاقًا وَکَذٰلِکَ مَنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ عُمَرَ فِیْ اَصَحِّ الْاَقْوَالِ ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ خَارِجُوْنَ عَنْ مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ اَحْکَامُھُمْ اَحْکَامُ الْمُرْتَدِّیْنَ الخ پس اہلسنت وجماعت کو چاہیئے کہ ان کے ساتھ مواکلت ومشاربت وموانست ہرگز نہ کریں اور نہ ہی ان کو رشتہ دیں کیونکہ ایسے لوگ شرعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ (رواہ الترمذی) اور غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں بایں طور حدیث مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّھُمْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں وَسَیَاْتِیْ قَوْمٌ یَسُبُّوْنَھُمْ وَیَنْقُصُوْنَھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْھُمْ الخ

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ ایسے رافضیوں تبرائیوں کو ہرگز نکاح دینا اہلسنت وجماعت کو جائز نہیں۔ کیونکہ ان کا کفر یقیناً اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ اور ان کے ساتھ نکاح کر دینا حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہِ وَاَنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ فقط

فقیر محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری از خلفاء سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

الجواب صحیح

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ

۷ خاکسار قمر الدین عفی عنہ امام مسجد جامع وزیر آباد

۷ الجواب صحیح ثابت بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ حررہٗ فقیر جان محمد سکنہ قادر پوراں ضلع ملتان

لَا شَکَّ فِیْہِ

۷ احقر العباد امیر الدین از کلاسکے تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۷ الجواب حق فقیر تاج الدین کالوی علاقہ قادر آباد گجرات پنجاب خلف عبد الکریم ولد فیض اللہ مرحوم

۷ غلام محی الدین سکنہ کوٹ ہسرت خاں خلف مولوی غلام محمد مرحوم بموجب کتب فقہ نکاح قریشی کا آپس میں درست ہے۔ اور جائز ہے۔ جو عبارات مجبت سے ظاہر ہے اور نکاح سنی اور شیعہ کا بوجہ کفر شیعہ جائز نہیں اور شیعہ کا کفر ان کے سب سے ظاہر ہے۔

سید احمد علی پروفیسر اسلامیہ کالج وخطیب مسجد شاہی لاہور

۷ خورشید احمد سکنہ کمال پور چک نمبر ۱۲۳

۷ صمصام خوشنویس ضلع لائلپور۔

۷ الجواب صحیح

خادم العلماء سید محمد نور شاہ سکنہ چک بانگا حال سانگلہ ہل

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۱۰	قُبّہ بر قبر و گل افشانی و بوسہ غلاف وغیرہ۔	۱۸۵
۱۱۱	نذر بزرگان و وسیلہ گرفتن و حاضر داشتن و یا رسول اللہ گفتن۔	۱۸۹
۱۱۲	مرغی پیر و تفسیر مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ و ثبوت میلاد و فاتحہ بر طعام و گیارہویں وغیرہ۔	۱۹۸
۱۱۳	بوسیدن ناخنہا بوقتِ شنیدن انّ محمداً رسول اللہ وغیرہ۔	۲۰۲
۱۱۴	بحث رفع سبابہ در تشہد۔	۲۰۳
۱۱۵	ثبوت علم باطنی و بست رکعت تراویح۔	۲۰۴
۱۱۶	تصور شیخ۔ سنتہائے فجر و وتر سہ رکعت۔	۲۰۵
۱۱۷	شرائط جمعہ از قرآن و حدیث۔	۲۰۷
۱۱۸	احتیاط الظہر از صحابہ کرام بروز جمعہ۔	۲۱۱
۱۱۹	فاتحہ خلف امام و آمین بالجہر و رفع یدین و دست بر سینہ بستن۔	۲۱۴
۱۲۰	بحث حدیث بیر بضاعہ و فلتین وغیرہ۔	۲۱۷
۱۲۱	بحث شیعہ۔	۲۱۹
۱۲۲	فیصلہ باغ فدک۔	۲۲۱
۱۲۳	اصحاب ثلاثہ کا با ایمان ہو کر داخل خُلد ہونا۔	۲۲۲
۱۲۴	ثبوت از کتب شیعہ چہار دختر حضور علیہ السلام وسہ پسر۔	۲۲۳
۱۲۵	غیر مقلدوں کے خیالات کی تردید۔	۲۲۳
۱۲۶	مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد۔	۲۲۷
۱۲۷	غیر مقلدوں سے خیر خواہی۔ یعنی مکہ شریف کی چیل میں مولوی نذیر حسین غیر مقلد کی توبہ۔	۲۲۷

حصّہ پنجم از فتاویٰ مناظر اسلام علّامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۲۸	فیصلے و احکام کتاب اللہ میں کتنے ہیں اور اجتہادیہ کتنے۔ ظاہر الروایت و نادر واقعات کس کو کہتے ہیں۔ فقہ و قرآن و حدیث میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں۔	۲۲۸
۱۲۹	اصول اسلام کتنے ہیں۔ ثبوت قیاس اور مذمت منکر قیاس۔	۲۲۸
۱۳۰	امام اعظم کے رتبہ سے امام بخاری کے رتبہ کی کمی کی وجوہات۔	۲۳۱
۱۳۱	رد طعن فرقہ وہابیہ کہ امام صاحب کم علم مرجیہ اور ضعیف تھے۔	۲۳۲
۱۳۲	بخاری و مسلم میں بہت حدیثیں ضعیف اور مخالف کتاب اللہ و وجہ تسمیہ صحاح ستہ۔	۲۳۶
۱۳۳	چار مذہب کس لئے ہوئے اور اس کا ثبوت حدیثوں سے۔	۲۳۷
۱۳۴	محدث کس کو کہتے ہیں۔ اس کو کس قدر علم ہونا چاہیئے۔ کیا ہمارے زمانہ میں کوئی محدث ہے۔	۲۳۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۶	وہابی کس کو کہتے ہیں اور سنی کس کو کہتے ہیں۔	۱۲۵
۷۷	فتویٰ در بارے تکلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم۔	۱۲۷
۷۸	وہابی کی امامت۔	۱۲۹
۷۹	امام کا حد شرع سے ڈاڑھی کم رکھنا۔ سود خور کے گھر کا کھانا کھانا اور مسجد میں نماز جنازہ کیسی ہے۔	۱۳۱
۸۰	تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں۔	۱۳۲
۸۱	نماز جمعہ۔	۱۳۳
۸۲	نماز جمعہ جامع مسجد کے علاوہ کیسی ہے۔	۱۳۹
۸۳	جنت میں چند جانور بھی جائیں گے۔	۱۴۳
۸۴	مجموعہ مسائل متعلقات ختم قرآن و رمضان و عید۔	۱۴۴
۸۵	ختم قرآن پاک اور خوشی اور اس کے لئے احباب کا اجتماع۔	۱۴۶
۸۶	تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر۔	۱۴۸
۸۷	سورہ اخلاص تین بار پڑھنا۔	۱۴۸
۸۸	بعد ختم سورۃ بقرہ تا مفلحون پڑھنا۔	۱۴۹
۸۹	دعا بعد ختم قرآن۔	۱۴۹
۹۰	پنج آیت پڑھنا اور دم کرانا۔	۱۵۰
۹۱	تقسیم شیرینی۔	۱۵۲
۹۲	خطبۃ الوداع۔	۱۵۳
۹۳	عید کی سیویاں۔	۱۵۵
۹۴	مصافحہ و معانقہ۔	۱۵۶
۹۶	عرس کا حکم۔	۱۶۱

حصہ چہارم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۹۷	سبب تالیف کتاب و تعریف موحد۔	۱۶۵
۹۸	بحث لفظ حنفی و وجہ تسمیہ ابو حنیفہ۔	۱۶۶
۹۹	معنی بدعت و اقسام بدعت و شرک۔	۱۶۷
۱۰۰	اہل قبلہ کونسا گروہ ہے و اقسام مبتدع اور وہ کام جن کے کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے	۱۶۹
۱۰۱	ناجی فرقہ کون ہے؟	۱۷۱
۱۰۲	تقلید شخصی صحابہ کرام سے چلی آئی ہے۔	۱۷۱
۱۰۳	عقائد غیر مقلدین و مرزائی و شیعہ و نیچری۔	۱۷۳
۱۰۴	ثبوت اسقاط از قرآن و حدیث۔	۱۷۴
۱۰۵	اسقاط میت دفن کرنے سے پہلے کی جاوے یا بعد۔	۱۷۷
۱۰۶	وجہ تسمیہ اسقاط۔	۱۷۷
۱۰۷	طریقہ اسقاط و مستحق مال ثبوت از کتب غیر مقلداں۔	۱۸۰
۱۰۸	قدم میت و دعا برائے نماز جنازہ و تحریر کفنی وغیرہ۔	۱۸۲
۱۰۹	تلقین میت و فاتحہ خوانی و نہادن چراغ بر قبر و نان دادن و قرآن خواندن۔	۱۸۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	بہیمی ، شیطانی۔	
۵۰	تنبیہ پنجم۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے تشریف لانا اور دجال کو قتل کرنا اور قرب قیامت کے عجیب وغریب حالات مثلاً شیر اور گائے کا اکٹھے چرنا اور بکری اور بھیڑیئے کا اکٹھا چرنا اور بچوں کے ہاتھ میں سانپ پکڑ کر کھیلنا وغیرہ۔	۵۲

حصہ سوم از فتاوی صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

۵۱	مستورات اور پردہ۔	۵۵
۵۲	۱:۔ آپ کا تمام انبیاء کے لئے نبی ہونا۔ ۲:۔ درود ابراہیمی کا مفہوم ۳:۔ نبی ورسول میں فرق اور تعریف ۴:۔ آپ کی امت کو دیگر امتوں پر فضیلت۔	۶۲
۵۳	مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم	۶۵
۵۴	وہابیہ کے مقتدا ابن تیمیہ کا حال۔	۷۳
۵۵	المعجزۃ العظمیٰ المحمدیہ۔	۷۶
۵۶	توہین علماء کا حکم۔	۸۰
۵۷	تعظیم وسیادت میں فرق۔	۸۲
۵۸	مسئلہ علم غیب۔	۸۶
۵۹	قرآن عظیم میں قسمیں یاد فرمانے میں حکمت اور	۸۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۰	وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے متعلق فتویٰ۔	
۶۰	سنیوں کی مساجد میں غیر مقلد وہابی وغیرہ کے نماز پڑھنے کے متعلق فتویٰ۔	۹۲
۶۱	قادیانیوں اور بہائی کے ساتھ سنیہ کے نکاح کا حکم۔	۹۵
۶۲	فتویٰ ایصال ثواب بحکم زوجہ متوفیہ خط میں اردو خط میں سنت۔	۹۸
۶۳	فتویٰ گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں۔	۱۰۰
۶۴	تثویب۔	۱۰۱
۶۵	مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کا حکم۔	۱۰۲
۶۶	وہابیہ کی عیاریاں اور التلبیسات کا افشاء راز۔	۱۰۵
۶۷	علماء حرمین کی تصدیق کا حال۔	۱۱۲
۶۸	ایک اور بڑا مکر۔	۱۱۳
۶۹	علماء مدینہ کی تصدیقات کا حال۔	۱۱۳
۷۰	مولانا شیخ احمد بن امیر شنقیطی کی تحریر۔	۱۱۴
۷۱	فتویٰ متعلق فاتحہ سوئم وچہلم وغیرہ۔	۱۱۴
۷۲	نماز صبح کے بعد قضاء عمری پڑھنے کا حکم۔	۱۱۷
۷۳	فرض نماز کے بعد کلمہ تمجید یا درود شریف پڑھنا آواز سے پڑھنے کا حکم۔	۱۱۸
۷۴	علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہابیہ کا شبہ اور اسکا جواب۔	۱۲۰
۷۵	دہریہ کا سوال اور اسکا جواب۔	۱۲۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	برتری کا اظہار۔	
۲۲	۶:۔ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔اوس سے بہتر غلام احمد ہے۔	۱۳
۲۳	۷:۔میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔	〃
۲۴	۸:۔اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔	〃
۲۵	۹:۔عیسیٰ علیہ السلام کو مسمریزم کا عمل کرنے والا کہا۔	۱۴
۲۶	۱۰:۔ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔	۱۵

حصہ دوم از فتاویٰ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷	عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کی نہایت نایاب اور محققانہ بحث اور امام مہدی کا آنا اور دجال کا ظہور وہلاکت وغیرہ۔	۲۰
۲۸	مقدمہ اولیٰ جاہلوں پر علماء کی تقلید اور علماء پر رسول پاک کی اور رسول پاک پر قرآن پاک کی تقلید واجب ہے۔	۲۰
۲۹	مقدمہ ثانیہ دلائل چار قسم کے ہوتے ہیں ایک جنکا منکر کافر بعض کا منکر گمراہ بعض کا منکر آثم بعض کا منکر خاطی۔	۲۲
۳۰	مقدمہ ثالثہ مدعی پر اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے ثبوت کا ہونا ضروری ہے۔	۲۴
۳۱	جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اُس دعوے کے متعلق بحث کرنی چاہیئے۔اسکا دعویٰ کے علاوہ بحث کرنا مکاری ہے۔	۲۴
۳۲	کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اوس کی تشریف کو محال نہیں کرسکتا۔	۲۴
	تنبیہ اول میں تین مسئلے ہیں۔	
۳۳	مسئلہ اول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ ان کو سولی دی گئی۔	۲۶
۳۵	مسئلہ ثانیہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا اور اسکے دلائل میں تینتالیس ۴۳ حدیثیں اور قرآن پاک کے دلائل۔	۲۶
۳۶	مسئلہ ثالثہ سیدنا روح اللہ کی حیات پر دلائل۔	۳۹
۳۷	تنبیہ دوم میں (۱) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر افتراء (۳) امام بخاری پر افتراء۔	
۳۸	تنبیہ سوم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا امتی بن کر آنا مرتبہ نبوت سے معزولی نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نبی الانبیاء ہیں۔	۴۸
۳۹	تنبیہ چہارم انسان میں تین صفاتیں ہیں۔ملکی	۴۹

فہرست جامع الفتاویٰ حصہ اوّل تا ہشتم

حصہ اول از فتاویٰ شیخ الاسلام شاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	حرف آغاز۔	۳
۲	مرد مرزائی ہوجائے تو منکوحہ اس کی زوجیت سے علیحدہ ہوجائے گی اور اولاد صغار اس کی ولایت سے نکل جائے گی۔	۵
۳	خلاصہ جوابات امرتسر۔	۵
۴	۱:۔جواب ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی صاحب	۵
۵	۲:۔جواب عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی صاحب	۶
۶	۳:۔جواب ابوالحسن غلام مصطفیٰ صاحب	″
۷	۴:۔جواب ابو محمد یوسف غلام محی الدین صاحب	″
۸	۵:۔جواب احقر عباد اشد علی واعظ عبدالغنی صاحب	۶
۹	۶:۔تصدیق احقر العباد خدا بخش خیرالدین صاحب	۶
۱۰	۷:۔جواب ابوالوفاء ثناء اللہ مصنف تفسیر ثنائی امرتسری۔	″
۱۱	۸:۔جواب ابوتراب محمد عبدالحق امرتسری بازار صالوٹیاں۔	″
۱۲	۹:۔جواب صاحبزادہ صاحب ظہور الحسن قادری فاضلی۔	″
۱۳	۱۰:۔جواب نور احمد صاحب۔	۶
۱۴	مراسلت حامی سنت جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی صاحب امرتسری باسم سامی حضرت عالم اہلسنت دام ظلہم العالی۔	″
۱۵	فتوائے حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ عالم اہلسنت وجماعت مدظلہ العالی۔	۷
۱۶	مرزا قادیانی کے دس کفر۔	۷
۱۷	۱:۔میں احمد ہوں جو آیا عبشر ابرسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے۔	۷
۱۸	۲:۔میں محدث ہوں اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔	۸
۱۹	۳:۔سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔	۸
۲۰	۴:۔خدائے تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔	۸
۲۱	۵:۔صفحہ ۱۰ دافع البلاء پر عیسیٰ علیہ السلام پر	۱۳

صفحہ ۱۰۰ میں بایں طور مذکور ہے۔ التقلید قبول قول الغیر بان یعتقد من غیر معرفۃ دلیلہ قاما مع معرفۃ دلیلہ فلا یکون الا المجتہد لتوقف معرفۃ الدلیل علی معرفۃ سلامتہ من المتعارض بناءً علی وجوب البحث ویجب التقلید علی من لم یبلغ رتبۃ الاجتہاد المطلق عامیا محضا او غیرہ بقدر الحاجۃ یعنی تقلید تسلیم کر لینا غیر کے قول کو اس طور پر کہ اسکے چاہنے کا اعتقاد کرنا بلا دلیل پہچاننے کے یقین ساتھ دلیل کے اس مسئلہ کو پہچاننا سوائے مجتہد کے کسی اور کو حاصل نہیں کیونکہ دلیل کا معلوم کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ دلیل کسی متعارض سے سالم ہو اور پتا اسکی وجوب بحث متعارض پر ہے۔ اور جو شخص درجہ اجتہاد کو مطلق نہیں پہنچا اس پر تقلید واجب ہے۔ (محض جاہل ہو یا مبتدی وغیرہ) اور شرح مسلم الثبوت صفحہ ۶۲۴ بایں طور تقلید کے معنے لکھے ہیں۔ التقلید العمل بقول الغیر حجۃ من غیر حجۃ منضم بالعمل والمراد بالحجۃ حجۃ من الحجج الاربع والا فقول المجتہد دلیلہ وحجتہ کما خذ العامی من المجتہد واخذ المجتہد عن مثلہ فالرجوع الی النبی علیہ وآلہ واصحابہ والصلوٰۃ والسلام او الی الاجماع لیس منہ اور اسکے معنے علمائے دین نے اسطرح پر کئے ہیں۔ یعنی تقلید کہتے ہیں عمل کرنا غیر کے قول پر (اور غیر سے مقصود مجتہد ہے) بغیر دلیل کے۔ (یعنی بغیر وقوف کے دلیل پر) اور دلیل غیر حجت متعلق عمل سے ہے۔ یعنی عمل اس قول پر بے معرفت دلیل ہو) اور حجت سے مقصود کوئی ادلہ اربعہ سے ہے۔ ورنہ مجتہد کا قول مقلد کے لئے دلیل و حجت ہے۔ جیسے پوچھ لینا عامی کا (یعنی غیر مجتہد کا) مجتہد سے اور مجتہد کا اپنے جیسے سے رجوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا اجماع کی طرف تقلید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو رجوع کی طرف دلیل کے ہے پس ان مردود عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ اتباع مجتہد کرنے کے تقلید کہتے ہیں۔ اور مجتہد سے دلیل طلب کرنی کچھ ضروری نہیں۔ اور مجتہد سے غیر مجتہد کا سوال کرنے کا حکم بنص قطعی ثابت ہوا ہے۔ وہو ہذا۔ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور مجتہد سے مراد مجتہد ہیں۔ اور مجتہد کو ضروری ہے کہ اپنے مقلد پر اس مسئلہ کی دلیل ظاہر کرے۔ اور مقلد کو یقین ہے کہ یہ مجتہد جسکی میں پیروی کر رہا ہوں اسکا ماخذ ادلہ اربعہ سے ہی ہے۔ اور جو کچھ اسنے نکالا ہے شرع سے نکالا ہے۔ اسلئے مقلد کا عمل بھی بلا دلیل نہ ہوا اور اسکے علاوہ شرح مسلم الثبوت مطبوعہ نولکشور صفحہ ۴۳۶ میں لکھا ہے کہ غیر مجتہد کو اگرچہ عالم ہو ضروری تقلید کرنی چاہیئے وہو ہذا۔ غیر المجتہد المطلق ۲۳۷ ولو کان عالما یلزمہ تقلید المجتہد یعنی غیر مجتہد مطلق اگرچہ عالم ہو اسکو بھی کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔ اور شرح عین العلم صفحہ ۱۳۱ میں مقلد کو بایں طور حکم فرماتے ہیں فلو التزم احد مذہبا کابی حنیفۃ او الشافعی رحمہما اللہ لقلد غیرہ فی مسئلۃ من المسائل الخ یعنی اگر لازم کر لیا کسی آدمی نے ایک مذہب کو امام ابو حنیفہ کا ہو یا شافعی کا ہو پس لازم ہے اسکو ہمیشہ اسی مذہب پر چلے رہنا نہ تقلید کرے کسی اور مجتہد کی الخ اور باقی ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ غیر مقلد اہلحدیث کے رسالے میں جو رد تقلید ہے اسکے جواب میں مفصل بحث کی جاوے گی فقط۔ المجیب فقیر محمد نظام الدین ملتانی عفا اللہ عنہ وزیر آبادی (جامع الفتاوی حصہ ہشتم)

؎ هذا هو الحق الذی لا محیص عنه ؎ المجیب مصیب لا شک فیه

فقیر عبدالرحمٰن امام مسجد ایبٹ آباد فقیر میر عالم ساکن میر ضلع ہزارہ

؎ فی صحة هذا الجواب اتفاق فلیس لاحد فیه شقاق هذا الجواب عین الصواب مطابق

محمد یار خطیب و مفتی مسجد طلائی لاہور سنت والکتاب

؎ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ قاضی محمد عبدالقیوم عفی عنه

عبدالحافظ خدا بخش فرخپوری بقلمه مقیم ڈلیٹہ بقلمه

؎ الجواب صحیح ؎ خاکسار محمد اسمٰعیل موضع ڈھیری

؎ فقیر عبدالسلام عفی عنه سکنه رپوری۔ ؎ میر عالم ضلع ہزارہ

؎ محمد عالم امام گمٹی بازار لاہور ؎ المجیب مصیب

الجواب صحیح کما فی الشامی فی اسباب الکفو ولو تزوجت هاشمی قریشان غیرها هاشمی لها یرد عقده وان تزوجت عربیا غیر قریشی لهم رده کتزوج فی العربیه عجمیا ؎ فصل حق از قاضیان۔

سوال :- تقلید کے کیا معنے؟ کیونکہ مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری ہمیشہ ہر ایک میدان مناظرہ میں جہاں کہیں تقلید کی بابت بحث ہوتی ہے پہلے یہی سوال مناظر غیر مقلد کر دیتا ہے۔ لہذا عرض ہے کہ اس کے ضرور معنی بیان کریں۔

السائل قطب الدین

جواب :- تقلید بمعنی اتباع یعنی ایسے شخص کا پیرو ہونا۔ کہ جسکو قوت اجتہاد و استنباط کی ہو۔ اور اسکے اقتاء و دیانتکاری پر پورا پورا اعتماد ہو۔ پس ایسے شخص کے قول کو بلا دلیل مان لینے کا نام تقلید ہے۔ چنانچہ کتاب عقد الفرید و استصحاب

؎ شرح مختصر منار حسامی مع نامی حاشیہ باب متابعة اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ میں نیز بایں طور لکھا ہے کہ تقلید بمعنی اتباع کے ہیں وہو هذا التقلید اتباع الرجل غیره فیما سمعه یقول او فی فعله علی زعم انه محقق بلا نظر فی الدلیل۔ اور ایسی تقلید سے انکار کرنے والا قابل قتل ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں سے صاف ظاہر ہوتا ہے من قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جمعتکم فاقتلوه رواه مسلم جلد ۲ صفحه ۱۲۸۔ اور کتاب صراط مستقیم تالیف اسمٰعیل پیشوا غیر مقلدین صفحه ۷۸ میں لکھا ہے کہ درا عمال اتباع مذہب اربعہ کے رائج اور تمام اہل اسلام امت بہتر و خوب است۔ خادم شریعت عفا عنه

عقود الدریہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۹۲ و ۹۳ وغیرہ کتب فقہ میں بایں طور مذکور ہے۔ اَلرَّافِضِیُّ اِذَا کَانَ یَسُبُّ الشَّیْخَیْنِ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ فَھُوَ کَافِرٌ اِنْتَھٰی وَلَوْ قَذَفَ عَائِشَۃَ بِالزِّنَا فَقَدْ کَفَرَ اِنْتَھٰی وَمَنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ فَھُوَ کَافِرٌ اِنْتَھٰی وَکَذٰلِکَ مَنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ عُمَرَ فِیْ اَصَحِّ الْاَقْوَالِ ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ خَارِجُوْنَ عَنْ مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ اَحْکَامُھُمْ اَحْکَامُ الْمُرْتَدِّیْنَ الخ پس اہلسنت وجماعت کو چاہیئے کہ ان کے ساتھ مواکلت ومشاربت وموانست ہرگز نہ کریں ساتھ نہ ہی ان کو رشتہ دیں کیونکہ ایسے لوگ شرعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ (رواہ الترمذی) اور غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں بایں طور حدیث مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّھُمْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں وَسَیَاْتِیْ قَوْمٌ یَسُبُّوْنَھُمْ وَیَنْقُصُوْنَھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْھُمْ الخ

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ ایسے رافضیوں تبرائیوں کو ہرگز نکاح دینا اہلسنت وجماعت کو جائز نہیں۔ کیونکہ ان کا کفر یقیناً اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ اور ان کے ساتھ نکاح کر دینا حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہِ وَاَنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ فقط

فقیر محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری از خلفاء سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

الجواب صحیح

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ

۷ خاکسار قمر الدین عفی عنہ امام مسجد جامع وزیر آباد

۷ الجواب صحیح ثابت بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ حررہٗ فقیر جان محمد سکنہ قادر پوراں ضلع ملتان

لَا شَکَّ فِیْہِ

۷ خورشید احمد سکنہ کمال پور چک نمبر ۱۲۳

۷ صمصام خوشنویس ضلع لائلپور۔

۷ الجواب صحیح

خادم العلماء سید محمد نور شاہ سکنہ چک بانگا حال سانگلہ ہل

۷ احقر العباد امیر الدین از کلاسکے تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۷ الجواب حق فقیر تاج الدین کالوی علاقہ قادر آباد گجرات پنجاب خلف عبد الکریم ولد فیض اللہ مرحوم

۷ غلام محی الدین سکنہ کوٹ ہست خاں خلف مولوی غلام محمد مرحوم بموجب کتب فقہ نکاح قریشی کا آپس میں درست ہے۔ اور جائز ہے۔ جو عبارات محبت سے ظاہر ہے اور نکاح سنی اور شیعہ کا بوجہ کفر شیعہ جائز نہیں اور شیعہ کا کفران کے سب سے ظاہر ہے۔

سید احمد علی پروفیسر اسلامیہ کالج وخطیب مسجد شاہی لاہور

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۱۰	قبہ بر قبر و گل افشانی و بوسہ غلاف وغیرہ۔	۱۸۵
۱۱۱	نذر بزرگان و وسیلہ گرفتن و حاضر داشتن و یا رسول اللہ گفتن۔	۱۸۹
۱۱۲	مرغی پیر و تفسیر مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ و ثبوت میلاد و فاتحہ بر طعام و گیارہویں وغیرہ۔	۱۹۸
۱۱۳	بوسیدن ناخنہا بوقت شنیدن انّ محمداً رسول اللہ وغیرہ۔	۲۰۲
۱۱۴	بحث رفع سبابہ در تشہد۔	۲۰۳
۱۱۵	ثبوت علم باطنی و بست رکعت تراویح۔	۲۰۴
۱۱۶	تصور شیخ۔ سنتہائے فجر و وتر سہ رکعت۔	۲۰۵
۱۱۷	شرائط جمعہ از قرآن و حدیث۔	۲۰۷
۱۱۸	احتیاط الظہر از صحابہ کرام بروز جمعہ۔	۲۱۱
۱۱۹	فاتحہ خلف امام و آمین بالجہر و رفع یدین و دست بر سینہ بستن۔	۲۱۴
۱۲۰	بحث حدیث بیر بضاعہ و فلتین وغیرہ۔	۲۱۷
۱۲۱	بحث شیعہ۔	۲۱۹
۱۲۲	فیصلہ باغ فدک۔	۲۲۱
۱۲۳	اصحاب ثلاثہ کا باایمان ہو کر داخل خلد ہونا۔	۲۲۲
۱۲۴	ثبوت از کتب شیعہ چہار دختر حضور علیہ السلام و سہ پسر۔	۲۲۳
۱۲۵	غیر مقلدوں کے خیالات کی تردید۔	۲۲۳
۱۲۶	مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد۔	۲۲۷
۱۲۷	غیر مقلدوں سے خیر خواہی۔ یعنی مکہ شریف کی جیل میں مولوی نذیر حسین غیر مقلد کی توبہ۔	۲۲۷

حصہ پنجم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۲۸	فیصلے و احکام کتاب اللہ میں کتنے ہیں اور اجتہاد کتنے۔ ظاہر الروایت و نادر واقعات کس کو کہتے ہیں۔ فقہ و قرآن و حدیث میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں۔	۲۲۸
۱۲۹	اصول اسلام کتنے ہیں۔ ثبوت قیاس اور مذمت منکر قیاس۔	۲۲۸
۱۳۰	امام اعظم کے رتبہ سے امام بخاری کے رتبہ کی کمی کی وجوہات۔	۲۳۱
۱۳۱	رد طعن فرقہ وہابیہ کہ امام صاحب کم علم مرجیہ اور ضعیف تھے۔	۲۳۲
۱۳۲	بخاری و مسلم میں بہت حدیثیں ضعیف اور مخالف کتاب اللہ و جہ تسمیہ صحاح ستہ۔	۲۳۶
۱۳۳	چار مذہب کس لئے ہوئے اور اس کا ثبوت حدیثوں سے۔	۲۳۷
۱۳۴	محدث کس کو کہتے ہیں۔ اس کو کس قدر علم ہونا چاہیئے۔ کیا ہمارے زمانہ میں کوئی محدث ہے۔	۲۳۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۶	وہابی کس کو کہتے ہیں اور سنی کس کو کہتے ہیں۔	۱۲۵
۷۷	فتویٰ در بارے گلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم۔	۱۲۷
۷۸	وہابی کی امامت۔	۱۲۹
۷۹	امام کا حد شرع سے ڈاڑھی کم رکھنا۔ سود خور کے گھر کا کھانا کھانا اور مسجد میں نماز جنازہ کیسی ہے۔	۱۳۱
۸۰	تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں۔	۱۳۲
۸۱	نماز جمعہ۔	۱۳۳
۸۲	نماز جمعہ جامع مسجد کے علاوہ کیسی ہے۔	۱۳۹
۸۳	جنت میں چند جانور بھی جائیں گے۔	۱۴۳
۸۴	مجموعہ مسائل متعلقات ختم قرآن و رمضان و عید۔	۱۴۴
۸۵	ختم قرآن پاک اور خوشی اور اس کے لئے احباب کا اجتماع۔	۱۴۶
۸۶	تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر۔	۱۴۸
۸۷	سورہ اخلاص تین بار پڑھنا۔	۱۴۸
۸۸	بعد ختم سورۃ بقرہ تا مفلحون پڑھنا۔	۱۴۹
۸۹	دعا بعد ختم قرآن۔	۱۴۹
۹۰	پنج آیت پڑھنا اور دم کرانا۔	۱۵۰
۹۱	تقسیم شیرینی۔	۱۵۲
۹۲	خطبۃ الوداع۔	۱۵۳
۹۳	عید کی سیویاں۔	۱۵۵
۹۴	مصافحہ و معانقہ۔	۱۸۶
۹۶	سرسں کا حکم۔	۱۶۱

حصہ چہارم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۹۷	سبب تالیف کتاب و تعریف موحد۔	۱۶۵
۹۸	بحث لفظ حنفی و وجہ تسمیہ ابو حنیفہ۔	۱۶۶
۹۹	معنی بدعت و اقسام بدعت و شرک۔	۱۶۷
۱۰۰	اہل قبلہ کونسا گروہ ہے و اقسام مبتدع اور وہ کام جن کے کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے	۱۶۹
۱۰۱	ناجی فرقہ کون ہے؟	۱۷۱
۱۰۲	تقلید شخصی صحابہ کرام سے چلی آئی ہے۔	۱۷۱
۱۰۳	عقائد غیر مقلدین و مرزائی و شیعہ و نیچری۔	۱۷۳
۱۰۴	ثبوت اسقاط از قرآن و حدیث۔	۱۷۴
۱۰۵	اسقاط میت دفن کرنے سے پہلے کی جاوے یا بعد۔	۱۷۷
۱۰۶	وجہ تسمیہ اسقاط۔	۱۷۷
۱۰۷	طریقہ اسقاط و مستحق مال ثبوت از کتب غیر مقلداں۔	۱۸۰
۱۰۸	قدم میت و دعا برائے نماز جنازہ و تحریر کفنی وغیرہ۔	۱۸۲
۱۰۹	تلقین میت و فاتحہ خوانی و نہادن چراغ بر قبر و نان دادن و قرآن خواندن۔	۱۸۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	یہیمی ۔ شیطانی ۔	
۵۰	تنبیہ مہم ۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نشریف لانا اور دجال کو قتل کرنا اور قرب قیامت	۵۲
	کے عجیب وغریب حالات مثلاً شیر اور گائے کا اکٹھے چرنا اور بکری اور بھیڑیے کا اکٹھا چرنا اور بچوں کے ہاتھ میں سانپ پکڑ کر کھیلنا وغیرہ ۔	

حصہ سوم از فتاویٰ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۵۱	مستورات اور پردہ ۔	۵۵
۵۲	۱:۔ آپ کا تمام انبیاء کے لئے بھی نبی ہونا ۔ ۲:۔ درود ابراہیمی کا مفہوم ۳:۔ نبی و رسول میں فرق اور تفریق ۴:۔ آپ کی امت کو دیگر امتوں پر فضیلت ۔	۶۲
۵۳	مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم	۶۵
۵۴	وہابیہ کے مقتدا ابن تیمیہ کا حال ۔	۷۳
۵۵	المعجزۃ العظمیٰ المحمدیہ ۔	۷۶
۵۶	توہین علماء کا حکم ۔	۸۰
۵۷	تعظیم وعبادت میں فرق ۔	۸۲
۵۸	مسئلہ علم غیب ۔	۸۶
۵۹	قرآن عظیم میں قسمیں یاد فرمانے میں حکمت اور	۸۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے متعلق فتویٰ ۔	
۶۰	سنیوں کی مساجد میں غیر مقلد وہابی وغیرہ کے نماز پڑھنے کے متعلق فتویٰ ۔	۹۲
۶۱	قادیانیوں اور بہائی کے ساتھ سنیہ کے نکاح کا حکم ۔	۹۵
۶۲	فتویٰ ایصال ثواب وحکم زوجہ مفقود حنفیہ ہیں، اردو خلاصہ سنت ۔	۹۸
۶۳	فتویٰ گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں ۔	۱۰۰
۶۴	تشویب ۔	۱۰۱
۶۵	مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کا حکم ۔	۱۰۲
۶۶	وہابیہ کی عیاریاں اور تلبیسات کا دفعیہ اور	۱۰۵
۶۷	علماء حرمین کی تصدیق کا حال ۔	۱۱۲
۶۸	ایک اور بڑا مکر ۔	۱۱۳
۶۹	علماء مدینہ کی تصدیقات کا حال ۔	۱۱۳
۷۰	مولانا شیخ احمد بن خیر شنقیطی کی تحریر ۔	۱۱۴
۷۱	فتویٰ متعلق فاتحہ سوم وچہلم وغیرہ ۔	۱۱۴
۷۲	نماز صبح کے بعد قضا عمری پڑھنے کا حکم ۔	۱۱۷
۷۳	فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ یا درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم ۔	۱۱۸
۷۴	علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہابیہ کا شبہ اور اسکا جواب ۔	۱۱۹
۷۵	دہریہ کا سوال اور اسکا جواب ۔	۱۲۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	برتری کا اظہار۔	
۲۲	۶:۔ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اوس سے بہتر غلام احمد ہے۔	۱۳
۲۳	۷:۔میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔	″
۲۴	۸:۔اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔	″
۲۵	۹:۔عیسٰی علیہ السلام کو مسمریزم کا عمل کرنے والا کہا۔	۱۴
۲۶	۱۰:۔ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔	۱۵

حصہ دوم از فتاوٰی حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷	عیسٰی علیہ السلام کے رفع ونزول کی نہایت نایاب اور محققانہ بحث اور امام مہدی کا آنا اور دجال کا ظہور وہلاکت وغیرہ۔	۲۰
۲۸	مقدمہ اولٰی جاہلوں پر علماء کی تقلید اور علماء پر رسول پاک کی اور رسول پاک پر قرآن پاک کی تقلید واجب ہے۔	۲۰
۲۹	مقدمہ ثانیہ دلائل چار قسم کے ہوتے ہیں ایک جنکا منکر کافر بعض کا منکر گمراہ بعض کا منکر آثم بعض کا منکر خاطی۔	۲۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۰	مقدمہ ثالثہ مدعی پر اپنے دعوٰی کو ثابت کرنے کے لئے ثبوت کا ہونا ضروری ہے۔	۲۴
۳۱	جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اُس دعوے کے متعلق بحث کرنی چاہیئے۔ اسکا دعوٰی کے علاوہ بحث کرنا مکاری ہے۔	۲۴
۳۲	کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اوس کی تشریف کو محال نہیں کر سکتا۔	۲۴
	تنبیہ اول میں تین مسئلے ہیں۔	
۳۳	مسئلہ اول سیدنا عیسٰی علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ ان کو سولی دی گئی۔	۲۶
۳۵	مسئلہ ثانیہ سیدنا عیسٰی علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا اور اسکے دلائل میں تینتالیس حدیثیں اور قرآن پاک کے دلائل۔	۲۶
۳۶	مسئلہ ثالثہ سیدنا روح اللہ کی حیات پر دلائل۔	۳۹
۳۷	تنبیہ دوم میں دا، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء (۲)، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر افتراء (۳)، امام بخاری پر افتراء۔	
۳۸	تنبیہ سوم سیدنا عیسٰی علیہ السلام کا امتی بن کر آنا مرتبہ نبوت سے معزولی نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نبی الانبیاء ہیں۔	۴۸
۳۹	تنبیہ چہارم انسان میں تین صفاتیں ہیں۔ ملکی	۴۹

فہرست جامع الفتاوی حصہ اوّل تا ہشتم

حصہ اول از فتاوی شیخ الاسلام شاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	حرف آغاز۔	۳
۲	مرد مرزائی ہوجائے تو منکوحہ اس کی زوجیت سے علیحدہ ہوجائے گی اور اولاد صغار اس کی ولایت سے نکل جائے گی۔	۵
۳	خلاصہ جوابات امرتسر۔	۵
۴	۱:جواب ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی صاحب	۵
۵	۲:۔جواب عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی صاحب	″
۶	۳:۔جواب ابوالحسن غلام مصطفیٰ صاحب	″
۷	۴:۔جواب ابو محمد یوسف غلام محی الدین صاحب	″
۸	۵:۔جواب احقر عباد اشد علی واعظ عبدالغنی صاحب	″
۹	۶:۔تصدیق احقر العباد خدا بخش خیر الدین صاحب	۶
۱۰	۷:۔جواب ابوالوفاء ثناء اللہ مصنف تفسیر ثنائی امرتسری۔	″
۱۱	۸:۔جواب ابوتراب محمد عبدالحق امرتسری بازار صالوتیاں۔	″
۱۲	۹:۔جواب صاحبزادہ صاحب ظہور الحسن قادری فاضلی۔	″

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۳	۱۰:۔جواب نور احمد صاحب۔	۶
۱۴	مراسلت حامی سنت جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی صاحب امرتسری باسم سامی حضرت عالم اہلسنت دام ظلہم العالی۔	″
۱۵	فتوائے حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ عالم اہلسنت وجماعت مدظلہ العالی۔	۷
۱۶	مرزا قادیانی کے دس کفر۔	۷
۱۷	۱:۔میں احمد ہوں جو آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے۔	۷
۱۸	۲:۔میں محدث ہوں اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔	۸
۱۹	۳:۔سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔	۸
۲۰	۴:۔خدائے تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔	۸
۲۱	۵:۔صفحہ ۱۰ دافع البلاء پر عیسیٰ علیہ السلام پر	۱۳

صفحہ ۱۰۰ میں بایں طور مذکور ہے۔ اَلتَّقْلِیْدُ قَبُوْلُ قَوْلِ الْغَیْرِ بِاَنْ یَعْتَقِدَ مِنْ غَیْرِ مَعْرِفَةِ دَلِیْلِهٖ قَائِمًا مَعَ مَعْرِفَةِ دَلِیْلِهٖ فَلَا یَکُوْنُ اِلَّا لِلْمُجْتَهِدِ لِتَوَقُّفِ مَعْرِفَةِ الدَّلِیْلِ عَلٰی مَعْرِفَةِ سَلَامَتِهٖ مِنَ الْمُتَعَارِضِ بِنَاءً عَلٰی وُجُوْبِ الْبَحْثِ وَیَجِبُ التَّقْلِیْدُ عَلٰی مَنْ لَمْ یَبْلُغْ رُتْبَةَ الْاِجْتِهَادِ الْمُطْلَقِ عَامِیًّا مَحْضًا اَوْ غَیْرَهٗ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ (یعنی تقلید تسلیم کرنا غیر کے قول کو اس طور پر کہ اسکے چاہنے کا اعتقاد کرنا بلا دلیل پہچاننے کے لیکن ساتھ دلیل کے اس مسئلہ کو پہچانتا سوائے مجتہد کے کسی اور کو حاصل نہیں کیونکہ دلیل کا معلوم کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ دلیل کسی متعارض سے سالم ہو اور بنا اسکی وجوب بحث متعارض پر ہے۔ اور جو شخص درجہ اجتہاد کو مطلق نہیں پہنچا اس پر تقلید واجب ہے۔ (محض جاہل ہو یا مولوی وغیرہ) اور شرح مسلم الثبوت صفحہ ۶۲۴ میں طور تقلید کے معنے لکھے ہیں۔ اَلتَّقْلِیْدُ اَلْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَیْرِ لَا بِحُجَّةٍ مُتَعَلِّقٍ بِالْعَمَلِ وَاَنْ اُرِیْدَ بِالْحُجَّةِ مَا یَعُمُّ الْاَدِلَّةَ الْاَرْبَعَةَ وَاِلَّا فَقَوْلُ الْمُجْتَهِدِ دَلِیْلُهٗ وَحُجَّتُهٗ کَمَا اَخْذُ الْعَامِیِّ مِنَ الْمُجْتَهِدِ وَاَمَّا اَخْذُ الْمُجْتَهِدِ عَنْ مِثْلِهٖ فَالرُّجُوْعُ اِلَی النَّبِیِّ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَوِ الْاِجْمَاعِ لَیْسَ مِنْهُ (اور اسکے معنے علمائے دین نے اسطرح پر کئے ہیں۔ یعنی تقلید کہتے ہیں عمل کرنا غیر کے قول پر (اور غیر سے مقصود مجتہد ہے) بغیر دلیل کے۔ (یعنی بغیر وقوف کے دلیل پر) اور من غیر حجۃ متعلق عمل سے ہے۔ یعنی عمل اس قول پر بے معرفت دلیل ہو) اور حجت سے مقصود کوئی ادلہ اربعہ سے ہے۔ ورنہ مجتہد کا قول مقلد کے لئے دلیل و حجت ہے۔ جیسے پوچھ لینا عامی کا (یعنی غیر مجتہد کا) مجتہد سے اور مجتہد کا اپنے جیسے سے رجوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا اجماع کی طرف تقلید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو رجوع کی طرف دلیل کے ہے پس ان ہر دو عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ اتباع مجتہد کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ اور مجتہد سے دلیل طلب کرنی کچھ ضروری نہیں۔ اور مجتہد سے غیر مجتہد کو سوال کرنے کا حکم بنص قطعی ثابت ہوا ہے۔ وہو ہذا۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اہل ذکر سے مراد مجتہدین ہیں۔ اور مجتہد کو ضروری ہے کہ اپنے مقلد پر اس مسئلہ کی دلیل ظاہر کرے۔ اور مقلد کو یقین ہے کہ یہ مجتہد جسکی میں پیروی کر رہا ہوں اسکا اعتماد ادلہ اربعہ سے ہی ہے۔ اور جو کچھ اسنے نکالا ہے شرع سے نکالا ہے۔ اسلئے مقلد کا عمل بھی بلا دلیل نہ ہوا اور اسکے علاوہ شرح مسلم الثبوت مطبع نولکشور صفحہ ۶۳۶ میں لکھا ہے کہ غیر مجتہد کو اگرچہ عالم ہو ضروری تقلید کرنی چاہیے وہو ہذا۔ غَیْرُ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ وَلَوْ کَانَ عَالِمًا یَلْزَمُهٗ تَقْلِیْدُ الْمُجْتَهِدِ یعنی غیر مجتہد مطلق اگرچہ عالم ہو اسکو بھی کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔ اور شرح عین العلم صفحہ ۲۳۷ میں مقلد کو بایں طور حکم فرماتے ہیں۔ فَلْیَلْتَزِمْ اَحَدٌ مَذْهَبًا کَاَبِیْ حَنِیْفَةَ اَوِ الشَّافِعِیِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ یُقَلِّدُ غَیْرَهٗ فِیْ مَسْئَلَةٍ مِنَ الْمَسَائِلِ الخ یعنی اگر لازم کرلیا کسی آدمی نے ایک مذہب کو امام ابوحنیفہ کا ہو یا شافعی کا ہو پس لازم ہے اسکو ہمیشہ اسی مذہب پر چلے رہنا نہ تقلید کرے کسی اور مجتہد کی الخ اور باقی ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ شاء اللہ غیر مقلد امرتسری کے رسالے میں بجواب تقلید ہے اسکے جواب میں مفصل بحث کی جاوے گی فقط المجیب فقیر محمد نظام الدین ملتانی عفا اللہ عنہ وزیرآبادی (جامع الفتاوی انتہا حصہ ہشتم)

؎ هذا هو الحق الذی لا محیص عنه ؎ المجیب مصیب لا شك فیه

فقیر عبدالرحمٰن امام مسجد ایبٹ آباد فقیر میر عالم ساکن میر ضلع ہزارہ

؎ فی صحة هذا الجواب اتفاق فلیس لاحد فیه شقاق هذا الجواب صواب مطابق

محمد یار خطیب و مفتی مسجد طلائی لاہور السنت والکتاب

؎ ذٰلِكَ عَذْلِكَ قاضی محمد عبدالقیوم عفی عنه

عبدالحافظ خدا بخش فرخپوری بقلمه مقیم ڈھینڈہ بقلمه

؎ الجواب صحیح ؎ خاکسار محمد اسمٰعیل موضع ڈھیری

فقیر محمد عبدالسلام عفی عنه سکنه رپوری۔ ؎ میر عالم ضلع ہزارہ

؎ محمد عالم امام گمٹی بازار لاہور ؎ المجیب مصیب

الجواب صحیح کما فی النشا فی فی اسباب الکفر ولو فضل حق از قا ضنیاں۔

تزوجت ها شمی قریشان غیر ها شمی لم یرد

عقده وان تزوجت عربیا غیر قرشی لهم رده

کتزوج فی العربیه عجبًا ؛

سوال :۔ تقلید کے کیا معنے ؟ کیونکہ مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری ہمیشہ ہر ایک میدان مناظرہ میں جہاں کہیں تقلید کی بابت بحث ہوتی ہے پہلے یہی سوال مناظر غیر مقلد کر دیتا ہے۔ لہذا عرض ہے کہ اس کے صحیح معنی بیان کریں۔

السائل قطب الدین

جواب :۔ تقلید معنی اتباع یعنی ایسے شخص کا پیرو ہونا۔ کہ جسکو قوت اجتہاد و استنباط کی ہو۔ اور اسکے القاء و پرہیزگاری پر پورا پورا اعتماد ہو۔ پس ایسے شخص کے قول کو بلا دلیل مان لینے کا نام تقلید ہے۔ چنانچہ کتاب عقد الفرید و استبصار الحق

ملہ :۔ شرح مختصر منار حسامی مع نامی حاشیہ باب متابعۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ میں نیز با ینطور لکھا ہے۔ کہ تقلید بمعنی اتباع کے ہیں وہو ہذا التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعہ یقول او فی فعلہ علی زعم انه محق بلا نظر فی الدلیل۔ اور ایسی تقلید سے انکار کرنے والا قابل قتل ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں سے صاف ظاہر ہوتا ہے من قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اتاکم وامرکم جمیعٌ علی رجل واحدٍ یرید ان یشق عصاکم او یفرق جمعتکم فاقتلوہ رواہ مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۸۔ اور کتاب صراط مستقیم تالیف اسمٰعیل پیشوا غیر مقلدین صفحہ ۷۸ میں لکھا ہے کہ وہ اعمال اتباع مذہب اربعہ کے رائج اور تمام اہل اسلام امت بہتر و غرب، امت ۲

خادم شریعت عفا عنہ

عقود الدریہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۹۲ و ۹۳ وغیرہ کتب فقہ میں بابِ بطور مذکور ہے۔ اَلرَّافِضِیُّ اِذَا کَانَ یَسُبُّ الشَّیْخَیْنِ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ فَھُوَ کَافِرٌ اِنْتَھٰی وَلَوْ قَذَفَ عَائِشَۃَ بِالزِّنَا فَقَدْ کَفَرَ اِنْتَھٰی وَمَنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ فَھُوَ کَافِرٌ اِنْتَھٰی وَکَذٰلِکَ مَنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ عُمَرَ فِیْ اَصَحِّ الْاَقْوَالِ ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ خَارِجُوْنَ عَنْ مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ اَحْکَامُھُمْ اَحْکَامُ الْمُرْتَدِّیْنَ الخ پس اہلسنت وجماعت کو چاہیئے کہ ان کے ساتھ مواکلت ومشاربت وموانست ہرگز نہ کریں ساتھ نہ ہی ان کو رشتہ دیں کیونکہ ایسے لوگ شرعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ (رواہ الترمذی) اور غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں بایں طور حدیث مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّھُمْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں وَسَیَجِیْٓءُ قَوْمٌ یَسُبُّوْنَھُمْ وَیَنْقُصُوْنَھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْھُمْ الخ

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ ایسے رافضیوں تبرائیوں کو ہرگز نکاح دینا اہلسنت وجماعت کو جائز نہیں۔ کیونکہ ان کا کفر یقیناً اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ اور ان کے ساتھ نکاح کر دینا حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہِ وَاَنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ فقط

فقیر محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری از خلفاء سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

الجواب صحیح

۷ خاکسار قمر الدین عفی عنہ امام مسجد جامع وزیر آباد

۷ الجواب صحیح ثابت بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ حررہٗ فقیر جان محمد سکنہ قادر پوراں ضلع ملتان

لاشک فیہ

۷ خورشید احمد سکنہ کمال پور چک نمبر ۱۲۳

۷ صمصام خوشنویس ضلع لائلپور۔

۷ الجواب صحیح

خادم العلماء سید محمد نور شاہ سکنہ چک بانگا حال سانگلہ ہل

ذٰلِکَ الکتاب لاریب فیہ

۷ احقر العباد امیر الدین از کلاسکے تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۷ الجواب حق فقیر تاج الدین کالوی علاقہ قادر آباد گجرات پنجاب خلف عبد الکریم ولد فیض اللہ مرحوم

۷ غلام محی الدین سکنہ کوٹ ہست خاں خلف مولوی غلام محمد مرحوم بموجب کتب فقہ نکاح قریشی کا آپس میں درست ہے۔ اور جائز ہے۔ جو عبارات محبت سے ظاہر ہے اور نکاح سنی اور شیعہ کا بوجہ کفر شیعہ جائز نہیں اور شیعہ کا کفر ان کے سب سے ظاہر ہے۔

سید احمد علی پروفیسر اسلامیہ کالج وخطیب مسجد شاہی لاہور

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۱۰	قبہ بر قبر و گل افشانی و بوسہ غلاف وغیرہ۔	۱۸۵
۱۱۱	نذر بزرگان و وسیلہ گرفتن و حاضر داشتن و یا رسول اللہ گفتن۔	۱۸۹
۱۱۲	مرغی پیر و تفسیر مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ و ثبوت میلاد و فاتحہ بر طعام و گیارہویں وغیرہ۔	۱۹۸
۱۱۳	بوسیدن ناخنہا بوقتِ شنیدن انّ محمداً رسول اللہ وغیرہ۔	۲۰۲
۱۱۴	بحث رفع سبابہ در تشہد۔	۲۰۳
۱۱۵	ثبوت علم باطنی و بست رکعت تراویح۔	۲۰۴
۱۱۶	تصور شیخ۔ سنتہائے فجر و وتر سہ رکعت۔	۲۰۵
۱۱۷	شرائط جمعہ از قرآن و حدیث۔	۲۰۷
۱۱۸	احتیاط الظہر از صحابہ کرام بروز جمعہ۔	۲۱۱
۱۱۹	فاتحہ خلف امام و آمین بالجہر و رفع یدین و دست بر سینہ بستن۔	۲۱۴
۱۲۰	بحث حدیث بیر بضاعہ و فلتین وغیرہ۔	۲۱۷
۱۲۱	بحث شیعہ۔	۲۱۹
۱۲۲	فیصلہ باغ فدک۔	۲۲۱
۱۲۳	اصحاب ثلاثہ کا با ایمان ہو کر داخل خلد ہونا۔	۲۲۲
۱۲۴	ثبوت از کتب شیعہ چہار دختر حضور علیہ السلام و سہ پسر۔	۲۲۳
۱۲۵	غیر مقلدوں کے خیالات کی تردید۔	۲۲۳
۱۲۶	مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد۔	۲۲۷
۱۲۷	غیر مقلدوں سے خیر خواہی۔ یعنی مکہ شریف کی جیل میں مولوی نذیر حسین غیر مقلد کی توبہ۔	۲۲۷

حصہ پنجم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۲۸	فیصلے و احکام کتاب اللہ میں کتنے ہیں اور اجتہادیہ کتنے۔ ظاہر الروایت و نادر واقعات کس کو کہتے ہیں۔ فقہ و قرآن و حدیث میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں۔	۲۲۸
۱۲۹	اصول اسلام کتنے ہیں۔ ثبوت قیاس اور مذمت منکر قیاس۔	۲۲۸
۱۳۰	امام اعظم کے رتبہ سے امام بخاری کے رتبہ کی کمی کی وجوہات۔	۲۳۱
۱۳۱	رد طعن فرقہ وہابیہ کہ امام صاحب کم علم مرجیہ اور ضعیف تھے۔	۲۳۲
۱۳۲	بخاری و مسلم میں بہت حدیثیں ضعیف اور مخالف کتاب اللہ و وجہ تسمیہ صحاح ستہ۔	۲۳۶
۱۳۳	چار مذہب کس لئے ہوئے اور اس کا ثبوت حدیثوں سے۔	۲۳۷
۱۳۴	محدث کس کو کہتے ہیں۔ اس کو کس قدر علم ہونا چاہیئے۔ کیا ہمارے زمانہ میں کوئی محدث ہے۔	۲۳۸

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۶	وہابی کس کو کہتے ہیں اور سنی کس کو کہتے ہیں۔	۱۲۵
۷۷	فتویٰ دربارے گلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم۔	۱۲۷
۷۸	وہابی کی امامت۔	۱۲۹
۷۹	امام کا حد شرع سے ڈاڑھی کم رکھنا۔ سود خور کے گھر کا کھانا کھانا اور مسجد میں نماز جنازہ کیسی ہے۔	۱۳۱
۸۰	تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں۔	۱۳۲
۸۱	نماز جمعہ۔	۱۳۳
۸۲	نماز جمعہ جامع مسجد کے علاوہ کیسی ہے۔	۱۳۹
۸۳	جنت میں چند جانور بھی جائیں گے۔	۱۴۳
۸۴	مجموعہ مسائل متعلقات ختم قرآن و رمضان و عید۔	۱۴۴
۸۵	ختم قرآن پاک اور خوشی اور اس کے لئے احباب کا اجتماع۔	۱۴۶
۸۶	تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر۔	۱۴۸
۸۷	سورہ اخلاص تین بار پڑھنا۔	۱۴۸
۸۸	بعد ختم سورۃ بقرہ تا مفلحون پڑھنا۔	۱۴۹
۸۹	دعا بعد ختم قرآن۔	۱۴۹
۹۰	پنج آیت پڑھنا اور دم کرانا۔	۱۵۰
۹۱	تقسیم شیرینی۔	۱۵۲
۹۲	خطبۃ الوداع۔	۱۵۳
۹۳	عید کی سیویاں۔	۱۵۵
۹۴	مصافحہ و معانقہ۔	۱۵۶
۹۵	مرسس کا حکم۔	۱۶۱

حصہ چہارم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا نظام الدین صاحب بلتانی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۹۷	سبب تالیف کتاب و تعریف موحد۔	۱۶۵
۹۸	بحث لفظ حنفی و وجہ تسمیہ ابو حنیفہ۔	۱۶۶
۹۹	معنی بدعت و اقسام بدعت و شرک۔	۱۶۷
۱۰۰	اہل قبلہ کونسا گروہ ہے و اقسام مبتدع اور وہ کام جن کے کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے	۱۶۹
۱۰۱	ناجی فرقہ کون ہے؟	۱۷۱
۱۰۲	تقلید شخصی صحابہ کرام سے چلی آئی ہے۔	۱۷۱
۱۰۳	عقائد غیر مقلدین و مرزائی و شیعہ و نیچری۔	۱۷۳
۱۰۴	ثبوت اسقاط از قرآن و حدیث۔	۱۷۴
۱۰۵	اسقاط میت دفن کرنے سے پہلے کی جاوے یا بعد۔	۱۷۷
۱۰۶	وجہ تسمیہ اسقاط۔	۱۷۷
۱۰۷	طریقہ اسقاط و مستحق مال ثبوت از کتب غیر مقلداں۔	۱۸۰
۱۰۸	قدم میت و دعا برائے نماز جنازہ و تحریر کفنی وغیرہ۔	۱۸۲
۱۰۹	تلقین میت و فاتحہ خوانی و نہادن چراغ بر قبر و نان دادن و قرآن خواندن۔	۱۸۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	بہیمی رشیطانی۔	
۵۰	تنبیہ مہم۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے تشریف لانا اور دجال کو قتل کرنا اور قرب قیامت کے عجیب وغریب حالات مثلاً شیر اور گائے کا اکٹھے چرنا اور بکری اور بھیڑیئے کا اکٹھا چرنا اور بچوں کے ہاتھ میں سانپ پکڑ کر کھیلنا وغیرہ۔	۵۲

حصہ سوم از فتاویٰ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

۵۱	مستدارک اور پردہ۔	۵۵
۵۲	۱:۔ آپ کا تمام انبیاء کے لئے نبی ہونا۔ ۲:۔ درود ابراہیمی کا مفہوم ۳:۔ نبی ورسول میں فرق اور تعریف ۴:۔ آپ کی امت کو دیگر امتوں پر فضیلت۔	۶۲
۵۳	مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم	۶۶
۵۴	وہابیہ کے مقتدا ابن تیمیہ کا حال۔	۷۳
۵۵	المعجزۃ العظمیٰ المحمدیہ۔	۷۶
۵۶	توہین علماء کا حکم۔	۸۰
۵۷	تعظیم وعبادت میں فرق۔	۸۲
۵۸	مسائل غیبیہ۔	۸۶
۵۹	قرآن عظیم میں قسمیں یا دفرمانے میں حکمت اور	۸۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے متعلق فتویٰ۔	
۶۰	سنیوں کی مساجد میں غیر مقلد وہابی وغیرہ کے نماز پڑھنے کے متعلق فتویٰ۔	۹۴
۶۱	قادیانیوں اور بہائی کے ساتھ سنیہ کے نکاح کا حکم۔	۹۵
۶۲	فتویٰ ایصال ثواب وحکم زوجہ مفقود خطبہ میں اور دعائے سفلہ۔	۹۸
۶۳	فتویٰ گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں۔	۱۰۰
۶۴	تشریح۔	۱۰۱
۶۵	مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کا حکم۔	۱۰۲
۶۶	وہابیہ کی عیاریاں اور انکی بیباکی کا افشاء راز۔	۱۰۵
۶۷	علماء حرمین کی تصدیق کا حال۔	۱۱۲
۶۸	ایک اور بڑا مکر۔	۱۱۳
۶۹	علماء مدینہ کی تصدیقات کا حال۔	۱۱۳
۷۰	مولانا شیخ احمد بن خیر شنقیطی کی تحریر	۱۱۴
۷۱	فتویٰ متعلق ذکر سوئم وچہلم وغیرہ۔	۱۱۴
۷۲	نماز صبح کے بعد قضاء عمری پڑھنے کا حکم۔	۱۱۷
۷۳	فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ یا درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم۔	۱۱۸
۷۴	حکم غیبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہابیہ کا شبہ اور اسکا جواب۔	۱۲۰
۷۵	دہریہ کا سوال اور اسکا جواب۔	۱۲۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	برتری کا اظہار۔	
۲۲	۶:۔ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اوس سے بہتر غلام احمد ہے۔	۱۳
۲۳	۷:۔میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔	〃
۲۴	۸:۔اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔	〃
۲۵	۹:۔عیسیٰ علیہ السلام کو مسمریزم کا عمل کرنے والا کہا۔	۱۴
۲۶	۱۰:۔ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔	۱۵
	حصہ دوم از فتاویٰ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	
۲۷	عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کی نہایت نایاب اور محققانہ بحث اور امام مہدی کا آنا اور دجال کا ظہور وہلاکت وغیرہ۔	۲۰
۲۸	مقدمہ اولیٰ جاہلوں پر علماء کی تقلید اور علماء پر رسول پاک کی اور رسول پاک پر قرآن پاک کی تقلید واجب ہے۔	۲۰
۲۹	مقدمہ ثانیہ دلائل چار قسم کے ہوتے ہیں ایک جنکا منکر کافر بعض کا منکر گمراہ بعض کا منکر آثم بعض کا منکر خاطی۔	۲۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۰	مقدمہ ثالثہ مدعی پر اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے ثبوت کا ہونا ضروری ہے۔	۲۴
۳۱	جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اُس دعوے کے متعلق بحث کرنی چاہیئے۔ اسکا دعویٰ کے علاوہ بحث کرنا مکاری ہے۔	۲۴
۳۲	کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اوس کی تشریف کو محال نہیں کر سکتا۔	۲۴
	تنبیہ اول میں تین مسئلے ہیں۔	
۳۳	مسئلہ اول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ ان کو سولی دی گئی۔	۲۶
۳۵	مسئلہ ثانیہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا اور اسکے دلائل میں تینتالیس حدیثیں اور قرآن پاک کے دلائل۔	۲۶
۳۶	مسئلہ ثالثہ سیدنا روح اللہ کی حیات پر دلائل۔	۲۹
۳۷	تنبیہ دوم میں (۱) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر افتراء (۳) امام بخاری پر افتراء۔	۴۸
۳۸	تنبیہ سوم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا امتی بن کر آنا مرتبہ نبوت سے معزولی نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نبی الانبیاء ہیں۔	۴۹
۳۹	تنبیہ چہارم انسان میں تین صفاتیں ہیں۔ ملکی	۴۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۳۵	مناظرہ کرنا اور مناظرہ کے شرائط ذکر کرنا اور مناظرہ کے کیا معنی ہیں۔ اور امام صاحب نے یہ کس کر کہا۔ معہ جواب ردوہابیہ۔	۲۳۹
۱۳۶	صاحبین نے امام صاحب کی کسی مسئلہ میں مخالفت نہیں کی۔ معہ جواب فرقہ وہابیہ۔	۲۴۱
۱۳۷	مفتی اور واعظ اور مفسر کو کس قدر علم ہونا چاہیئے۔	۲۶۱
۱۳۸	قرآن مجید اور علم حدیث کے سمجھنے کے لئے کس قدر علم ہو اور ثبوت علم فقہ۔	۲۴۲
۱۳۹	بحث مقتدا اخیر معہ جواب فرقہ وہابیہ حضرت عمر کا تزوج حضرت علی سے۔	۲۴۷
۱۴۰	مسئلہ طلاق ثلاثہ معہ تردید غیر مقلدین احکام مبتدع۔	۲۴۸
۱۴۱	مسئلہ خلع وعدت خلع معہ جواب فرقہ وہابیہ۔	۲۵۰
۱۴۲	بحث جنازہ غائبہ وجواز تکبیر جنازہ وترکیب جنازہ اور جنازہ کا کئی بار پڑھنا سجدہ پر ہاتھ باندھنا اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا پڑھانا کیسا ہے۔	۱۵۱
۱۴۳	بحث علم غیب رسول مذہب رد جملہ اقدس اور طلب حاجات از قبور بزرگان۔	۲۵۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۴۴	اپنے آپ کو محمدی مذہب کہلانا کیسا ہے اور مصافحہ و معانقہ بعد نماز کے و ملاقات کے کیسا ہے۔	۲۵۸
۱۴۵	بحث ضالین و ظالین معہ جواب فرقہ وہابیہ و تردید مسئلہ مسح بر جراب اجرت نکاح و مسئلہ رسول واہی و قدم مبارک و والدین جو کفر پر مرے ہوں ان کے لئے طلب مغفرت کا کیا حکم ہے۔	۲۶۰
۱۴۶	ثبوت عذاب قبر از قرآن و حدیث۔	۲۶۴
۱۴۷	بیس سوالوں کے جواب مثلاً حکم اشیاء ہنود و نوکری کفار اں و منکر کتب فقہ و وطی با عورت قبل از غسل و جبراً بالغہ کے نکاح کا حکم۔ بیع فاسد و نذر مست رشوت خوار و سود خوار در پیش تراشی و ثبوت بیعت و ممانعت محبت با مرزا نیاں و مسئلہ صاحب سلسل بول وغیرہ۔	۲۶۶
۱۴۸	غیر مقلدین کے پیچھے نماز حنفی کی ناجائز اگر پڑھے تو کیا تعزیر ہے۔ اس پر علمائے بریلوی اور انجمن نعمانیہ وغیرہ کے فتوے اور حقہ پینے کی ممانعت۔	۲۷۰
۱۴۹	بخاری کے امام صاحب کا شاگرد ہونے کا ثبوت اور کتے کی کھال پر نماز کا نہ ہونا۔	۲۷۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۵۰	وظیفہ برائے انقضائے جمیع حاجات۔	۲۷۶
۱۵۱	فرقہ مرزائیہ کے دس سوالوں کے جواب بادلائل۔	۲۷۷
۱۵۲	بحث شیعہ یعنی اصحاب ثلاثہ کا جنازہ پڑھنا قبل از دفن حضور۔ ثبوت از کتب شیعہ۔	۲۸۲
۱۵۳	وضو میں پاؤں کا دھونا و مذمت تعزیہ و مرثیہ خوانی از کتب شیعہ۔	۲۸۵

حصہ ششم از فتاویٰ مناظر اسلام مولانا علامہ حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۴	وضو کے فرائض۔ سنن اور مستحب مع جواب شیعہ۔ ثبوت قرآن مجید و احادیث صحیحہ۔	۲۸۸
۱۵۵	بحث آیت وضو مجمل میں یا مفصل مع رد خیال چکڑالوی و مفسدات وضو اور موزہ پر مسح کرنے کا حکم اور مدت اور مس ذکر یا فرج سے وضو فاسد ہوتا ہے یا نہیں۔	۲۹۰
۱۵۶	غسل کا سبب اور طریقہ و جمعہ و عرفہ اور عیدین غسل کا حکم۔	۲۹۳
۱۵۷	نماز کی شرائط وغیرہ ثبوت از قرآن و احادیث۔	۲۹۴
۱۵۸	بیان عدم ثبوت آمین بالجہر و رفع یدین بہ ثبوت قرآن مجید و احادیث صحیحہ۔	۲۹۵
۱۵۹	امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کا ثبوت مع رد اعتراضات وہابی۔	۳۰۰
۱۶۰	چکڑالوی مذہب کی نماز کا بیان بمع جواب نماز حنفی کا ثبوت قرآن مجید سے۔	۳۰۵
۱۶۱	کرم الٰہی ناگی کے رسالہ کا رد اور عورتوں کی بیعت کا حکم اور طریقہ قرآن مجید و احادیث سے۔	۳۰۷
۱۶۲	احادیث سے صبح و عصر اور مغرب کی نماز پڑھ چکنے کے بعد جماعت سے شریک نہ ہونے کا حکم۔	۳۰۸
۱۶۳	اندھے کی امامت عاق استاد و مرشد کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا بیان۔	۳۰۹
۱۶۴	قرآن کا بیان کہ کس قدر بلند آواز سے پڑھنی چاہیئے اور قرأت میں خوش الحانی جائز ہے یا نہیں۔	۳۱۱
۱۶۵	امام کو اجتماع اہل مسجد کے بعد کسی امیر کی انتظاری نہ کرنے کا حکم۔	۳۱۲
۱۶۶	حکم نابالغ کی اقتداء کا تراویح میں اور وتر یا تراویح میں جماعت سے ملنے کا مسئلہ فرضوں کی نماز کے بعد۔	۳۱۳
۱۶۷	مسجد کی دیوار سے تیمم کرنے کا عدم جواز	۳۱۳
۱۶۸	فرقہ دیوبندیہ اور وہابیہ کے عقائد کا بیان۔	۳۱۴
۱۶۹	ثناء اللہ امرتسری کے قول کا رد اور عبدالوہاب نجدی اور وہابیوں کی یکسانیت اور نقل فتویٰ کفر	۳۱۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۷۰	تمام محدثین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں ان کا نقشہ اور رد وہابی۔	۳۱۷
۱۷۱	حقہ نوشی کی حرمت کی بحث۔	۳۱۹
۱۷۲	مرزا قادیانی کی لاعلمی اور مجدد نہ ہونے کا ثبوت اور عقائد کفریہ اور مرزا کا افتراء اور عوام الناس کو دھوکا میں ڈالنا اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء اور رجوع کا طلب کرنا اور پھر اس کا بیس ہزار روپے دینے کا وعدہ کرنا مع مفصل جواب رد قادیانی۔	۳۲۰
۱۷۳	بحث شیعہ بیان معنی آل و آیت تطہیر میں ازواج کا داخل ہونا ثبوت قرآن مجید و احادیث بیان فضائل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔	۳۲۶
۱۷۴	حرمت متعہ از کتب شیعہ۔	۳۲۹
۱۷۸	ایک احمدی کے پندرہ اعتراضوں کے جواب۔	۳۳۰

حصہ ہفتم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب مُلتانی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۷۹	وتر کتنی رکعت ہیں اور اس میں کتنے سلام ہیں۔	۳۲۵
۱۸۰	نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنا کیسا ہے۔	۳۲۶
۱۸۱	نماز قصر کا بیان۔	۳۲۶
۱۸۲	وقت نماز ظہر اور فجر کی نماز کا افضل وقت۔	۳۲۸
۱۸۳	پانچ نمازوں کے اوقات کا قرآن پاک سے ثبوت۔	۳۴۰
۱۸۴	نماز کی اذان کس طرح شروع ہوئی۔	۳۴۰
۱۸۵	تقلید کا بیان۔	۳۴۳
۱۸۶	بیع سلم کا بیان اور مرتہن کے منافع کا بیان۔	۳۴۶
۱۸۷	محرمات سے نکاح جائز سمجھنے میں تعزیر بالقتل	۳۴۷
۱۸۸	صبح کی نماز کے درمیان سورج نکل آئے تو نماز نہ ہوگی۔	۳۵۱
۱۸۹	عورت دعویٰ نکاح گواہوں کے ساتھ کرے تو مرد کے لئے جائز ہے کہ اس سے صحبت کرے۔	۳۵۳
۱۹۰	بحث شیعہ حضرت علی سے خلافت کا جبراً چھیننا باغ فدک اور اہل بیت سے منافقانہ برتاؤ۔	۳۵۷
۱۹۱	مزید ار مناظرہ شیعہ باسنی ۱۹۱۷ء۔	۳۶۴
۱۹۲	شیعہ کا اعتراض کہ قرآن پاک چالیس پارے تھا۔	۳۶۸
۱۹۳	مذہب شیعہ کا بانی کون؟	۳۷۱
۱۹۳	امام حسین کو خط لکھنے والے کون؟	۳۷۴
۱۹۴	زینب و رقیہ و ام کلثوم رسول اللہ کی صاحبزادیاں ہیں۔	۳۷۴
۱۹۵	شیعہ کا اعتراض مثلاً حضرت عمر فاروق کا لکڑیاں جمع کر کے آگ لگانا۔ حضرت ابوبکر صدیق کا خاتون حبنت کو جلا دینے کا حکم اور حضرت	۳۷۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	عمر فاروق کا خاتون جنت کے سر پر تازیانہ مار کر حمل گرا دینا۔	
۱۹۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شیعہ کے کتنے گروہ تھے۔	۳۷۶
۱۹۷	مولا مشکل کشا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں خطبہ۔	۳۷۶
۱۹۸	باغ فدک اور ناراضگی خاتون جنت۔	۳۷۷
۱۹۹	بحث مذہب نصاریٰ۔	۳۸۰
۲۰۰	بحث فرقہ مرزائی۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام۔	۳۸۳
۲۰۱	حضور کا خاتم النبیین ہونا۔ مرزا یوں کا رد۔	۳۸۷
	حصہ ہشتم از فتاویٰ مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	
۲۰۲	بحث آنجناب کا جسم مبارک نوری ہونا اور معنی حدیث لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اور کیفیت نور اور پیدائش تمام کائنات۔	۳۸۹
۲۰۳	بحث خداوند کریم سے آنجناب کے ناموں کی شرکت و مساوات از قرآن و حدیث۔	۳۹۴
۲۰۴	بحث آنجناب کو علم کلی و جزی و علم غیب و علم بای ارض تموت و علم نافی الارحام غیر پر بحث و فرق درمیان علم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا ہے۔	۳۹۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۰۵	مشرک کا بیان۔	۳۹۹
۲۰۶	بحث انبیاء آنجناب کو حاضر و ناظر سمجھنا اور بوقت ذکر اذکار آنجناب کی خاطر تعظیماً کھڑے ہونا۔	۴۰۰
۲۰۷	بحث عدم جواز وعظ سنتا فرقہ وہابیہ وشیعہ وغیرہ	۴۰۴
۲۰۸	فرقہ ضالہ اور اہلسنت کے درمیان فرق۔	۴۰۷
۲۰۹	بحث مسئلہ سماع ثبوت از قرآن و حدیث و کتب فقہ و اقوال صحابہ مع رد اعتراض فرقہ وہابیہ۔	۴۰۸
۲۱۰	بحث سجدہ تعظیمی و بوسہ و جھکنا بزرگوں کے آگے۔	۴۱۱
۲۱۱	بحث نام نہادوں پیراندتہ و عبدالنبی و غلام محی الدین۔	۴۱۳
۲۱۲	بحث عدم جواز سنت صبح قبل از طلوع آفتاب مع رد فرقہ وہابیہ۔	۴۱۴
۲۱۳	بحث مرتد شخص و مرزائی و شیعہ و وہابی کی میراث مسلمان کو پہنچ سکتی ہے یا نہیں۔	۴۱۶
۲۱۴	بیان ناجائز نکاح جٹ کا ساتھ دھوبی کے۔	۴۱۷
۲۱۵	جواز نکاح عالم پر اعلیٰ خاندان کی عورت سے۔	۴۱۸
۲۱۶	ناجائز نکاح سیدہ علویہ کا بعالم و مسلمان وغیرہ۔	۴۱۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۱۷	بیان نکاح دختر بالغہ کا کفو اپنے میں بلا نکاح اجازت شدہ ولی و مسئلہ ہذا سے حاظرین خلقت وبیوہ از تبرست قرآن مجید۔	۴۱۹
۲۱۸	بیان جس عورت سے پسر نے زنا کیا ہو پھر اس کا باپ اس کا نکاح اس سے کر سکتا ہے یا نہیں۔	۴۲۱
۲۱۹	بیان حرمت مصاحرت کا مترتب والدہ یا ساس سے زنا و ہاتھ شہوت سے لگانے پر ظاہر ہونا و مسکہ۔	۴۲۱
۲۲۰	بیوہ عورت یا کنواری کا جبراً نکاح۔	۴۲۲
۲۲۱	بیان باپ دادا دختر نابالغہ کا نکاح کر دیں تو وہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔	۴۲۳
۲۲۲	مسئلہ عدم جواز قربانی در قریہ قبل نماز عید و عدم جواز نفل قبل و بعد عید۔	۴۲۴
۲۲۴	بیان عورت بوقت درد زہ کس طرح نماز پڑھے۔	۴۲۵
۲۲۵	حکم جنازہ طفل کیا ہے۔	۴۲۵
۲۲۵	بیان سبب متعصب ہونے امام بخاری کے و فرقہ وہابیہ و توہین نبی علیہ السلام کی کتاب بخاری میں و کہانی بندر کی حدیثیں بخاری میں	۴۲۶
۲۲۶	اور کہانی گھوڑے کی۔	
۲۲۷	بیان اعتقاد مولوی عبد الجبار و ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری و محمد بن عبد الوہاب وغیرہ سے۔	۴۲۰
۲۲۷	بیان معجزہ شق قمر و بحث شیعہ در بارہ سورۂ برأت و طعن در حق خلیفہ اول۔	۴۲۲
۲۲۸	آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا ناجی اور موحد اور مسلمان ہونا ثبوت از قرآن مجید و احادیث۔	۴۲۷
۲۲۹	وجہ تسمیہ ہاشم و عبد المناف وغیرہ۔	۴۳۷
۲۳۰	جواز نکاح قریشی با علویہ و عدم جواز نکاح شیعہ با سنیہ مع مواہیر علمائے دین۔	۴۳۸
۲۳۱	معنی تقلید و ثبوت تقلید از کتب اصول مع رد اعتراض ثناء اللہ امرتسری۔	۴۴۲

تمام شد

تصحیح کنندہ فقیر ابو المنصور محمد صادق قادری چشتی رضوی چک ۱۶۹ تحصیل سمندری ضلع لائلپور

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّہ فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّہ

جلد دوم

تصنیف :- اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد مائتہ حاضرہ مؤیدِ ملّتِ طاہرہ حضرت مولانا شاہ **احمد رضا خان** صاحب قادری ۔ بریلوی رضی اللہ عنہ ؛

جو ہند و پاک میں نایاب تھی ۔ اس جلد میں کتاب الطہارۃ و کتاب الصلوٰۃ کے ۳۸۸ فتاویٰ اور سات رسائل شامل ہیں ۔ ہم نے اسے زرکثیر صرف کر کے بڑے خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے ۔ ہم نے اصل کتاب کے ساتھ سولہ صفحات پر مشتمل مقدمہ بھی تحریر کیا ہے ۔ اور ساتھ ہی فہرست بھی شامل کی ہے ۔ کتاب تمام غلطیوں سے پاک خوبصورت خوش خط اور بڑی شان و شوکت سے شائع کی ہے ۔ یہ کتاب عوام کے لئے مشعل راہ ہدایت ۔ علماء کے لئے منبع علم و مسائل اور مفتیوں کے لئے رہبر و معاون ہے ۔ یہ کتاب گھر میں ہو تو کسی سے مسئلہ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی ۔ خود ہی ملاحظہ فرمائیں اور ہمیں اپنی اس سعی حسنہ سے اپنی مفید رائے سے آگاہ فرمائیں ۔

کتابت و طباعت دیدہ زیب ۔ سہ رنگا ڈسٹ کور ۔ مجلد ہدیہ ۔/۱۵ روپے ۔

جَامِعُ الفتاویٰ

حصہ نہم تا یازدہم عنقریب شائع ہو رہا ہے جس میں حجۃ الاسلام شاہ **حامد رضا** خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ شہزادۂ اعلیٰحضرت عبدالمصطفیٰ مفتیٔ اعظم ہند اور امام العارفین حضرت سیّد پیر **مہر علی شاہ** صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا **نظام الدین** صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اہلسنت حضرت مولانا **محمد سردار احمد** رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث لائلپور کے فتاویٰ درج ہیں ۔ خریداروں کو چاہیے کہ اپنا نام جلدی درج کروائیں تاکہ ان کو فوراً کتاب شائع کر کے روانہ کی جائے ۔

ملنے کا پتہ :- **سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ** ڈجکوٹ روڈ لائلپور مغربی پاکستان

موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام

(معہ)

حالاتِ طیبہ حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف لطیف :- حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ؛

حالات مرتبہ از :- محمد اصغر علوی قادری رضوی ؛

یہ کتاب واقعی دیوبندیوں کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوئی ہے۔ اس کتاب میں مصنف موصوف نے دیوبندی مولویوں کی آپس میں خانہ جنگی اور دروغ گوئی کو واضح کیا ہے۔ نیز صدر دیوبند و ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند مولوی عبدالشکور کاکوروی دیوبندی ایڈیٹر النجم اور مولوی منظور سنبھلی دیوبندی داعیان وکالت تھانوی اقرار سے ثابت کیا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب "حفظ الایمان" میں یہ ناپاک عبارت

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"

لکھ کر حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔

مصنف نے لفظ ایسا کی تشریح اور ہیر پھیر کی وضاحت دیوبندی علماء کی تحریر سے کر کی ہے جو لے اس قدر درستگی سے پیش کئے ہیں کہ حضرت صاحب نے غلط ثابت کرنیوالے کے لئے پانصد روپیہ نقد انعام رکھا تھا۔ لیکن کوئی دیوبندی اس انعام کو حاصل کرنے کی ناکام کوشش بھی نہیں کر سکتا۔ یہ کتاب پڑھنے کے قابل ہے جلد منگوائیے۔ کیونکہ بہت تھوڑی جلدیں رہ گئی ہیں۔ اگر دیوبندی انصاف کی نظر سے پڑھے تو فوراً ایماندار سنی بن جائے۔

کتابت و طباعت عمدہ سہ رنگا ٹائٹیل قسم ۲/۵۰ روپے قسم دوم ۲/۰۰ روپے

ملنے کا پتہ:- سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ دھجیکوٹ روڈ لائلپور

MAKTIBA QASIMIA RAHIMIA
KAD HALA (AK)
Ilahi Qasim Nagshbandi

تشریح الخاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اصل :- حضرت شیخ عبدالقادر بن محی الدین الاربلی القادری :-

اردو ترجمہ :- مولانا محمد صادق، صاحب فاضل جامعہ رضویہ لائلپور شریف :-

یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی، اس حضور غوث پاک کے تمام مناقب درج ہیں جو تمام بڑی بڑی کتابوں میں تھے سب اس میں مؤلف نے درج کئے ہیں۔ اس کتاب کے ہوتے ہوئے آپ کو کسی بڑی کتاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہزاروں مناقب باحوالہ اس کتاب میں درج ہیں۔ دارالاشاعت نے بڑی محنت سے اس کا ترجمہ کروایا۔ اور ایک کالم پر اصل عربی متعہ اعراب کے اور دوسرے کالم پر اس کا بامحاورہ آسان اردو ترجمہ اور کہیں کہیں حاشیہ بھی لگایا گیا ہے تاکہ ہر کرامت کو قرآن اور حدیث کے مطابق سمجھ لیا جائے کتاب کیا ہے ایک سچے موتیوں کا خزینہ ہے۔ نیز ہر محب غوث پاک کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری

لکھائی چھپائی عمدہ سائز ۲۰×۳۰/۸ مجلد قیمت قسم اول ۵/- روپے مجلد قسم دوم قیمت ۴/- روپے

مرزا کے ڈھول کا پول

یہ حضرت علامہ محمد صادق صاحب کی تصنیف ہے جو کہ علم مناظرہ میں بے مثال کتاب ہے اس کتاب کے ہوتے ہوئے مرزائی شکست کھائے بغیر نہیں رہ سکتا جو مرزائی اس کو صدق دل سے پڑھے فوراً توبہ کر جائے عنقریب شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔

ملنے کا پتہ

سنی دارالاشاعت عربیہ رضویہ ۵ نیچوں سٹریٹ لائلپور (مغربی پاکستان)

اردو۔ عربی دینی کتابوں کی معیاری کتابت کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں :- غلام سرور قادری رضوی ۱۸ ڈی انگریزی جوک غلام محمد آباد لائلپور